رسائل رضویہ

مصنفہ

اعلیحضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری

رسائلِ رضویہ

جلد دوم

مصنفہ

اعلیحضرت مجدد دین و ملت حضرت علامہ الشاہ محمد احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز

مرتبہ

رئیس التحریر جناب مولانا محمد عبدالحکیم صاحب مظہری اختر شاہجہانپوری

مکتبہ حامدیہ ۔ گنج بخش روڈ ○ لاہور

نام کتاب ——— رسائل رضویہ جلد دوم

مرتبہ ——— اختر شاہجہان پوری

کتابت ——— محمد شریف گل و محمد شفیع خوشنویس

مصححین ——— حافظ محمد احسان الحق قادری
محمد گل احمد عتیقی
مظفر اقبال

مطبع ——— ندرت پرنٹرز۔ لاہور

سنِ طباعت ——— جولائی ۱۹۷۶ء / رجب ۱۳۹۶ھ

اشاعت ——— بار اول

تعداد ——— ایک ہزار

ضخامت ——— ۲۳×۱۸/۸ ، ۵۰۴ صفحات

قیمت ——— روپے

مکتبہ حامدیہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

فہرست

سخن ہائے گفتنی

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے دینِ متین میں پُراسرار تخریب کاری اور مسلمانانِ پاک و ہند میں فرقہ سازی و گروہ بندی کا چکر چلانے، ان کی آپس میں سر پھٹول کرانے کی غرض سے ۱۸۵۷ء کے بعد جال بچھایا تھا۔ اسی لیے قدرت نے اسلامی نظریات کے ایک بیباک نقیب کو گیارہ مہینے پہلے ہی مذکورہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے آتش فشاں پہاڑ یعنی صوبہ یو۔پی کے مشہور شہر بریلی میں پیدا فرما دیا۔ اسلام کا وہ بطلِ جلیل مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) بن مولانا رضا علی خاں (المتوفی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء) کے گھر ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو پیدا ہوا۔ آپ کا نام "محمد" رکھا گیا۔ تاریخی نام "المختار" ۱۲۷۲ھ تجویز ہوا اور جدِ امجد اپنے نونہال کو احمد رضا خاں کہا کرتے تھے۔ علمائے پاک و ہند آپ کو اعلیٰحضرت، امام اہلسنت اور فاضل بریلوی کے القاب سے یاد کیا کرتے لیکن علمائے حرمین شریفین نے اس نابغۂ عصر کو یگانۂ روزگار، مرکزِ دائرۂ تحقیق، امام زمانہ اور چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا تھا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم ہ ہ

عمرہا در کعبہ و بُت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

تاریخ ولادت کے لیے خامۂ قدرت نے اعلیٰحضرت قدس سرہ کی زبان پر یہ آیت کریمہ جاری فرمائی:-

اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

۱۲۷۲ھ

اس فنافی الرسول ہستی نے اپنے نام کے شروع میں ہمیشہ "عبد المصطفےٰ" لکھنے کا التزام فرمایا۔ آپ نے ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو علوم دینیہ، عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کر لینے پر سندِ فراغ حاصل کی اور اسی مبارک روز آپ کی فتویٰ نویسی کا آغاز ہوا، جو آخری وقت تک متواتر چوّن ۵۴ سال جاری رہا۔ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں آپ نے اپنے والدِ ماجد کی معیّت میں شاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ ساتھ ہی اجازت و خلافت سے بھی نوعمری کے باوجود نوازے گئے۔ مرشدِ گرامی کو اپنے اس مرید کی ذات پر بڑا ناز تھا۔ اسی لیے ایک مرتبہ تو یہاں تک فرما دیا تھا کہ اگر باری تعالیٰ شانہٗ قیامت میں پوچھے گا کہ اے آلِ رسول! میرے لیے دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو میں عرض کر دوں گا کہ اے پروردگار! میں تیرے لیے "احمد رضا" لایا ہوں۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں ؎
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

پہلی مرتبہ اپنے والدِ محترم کے ہمراہ آپ نے ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ مطہرہ کی سعادت حاصل کی۔ مخدومی پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے اس مقدس سفر کے سلسلے میں وضاحت فرمائی ہے:-

"اس سفرِ مقدس میں حرمین شریفین کے اکابر علماء مثلاً مفتی شافعیہ سید احمد دحلان (م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) میں اور مفتی حنفیہ شیخ عبد الرحمٰن سراج (م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) وغیرہم سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصولِ فقہ میں سندیں حاصل کیں۔"[1]

اس مبارک سفر کا ایک ایمان افروز واقعہ تذکرہ علمائے ہند میں مرقوم ہے۔ پروفیسر محمد ایوب قادری کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیے:-

"ایک دن نمازِ مغرب مقامِ ابراہیم میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام

---

[1] فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں: ص ۴۴

شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے، دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ (بے شک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں) اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستِ خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام "ضیاء الدین احمد" ہے۔ سند مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمۃ تک گیارہ واسطے ہیں۔ مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء سے رسالہ "جوہر مضیہ" کی شرح جو مناسکِ حج میں شافعی مذہب کے مطابق ہے دو دن میں لکھی۔ یہ رسالہ شیخ حسین بن صالح کی تصنیف ہے۔ مولوی احمد رضا خاں اس (شرح) کا نام "النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیہ" رکھ کر شیخ کی خدمت میں لے گئے۔ شیخ نے ان کے حق میں تحسین و آفرین فرمائی"۔[۲]

باری تعالیٰ شانہ نے اپنے اس خوش نصیب بندے سے متدعین زمانہ اور اینگلو انڈین علماء کی سرکوبی کا کام لینا تھا۔ اسی لیے پہلے اُسے اپنے حرم پاک میں بلایا، مکہ معظمہ کے جید اساطین علم کے دلوں میں اس نوخیز و نو وارد عالم کی محبت پیدا کی اور اس طرح فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو اپنے مقدس شہر میں علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ یگانۂ روزگار ہستیوں سے محدث، مفسر، فقیہہ اور متکلم وغیرہ کی سندیں اسے دلوائیں۔ عربی کا مصنف و شارح بنایا اور منوایا، بلکہ اجازت و خلافت دلوا کر شیخ طریقت بنوا کر ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ حالانکہ اس وقت تک آپ نے عمر کی صرف تئیس[۲۳] منزلیں طے کی تھیں۔ آپ کو اس نوعمری میں جتنی سندیں اور اجازتیں ملیں دوسرے کسی موافق یا مخالف ہندی عالم کو علم و فضل کے تمام تر دعاوی کے باوجود ساری عمر میں بھی تو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

---

[۲] تذکرہ علمائے ہند اردو، ص ۹۹

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دوسری مرتبہ یہ سعادت آپ کو ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں حاصل ہوئی۔ اس مقدس موقع پر علمائے حرمین طیبین نے جس طرح آپ کا اعزاز و اکرام کیا، وہ تاریخ اسلام کا ایک سنہری ورق ہے۔ ایسا اعزاز اُس مقدس سرزمین پر پاک و ہند کی شاید کسی بھی ہستی کو نصیب نہ ہوا ہو۔ اکابر علمائے حرمین شریفین تک نے آپ سے سندیں اور اجازتیں حاصل کرنا اپنا فخر سمجھا۔ ان حضرات نے آپ کے اسی موقع پر لکھے ہوئے تینوں رسالوں یعنی خلاصۃ المعتقد المستند، الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاہم پر زوردار تقریظیں لکھیں۔ آخری رسالہ خود ان حضرات کی درخواست ہی پر لکھا تھا۔ یہ تحقیقی رسالہ آج بھی اپنے میدان میں منفرد ہے۔

غیر مسلموں سے دوستی

اس مجموعے کا پہلا رسالہ المسمیٰ بہ المحجۃ المؤتمنہ تحقیق کے لحاظ سے اپنے میدان میں بے نظیر ہے۔ اس رسالے کا نفسِ مضمون غیر مسلموں سے تعلقات رکھنے کی شرعی حدود کا اجاگر کرنا ہے جب کہ بدقسمتی سے بعض صاحبانِ جُبّہ و دستار اُس دور میں شرعی حدود کو پامال کرنے میں شبانہ روز مصروف رہ کر مسلمانوں کا رُخ حرم سے سومنات کی جانب پھیرنا چاہتے تھے۔ یہ مقدس رسالہ مجدد برحق علیہ الرحمہ کی آخری تصانیف سے ہے۔

بدقسمتی سے اس وقت وہابی علماء کا مؤقف یہ تھا کہ انگریزوں سے آزادی تو حاصل کی جائے لیکن ہندو لیڈروں کی سرکردگی میں، ان کی ہدایات کے مطابق اس منزل کو طے کیا جائے۔ اس مرحلے پر وہ انگریزوں سے مکمل بائیکاٹ کرنا چاہتے تھے لیکن ہندو کے غلام بن کر۔ انگریز کی غلامی کا جُوا اتار کر پھینکنا چاہتے تھے لیکن ہندوؤں کے مستقل غلام بننے کے لیے۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ آزادی سے انہیں قطعاً سروکار نہیں تھا، ہرگز انہیں آزادی منظور نہیں تھی۔ وہ صرف اپنے آقا بدلنا چاہتے تھے کہ گورے آقاؤں کی جگہ کالے آقا، پردیسی آقاؤں کے بدلے دیسی آقا اور نصرانی آقاؤں کے بجائے بُت پرست آقا مِل جائیں۔

یہ تھی ان حضرات کی منزلِ مقصود ، یہ تھا ان کا منشور، یہ تھا ان کے خیر خواہِ اسلام و مسلمین ہونے کا حدود اربعہ اور یہ تھی ان کی سیاست صاحبہ کی کل کائنات ، جس کی ملک بھر میں دُھوم مچا کر آسمان سر پر اٹھاتے پھر رہے تھے۔

آزادی یقیناً بہت بڑی نعمت ہے اور غلامی کی ذلت میں کیسے کلام ہو سکتا ہے ؟ مسلمان کسی بھی غیر مسلم قوم کے غلام بن کر رہیں ، یہ قطعاً ان کی شان کے شایاں نہیں ۔ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی سے ضرور نجات حاصل کرنی چاہیئے تھی لیکن ہنود کا غلام بننے کے لیے نہیں ۔ اس صورت میں آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا کا مصداق تو بن گیا مگر اپنے اصل مقام پر نہ پہنچ سکا۔ ستم ظریفی تو ملاحظہ ہو کہ آزادی کا زبان پر نعرہ تھا لیکن انگریز کی غلامی سے نجات بھی نہیں ملی تھی کہ از خود برضا و رغبت ہنود کی غلامی اپنے اوپر مسلط کر کے انگریز اور ہنود دونوں کو اپنا آقا بنا لیا اور مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہوئے سیاسی مثلث قائم کر لی ۔ یہ تھی ان کی خود فریبی اور اسلام و مسلمین سے بدخواہی ، جس کی عمارت انہوں نے زُنار دوستی اور بُت پرست نوازی پر قائم کی تھی ۔ اسے کہتے ہیں ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۔

یہ تو آزادی کا معاملہ تھا ۔ دوسرا مرحلہ انگریز سے تعلقات کی شرعی حدود کا آیا ، تو دیوبندیوں کے شیخ الہند و شیخ الاسلام صاحبان نے ترکِ موالات کا فتویٰ جاری کر دیا۔ اس سلسلے میں ان صاحبان کی افراط و تفریط کو دیکھ کر شیطان بھی عش عش کر اٹھا ہوگا ۔ اس لعین نے اس موڑ پر آ کر ان صاحبانِ جُبہ و دستار کی استادی کا اگر لوہا مان لیا ہو تو بعید نہیں ۔ غیر مسلموں سے موالات یعنی دوستانہ تعلقات رکھنے کو شریعتِ مطہرہ نے حرام قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں اس پر سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کا دین لیتا ہے تو اس کی عقل پہلے چھین لیتا ہے ۔ ان حضرات نے آیات و احادیث کے سہارے انگریز سے موالات ترک کرنے کے فتوے صادر کر دیے مگر افراط وہ دکھائی کہ انگریز سے مجرد معاملت یعنی معمولی لین دین تک حرام قرار دینے اور اسے ترک کروانے پر ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کرنے لگے ۔ اور ادھر تفریط کی وادی میں قدم رکھا، تو وہ جولانی دکھائی کہ

حقیقی مشرکوں ہٹیلے بُت پرستوں کو نہ صرف دوست یا بھائی بنایا بلکہ انہیں اپنا رہنما اور پیشوا تک بنایا۔ ان کا اشارہ ان حضرات کے لیے قانون، اُن کے فرمودات، ان کا شعور اور ان کی غلامی میں ثابت قدم رہنا ان نرالے موحدوں کا دین و ایمان اور مقصدِ حیات ہو کر رہ گیا۔

ہنود کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر گائے کی قربانی بند کروانے لگے۔ گاندھی کی جے کے نعرے لگائے، پیشانی پر قشقے کھنچوائے، ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا، ناپاک اور نجس مشرکوں کو خدا کی پاک مسجدوں میں لا کر منبرِ رسول پر بٹھایا۔ خود اقرار کیا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی عمر ایک بُت پرست (گاندھی) پر نثار کر دی ہے۔ خود کہا کہ گاندھی کو خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ خود تلقین کی کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔ خود گاندھی کو اپنا امام اور پیشوا بنایا اور نہ صرف اس کے احکام کی شبانہ روز تعمیل کرنا اپنا سعادت سمجھتے تھے، بلکہ مسلمانوں کو بھی یہی طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ خود کہتے تھے کہ ہم کعبہ اور پراگ کا فرق مٹانا چاہتے ہیں۔ خود کہتے کہ ہندو اور مسلمان سب ایک ہی قوم ہیں صاف کہتے تھے کہ ملتیں اوطان سے بنتی ہیں۔

تحریکِ پاکستان نے زور پکڑا تو یہی حضرات جو خود کو بُت پرستوں کا قومی بھائی کہتے تھے۔ انہوں نے واقعی خود کو ہندوؤں کا بھائی ہونا ثابت کر دکھایا۔ انگریز اور ہنود کی غلامی سے نجات پانے کی غرض سے تو پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن ان زُنار دوستوں نے مطالبۂ پاکستان کی مخالفت اور اکھنڈ بھارت کی حمایت میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا کر رکھ دیا۔ چنانچہ اس مرحلے پر آ کر ان مہربانوں نے پاکستان اور اس کی تحریک کے علمبرداروں کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کیے جو ان حضرات کی مخصوص خارجی ذہنیت اور مسلمانوں کے مفادات سے دشمنی کا بیّن ثبوت ہیں، جسے تاریخ کا کوئی طالب علم بھی کتاب تحریک آزادی کا ایک شرمناک باب کہے بغیر نہ رہ سکے گا کیونکہ ان حضرات کا وجود ملتِ اسلامیہ کے ماتھے پر ایک کلنک کے ٹیکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

جس متحدہ قومیت کی یہ حضرات مالا جپتے تھے۔ یہی تو اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی کا مرکزی نقطہ تھا اور اسی بُت کو تو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کی فاروقی گرز نے

پاش پاش کیا تھا۔ اس مرحلے پر جلال الدین اکبر کی جگہ پر گاندھی کو بٹھا لیا گیا اور ابو الفضل و فیضی کی جگہ شیخ الہند، شیخ الاسلام اور امام الہند وغیرہ کہلانے والوں نے پُر کر دی۔ اس دَور میں جس نے متحدہ قومیت کے بُت کو توڑا اور دو قومی نظریہ کی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کی طرح علمبرداری فرمائی - وہ مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی، قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی ہے۔

متحدہ ہندوستان میں زُنّار دوستوں نے جس طرح موالات کی شرعی حدود کو پامال کیا اور اس سلسلے میں اللہ اور رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کسی فرمان کو مدنظر نہ رکھا، جس کے باعث یہاں کے مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اور آج کے دن تک اسی کی تلافی نہیں کر پائے، اسی طرح تمام اسلامی ملکوں کے سربراہانِ مملکت ان حدود کو اس طرح پامال کر رہے ہیں جیسے قرآن و حدیث میں غیر مسلموں سے دوستی کے روابط اور ان سے عہد معاہدوں کا تذکرہ فخریہ انداز میں شائع ہوتا ہے، حالانکہ ملّتِ اسلامیہ کے زوال و انحطاط کی جملہ وجوہات میں سے یہ وجہ سرفہرست ہے اور جس کے باعث دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان کافروں کے ہاتھوں میں مجبور و مقہور اور ان کے حکمران کٹھ پتلیاں بن کر رہ گئے ہیں۔ حالات کی ستم ظریفی تو دیکھئے کہ کوئی ایک بھی ہوش میں نہیں آتا - اس حالتِ زار میں خرابی و خستگی کا ملال یا خیال تو در کنار، کوئی ایک آنکھ بھی میلی ہوتی نظر نہیں آتی - افسوس! ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا!
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

حالانکہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافروں اور منافقوں کے بارے میں واضح طور پر حکم دیا تھا جو کلام الٰہی میں یوں مرقوم ہے :-

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ[1]	اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔

[1] پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۷۳

آقائے دوجہاں، سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے اور ان پر سختی فرمانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کی اُمت کے لیے بھی یہی ضروری ٹھہرا کہ اس میدان میں بھی اپنے آقا و مولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرتے لیکن برعکس سے جا کر پوچھیں کہ کافروں سے دوستی رکھتے بلکہ برضا و رغبت ان کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر سوار کرنے کا اُن حضرات کو کس نے حکم دیا تھا جن کے ہاتھوں میں غریب مسلمانوں کی باگ ڈور رہتی آئی ہے نیز اللہ تعالیٰ نے تو منافقین کے ساتھ کفار کی طرح جہاد کرنے اور ان کے ساتھ سختی برتنے کا حکم فرمایا ہے لیکن ایسے لوگوں کو مسلمانوں کے برابر درجہ دینا، ان سے گھل مل کر رہنے کی تلقین کرنا، ان کے خلاف ایک لفظ تک منہ سے نکالنے پر پابندی لگانا اور ایسے کرنے کو فتنہ و فساد ٹھہرانا، بلکہ اہلِ حق کو دبانا اور منافقوں کی ناز برداری کرنا، بلکہ انہیں مسلمانوں پر مسلط کرنا، ان امور کا حکم کس نے دیا ہے؟ آخر وہ کون سی ہستی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ فرمان کو منسوخ اور ناقابلِ عمل قرار دے کر کافروں اور منافقوں کے بھائی بلکہ غلام تک بننے کی اجازت کا پروانہ دے دیا ہے؟ اگر چشمِ بصیرت ہے تو گوشِ ہوش سے سنیے کہ قرآنِ کریم کیا فرما رہا ہے:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے اُن کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جایا جائے گا، جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہ اللہ کی جماعت

هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ؎ ہے۔ سنتا ہے اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ نے صاف فرما دیا کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ کافروں سے کبھی دوستی نہیں کریں گے دوسرے کافر تو ایک طرف رہے اگر اپنا باپ، بیٹا، بھائی یا کوئی عزیز رشتہ دار کافر ہے تو اس سے بھی دوستی نہیں رکھیں گے اور ایسے سچے مسلمان کو مالکِ حقیقی نے اسی آیۂ کریمہ میں سات بشارتوں سے نوازا ہے۔ ہر مسلمان کہلانے والے کو انہیں پوری توجہ سے پڑھنا، غور و فکر کرنا اور پھر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے اور ہم کدھر جا رہے ہیں۔ وہ سات بشارتیں یہ ہیں :-

۱۔ کافروں سے دوستی نہ رکھنے والے مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ ایمان کو نقش فرما دیتا ہے۔

۲۔ اس کی اپنی طرف کی رُوح کے ذریعے مدد فرماتا ہے۔

۳۔ اسے ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

۴۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

۵۔ ایسے لوگوں پر انعاماتِ الٰہیہ کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جاتے ہیں۔

۶۔ ایسے لوگوں کے مجموعے کا نام اللہ کی جماعت ہے۔

۷۔ کامیابی سے ہمکنار ہونے والی جماعت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔

جائے غور ہے کہ ان بشارتوں سے دنیا و آخرت کی کون سی نعمت باقی رہ گئی؟ اب اسی تصویر کے دوسرے رُخ کو سامنے رکھ لینا چاہیئے کہ اگر کافروں سے دوستی رکھی تو مذکورہ ساتوں بشارتوں کے خلاف نتیجہ سامنے آئے گا، یعنی کافروں سے دوستی رکھنے والوں کے دلوں میں ایمان نقش نہیں ہوگا (۲) تائیدِ ایزدی سے محرومی مقدر ہو کر رہ جائے گی۔

؎ پارہ ۲۸، سورۃ المجادلہ، آیت ۲۲

(۳) جنت میں داخلہ نہیں ملے گا (۴) ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہو گا (۵) وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم رہیں گے ———— (۶) ان کا شمار اللہ کی جماعت میں نہیں ہو گا (۷) وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار نہیں ہو سکیں گے

دونوں رُخ واضح ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے کافروں سے قطعاً دوستی نہ کی اور تاریخِ عالم گواہ ہے کہ وہ حضرات مذکورہ ساتوں بشارتوں کے حقدار قرار پائے تھے لیکن ہم ایسے ناخلف ہوئے کہ ہم نے کافروں کو سینے سے لگانا اور دنیا و آخرت کو گنوانا اپنا مقدر بنا لیا۔ مزید فرمایا ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو! میرے اور اپنے
تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ	دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم انہیں
اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ	خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ
وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ	منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے
مِّنَ الْحَقِّ [1]	پاس آیا۔

اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں یعنی منکرین اسلام کی دوستی سے مسلمانوں کو صاف لفظوں میں منع فرما دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود جو ان سے دوستی رکھے تو یہ وعید بھی سنائی ہوئی ہے:۔

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ	ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا	سے دوستی کرتے ہیں کیا ہی بری چیز اپنے
قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ	لیے خود آگے بھیجی۔ یہ کہ اللہ کا ان
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ	پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں
هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا	ہمیشہ رہیں گے اور اگر وہ ایمان
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا	لاتے اللہ اور نبی پر اور اس پر
اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ	جو ان کی طرف اترا تو کافروں
اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا	سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ الممتحنہ، آیت پہلی۔

مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۱﴾ ۱؎ — تو بہترے فاسق ہیں۔

کفار کی دوستی جو خدا کا غضب اور ہمیشہ کا عذاب لاتی ہے اُس کی آج زندہ تصویر موجود ہے کہ یورپین ممالک اور کمیونسٹ بلاک کے سارے ملک پھلے پھولے اور مسلمانوں کے جملہ ممالک بھوکے ننگے۔ قدرتی پیداوار کے اکثر وسائل ہمارے پاس ہیں لیکن وہ ترقی یافتہ اور ہم ترقی پذیر، انہیں ان داتا بنا کر ہم خود اُن کے در کے بھکاری بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہے کفار سے دوستی رکھنے کے نتیجے میں خدا کا عذاب اور ہمیشہ کی ذلت و خواری جس سے بچنے کا کوئی راستہ اس کے سوا ہرگز نہیں ہے کہ مسلم ممالک باہم صلاح مشورے سے اپنے وسائل کا جائزہ لیں۔ ایک دوسرے کے آپس میں معاون بنیں اور کفار کی دوستی کے جانسے میں نہ آئیں۔ اسی بارے میں یوں بھی ارشادِ خداوندی ہے:۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ	مسلمان کافروں کو دوست نہ بنالیں
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ	مسلمانوں کے سوا۔ اور جو ایسا کرے گا
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ	اسے اللہ اور رسول سے کچھ علاقہ (تعلق)
اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ۲؎	نہ رہا۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ کفار سے دوستی رکھنے والے مسلمان اللہ رب العزت کی حمایت اور تائید و نصرت سے اپنے آپ کو محروم کر بیٹھتے ہیں۔ دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں
تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ	کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر
اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ	کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی
عَلَى الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ	ان سے دوستی کرے گا، تو
مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	وہی ظالموں میں

۱؎ پارہ ۶، سورۂ المائدہ، آیت ۸۰، ۸۱ — ۲؎ پارہ ۳، سورۂ آلِ عمران، آیت ۲۸

الظّٰلِمُوْنَ ۔

ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں کافر باپ اور بھائی سے بھی دوستانہ تعلقات رکھنے والے کو ظالم شمار کیا ہے تو جو ہزاروں میل دُور رہنے والے کافروں کو برضا و رغبت نہ صرف دوست بنائیں بلکہ اُن کی غلامی اختیار کریں اور حمایت و نصرت پر نازاں رہیں۔ وہ کلامِ الٰہی کی میزان پر کیا شمار ہوں گے۔ شاعرِ مشرق نے شاید اسی لیے کہا ہے :- ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں
فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ	آگ (جہنم کی) چھوئے گی اور اللہ
دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ	کے سوا تمہارا کوئی حامی نہیں، پھر
لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ [1]	مدد نہ پاؤ گے۔

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کافروں سے دوستی رکھنے والے مسلمان (۱) تائیدِ ایزدی سے محروم ہو جاتے ہیں (۲) ظالموں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس آیتِ کریمہ نے بتایا کہ (۳) وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ دنیا میں بھی ذلت و خواری کے جہنم میں جلتے ہیں (۴) اور جن کافروں کی امداد اور تائید و نصرت پر نازاں ہو کر اللہ رب العزت کو چھوڑ بیٹھے ہیں ان کی مدد بھی کبھی حاصل نہیں کر پائیں گے کیونکہ کفر، اسلام کا اور کافر، مسلمان کا ازلی دشمن ہے نہ کہ معاون و مددگار۔ ایسے مدعیانِ اسلام کی پانچویں صفت، قرآن کریم نے واضح طور پر یہ بیان فرمائی ہے :-

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ	خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لیے
عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ	دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ	کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے

[1] پارہ ۱۲ سورۃ ہود۔ آیت ۱۳

الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ	ہیں۔ کیا اُن کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے
الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؀	ہیں؟ تو عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔

مسلمانوں کو چھوڑکر کافروں کو دوست بناتے والوں کو اس آیت کریمہ میں منافق قرار دیا گیا ہے اور ان سے پوچھا ہے کہ کیا وہ کافروں کے پاس عزت کی تلاش میں مارا مارا پھرتے ہیں؟ کیا عزت اور ہر نعمت کے خزانے اللہ رب العزت کے پاس ہیں یا یہ ذلیل کافر ان کے مالک ہیں؟ چھٹا وصف یہ بیان فرمایا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ	اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو
وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ۘبَعْضُهُمْ	دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک
اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ	دوسرے کے دوست ہیں اور تم
فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي	میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ؀ [2]	انہیں میں سے ہے۔ بیشک اللہ
	بے انصافوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

یعنی جو یہود سے دوستی رکھے گا وہ یہودی شمار ہوگا جو عیسائیوں سے دوستی رکھے گا وہ عیسائی شمار کیا جائے گا، جو کمیونسٹوں سے دوستی کا علاقہ رکھے گا وہ عند اللہ کمیونسٹ شمار ہوگا اور جو ہندوؤں سے دوستی رکھے گا اسے ہنود بے بہبود کی فہرست میں رکھا جائیگا کیونکہ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ پروردگار عالم نے مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے سے کیوں منع فرمایا ہے؟ اس علیم و خبیر اور دانائے غیوب نے قرآن مجید میں اس کا راز یوں بتایا اور رموز و اسرار سے ان لفظوں میں پردہ اٹھایا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا	اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار
بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ	نہ بناؤ۔ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں
خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ	کرتے۔ اُن کی آرزو ہے جتنی تمہیں

---

[1] پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۳۹

[2] پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۵۱

بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ ؎

ایذا پہنچے۔ بیر (عداوت) ان کی باتوں سے جھلک اٹھا۔ اور وہ جو سینہ میں چھپائے ہیں بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر بتا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو واضح طور پر بتا دیا ہے کہ کافر کبھی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے۔ ملّتِ اسلامیہ کی جڑیں کاٹنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ ان کی خواہش یہی ہے کہ مسلمان مصائب میں گرفتار آلام کا شکار اور محض ان کے آلۂ کار بن کر رہ جائیں۔ بغض و عناد ان کی باتوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ دشمنی کی صورت میں تو واضح دشمن ہیں لیکن دوستی کے لبادے میں آئیں تو کھلے دشمن سے بھی بڑھ کر نقصان پہنچائیں گے۔ اسی لیے پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو واضح طور پر اپنے آخری پیغام معجز نظام میں کفار کی دوستی سے بار بار روکا اور متعدد بار متنبہ فرمایا ہے۔

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ زید کا دوست اس کے دشمن سے کبھی دوستی نہیں کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرے تو زید اسے ہرگز اپنا دوست نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح جو مسلمان اپنے خالق و مالک پر ایمان لا کر اس سے اپنا تعلق استوار کر چکے ہیں وہ کب برداشت کریں گے کہ خدا کے دشمنوں سے دوستی کریں؟ اگر بعض مدعیانِ اسلام کافروں اور مشرکوں یعنی اللہ جل شانہٗ کے دشمنوں سے دوستی قائم کر لیں تو اللہ تعالیٰ کیوں انہیں اپنے بندوں میں شمار کرے اور کس لیے انہیں اپنی تائید و نصرت سے نوازے؟ تائیدِ ایزدی تو ان سعادت مند بندوں کا مقدر ہوتی ہے اور جو احقاقِ حق و ابطالِ باطل کو اپنا مقصدِ حیات بنائیں، کفر کے جھنڈوں کو سرنگوں اور پامال کرتے ہوئے چار دانگ عالم میں اسلام کا علم لہرائیں۔ تاریخِ عالم میں مسلمانوں کی یہ دونوں صورتیں واضح طور پر موجود ہیں جب انہیں

؎ پ ۴، سورہ آلِ عمران، آیت ۱۱۸

کفر سے مکمل عداوت و نفرت تھی۔ اس وقت کی تصویر سے ان کی شان و شوکت اور جلال و کمال دیکھا جا سکتا ہے اور آج کافروں مشرکوں سے دوستی ہے تو اس دور میں ان کی المناک حالت دیکھ کر اگر دل میں ملت اسلامیہ کا کچھ درد ہے تو آنسو بہائے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم و کرم فرمائے۔ آمین۔

ستم ظریفی تو یہ ہے کہ یہی کفار کی دوستی ہی تو ہمارے تنزل اور بربادی کی سب سے بڑی وجہ ہے جس نے ہمیں دھوبی کے کتے کی طرح گھر کا رکھا نہ گھاٹ کا۔ اس کے باوجود ہم اس زہر کو کھانے کے لیے ہمیشہ تیار بیٹھے رہتے ہیں۔ نئے نئے دوست بلکہ آقا تلاش کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور جب کوئی آقا مل جاتا ہے تو ہماری کلاہ افتخار میں چار چاند لگ جاتے ہیں اور یہ احساس تو دل کے کسی گوشے کے نزدیک سے ہو کر بھی نہیں گزرتا کہ اس طرح ہم یہ زہر کھا کر اپنی موت کو دعوت دے رہے ہیں۔ اس طرح تو ہم خود اپنے ہاتھوں ملت اسلامیہ کی جڑیں کاٹ رہے ہیں اور خدا کے دشمنوں یعنی کافروں اور مشرکوں کی جڑیں مضبوط کر کے اگر کسی نے پامال تک پہنچائی ہوئی ہیں تو وہ بدنصیب ہم ہیں جنہیں ایک جانب خدا پر ایمان رکھنے کا دعویٰ ہے اور دوسری طرف خدا کے دشمنوں سے دوستی بلکہ خود فروشی تک کا رابطہ ہے۔

آج بھی اسلامی ممالک کے سربراہ اگر چاہیں تو اس بدنصیب قوم کو ذلت و خواری سے نکال کر ان کا کھویا ہوا مقام انہیں دلا سکتے ہیں۔ کاش! ملتِ اسلامیہ میں کوئی غیرت مند اور صاحب عقل و دانش سربراہ ایسا کر پائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر جو کچھ کر گزرنا ضروری ہے۔ ہم ان میں سے چند ضروری امور کا بیان ذکر کر دیتے ہیں و باللہ التوفیق۔

۱۔ اسلامی ممالک کے سربراہ شریعت اسلامیہ پر خود عمل کریں اور اپنے اپنے ممالک میں قرآن و سنت کا آئین رائج کر کے غیر اسلامی اور کافرانہ جملہ قوانین کو فوراً منسوخ قرار دے دیں۔

۲۔ اسلامی تعلیمات کو اپنے اپنے ملکوں میں عام کیا جائے۔ اسکولوں اور کالجوں میں اسلامی علوم و فنون کی تعلیم و تدریس کو اولیت دی جائے اور غیر اسلامی نظریات کو فوراً نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

۳- یورپین اور کمیونسٹ ممالک کی طرح عالمِ اسلام کا علیحدہ اسلامی بلاک بنایا جائے اور کوئی بھی اسلامی ملک یورپین یا کمیونسٹ بلاک کا ممبر نہ رہے۔

۴- تمام اسلامی ممالک کے سربراہانِ مملکت اپنے جملہ وسائل کا جائزہ لے کر آپس میں ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کریں۔ خصوصاً خام مال کسی غیر اسلامی ملک کے ہاتھوں نہ بیچیں۔

۵- تمام اسلامی ممالک کا اپنا ایک مشترکہ بنک ہو جس میں جملہ اسلامی ممالک کا سرمایہ جمع ہو اور کوئی اسلامی ملک اسے چھوڑ کر اپنا ایک پیسہ بھی کسی غیر اسلامی بنک میں جمع نہ کروائے۔

۶- اس بنک سے ایک ضابطے کے تحت اسلامی ممالک کو صنعتیں قائم کرنے کے لیے قرضے دیئے جائیں۔

۷- تمام اسلامی ملک ایک دفاعی معاہدے میں منسلک ہوں اور کسی غیر اسلامی ملک کو اس میں شامل نہ کریں۔

۸- کوئی اسلامی ملک غیر مسلموں کے کسی دفاعی، اقتصادی یا تجارتی معاہدے میں شامل نہ ہو۔

۹- تمام اسلامی ممالک کے آپس میں سفارتی تعلقات ہوں اور کسی غیر اسلامی ملک سے سفارتی تعلقات نہ رکھے جائیں۔ اِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یُفْتِنُوْنَکُمْ پر پوری طرح عمل ہو۔

۱۰- اسلامی ممالک کی اپنی سلامتی کونسل ہو، جس میں کسی غیر اسلامی مملکت کو شامل نہ کیا جائے۔

یہ ہے وہ شاہراہ جس پر گامزن ہو کر ملتِ اسلامیہ اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔ جب تک اسلام اور کفر کے درمیان ایک واضح خطِ امتیاز نہیں کھینچا جائے گا۔ مسلمان کبھی ان فیوض و برکات کو نہیں پا سکتے جو حق کے علمبرداروں اور سچے مسلمانوں کا مقدر ہے۔ اسی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنے کا خواب تو شاعرِ مشرق علامہ اقبال مرحوم نے یوں دیکھا تھا:- ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

یقیناً ان مدعیانِ اسلام نے کاش غلطی کی جنہوں نے گاندھی جیسے مسلمانوں کے ازلی دشمن

کو اپنا سیاسی پیشوا بنا کر ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ دو قومی نظریہ کو مٹانے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ایسا شرمناک کردار ادا کیا جس کی کسی مسلمان کہلانے والے سے ہرگز توقع وابستہ نہیں کی جا سکتی۔ انہوں نے مسلمانوں اور مشرکین ہند کو ملا کر جس متحدہ قومیت کی داغ بیل ڈالی۔ وہ اکبر بادشاہ کے دینِ الٰہی کی طرح اسلامیانِ ہند کی تاریخ کا ایک شرمناک باب ہے۔ ان حضرات کے متبعین کو اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے کہ وہ اپنے اکابر کی اس المناک غلطی اور سراسر غیر اسلامی روش کی غلاظت و نحوست کا احساس کرتے ہوئے اس سے اجتناب کی کوشش کریں۔ اسلام ان سے مطالبہ کر رہا ہے ؎

بمژگان سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کز چشم بیمارت ہزاراں درد برچینم

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی ممالک کے حکام کی کفر نوازی کے بل بوتے پر مملکتِ خداداد پاکستان میں گاندھی جیسے "ٹھیٹ بت پرست"، کھلے مشرک اور اسلامیانِ ہند کے ازلی دشمن کے متبعین آج تک اس اسلامی مملکت میں اپنی اسی غیر اسلامی روش پر قائم ہیں حتیٰ کہ دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان کو مسخ کرنے میں اس رازداری کے ساتھ مصروف عمل ہیں کہ ملک و قوم کا مستقبل تاریک نظر آنے لگتا ہے اور حالات کی اس ناسازگاری کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ لفظ جاری ہو جاتے ہیں ؎

خدا محفوظ رکھے اس چمن کو مہرباں ہو کر

یہی طبقہ جب ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں ہندو مسلم اتحاد کا مبلغ و علم بردار بنا، اور ابو الفضل و فیضی کا پارٹ ادا کر رہا تھا تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کی طرح اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ) نے مجددانہ طریقے پر دو قومی نظریہ کی علم برداری کا فریضہ ادا کیا اور متحدہ قومیت کا پرچار کرنے والے گاندھوی علماء کے جملہ مزعومہ دلائل کے آپ نے محققانہ طور پر سارے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے اور ان تحقیقاتِ جلیلہ کو "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیت الممتحنۃ" کے تاریخی نام سے موسوم کیا، جس کی کسی ایک دلیل کو بھی کوئی زُنّار دوست

۱۳۳۹ھ

بُت پرست نواز عالم اپنے علم و فضل کے تمام تر دعاوی کے باوجود کمزور یا دعویٰ سے بیگانہ ثابت نہیں کر سکا ہے۔

متحدہ ہندوستان میں بُت پرست نوازی کی عَلَم بردار اور ایک قومی نظریہ کی مبلّغہ جمعیۃ العلماء ہند تھی جس کا مرکز مدرسۂ دیوبند تھا۔ مختلف ناموں سے اس کی چند ذیلی شاخیں بھی قائم ہوئیں جو اپنے بظاہر خوشنما نعروں سے بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنساتے اور گاندھی کے قدموں میں پہنچاتے رہتے تھے۔ یہی ان کا مقصدِ حیات تھا۔ یہی ان کے لیے دین کی سب سے بڑی خدمت اور ملّتِ اسلامیہ کی پیش خویش خیر خواہی رہ گئی تھی۔

بات اصل میں یہ ہے کہ انگریز کی غلامی کے دَور میں جب اپنے بیدار مغز اور عیّار لیڈروں کی ہدایات کے تحت ہندوؤں نے ہر میدان مار لیا، تعلیم، تجارت، دولت، ملازمت اور سیاست وغیرہ ہر میدان پر وہ ایسے چھا گئے کہ دنیاوی ترقی کے تمام اسباب ان کے پاس نظر آنے لگے۔ حکومت کی مشینری کے اہم پرزے زیادہ تر ہندو تھے۔ اب وہ حکومت سے آنکھیں ملانے، دو دو ہاتھ کرنے اور غلامی کا جُوا اتار پھینکنے کے لیے بے قرار اور بے چین تھے۔ ہندو لیڈروں نے یہاں بھی عیّاری کے ساتھ اپنی قوم کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ آزادی کے لیے قربانی کی ضرورت تھی۔ انہوں نے طے کیا کہ قربانی کے بکرے پیش کرنے کے لیے مسلمانوں کو خریدا جائے چنانچہ چند لیڈروں اور پانچ سات علماء کو اپنی جمع کردہ دولت کی ایک جھلک دکھائی تو یہ حضرات ہزار جان سے نثار ہو گئے توحید پرستی کا دعویٰ کرتے ہوئے بُت پرستوں کے قدموں میں ہمیشہ کے لیے جھک گئے اب ان حضرات کا کام صرف اشارہ رہ گیا تھا کہ گاندھی کے فرمودات پر مُہرِ تصدیق ثبت کرتے رہیں اور انہیں قرآن و حدیث کی تعلیمات کا نچوڑ بنا کر مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسلاتے اور انہیں آزادی کا جھانسہ دے کر ہندوؤں کے قدموں میں ڈالتے رہیں۔ اب یہ بُت شکن نہیں بلکہ بُت فروش ہو گئے تھے۔ ملّت کی خیر خواہی کے نام پر ملّت فروش ہو چکے تھے۔ اسی لیے ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی

رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء) نے جمیعۃ العلماء ہند کے بارے میں مسلمانوں کو تلقین فرمائی تھی :-

" اس قلیل ، طماع ، خود غرض جماعت نے اپنا نام جمیعۃ العلماء رکھا اور مسلمانوں کو مغالطہ دیا کہ ہندوستان کے تمام علماء کی جمیعۃ ہے باوجودیکہ تمام علمائے ہند اس کے سخت مخالف ہیں اور اس نام نہاد جمیعت کو جمیعۃ الہنود جانتے ہیں جو چند ذی وقار علماء اس میں پہلے کسی وجہ سے شریک ہو گئے تھے ۔ اس وقت وہ بھی علیحدہ ہو گئے ۔ گنتی کے آٹھ دس نام کے مولوی رہ گئے جنہوں نے اپنا ضمیر ہندوؤں کے ہاتھ کھوٹے داموں فروخت کر دیا اور کانگریسی پروپیگنڈا کے ایجنٹ ہو گئے اور کسی نہ کسی قدر مسلمانوں کو مغالطہ دینے میں کامیاب ہو گئے ۔ یہ خطرناک جماعت ہندوؤں کی کٹھ پتلی ہے ۔ ان کے اشاروں پر رقص کیا کرتی ہے ۔ مسلمان اس سے متفق نہیں ، نہ ملک کا کوئی معتمد شخص ان کے ساتھ شریک عمل ہے ۔ مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ رہنا چاہیئے کہ نام نہاد جمیعۃ العلماء ہندوستان کے علماء یا عام اہل اسلام کی نائب و ترجمان نہیں ہے بلکہ وہ تمام مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں سے سازباز کرنے کی مجرم ہے ۔ اس نے اپنے نفع کی خاطر مسلمانوں کو غلطی میں ڈالا اور نقصان میں مبتلا کیا ۔ غلط فتوے دینے ، بے فائدہ ہند تحریک پر مرنے والوں کو شہید بتا کر مسلمانوں کو جانیں کھونے پر آمادہ کیا ۔ مسلمان اس غدار مسلم کش ، ہندو پرست جماعت کے دام تزویر سے بچیں " [1]

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

جب ہنود کی اسلام دشمنی اور مسلم کشی اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئی اور صاف نظر

---

[1] السواد الاعظم (مراد آباد) بابت جمادی الاخریٰ ۱۳۶۹ھ ، ص ۵

آنے لگا کہ ان لوگوں کا ہندو مسلم اتحاد پر زور دینا سوائے فریب کے اور کچھ نہیں تو ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے ۱۹۳۰ء میں مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر تقسیم ہند کا سوال پیدا کر دیا تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو علیحدہ علیحدہ اپنا حق مل جائے اور انہوں نے بھی ہندو مسلم اتحاد کے نظریہ کو ترک کر کے دس سال بعد اسی دو قومی نظریہ کا پرچار شروع کر دیا جس کا بریلی کے مرد حق آگاہ یعنی مانۂ حاضرہ امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے ۱۹۲۰ء میں علَم بلند کیا تھا۔

یہی دو قومی نظریہ ہے جس نے ہندوستان میں ۱۹۳۷ء سے قیام پاکستان کا سوال پیدا کیا۔ جس کے حصول کی سیاسی جنگ مدبّرانہ انداز میں لڑنے اور لڑانے کے لیے محمد علی جناح سالار لشکر بنے اور متحدہ ہندوستان کے ہر گوشے سے اہلسنّت و جماعت نے ان کے اس جائز مطالبے کی حمایت کرتے ہوئے اپنے مستقبل کی بہتری اور تحفّظ کے لیے اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ضروری سمجھا اور اپنے سیاسی قائد کی حمایت پر تن من دھن سے تُل گئے۔

جب مسلمان قوم اپنے تحفّظ کی خاطر تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ انگریز کے ساتھ ساتھ ہندو کی غلامی سے بھی نجات حاصل کر لینا چاہتے تھے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر اپنے سیاسی قائد کے ہر طرح ہاتھ مضبوط کرنے میں مصروف تھے تو دیو بندی حضرات کے گھر یلو شیخ الاسلام یعنی مولوی حسین احمد صاحب کیا کر رہے تھے؟ یہ مولوی عبدالرشید ارشد دیو بندی کی زبانی سُن لیجئے:-

"اس نازک وقت میں حضرتِ مدنی کی ذاتِ گرامی تھی جو آگے بڑھی اور تمام مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ جو جماعت انقلاب لاتی ہے۔ وہی برسرِ اقتدار آتی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے ملک کے دوسرے باشندوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہیئے اور مسلمانوں کو جنگِ آزادی کے لیے کانگرس کی شرکت کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کا سالانہ اجلاس امروہہ ضلع مراد آباد میں کیا گیا۔ جنگِ آزادی کی خاطر کانگرس میں شرکت کا فیصلہ کیا گیا۔ اپنا علیحدہ

وجود رکھتے ہوئے کانگرس کے ساتھ اس بارے میں تعاون کیا جائے۔"[1]
مولوی حسین احمد صاحب (المتوفی ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء) نے یہ فیصلہ اس لیے کیا تھا کہ ان کے استاد محترم اور مدرسہ دیوبند کے صدر مکرم بلکہ جمعیۃ العلماء ہند کے صدر گرامی قدر بلکہ دیوبندی قوم کے شیخ الہند جیسی مولوی محمود حسن صاحب (المتوفی ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء) نے وصال سے قریباً ایک سال پہلے ایک صدارتی خطبے میں اپنے ترنگے قومی بھائیوں کو یہ تلقین فرمائی تھی:-

ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر تعداد قوم (ہنود) کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے مقاصد کے حصول میں مؤید بنا دیا ہے اور میں ان دونوں قوموں کے اتفاق و اتحاد کو بہت ہی مفید اور نتیجہ خیز سمجھتا ہوں اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوششیں اس کے لیے فریقین کے عمائد نے کی ہے اور کر رہے ہیں اس کے لیے میرے دل میں بہت قدر ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ صورت حالات اگر اس کے مخالف ہوگی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو ہمیشہ کے لیے ناممکن بنا دے گی۔ ادھر دفتری حکومت کا آہنی پنجہ روز بروز اپنی گرفت کو سخت کرتا جائے گا اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دھندلا سا نقشہ باقی رہ گیا ہے تو وہ بھی ہماری بداعمالیوں سے حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ کر رہے گا۔ اس لیے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر تینوں عنصر اگر صلح و آشتی سے رہیں گے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم، خواہ وہ کتنی ہی بڑی طاقت ور ہو، ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبر و استبداد سے دبا سکے گی۔"[2]

بلکہ موصوف نے اس تلقین کی حدود کو یہاں تک پہنچا دیا تھا:-
اگر فرض کرو ہندو مسلمان کے برتن سے پانی نہ پیئے یا مسلمان ہندو

---

[1] بیس بڑے مسلمان، بار دوم، ۱۹۷۰ء، ص ۳۰۴ [2] ایضاً: ص ۲۹۱

کی اریخ کو گدھانہ دے تو یہ ان دونوں کے لیے مہلک نہیں البتہ دونوں کی وہ حریفانہ جنگ آزمائی اور ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے اور نیچا دکھانے کی وہ کوششیں جو انگریزوں کی نظروں میں دونوں قوموں کا اعتماد ساقط کرتی ہیں اتفاق کے حق میں سم قاتل ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میرے اس مختصر مشورہ کو سرسری نہ سمجھ کر ان باتوں کا عملی انسداد کریں گے۔"[1]

اب وہابیانِ ہند کی ساری سیاسی تاریخ کا نچوڑ مولوی عبدالرشید ارشد دیوبندی کے لفظوں میں ملاحظہ فرمالیا جائے جو موصوف نے رولٹ کمیٹی کی رپورٹ پر تنقید کرتے ہوئے سپردِ قلم فرمایا ہے بلکہ یوں سمجھیے کہ یہ تبصرہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی صاحب کا ہے اور ارشد صاحب پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ غالب پاشا گورنر حجاز نے بھی زور دیا تھا کہ تمام ہندوستانیوں کو متحد کیا جائے یعنی ہندو مسلمان پارسی سکھ وغیرہ ہندوستانیوں کے اتحاد سے آزادی کی سکیم چلائی جائے۔ پان اسلامک میں یہ کہاں ہو سکتا ہے؟ حضرت شیخ الہند نے نہ صرف اس کو قبول فرمایا تھا بلکہ پہلے سے اس پر عامل تھے۔ ان کے مشن میں سکھ اور انقلابی ہندو شریک تھے جن کی وجہ سے ایک مستقل مکان دیوبند میں کرایہ پر لے رکھا تھا۔ رولٹ کمیٹی کی یہ رپورٹ جھوٹ اور افترا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حضرت سید احمد شہید کی تحریک ۱۸۲۴ء اور جہاد حریت ۱۸۵۷ء میں بھی ہندو مسلم اتحاد کام کر رہا تھا"[2]

گاندھوی حضرات کے امام الہند عالی جناب ابوالکلام آزاد صاحب اپنے کانگرسی ساتھیوں کو زنار دوستی اور بت پرست نوازی میں ثابت قدم رکھنے کی خاطر یں پند و موعظت سے نوازا کرتے تھے۔

[1] بیس بڑے مسلمان : ص ۲۹۱ [2] ایضاً : ص ۲۷۸

"میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں کہوں گا - ایک یہ کہ اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ پوری طرح متفق رہیں - اگر ان میں سے کسی ایک بھائی یا ایک جماعت سے کوئی بات نادانی کی بھی ہو جائے تو اسے بخش دیں اور اپنی جانب سے کوئی بات ایسی نہ کریں جس سے اس مبارک اتحاد کو صدمہ پہنچے - دوسری بات یہ ہے کہ مہاتما گاندھی پر پوری طرح اعتماد رکھیں اور جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ چاہیں جو اسلام کے خلاف ہو - اس وقت تک پوری سچائی اور مضبوطی کے ساتھ ان کے مشوروں پر کاربند رہیں" ۔ ؎

موصوف کے متبعین ذرا غور تو فرمائیں کہ گاندھی جیسا اسلام کا ازلی دشمن اسلام کے خلاف کچھ نہیں چاہتا تھا ؟ کیا اس نے اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کا متحدہ ہندوستان میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا تھا ؟ اگر اللہ تعالےٰ نے چشم بصیرت عطا فرمادیا تو صاف نظر آنے لگتا کہ اللہ جل شانہٗ نے لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا فرمایا ہے یعنی کافر تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے ۔ اگر کلام الٰہی پر یقین ہوتا تو اس بت پرست پر اعتماد کی کوئی گنجائش نہ ملتی - خدا کے دشمن کی غلامی اختیار کر کے جہاں خدا کو چھوڑا وہاں مسلمانوں سے بھی رشتہ توڑا ، نہ موصوف کو مسلمانوں پر اعتماد رہا ، نہ کسی صاحب بصیرت مسلمان نے ان پر اعتماد کیا ۔ حتےٰ کہ اسی حالت میں وہ ہمیشہ کے لیے اپنے مہاتما گاندھی کے پاس جا پہنچے ۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ؎

پلایا کانگریس نے ہو جنہیں دینار کا شربت
پسند آتا انہیں کب لیگ کا شربت بزوری ہے

مسلمانوں نے جب اپنے تحفظ کی خاطر پاکستان کا مطالبہ کر دیا اور حصول مقصد کے لیے محمد علی جناح صاحب کو اپنا سیاسی لیڈر بنایا تو جملہ گاندھی مولوی بھنا اٹھے اور انہوں نے ہندوؤں سے بھی بڑھ کر مطالبۂ پاکستان ، محمد علی جناح اور مسلم لیگ کی مخالفت کی - ان کا

؎ بیس بڑے مسلمان : ص ۳۲ ح

کا مقصدِ حیات ہنود کی موافقت اور مسلمانوں سے مخالفت تھا۔ مدرسہ دیو بند کے صدرِ محترم یعنی عالی جناب مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے اپنی زُنّار دوستی اور بت پرست نوازی کی مخصوص ترنگ میں آکر حبِّ علیؓ کے باعث نہیں بلکہ بغضِ معاویہؓ میں قائدِ اعظم محمد علی جناح کو کافرِ اعظم قرار دیا، جس پر دہابی علماء کی اکثریت نے دریں چہ شک کی صدائیں بلند کیں اور ان حضرات کی شریعت کے امیر یعنی مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری (المتوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے اس سلسلے میں اپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا تھا، وہ اسلام کے ہر مُدعی اور اسی پاکستان کے ہر باشندے کو دعوتِ غور و فکر دے رہے ہیں ظفر علی خان صاحب نے لکھا ہے :-

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ احرار کی شریعت کے امیر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے امرو ہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں (العیاذ باللہ) پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلسِ احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے۔ غصہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار جینا (محمد علی جناح) اور شوکت اور ظفر، جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں۔" [۱]

پاکستان کا مطالبہ کرنے والے اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر اپنی منزلِ مقصود کی جانب شب و روز رواں دواں تھے اور وہ ایک دوسرے کو ان حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرما رہے تھے :- ؎

عرفی تو میندیش ز غوغائے رقیباں
آوازِ سگاں کم نکند رزقِ گدا را !

---

[۱] چمنستان، مطبوعہ لاہور : ص ۱۰۳

آخر وہ وقت آیا کہ مطالبۂ پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت نے بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے عدیم المثال تاریخی اجلاس منعقد کیے ہو ۲۴ ر تا ۲۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ میں یعنی ۲۷ ر تا ۳۰ ر اپریل ۱۹۴۶ء کی بات ہے۔ اس اجلاس کی صدارت حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ڈیڑھ لاکھ مسلمانانِ اہل سنت وجماعت نے اس میں شرکت کی یعنی ان حضرات نے جنہیں وہابیہ نے بریلوی کا نام دیا ہوا ہے۔ اس میں خطبۂ صدارت کے اندر حضرت محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے مطالبۂ پاکستان کی نہ صرف حمایت کی بلکہ پاکستان کا رسنیاں است تک فرمایا اس کے بعد ۵ ر ۶ ر رجب ۱۳۶۵ھ ر ۱۹۴۶ء کو اجمیر شریف میں سُنّی کانفرنس کے اجلاس ہوئے۔ چنانچہ موصوف نے اپنے صدارتی خطبے کے اندر آپ نے حصولِ پاکستان کے سلسلے میں یہ مبنی بر حقیقت اعلان فرمایا ہے۔

حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سُنّی کانفرنس ہی کرے گی۔ اس میں کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری اور نہ سُنّی کانفرنس سے غلو کی بنا پر ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینے سے جس قدر ناپاکوں کو چڑھ ہے اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے اور اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے اُٹھتے، بیٹھتے اور کھاتے پیتے پورا نہیں کرتا؟

اب رہا پاکستان کا رسنیاں است، یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت سے تصادم کے لیے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کا اظہار بلا خوفِ لومۃ لائم کر دیا ہے۔ اوّل تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی موافقت بھی رکھتی ہو۔ الکفر ملۃ واحدۃ سارے ناپاکوں نے اپنے اندر بے شمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خلاف صف آرائی کر لی ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سبب سے پہنچا اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے تو وہ صرف

سُنّی ہیں۔ پاکستان کے معنی اسلامی قرآنی آزاد حکومت ہے۔ مسلم لیگ سے
ہماری سُنّی کانفرنس کی مجلسِ عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ زین الحسنات
صاحب سجادہ نشین مانکی شریف (سرحد) نے کہہ دیا ہے کہ اگر ایک دم سارے
سُنّی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا؟
اس کا دفتر کہاں رہے گا؟ اور اس کا جھنڈا سارے ملک میں کون اٹھائے گا"[1]

ان ایام میں جب وزارتوں کا مسئلہ حل کرنے اور مطالبۂ پاکستان کا جائزہ لینے کی خاطر ۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات ہوئے تو کانگرس کے ہر چھوٹے بڑے لیڈر نے جہاں اپنا چوٹی سے ایڑی تک کا زور لگایا وہاں کانگرس کے جملہ نمک خوار، خارجیت و تو ہب کی بیماری کے شکار بائیں جبہ و دستار گاندھی کے قدموں سے لپٹ گئے اور مسلمانوں کی آزادی کے راستے میں روڑے اٹکانے اور انہیں بھی ہندوؤں کا غلام بنانے کی خاطر ان حضرات نے اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کر دیں۔ چنانچہ مولوی عبد الرشید ارشد دیو بندی نے لکھا ہے :-

اس انتخاب میں متحدہ مؤقف کے ہندوستان (اکھنڈ بھارت) کی حمایت کرنے والی جماعتوں، جمعیۃ العلماء ہند، مجلس احرار اسلام، خدائی خدمت گار وغیرہ پر مشتمل ایک پارلیمنٹری بورڈ بنایا گیا اور اس کی طرف سے امیدوار کھڑے کیے گئے۔ اس طرح پورے ملک میں اگرچہ یہ بورڈ ہار گیا۔ (یو۔ پی)، بہار وغیرہ میں تیس ۳۰ سیٹیں حاصل ہوئیں) لیکن مجموعی طور پر جب ووٹوں کے اعداد و شمار حاصل کیے گئے تو قوم پرور (گاندھوی) مسلمانوں کو ۳۵ فی صد ووٹ ملے تھے اور ۶۵ فی صد مسلم لیگ کو۔"[2]

مولوی عبد الرشید صاحب نے جب (گاندھوی) حضرات کی ناکامی کا تذکرہ سپردِ قلم کر ہی دیا تو ۳۵ فی صد ووٹ حاصل کر جانے کا مژدہ سنانے کے ساتھ اتنی وضاحت بھی

---

[1] خطبۂ صدارت، مطبوعہ لاہور، ص ۳۸، ۳۹ [2] بیس بڑے مسلمان: ص ۶۲۰

کلیجہ تھام کر فرماہی دیتے کہ اس الیکشن میں قومی اسمبلی کی پورے متحدہ ہندوستان سے تیس ۳۰ نشستیں تھیں۔ جن میں سے ساری کی ساری مسلم لیگ نے جیت لیں اور گاندھی دوست بت پرست نوازوں کا سارا بورڈ پورے ہندوستان سے ایک بھی مسلم نشست جیتنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ سترہ مسلم لیگی ممبروں کے مخالفین کی ضمانتیں ضبط ہوئیں۔ آٹھ بلا مقابلہ کامیاب ہوئے اور پانچ حضرات نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جب مسلم لیگ یعنی مسلمانانِ اہل سنت وجماعت کو یہ عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی تو ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو پورے ملک میں یوم فتح منایا گیا اور اس روز قائد اعظم نے دہلی کے پچاس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں فرمایا :۔

مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی سو فی صدی کامیابی کی مثال کسی ملک اور قوم میں نہیں ملتی۔ ہٹلر اور مسولینی جیسے ڈکٹیٹر بھی ایسی شاندار فتح حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں جیسی ہمیں نصیب ہوئی ہے جو لوگ ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ مسلم لیگ، خان بہادروں کی جماعت ہے انہیں آنکھ کھول کر اس مجمع کو دیکھنا چاہیئے اس مجمع میں کتنے خان بہادر ہیں ؟ ؎[1]

کاش ! مولوی عبدالرشید صاحب تھوڑی سی ہمت اور جرأت رندانہ سے کام لے کر گاندھوی حضرات کی اسلام دشمنی والا طرزِ عمل اور زنار دوستی کے پل چل جان کر دیتے تو تاریخ پر ان کا احسان ہوتا اور انصاف پسند مؤرخین ان کی حقیقت بیانی کو ضرور سراہتے لیکن معلوم نہیں وہ اپنوں کی آنکھوں کے اتنے بڑے بڑے شہتیروں کو چھپانے میں اتنے کوشاں کیوں رہتے ہیں ؟ خیر جناب رئیس احمد جعفری دیوبندی کی زبانی یہ ماجرا بھی سن لیجئے :۔

اس کے بعد مولانا (ابوالکلام آزاد) نے مجلسِ احرار اور دوسری مخالفِ مسلم لیگ جماعتوں سے اپیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا :۔۔۔۔۔

؎[1] آزادیٔ ہند، مطبوعہ لاہور، طبع چہارم ۱۹۶۵ء : ص ۱۰۴

"وہ منظم ہو کر ایک وجود بن جائیں اور ڈٹ کر مسلم لیگ کا مقابلہ کریں۔" ؎۱

موصوف کے اس آرڈر کا ان کی گاندھوی فوج پر کیا اثر ہوا؟ یہ جعفری صاحب کی زبانی سنیے:۔

بلاشبہ مولانا کی یہ اپیل کارگر ہوئی اور خاکسار، جمعیت علماء اور دیگر جماعتوں نے مسلم لیگ کے خلاف ایک محاذ بنا لیا۔ انہوں نے مسلم لیگ کے راستے میں کانٹے بچھائے، پتھر پھینکے، چاقو اور خنجر سے وار کیے، جلسے درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ کانگرس اور کانگرس کے ان حلیفوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مجلس احرار کے واعظین، آتش مقال اور علمائے شیوہ بیان دورے پر نکل پڑے۔ مجھے بمبئی کا جلسہ یاد ہے جس میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری اور شورش کاشمیری کی خطابت نے رنگ باندھ دیا تھا لیکن بُری طرح پٹے۔ دیوبند کے طلبہ کی ایک جماعت مولانا حسین احمد مدنی مغفور کی سربراہی میں شہر شہر اور قریہ قریہ کا گشت کر رہی تھی۔ جہاں موقع ملتا مولانا آزاد بھی پرواز پیدا کر کے لیئے طیارہ پر اُڑ کر پہنچ جاتے۔ غرض تفریق بین المسلین اور تضحیک شوکت مومنین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔" ؎۲

ان تمام اسلام دشمنی کی کاوشوں اور ملت اسلامیہ کی بدخواہی کے صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلم لیگ نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ مثلاً بنگال کی ۱۱۹ نشستوں میں سے ۱۱۲ حاصل کریں۔ پنجاب کی ۸۶ سے ۸۱ حاصل کیں جب کہ پانچ یونینسٹ پارٹی نے جیتیں اور کانگرس، جمعیۃ العلماء ہند، مجلس احرار اور خاکسار وغیرہ میں سے کوئی سی جماعت ایک سیٹ بھی حاصل نہ کر سکی۔ سندھ کی ۳۴ میں سے ۲۹

؎۱ آزادی ہند: ص ۱۸۵

؎۲ آزادی ہند: ص ۱۸۶

پر مسلم لیگ کو قبضہ ہوا۔ صوبہ سرحد کی ۲۰ نشستیں تھیں۔ میاں ویسی شاندار کامیابی خان برادران کے باعث حاصل نہ ہو سکی۔ بہر حال نتیجہ یہ رہا:۔

مسلم لیگ ۱۷، کانگرس ۱۹، جمعیتہ علماء ۲، آزاد ۱، آخر اہلسنت و جماعت یعنی بریلوی حضرات کی کاوش قائداعظم کی قیادت میں رنگ لائی مسلمانوں کی قربانیوں نے اپنا رنگ دکھایا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے نام سے ایک آزاد اسلامی مملکت۔ دنیا کے نقشے پر ابھر کر معرض وجود میں آگئی والحمد لله علی ذالک۔

اگر ان جملہ انتخابات کو دیکھا جائے تو مسلم لیگ کا ایک ممبر بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے قومی اسمبلی یا صوبائی کا الیکشن جیتا ہو لیکن وہ اہل سنت وجماعت یعنی بریلوی حضرات کے ووٹوں سے مستغنی رہا ہو۔ یعنی اگر اہلسنت وجماعت کے ووٹوں کو ایک طرف کر دیا جاتا تو میرا خیال ہے کہ شاید اس وقت مسلم لیگ کا ایک ممبر بھی کامیاب نہ ہو سکتا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ پاکستان صرف اور صرف اہلسنت وجماعت نے بنایا ہے جس کی بنیاد دو قومی نظریہ پر ہے۔ یہی وہ اسلامی نظریہ ہے جس کی حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہما نے اپنے اپنے وقت میں علمبرداری کا فریضہ ادا کیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ذبیحہ گاؤ انگریز کے ولائتی کپڑے کو مسلمان پارچہ بافوں کی بدولت متحدہ ہندوستان میں کوئی پوچھتا نہیں تھا۔ مسلمانوں کا یہ طبقہ قیمتی کپڑے تیار کر کے ہندوؤں سے حسب دلخواہ قیمت وصول کر رہا تھا اور دوسرا گروہ قصابوں کا تھا، جن کا کاروبار خوب منافع بخش تھا۔ یہ دونوں گروہ انگریز کے ہر قسم کے جبر و ستم کے باوجود خوش گزران نظر آ رہا تھا۔ ان کے علاوہ تجارت، دولت اور سیاست وغیرہ پر ہندو چھا گئے۔ اس مقام پر آ کر انگریز اور ہندو قوم نے اندرون خانہ گٹھ جوڑ کر لیا اور دونوں طبقوں کو تباہ و برباد کرنے کی خاطر ہندوؤں نے ادھر گائے کی قربانی کے خلاف آواز اٹھانی شروع کر دی، حالانکہ ان کے مذہب میں بھی گائے کا ہر گز وہ مقام نہیں بتایا گیا جس کا وہ ڈھنڈورا پیٹنے لگ گئے تھے، بلکہ مقصد

صرف مسلمان قصابوں کو مفلوج و نادار کرنا تھا اور اس مسئلے کو مذہبی رنگ دینا ان کے عیار لیڈروں کی سیاسی چال تھی۔ اس صورت حال کی وضاحت حافظ امیر حسین صاحب مراد آبادی نے یوں فرمائی تھی :-

ہندوستان کے مسلم زمینداروں اور دولت مندوں کو تو ہندو پہلے چاٹ گئے اور سودی قرضوں سے ان کا کام تمام کر دیا۔ اس طرف سے تو انہیں اب اطمینان ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ان قوموں کو ہم نے مار لیا۔ اب مسلمانوں کی دو قومیں خاص طور پر ان کے دل میں کھٹکتی ہیں۔ ایک تو قریش (قصاب) دوسری قوم مومن، ہندوؤں نے دیکھا کہ اگرچہ مسلمانوں کا زمیندار طبقہ تباہ ہو گیا لیکن تجارت کے ذریعے سے یہ دو قومیں عروج کو پہنچ گئیں۔ اب انہیں تباہ کرنے کی یہ ترکیب نکالی کہ قریش کے لیے تو ذبیحہ گاؤ کے روکنے کی رات دن کوششیں کی جا رہی ہیں، جس سے اس قوم کی مالی حالت تباہ ہو اور مومن قوم کے لیے کھدر کی تحریک جاری کی گئی، کیونکہ یہ معلوم تھا کہ مسلمان پارچہ بافوں نفیس صنعتوں نے ولایت کو شکست دے دی ہے۔ ڈھاکہ کی چکن، جائس کی جامدانی، مئو مبارک پور کے دو ریے، سنگی، مشروع، غلطہ، بھاگل پور کی سلک، فتوحا کے عمامے، بنارس کے دوپٹے، ساڑھیاں، کمخواب، زربفت، زری وغیرہ وہ کپڑے ہیں جن سے ولایت کے جولاہے کبھی مقابلہ نہیں کر سکے اور ولایتی پارچہ جات ان کی قدر و قیمت کم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کوئی شخص ان کے مقابلے میں ولایتی کپڑے پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ شادیوں میں عام طور پر بنارسی اور مبارک پوری کپڑے کا ہزارہا روپے کا خرچ ہوتا ہے۔ ایک اور تکلیف وہ بات ہندوؤں کے لیے یہ تھی کہ بنارس کی نفیس اور قیمتی ساڑھیاں جو سات سات سو روپے قیمت تک کی ہوتی ہیں وہ بکثرت ہندو خریدتے ہیں۔ یہ تجارتیں ہندوؤں سے نہ دیکھی گئیں اور اس کام کو برباد کرنے

کے لیے انہوں نے کھدر کی تحریک جاری کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں
کی کروڑہا روپے کی تجارتیں خراب ہو گئیں اور بڑے بڑے کارخانوں کو
زبردست نقصان پہنچے " ۱

کھدر کی تحریک کو کامیاب بنانے کی خاطر مدرسہ دیوبند کے سابق صدر یعنی مولوی حسین احمد صاحب گاندھوی نے تو گاندھی پرستی اور مسلمانوں کی بدخواہی میں حد ہی کر دی تھی۔ موصوف نے اسی وقت سے نہ صرف مرکز مٹی میں ملنے تک کھدر پہننے کا التزام رکھا بلکہ جس میت کو کھدر کا کفن نہ دیا جاتا، موصوف اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیا کرتے تھے چنانچہ مولوی عبد الرشید صاحب ارشد نے لکھا ہے :۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ لباس کے معاملہ میں سخت گاڑھا کھدر پہننے میں بہت متشدد تھے اور ہمیشہ ساری عمر کھدر پہنا اور اس کے علاوہ اور بھی اشیاء دیسی استعمال کرتے تھے اور ملنے جلنے والوں سے بھی یہی پسند کرتے تھے کہ وہ دیسی کپڑا پہنیں اور دیسی اشیاء استعمال کریں..... دیسی لباس کے بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ اگر کسی میت کو لٹھے وغیرہ کا کفن دیا جاتا تو اس کا جنازہ پڑھ تو لیتے مگر پڑھاتے نہیں تھے " ۲

ایک بت پرست کی اتنی سختی سے اطاعت اور مسلمانوں کی اقتصادی تباہی سے دونوں آنکھیں بند۔ یہ ہے وہ صورتِ حال جس کے پیش نظر مسلمان پارچہ باف زبانِ حال سے کہتے ہوں گے :۔

للہ تو قتل نامہ ذرا ہم بھی دیکھ لیں
کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

حالات کی یہ ستم ظریفی ہے کہ گائے کی قربانی روکنے پر ہندو سے کہیں زیادہ

---

۱ السواد الاعظم، مراد آباد، بابت ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ؛ ص ۲۲، ۲۳
۲ بیس بڑے مسلمان؛ ص ۴۹۴

زور اور مسلمانوں کے لیڈر اور بعض علمائے سو نے دیا۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب دینے کی خاطر پہلے ہمیں اس وقت کے حالات کو قارئین کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ گزشتہ صدی کے آخری سالوں میں ہندوؤں کے بعض بیدار مغز لیڈروں کے دلوں اور دماغوں میں آزادی کی لہر دوڑی۔ اپنے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی غرض سے انہوں نے پورے ملک پر نظر دوڑائی تو مسلمانوں کو جو صدیوں متحدہ ہندوستان پر بڑی شان و شوکت سے حکومت کر چکے تھے محو خواب، خاموش اور خود فراموش پایا۔ انہیں پہلو کا خار سمجھتے ہوئے اس موقع کو غنیمت شمار کیا اور اپنی قوم کو دولت، تجارت، زمینداری، سرکاری ملازمت، تعلیم اور سیاست کے میدانوں میں آگے بڑھانا شروع کر دیا۔ نوبت باں جا رسید کہ یہ تمام چیزیں ہندو قوم میں جمع ہو کر رہ گئیں۔ اب ہندو اس قابل ہو گئے تھے کہ وہ حکومت وقت کی نیندیں جب چاہتے حرام کر دیتے لیکن انہیں آزادی کی قربان گاہ پر ہندوؤں کو بھینٹ کے بکرے بنا کر چڑھانا بھی منظور نہیں تھا۔ دولت ان کے پاس تھی اور مسلمانوں کو ایسے بکرے بنانے میں گویا ایک تیر سے دو شکار ہوتے تھے یعنی ادھر انگریز کا آہنی پنجہ ٹوٹتا تھا اور ادھر ان کے قربان ہونے سے پہلو کا خار نکلتا تھا۔

ہندوؤں نے مسلمانوں کے بعض لیڈروں اور مولویوں کو اپنی قومی ترقی کا دیدار کروایا اور ساتھ ہی جمع شدہ دولت کی ایک جھلک دکھا دی۔ بس پھر کیا تھا؟ یہ لوگ ہزار جان سے نثار ہو گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ دن دور نہیں جب متحدہ ہندوستان کے مالک ہندو ہوں گے۔ لہٰذا کیوں نہ ان کی خوشنودی حاصل کی جائے؟ اب وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھے کہ مسلمانوں کو اپنے پیچھے لگانے کا کوئی بہانہ ہاتھ آئے۔ جب خیر سے وہ پیچھے لگ جائیں گے تو یک بینی و دو گوش گاندھی مہاراج کے قدموں میں ڈال دیے جائیں گے تاکہ من مانی مراد ملنے کے ساتھ خوشنودیٔ سرکار کا عالی شان سرٹیفکیٹ بھی مل جائے۔ یہ ان کی بلا جانے کہ ایسا کارنامہ سرانجام دینے پر وہ جعفر بنگال و صادق دکن سے دو چار قدم آگے نکل جائیں گے یا اس کے باوجود بھی کچھ پیچھے ہی شمار کیے جائیں گے۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

موجودہ صدی کے آغاز میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی جس کے اختتام پر مغربی ممالک دولتِ عثمانیہ کی بندر بانٹ کر رہے تھے۔ ہندوستان کے مسلم لیڈروں کو اس سے بہتر اور کونسا موقع ہاتھ آتا؟ خلافت کی بحالی اور مقدس مقامات کی بازیابی کے نام پر تحریکِ خلافت شروع کر دی۔ مسلمانانِ ہند نے اسلامی جذبے سے سرشار ہو کر اس تحریک کے چلانے والوں کی آواز پر صدائے لبیک بلند کی اور تن من دھن کی بازی لگانے پر تل گئے۔ مسلمان تو آنکھیں بند کر کے اپنے ان لیڈروں کے پیچھے لگ گئے تھے لیکن ان کی آنکھیں اس وقت کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ انہیں اس مرحلے پر پہنچ کر علم ہوا کہ خلیفۃ المسلمین سے ہمارے لیڈروں کی مُراد گاندھی کی ذات تھی اور خلافت کا مطلب رام راج یعنی اکھنڈ بھارت تھا۔ باقی رہی مقدس مقامات کی بازیابی تو اسے مشرکینِ ہند یعنی اینٹ پتھر کے پجاری زُنار داروں کی خوشنودی ہی کا ان کے نزدیک دوسرا نام تھا۔

اس مرحلے پر مسلمان ہرگز اپنے لیڈروں کا ساتھ نہ دیتے لیکن اسلامیانِ ہند کی بدنصیبی کہ پانچ سات مولوی قسم کے حضرات اس مشن میں ان کے ہم خیال ہو گئے۔ انہوں نے زُنار دوستی اور بُت پرست نوازی کی ایسی تبلیغ فرمائی اور ایسے انداز سے اس سراسر غیر اسلامی روش پر شریعتِ مطہرہ کی مُہر تصدیق ثبت کی کہ شیطان بھی عش عش کر اٹھا ہوگا۔ دیوبندی حضرات کے بلغیۃ السلف و حکیم الامت یعنی مولوی اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:۔

> مسلمانوں میں افسوس تو یہ ہے کہ دوست دشمن کی بھی پہچان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن مصائب کا شکار بنتے رہتے ہیں۔ بخصوص اُن پر زیادہ افسوس ہے جو مسلمانوں کے رہبر اور مقتدا کہلاتے اور جن کے ہاتھ میں ان کی نکیل ہے جو ان کی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں جو ان کے سیاہ و سپید کے مالک ہیں۔ وہ ان کے لیڈر ہیں لیکن ایسے لوگ کیا خاک رہبری کریں گے؟ جو خود گم کردہ راہ ہیں تو دوسروں کو کیا راہ بتائیں گے؟
> انہوں نے کافروں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر مسلمانوں کو پسوا دیا اور

اور مسلمانوں ہی کو کیا، خود بھی ان چیزوں کا ارتکاب کیا جو ایمان اور دین کو خراب اور برباد کرنے والی تھیں۔ بجے کے نعرے لگائے، پیشانیوں پر قشقے لگائے ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا، رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلمان والنٹریوں نے کیا بیہودہ اور کفریہ کلمات کہے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو (گاندھی) نبی ہوتا۔ کیا خرافات واہیات ہے؟

میں نے اس ہی شباب تحریک کے زمانہ میں کہا تھا کہ جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو اور وہ اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد ہو، یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر اس وقت چڑھی ہوئی تھی۔ کون سنتا تھا؟ اب دیکھ لی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اس کی خیر خواہی اور ہمدردی؟ ادھر تو حکومت کے مقابلہ میں مسلمانوں کو آگے کر دیا اور ادھر بعض بدفہم اور بے سمجھ مسلمانوں کے جو راہبر تھے ان کو بہلا پھسلا کر ہجرت کا سبق پڑھایا۔ ادھر شدھی کا مسئلہ جاری کرا دیا غرضیکہ ہر طرح پر مسلمانوں کے جان ایمان، جائیداد، مال زر زمین گھر سب کا مالک اپنی قوم کو بنانا چاہتا تھا۔ یہ تھی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اس کی خیر خواہی اور ہمدردی۔ لیکن یہ لیڈر نہ سمجھے اور نہ ان کے ہم خیال مولوی۔ ہندوؤں کو تو قوت ہوئی مسلمانوں کی شرکت سے۔ ورنہ لیڈران قوم تو قریب ڈیڑھ سال سے چیخ رہے تھے۔ عوام مسلمانوں نے شرکت نہ کی تھی جس وقت مولویوں نے شرکت کی تب بیچارے عوام مسلمان بھی پھنس گئے۔ اگر وہ ہندو (گاندھی) ایسا ہی تھا، جیسا کہ بعض بداندیش سمجھے ہوئے تھے یا اب تک بعض سمجھے ہوئے ہیں تو محمد علی (جوہر) تو پاس رہے ہیں، ان کا فیصلہ دیکھ لو کہ کس طرح الگ ہوئے تھے [1]

اب آگے دیکھنا یہ ہے کہ خلافت کی بحالی اور مقامات مقدسہ کی بازیابی کے لیے جو طوفانی

---

[1] الافاضات الیومیہ، جلد پنجم: ص ۸۸، ۸۹

تحریک چلائی گئی تھی اور جسے تحریک خلافت کے نام سے موسوم کیا گیا تھا وہ گاندھی کے قدموں تک کیسے پہنچی اور گائے کی قربانی کا انسداد ان مسلمان کہلانے والے لیڈروں کے ذریعے کیونکر شروع ہوا؟ چنانچہ اس سلسلے میں مجدد مائتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفۂ ارشد مولانا سلیمان اشرف بہاری (المتوفی سنہ ۱۳۵۸ھ / سنہ ۱۹۳۹ء) یوں رقم طراز ہیں :-

> سنہ ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کا جلسہ بھی دہلی میں منعقد ہوا تھا مجلس استقبالیہ کے صدر نے جو اپنا خطبہ اس وقت پڑھا ہے، اس میں مسئلہ خلافت کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتے ہوئے ترکوں کی حمایت میں صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ برسوں کا بھولا ہوا سبق جو آج یاد آیا ہے یہی عامۂ مسلمین کے تالیف قلوب کا پہلا سنگ بنیاد ہے جسے ڈاکٹر انصاری صاحب نے بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ مسلم لیگ اپنے ہاتھوں سے رکھا۔ اس سال کی قومی و ملکی مجالس میں صرف اس قدر کارروائی ہوئی کہ مدن موہن مالویہ صاحب نے مسلمانوں کو دل آزاری ہنود سے منع فرمایا اور ڈاکٹر انصاری صاحب نے حمایت خلافت کا علم بلند فرمایا۔ علمائے سیاسی نے بھی وقت شناسی سے کام لے کر اس موقع پر اپنے فتوے کا اعلان ضروری سمجھا۔[1]

جب لیڈران مسلم کی جانب سے تحریک خلافت اور ہنود کی طرف سے ہندوؤں کی دل آزاری سے باز رہنے کی تلقین ہو چکی تو آگے ملاحظہ فرمائیے کیا حالات پیش آتے ہیں؟ چنانچہ موصوف نے آگے تحریر فرمایا ہے :-

> انہیں ایام میں مسٹر گاندھی اپنے دوران سفر میں بعض ایسے لیڈروں سے ملاقات کرتے ہیں جو قومی اور ملکی مجالس میں اپنی مجبوریوں سے شریک نہیں ہو سکتے تھے پھر اسی کے ساتھ ستیہ گرہ اور ہڑتال عام اور رفع امتیاز مسجد و مندر، جس کے محرک گاندھی ہیں اسے بھی منظم کر لیجئے۔ جب یہ

---

[1] النور، مطبوعہ علی گڑھ، بار اول: ص ۱۰، ۱۱

متفرق اعمال، جن میں بظاہر کوئی سلسلہ معلوم نہیں ہوتا، اپنے اپنے محل و موقع پر انجام پا چکے تو اب ۱۹۱۹ء میں بتاریخ ۲۴ نومبر بمقام دہلی، خلافت کمیٹی کا سنگِ بنیاد پڑتا ہے اس موقع پر ہندو بھی ایک کافی تعداد میں بحیثیت نمائندہ شریک ہوئے جن میں خصوصیت کے ساتھ مسٹر گاندھی کا نام قابلِ ذکر ہے، جنہوں نے اس خالص مذہبی جلسہ کی ایک اجلاس میں صدارت بھی فرمائی تھی اور علمائے سیاسی نے آپ کے تشکر و امتنان میں وہ سب کچھ ارشاد فرمایا جس کا جذبۂ عقیدت اور جوشِ اتباع و تقلید مقتضی تھا۔

اظہارِ تشکر کے ذیل میں مولانا صاحب (مولوی عبدالباری فرنگی محلی) نے اس کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھا کہ مسٹر گاندھی صاحب کے اخلاق اور گفتگو سے میں یہاں تک متاثر ہو چکا ہوں کہ گائے کی قربانی میں نے ترک کر دی جاہے خلافت کے مقاصد اور اصولِ عملِ اسلامی و دینی سے ترک قربانی کا ذیا تعلق کچھ ہو یا نہ ہو لیکن یہی جملہ جو بطور حکایت بیان ہوا اور جو الفاظ سرسری طور پر اثنائے تشکر و امتنان میں آ گئے فی الحقیقت یہ ایک زبردست دیباچہ اور مقدمہ تھا اس کتاب کا جو آئندہ ماہ دسمبر میں اسی سال عامۂ مسلمین کے لیے تصنیف ہونے والی تھی [1]

مولوی عبدالباری لکھنوی نے تو یہ کہا تھا کہ میں گاندھی صاحب سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ میں نے گائے کی قربانی چھوڑ دی ہے لیکن آئندہ ماہ دسمبر میں حکیم اجمل خاں صاحب نے اس بنیاد پر کیسی عمارت تعمیر کی؟ ملاحظہ ہو:-

اب دسمبر کا مہینہ آتا ہے اور قومی مجالس کا انعقاد امرتسر میں ہو رہا ہے، مسلم لیگ کے صدر و مستغنی عن الالقاب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی اپنا خطبۂ صدارت پڑھتے ہیں جس کی بے شمار کاپیاں ملک میں تقسیم

---

[1] النور، مطبوعہ علی گڑھ، بار اوّل: ص ۱۱، ۱۲

ہو چکی ہیں۔ تقریباً چار صفحوں میں صدر مسلم لیگ نے مسئلہ قربانی سے بحث فرمائی ہے۔ ابتدائی جملہ یہ ہے:۔

"گاؤ کشی کا ذکر ہم لوگ ایک عرصہ سے اشاروں اور استعاروں میں کرتے رہے ہیں، لیکن اب وقت آگیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق زیادہ صفائی اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا جائے" صفحہ ۲۳ میں نہایت سوز و گداز کے ساتھ ہندوؤں کی عنایت و کرم کا اظہار فرمایا گیا ہے، اور صفحہ ۲۴ پر مذہبی نقطۂ نظر سے اس مسئلہ سے بحث کرتے ہوئے یوں ارشاد ہوتا ہے:۔ ہندوستان کو چھوڑ کر تمام عرب، شام، مصر، طرابلس اور اناطولیہ ترکی وغیرہ کے مسلمانوں کو دیکھیے، جن میں سے کروڑوں کی تعداد نے زندگی بھر اس سنت کو بغیر گائے کی قربانی کے ادا کیا ہے۔ عوام بیچارے اس پر پیچ تاریخی جملے سے یہ سمجھے کہ گائے کو قربانی کے لیے تمام بلادِ اسلامیہ کے مسلمان چھوڑتے بھی نہیں لیکن خفیف سا یہ شبہ عوام کو یہ رہ جاتا تھا کہ شاید اس دور سے پیشتر عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں گائے کی قربانی ہوتی ہو۔ اس شبہ کو مٹا دینے کے لیے حکیم صاحب نہایت شد و مد سے ایک حدیث میں کچھ اپنی طرف سے اضافہ فرماتے ہوئے، یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔ "اس حدیث سے صاف طور پر یوں معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا"

مسلم لیگ میں جب یہ ریزولیشن پیش ہونے لگے تو ڈاکٹر انصاری صاحب نے ترک قربانی گاؤ کا ریزولیشن پیش فرمایا جو تھوڑی خوش بیانیوں کے بعد منظور ہو گیا۔ مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے قومی و ملکی مجالس سے مراجعت فرماتے ہوئے سہارنپور میں ایک تقریر فرمائی جس میں مسئلہ قربانی کے متعلق جو کارروائی مسلم لیگ نے انجام دی تھی۔ اس کی تائید و تحسین میں کافی زوردار الفاظ ارشاد فرمائے۔[1]

---

[1] النور، ص ۱۲، ۱۳

یہ تھی انسدادِ قربانی گاؤ کے سلسلے میں ڈاکٹر انصاری صاحب، حکیم اجمل خان صاحب اور مولانا عبدالباری لکھنوی صاحب کی سعیٔ بلیغ کہ ہنود بے بہبود کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ایک اسلامی شعار کو نہ صرف ترک کر رہے تھے بلکہ تمام اسلامیانِ ہند سے ترک کروانے میں کوشاں تھے۔ حکیم اجمل خان صاحب باقی حضرات سے اس لحاظ سے بازی لے گئے کہ موصوف نے لیڈر ہونے کے ساتھ حافظ کہلانے کا حق یوں ادا کیا کہ اپنے خطبۂ صدارت میں گائے کی قربانی کو ترک کروانے کی خاطر حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں اپنی جانب سے شاۃ کا لفظ شامل کر کے اپنے مذکورہ دعوے کو مدلل کر دیا۔ ان حالات میں دین و دیانت کا کیا بنا ؟ یہ ان کی بلا جانے بہرحال زُنّار دوستی اور رب پرست نوازی کا پورا ثبوت تو فراہم کر دیا۔ ہنود کی خوشنودی تو نقدِ جاں ہو گئی۔ تحریک خلافت کے خوش نما نعرے کی بدولت عام مسلمانوں کی بھیڑ ان کے ساتھ تھی۔ مشرکین ہند ان کی پشت پر تھے۔ حکومت سے بے خوف تھے کیونکہ اُدھر یقین دلا دیا ہو گا کہ خلافت کی بحالی اور مقاماتِ مقدسہ کی بازیابی محض لیڈری چمکانے کا نعرہ ہے جس پر گورنمنٹ کو سیخ پا اور سراسیماں ہونے کی ضرورت نہیں۔ رہ گئے متدین علمائے کرام تو ان کے ٹوکنے پر عوام کی فوج کو ان پر لپکا دیا جاتا تھا۔ انہیں ملکی آزادی کا دشمن اور صورتِ حال سے بے خبر ٹھہرا کر دشمنِ دین و ملت قرار دے دیا جاتا تھا۔ دریں حالات علمائے حق مجبور و مقہور اور اسلامیان ہند کے بدخواہ لیڈروں اور علمائے سوء کی پانچوں گھی میں تھیں اور سر کڑاہی میں۔ اسی برتے پر عالی جناب حکیم محمد اجمل خان صاحب نے جو حدیثِ پاک میں جو اضافہ کر کے تحریف کی جرأت دکھائی تھی اس پر استقامت کے مراحل ملاحظہ ہوں :-

> حکیم صاحب نے ایک قدم بڑھ کر یہ جرأت بھی فرمائی کہ حدیث شریف کا ایک جملہ نقل کرتے ہوئے ایک لفظ بڑھا دیا اور الخ لکھ کر ترجمہ اور نتیجہ بیان فرمایا۔ وہی لفظ جس کا اضافہ فرمایا گیا وارِ مدارِ دلیل، اسی کی وجہ سے چند سطور کی تحریر الخ لکھ کر تمام چھوڑنے سے یہ فائدہ کہ ناظرین کا ذہن اس بے ربط اضافے سے متوحش نہ ہونے پائے۔ چند روز تک سمجھ میں نہ آیا کہ اس طرح جعل اور تحریف سے کیا مدعا و مقصود ہے ؟

آخر ایک خط لکھا جس میں نہایت نیازمندانہ طور پر یہ سوال تھا کہ حضرت ام سلمیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے مروی روایت کس کتاب سے آنجناب نے نقل فرمائی؟ جواب میں سکوت رہا۔ شاید خط ضائع ہُوا۔ فقیر خود دہلی گیا۔ یہ رجب کی اوائل تاریخوں کا ذکر ہے۔ مسلم یونیورسٹی کا وفد اس وقت دہلی گیا ہُوا تھا۔ دردولت پر جا کر معلوم ہُوا کہ طبیعت ناساز ہے پاؤں میں کچھ شکایت ہوگئی ہے۔ دوسرے دن پھر پہنچا۔ معلوم ہُوا کہ مدن موہن مالویا صاحب سے کچھ مشورہ ہو رہا ہے۔

بعض حضرات اہل علم جن کی آمدورفت جناب حکیم صاحب کے یہاں جاری ہے ان کی خدمت میں پیام بھیجا کہ حدیث شریف میں جو غلطی ہوگئی ہے اس کی تصحیح کی طرف حکیم صاحب کو توجہ دلائیے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کوشش بھی بے اثر ثابت ہوئی۔

چوتھی رجب کو سرکار اجمیر آستانۂ غریب نواز پر حاضر ہوا۔ ایک دن بعض علماء سیاسی سے ملاقات ہوئی۔ عرض کیا کہ یہ فتنہ عظیم ہے۔ ہنود کی خاطر مسلمانوں کا گلا نہ گھونٹیے۔ دیکھیے حدیث میں جعل و تحریف تک کی نوبت آگئی۔ تین مہینے گزر گئے اور کوئی اعلان نہیں کرتا کہ اصل حدیث میں لفظ شاۃ نہیں ہے، غلطی سے لکھا گیا ہے۔ ہر ایک شخص جس کے پاس خطبۂ صدارت مسلم لیگ ہو۔ اس مقام خاص کی تصحیح کرنے نیز علماء موسسین اتحاد ہندو مسلم کا یہ فرض ہے کہ اتحاد کے حدود متعین فرمائیں۔ عوام کو قشقہ لگانے اور مندروں میں جا کر ریوڑیاں بتوں پر چڑھانے سے منع کریں اور ان افعال کی شناخت کھلے لفظوں میں بیان فرمائیں ورنہ ایمان کی بربادی کا خطرہ ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فقیر کی اس التماس کی علماء سیاسی کی خدمت میں بھی ذرہ برابر شنوائی نہ ہوئی۔ آج تک وہی سکوت ہے، وہی اعراض ہے، وہی چشم پوشی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کر رہا ہے اعمال قبیحہ مسلمانوں نے تک آنجہانی کی مصنوعی لاش کے

موقع پر ادا کیے اور علما سیاسی نے پھر اپنے سکوت سے ان امور کے جواز واستحسان پر تازہ مہر ثبت فرمادی :- [1]

یہ تھی زُنّار دوستوں کی حالت کہ کھلے بندوں تحریف کا بازار گرم تھا اور بار بار توجہ دلانے گزارشات پیش کرنے کے باوجود ان کی بارگاہوں میں شنوائی ہوتی ہی نہ تھی - رہی خوف خدا یا خطرۂ روز جزا کی بات تو اس کی کوئی رمق اگر ان حضرات کے دلوں اور دماغوں میں باقی رہ گئی ہوتی تو ایسی جسارت کا تصوّر بھی نہ لا سکتے تھے - اب مذکورہ تحریف کا اگلا مرحلہ ملاحظہ فرمایئے اور دل کھول کر لیڈری کی داد دیجئے :-

کان پور میں بماہ رجب ایک بڑے پیمانے پر علماء کا جلسہ ہوتا ہے وہاں کے بعض کارکن علماء سے یہ استدعا پیش کی گئی کہ مسلمانوں کو اعمالِ شرک وکفر میں شریک ہونے سے باز رکھیے اور قربانی گاؤ کے متعلق غلطی تسلیم کر لیجئے - لیکن جواب وہاں سے بھی سکوت ہی میں ملا - ہر طرف سے مایوس ہو کر انتہائے بے قراری میں فقیر نے رسالہ الرشاد لکھا اور مسلمانوں کو امر حق سے آگاہ کیا - اس رسالہ کی اشاعت اوّل عشرہ رمضان المبارک میں ہوئی لیڈرانِ قوم کے پاس ٹکٹ چسپاں کر کے نسخے بھیجے گئے - تین ماہ کے عرصہ میں تقریباً تین ہزار نسخے مختلف امصار وقصبات میں تقسیم ہوئے - اب آکر جب کہ خطبۂ صدارت مسلم لیگ کو آٹھ مہینے اور الرشاد کی اشاعت کو کامل تین مہینے گزر چکے ، حکیم صاحب اپنی غلطی کا اعتراف بیچ در بیچ اعتراض وسوال واپیل کے پیسٹ میں تحریر فرماتے ہیں - حالانکہ مذہبی نقطۂ نظر سے یہ ایسی خطائے فاحش تھی جس کا اعلان بلا جواز توقف حکیم صاحب کو بذریعہ تار مختلف ومتعدد اخبار وجرائد میں اب سے بہت قبل کرنا تھا ساتویں ذی الحجہ کا اخبار البشیر جو بیرونجات میں بعد عید کے روز پہنچا ہوگا

---

[1] النور : ص ۱۹، ۲۰

اس میں اس طرح اعتراف کرنے سے مقصد و مطلب ہے کہ مسلمانوں کو اقرار کا علم بھی اس وقت ہو جب کہ سب مراحل قربانی کے طے پا جائیں - اسی کے ساتھ حق پسندی کی داد مل جائے گی [1]

حدیث پاک میں تحریف کی غلطی کرنے کا اعتراف کرتے ہوئے حکیم صاحب موصوف نے اس جانب توجہ دلانے والے مولانا سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ کا شکریہ جس طریقے سے ادا کیا وہ بھی ملاحظہ فرما لیا جائے :-

خیر یہ تو اپنا اپنا ذوق مذہبی ہے جس کے دل میں حدیث مصطفوی کی عظمت ہے وہی یہ بھی جان سکتا ہے کہ اس طرح کی خطا کا کفارہ کیونکر ادا ہوتا ہے ؟ مجھے تو حکیم صاحب کے ایک سوال کا جواب دینا ہے جسے موصوف نے اپنی غلطی کا اعتراف فرماتے ہوئے آخر میں پیش فرمایا ہے۔ حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں :- میرے اوپر ایک یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث اذا اراد احدکم ان یضحی بالشاۃ میں آخری لفظ شاۃ کا کسی کتاب میں نہیں ہے۔ میں اس اعتراض کو قبول کرتا ہوں اور یہ بات ظاہر کرنی ضروری خیال کرتا ہوں کہ یہ لفظ محض غلطی کی وجہ سے لکھا گیا - دراصل یہ کسی حدیث کا جزو نہیں ہے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اعتراض کرنے والے بزرگ اس سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں ؟"

فقیر نے حکیم صاحب پر اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ ایک حقیقی اور واقعی امر کا اظہار تھا - رہا فائدہ ، وہ حکیم صاحب ہی بیان فرمائیں کہ کون سا مقصد حاصل کرنا تھا جس کے لیے حدیث میں اضافہ کی حاجت ہوئی کہ اب کہ غلطی کا اعتراف ہے ۔ ان پانچ سطروں کا خطبہ صدارت میں کیا فائدہ ہے ؟ فقیر کا کس کشف حقیقت سے صرف یہی مدعا تھا کہ عالی جناب حکیم صاحب اپنی

---

[1] النور : ص ۲۰ ، ۲۱

غلطی پر متنبہ ہو جائیں اور مسلمانوں کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھانا اور اسی اضافہ کو مقام استشہاد دیں، اس خطبۂ صدارت میں صرف اسی ایک جگہ ہوا ہے جہاں حدیثِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے بقیہ سارے حوالے اعیان و وزرائے انگلستان کے صحیح ہیں، کسی قسم کے شک و شبہ کو ان میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ اس کے سوا نہ کوئی مدعا، نہ کچھ اور فائدہ۔ اربابِ بصیرت جن کی آنکھیں نورِ ایمان سے منور ہیں انہوں نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ آیا اسلام اور اسلامی خلافت کی حمایت کی جا رہی ہے یا کفر و شرک کا طغیان ہے جو مسلمانانِ ہند پر لایا جا رہا ہے؟ [1]

یہ کارنامہ تو مسلم لیگ اور اس کے صدرِ محترم یعنی جناب حکیم محمد اجمل خان صاحب دہلوی کا تھا۔ اب قارئین کرام یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ خلافت کمیٹی نے اس سلسلے میں کیا پارٹ ادا کیا اور وہ کیسی خلافت چاہتی تھی۔

خاص دہلی میں عشرہ ذی الحجہ کے موقع پر اونٹوں کا گشت، جن پر جلی قلموں میں اس طرح کے نعرات تختوں پر چسپاں، جن سے ہر مومن کا دل کانپ کانپ اٹھتا تھا، لکھ کر خوب مشتہر ہونے پھر نہایت سختی سے بعض مجبور کرنے والی تدابیر سے بھی انسداد کافی کیا گیا۔ بمبئی کے مسلمانوں پر بھی خلافت کمیٹی نے قربانی گاؤ پرستم کرنے میں کچھ کمی نہیں کی۔ خلافت کمیٹیاں کیا ہوئیں۔ گائے کی قربانی کرنے والوں پر ایک آفت و بلا ہوئی۔ اب سے قبل جو حصہ ظلم کا ہندوؤں سے باقی رہ گیا تھا۔ اسے فدائیانِ ہنود نے اسلام کا نام لے کر مسلمانوں پر تمام کر دینے کا عزم بالجزم کر لیا ہے [2]

جب مسلم لیگ کے صدر گرامی قدر حکیم محمد اجمل خاں دہلوی اور تحریکِ خلافت کے علمبردار گاندھی پرست لیڈر حضرات مسلمانانِ ہند کو گائے کی قربانی سے منع کرنے پر اپنا پورا زور

---

[1] النور: ص ۲۱، ۲۲ — [2] النور: ص ۱۷

زبان صرف کر رہے تو ہندوؤں کے مسلح افراد نے قربانی گاؤ کے باعث اپنے زور بازو سے کٹار پور، آرہ، شاہ آباد اور دیگر مقامات کے مسلمانوں پر قیامت قائم کر دی تھی۔ تیل چھڑک کر گھروں میں آگ لگا دی۔ نہایت بے دردی سے مظلوم مسلمانوں کو ذبح کر کے گھروں کے گھر اجاڑ کر رکھ دیے۔ قرآن کریم کے اوراق پھاڑے اور جلائے۔ مسجدوں کی بے حرمتی کی۔ اس کے باوجود مسلمانوں کے لیڈر بننے والوں کی کسی چھوٹی آنکھ میں ایک آنسو یا اپنے خداوندانِ نعمت یعنی مشرکین ہند کی جانب سے کسی کے دل میں ذرہ بھر میل نہ آیا۔ کسی ایک نے بھی ان ظالموں یا اپنے سرپرست گاندھی تک سے یہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ حضور والا! ہم تو آپ کی محبت ہی سرشار ہو کر ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے رہتے ہیں لیکن ہماری قوم پر ظلم کے ایسے پہاڑ گرانے سے پہلے کچھ ہماری نیازمندی کا تصور بھی فرما لیا کیجئے۔

ایسا تو وہ حضرات اس وقت کہتے جب ملتِ اسلامیہ کا درد ان کے دلوں میں ہوتا یا اپنی قوم سے ان کا کوئی واسطہ یا قوم سے ان کا کوئی ناطہ رہ گیا ہوتا۔ انہوں نے ہنود کو اپنی قوم اور گاندھی کی خوشنودی کو اپنا منشور اور مسلمانوں کو پسوانا، کچلوانا، اپنا روزمرہ کا دستور بنا لیا تھا۔ نام مقاماتِ مقدسہ کی بازیابی کا لیا جاتا اور کام مسلمانوں سے گائے کی قربانی چھڑانے کا کرتے۔ نام خلافت کی بحالی کا لیتے اور کام گاندھی کو پورے ہندوستان کا رہنما، روحانی پیشوا اور بے تاج بادشاہ بنانے کا کر رہے تھے۔ یہ تھا ان کی ساری لیڈری کا حدود اربعہ اور یہ تھی ان کی خیر خواہی ملت۔ اب جمعیۃ العلماء ہند کے زنار دوست علماء کی دینداری ملاحظہ فرمائی جائے۔

"ہندو مسلم اتحاد کے نام پر جمعیۃ العلماء ہند اپنے اجلاس ۱۹۲۱ء میں یہ قرارداد منظور کرتی ہے "مسئلہ گاؤ کشی کے بارے میں ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے مسلمان گائے کی بجائے بھیڑ بکری کی قربانی دیا کریں"۔[1]

اس کے بعد ۱۹۲۶ء میں دہلی اور شملہ کے مقامات پر ہندو مسلم اتحاد کے نام پر کانگریسی

---

[1] تجلیاتِ عثمانی، مرتبہ مولوی انوار الحسن دیوبندی، مطبوعہ ملتان: ص ۴۵۷

لیڈروں کے اجلاس ہوتے ہیں۔ ان میں جمعیت کے زُنّار دوست علماء اور آزاد لیڈر شامل ہوتے ہیں۔ شملہ کے اجلاس میں گائے کی قربانی، سوٴر کے گوشت اور جھٹکے پر بحث وتمحیص ہوتی ہے۔ فیصلہ جو کچھ ہُوا۔ اس سے گاندھی پرست علماء کی پوزیشن پوری طرح واضح ہوگئی۔ چنانچہ اسی سلسلے میں قاضی احسان الحق نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں وضاحت فرمائی تھی:۔

دہلی و شملہ میں جو مجلسیں ہوئیں۔ ان میں بیشتر وہ اصحاب شامل تھے جنہیں مسلمان ہندوؤں کا نفسِ ناطقہ سمجھتے اور جو مسلمانوں کے دینی ومذہبی حق قربانی اور ذبیحہ گاؤ کو روکنے کے لیے ماضی قریب میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے ہیں ہر امر میں ہندوؤں کی خوشنودی ان کا مطمحِ نظر اور نصب العین رہا ہے۔ ایسے اصحاب مسلمانوں کے حقوق کی کیا حفاظت کر سکیں گے؟

شملہ کی مجلس میں جھٹکے کے طریقہ سے قتلِ حیوان اور اس کے گوشت کے عام فروخت کو ناقابلِ اعتراض تسلیم کر لیا۔ ان صاحبوں کو یہ خبر نہیں کہ ہندوؤں کی گوشت خور قومیں مسلمانوں کے ذبیحہ کو بے تکلف کھا سکتی ہیں اور انہیں ان کا مذہب اس سے نہیں روکتا اور مسلمانوں کے مذہب میں جھٹکا حرام ہے جب بازاروں میں جھٹکے کی دکانیں عام طور پر کھل جائیں گی تو جاہل ناخواندہ دیہاتی مسلمان اس سے دھوکا کھائیں گے اور ایک مصیبتِ عام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہندوؤں کی تجویزوں میں سوٴر کے گوشت کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے لیکن اس پر ان صلح کے علمبرداروں کو کوئی اعتراض نہ ہُوا۔

ہندو تو یہ کہتے ہیں کہ ایسے رقبہ میں گائے ذبح نہ ہو سکے گی جہاں کا قدامت سے اس کے ذبح کا رواج نہیں ہے۔ اس پر بھی ان خود ساختہ مصالحین سے یہ نہ کہا گیا کہ جب رواج کی یہ پابندی ہے تو سوٴر کے گوشت اور جھٹکے کا کیوں نام لیا جاتا ہے؟ جس کا ذکر میں آنا بھی مسلمانوں کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔ اگرچہ ان مصالحتی مجلسوں کا کچھ انجام نہ ہُوا لیکن ان مصالحین کی کمزور روش نے ہندوؤں کو اور زیادہ جرأت دلا کر معاملہ کو

پیچیدہ تر بنادیا۔ مسلمان کسی ایسی قرارداد پر راضی نہیں ہو سکتے جو علمائے دین، پیشوایانِ اسلام اور ہمدردانِ ملت کے مشورہ کے بغیر تجویز کی گئی ہو۔ یہ حضرات جو قوم میں مطعون ہیں اور جنہیں مسلمان ہندو پرست جانتے ہیں، کرم کریں اور بے فائدہ تکلیف نہ اٹھائیں ۔ [1]

۱۹۲۹ء میں بنارس کے مسلمانوں پر مسلح ہندوؤں نے سوچی سمجھی سکیم اور اپنے لیڈروں کی ہدایات کے مطابق ایک قیامت قائم رکھدی۔ لیکن ہندوؤں کے فدا کار علماء کا دل اس پر بھی ہندوؤں کی جانب سے ذرا میلا نہ ہوا۔ یہ غلامی میں اور ترقی کرتے گئے اور مشرکین ہند اپنی ستم شعاری کی روش میں روز بروز اضافہ ہی کرتے چلے گئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہندو لیڈروں نے اپنی مسلم کشی کی روش پر قائم رہنے کی سکیم کا عزم بالجزم کر لیا تھا اور اپنے زرخرید علماء کو محض مسلمانوں کی اشک شوئی اور انہیں بہلانے پھسلانے کی خاطر پالتے رہے تھے۔ اس دلخراش اور جگر سوز سانحہ پر تاج العلماء، مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

ہندوؤں کا کلمہ پڑھنے والی جمعیۃ العلماء کو کچھ خبر ہے کہ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ میں بنارس کی سرزمین مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بنا ڈالی۔ درندہ صفت ہندوؤں نے بے گناہ مسلمانوں کو اس بے رحمی سے شہید کیا، جس کے تصور سے دل کانپتا ہے۔ گھر کے گھر صاف کر دیے۔ بچے تک قتل کر ڈالے۔ مسجدیں مسمار کر دیں۔ دکانیں لوٹ لیں۔ ظلم و ستم کا سیلاب امنڈتا چلا آتا ہے جو روجفا کے سمندر میں طغیانی تھی۔ مسلح ہندو گنڈاسوں اور بھالوں سے بے خبر نہتے مسلمانوں پر بلائے ناگہانی بن کر ٹوٹ پڑتے تھے۔ دھوکے دے دے کر مسلمانوں کو ہندوؤں کے محلوں میں لے جا کر شہید کرتے تھے۔ جمعۃ الوداع کی نماز تک مسلمان اس مصیبت کی وجہ سے

---

[1] السواد الاعظم، مراد آباد، بابت ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ: ص ۸

ادا نہ کر سکے۔

مسلمانوں کی اس مصیبت کا جمیعتہ العلماء کو کچھ درد ہوا؟ جمیعت کچھ حرکت میں آئی؟ ہندو پرستانہ جذبات کچھ بھی سرد ہوئے؟ ہندوؤں کے فدائی اپنی بے جا فداکاری پر کچھ بھی نادم و شرمندہ ہوئے؟ آئندہ کے لیے انھوں نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے ہوشیار رہنے اور اپنا تحفظ کرنے کا کوئی مشورہ دیا؟ یا اپنے ہندو خداوندانِ نعمت سے کوئی اپیل کی؟ جن کے قدموں پر سر جھکاتے ہیں ان سے ہندوؤں کے ان مظالم کی کچھ شکایت کی؟ اپنے قبلہ و کعبہ گاندھی کو لے جا کر بنارس کے مقتل کی سیر کرائی؟ ہندو لیڈروں سے، جن کی غلامی کیا کرتے ہیں، ان ہولناک مظالم کو روکنے اور مصیبت زدہ مسلمانوں کے نقصانات کی تلافی کرنے کی کوئی تحریک کی؟ یا ہندو لیڈران جمیعتہ العلماء کی فداکاری کی قدر کر کے مسلمانوں کی دل جوئی کرنے بنارس گئے؟ یا انھوں نے ہندوؤں کی ان امن سوز خونخواریوں پر اظہارِ نفرت و ملامت کیا؟ عدم تشدّد کا وظیفہ پڑھنے والے گاندھی نے ہندوؤں کے اس ہولناک تشدّد پر کوئی مؤثر کارروائی کی؟ تمہاری ہمدردی میں ہندوؤں نے کچھ کیا ہو تو بتاؤ؟ یا انھوں نے تمہاری غلامانہ اطاعت شعاری کو بے التفاتی سے ٹھکرا دیا؟ مسلمانوں کے خون کی قیمت ان کی نظر میں کچھ بھی نہ ٹھہری، پھر بھی تمہاری غیرت تمہیں ہندو پرستی کی اجازت دے گی؟ اب بھی تم ہندوؤں کے غلام بنے رہو گے؟ اب بھی تمہاری آنکھ نہ کھلے گی؟ اب بھی مسلمانوں کو ہندوؤں کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دیا کرو گے؟ کیا اب بھی تمہارا نشہ اُترا یا ہندوستان میں ہر جگہ ایسی ہی بربادی دیکھنا چاہتے ہو؟"[1]

بنارس کے اس حادثے کے فوراً بعد مرزا پور اور آگرہ وغیرہ مقامات پر ہندوؤں

---

[1] السواد الاعظم مراد آباد، بابت شوال ۱۳۴۷ھ ص ۲

نے اسی طرح مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور بت پرست نواز علماء کی زنّار دوستی میں ذرا فرق نہیں آیا۔ حمیت کی کوئی رگ مطلقاً نہ پھڑکی ۔ ہندوؤں کی اطاعت شعاری اور مسلمانوں کو اپنے دام میں پھنسا کر گاندھی کا مبلغ بنانے کی روکش میں کوئی کمی واقع نہیں ہونے دی۔ کسی ہندو لیڈر نے نہ ہندوؤں کو ملامت کی نہ مسلمانوں سے ہمدردی کا ایک کلمہ تک کہا ۔ اس صورتِ حال نے ہر ذی ہوش مسلمان کو تڑپا کر رکھ دیا جس کا قاضی احسان الحق نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں اظہار فرمایا تھا :-

بنارس کے دلدوز واقعات اور مسلمانوں پر ہندوؤں کے خونخوار حملوں نے جو طوفان برپا کیا تھا ، ابھی وہ پورے طور پر ساکن نہ ہونے پایا تھا کہ نواحِ بنارس و مرزاپور و آگرہ سے خونی ہنگاموں کی اطلاع ملی ۔ ہندوؤں کے نیزے ، تبر و سنان مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہیں ۔ ہندوستان کی جیوہتیا نہ کرنے والی قوم مسلمانوں کے خون بہانے پر تُلی ہوئی ہے اور اس کی آتشِ غیظ کے تند و تیز شعلے بڑے زور سے بھڑک رہے ہیں ۔ ہندو لیڈر اور چند ہندو پرست مسلم نما مسلمانوں کو ہندو مسلم اتحاد کا سبز باغ دکھا کر مغالطہ میں ڈال رہے ہیں ۔ مسلمانوں کی جان پر بنی ہوئی ہے ۔ ان کے زن و فرزند قتل کیے جاتے ہیں ، گھر برباد کیے جاتے ہیں ، مسجدیں مسمار ہوتی ہیں ، مگر کوئی لیڈر صاحب پلیٹ فارم چھوڑ کر ہندو مسلم اتحاد کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے مقتل میں نہیں پہنچتے اور ہندوؤں کی اس درندہ وحشی سفاکی جفا جوئی سے نہیں روکتے ۔ اگر درحقیقت یہ قوم مسلمانوں کے ساتھ کچھ بھی ارادۂ اتفاق رکھتی تو اپنے ہم قوموں کی ان ہنگامہ آرائیوں و جفا شعاریوں کو روکنے کے لیے میدانِ عمل میں آتی ۔ گاندھی صاحب مزے مزے کی تقریروں میں مصروف ہیں اور ہندو مسلم اتحاد کے لیے ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جیسی باتیں بنیوں نے ہمیشہ بنا بنا کر مسلمانوں کا دیوالیہ کر دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کا علمبردار گاندھی ہندوؤں کے ان مظالم کو دیکھ کر

کیوں نہیں گھبرا اٹھا اور اس نے اپنی قوم کو جا کر عدم تشدّد اور شانتی کا درس کیوں نہیں دیا؟ آج وہ اپنے اس رَٹے ہوئے سبق کو کیوں بھول رہا ہے اور ہندو قوم کو خونخواری سے روکنے کے لیے میدانِ عمل میں پہنچنے کے واسطے اس کا قدم کیوں نہیں جنبش کرتا؟ کیا ایسے ہی شخص کو مسلمانوں کا ہمدرد، ملک کا خیر خواہ، امن کا حامی کہا جا سکتا ہے؟" لہ

جب ہندو مسلم اتحاد کی گمراہ کن دھاندلی اپنے عالمِ شباب میں تھی۔ مسلمانوں کے بعض لیڈر اور ہندو نواز علماء مسلمانوں کو گاندھی کے قدموں میں پہنچا ئے، انہیں مسلم نما ہندو بنا نے اور سوراج (اکھنڈ بھارت) کی راہ ہموار کر رہے تھے، تو دہلی کی ایک نامور شخصیت یعنی خواجہ حسن نظامی صاحب بھی بت پرست نوازی کی لَے میں اپنی ڈفلی بجانے لگے۔ مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کا تذکرہ ان دنوں یوں فرمایا تھا:۔

خواجہ حسن نظامی صاحب کا ایک مضمون ۱۹ اگست کے اخبارِ حق لکھنؤ میں چھپا ہے جس میں آپ نے مجالسِ عید میلاد کی تائید کرتے ہوئے مسلمانوں سے تحریک کی ہے کہ وہ ۱۲ ربیع الاوّل کو ہندوؤں کی دل جوئی کے لیے گائے کا ذبح ترک کریں۔ خواجہ صاحب کی یہ پہلی ہی ہندو نوازی نہیں ہے بلکہ اس سے قبل وہ ترک گاؤکشی نام کا ایک رسالہ کا بھی لکھ چکے ہیں اور اکثر اوقات ان کے خامۂ ناحق رقم سے اس قسم کے مضامین نکلتے ہی رہتے ہیں۔ یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوؤں کے سیلابِ تعصب و طوفانِ عناد کی شدت و تیزی کو دیکھتے ہوئے بھی کوئی بھی خواہِ اسلام مسلمانوں کو خوشامدی بن جانے کی دعوت دے۔

تاہم خواجہ صاحب کو اتنا نادان سمجھتے ہیں کہ وہ اس حقیقت سے بھی واقف نہ ہوں کہ خوشامدی ہمیشہ ذلیل و خوار رہا کرتے ہیں۔ درخشاموں کی

لہ السواد الاعظم مراد آباد۔ بابت شوال ۱۳۴۹ھ : ص ۴، ۵۔

جرأت و دلیری خوشامد سے اور بڑھتی ہے۔ نہ خواجہ صاحب اتنے بے خبر ہیں کہ ہندوؤں نے جو مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے اس کی ان کو خبر نہ ہو۔ یہ بھی خواجہ صاحب کو ضرور معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی پاسداری اور دل جوئی کا تصور بھی کبھی ہندو دماغوں میں نہیں ہوتا تو وہ کس طرح متحق ہو سکتے ہیں کہ ان کی دل جوئی کے لیے مسلمان اپنے خورد و نوش میں پابندیاں لازم کرلیں اور ایسی غذا جو انہیں مرغوب بھی ہے اور ان کی معاشرت و اقتصادی حالت کے مناسب بھی ہے اس کو ترک کر دیں؟ یہ بھی خواجہ صاحب کو خوب معلوم ہوگا کہ ہندو منت شناس اور پاس گزار قوم نہیں ہے کہ وہ کسی کا احسان ماننے یا کسی کے بہتر سلوک کو یاد رکھے بلکہ وہ احسان کا لفظ بھی اپنی طرف آنے دینا گوارا نہیں کرتے۔

ہلاکت کمیٹی و خلافت کمیٹی کے عہد میں جب قربانی گاؤ ترک کرنے پر خواجہ صاحب جیسے لیڈر بہت زور دے رہے تھے۔ اس وقت بھی ہندو لیڈروں نے صاف کہہ دیا تھا کہ مسلمان اگر ذبیحہ گاؤ چھوڑیں گے تو اس کا ہندوؤں پر کچھ احسان نہ ہوگا ان حالات میں ہم نہیں سمجھتے کہ ذبیحہ گاؤ کو رد کرنے کی تحریک خواجہ صاحب کے دل میں کس سبب سے پیدا ہوتی ہے؟ اس کا سبب محرک کیا ہے؟ اور وہ اس میں اپنا کیا نفع مدنظر رکھتے ہیں؟ ہمیں ان کی ذاتیات سے کچھ بحث نہیں لیکن مسلمانوں کو اس خطرناک مشورہ کی نامعقولیت سے مطلع کرنا ضرور تھا۔[1]

ہندو نوازی کا دور ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء سے باقاعدہ طور پر منظم طریقے سے شروع ہوا تھا جس کی نظیر اکبری دور کے علاوہ ہندوستان کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ اس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے دین الٰہی کی جڑیں اکھاڑ کر پھینکیں، اور دو قومی نظریہ کا علم بلند فرمایا۔ جب دوبارہ یہی شامت گاندھویت کے روپ میں نمودار ہوئی

1۔ السواد الاعظم، مراد آباد، بابت ربیع الاول ۱۳۴۳ھ، ص ۴

اور آندھی کی طرح چڑھتی اور طوفان کی مانند پھیرتی جارہی تھی تو مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے اس شرارت کا مجددانہ طور پر ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جملہ گاندھی حضرات کے دلائل و براہین کو تار عنکبوت کی طرح توڑ پھوڑ کر پھینک دیا یہ اُن ملت فروشوں کی ملمع کاری مسلمانان ہند پر واضح ہوگئی اور باوجود اس کے کہ ہندو اکثریت ان کی پشت پر تھی لیکن مسلمانوں کو ہندو اکثریت میں مدغم کرنے کی یہ گاندھوی سازش ناکام رہی اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قومی نظریہ کے باعث آپ کے متبعین پاکستان بنانے اور اسلامیان ہند کی جان و مال، دین و ایمان اور ننگ و ناموس کو ہندو درندوں سے محفوظ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیاب ہوگئے جب کہ گاندھوی علماء نہ صرف اپنے عزائم میں جعفر و صادق کی طرح ناکام رہے بلکہ ملت فروشی کے باعث روسیاہی ان کا مقدر ہو کر رہ گئی۔

ان واقعات سے قریباً چالیس سال پیشتر ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء میں اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ سے ذبیحہ گاؤ کے متعلق سوال ہوا کہ گائے کی قربانی کچھ فرض واجب تو ہے نہیں اگر اس کی بجائے مسلمان بھیڑ بکری وغیرہ کی قربانی کریا کریں تو کیا حرج ہے؟ قربان جائیے بریلی کے چھبیس سالہ مفتی کی ایمانی فراست اور نور بصیرت پر کہ اس مرد حق آگاہ نے سائل کو ایسا جواب باصواب دیا کہ مولانا ارشاد حسین رام پوری مجددی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء) جیسی یگانہ روزگار ہستی کو یہ جواب دیکھ کر بیساختہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے متعلق کہنا پڑا کہ انا ھذا البصیر یعنی مفتی باریک بین اور صاحب بصیرت ہے یہی سوال اسی ماہ و سال میں علمائے فرنگی محل کے سرتاج اور فاضل اجل یعنی مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء) سے بھی ہوا اور موصوف معاملے کی تہ تک پہنچنے سے قاصر رہ گئے۔ یہاں تک کہ چھبیس سالہ مجدد نے انہیں متوجہ کیا تو انہوں نے برملا اپنی غلطی اور کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے تلافی کی کوشش کی۔ یہ ہے تائید ایزدی کی وہ کرشمہ کاریاں اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم جو ہر مجدد وقت کے شامل حال رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر تصنیف کو دیکھ کر ہر صاحب ذہن و ایمان اور انصاف پسند کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ؎

علم و عرفاں کے خزائن ہیں تصانیف آپ کی
نورِ ایماں سب کے اندر بھر دیا پائندہ باد

مذکورہ بعض سندوں اور اجازتوں نیز علمائے حرمین کے چند مکتوبات کی نقول امام زمانہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خلف اکبر یعنی حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے "الاجازات المدینہ لعلماء بکۃ والمدینہ" کے تاریخی نام سے جمع کیا جو اس مجموعے کا تیسرا رسالہ ہے۔ اس مقدس اور نادر رسالے کی ایک نقل راقم الحروف نے حکیم محمد موسےٰ امرتسری مدظلہ کی معرفت مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی علیہ الرحمہ المتوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء سے حاصل کی۔ مولانا انوار الاسلام صاحب نے بڑے اہتمام سے اس کا ترجمہ کروایا تاکہ ہر خاص و عام اور موافق و مخالف اس سے استفادہ کر کے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی یگانۂ روزگار اور سرمایۂ افتخار ہستی کے بارے میں اپنا نظریہ انصاف کی ترازو پر تول کر قائم کر سکے۔ اس عجالۂ نافعہ کی اشاعت کا مقصد یہی ہے۔

بہتر نظر آتا ہے کہ اس مبارک موقع پر علمائے حرمین شریفین نے جس طرح مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ اس کا ہلکا سا خاکہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں محافظ کتب حرم علامہ سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) کی تصریحات قابلِ غور ہیں۔ عربی سے نابلد حضرات کی سہولت کے لیے موصوف کی ایک عبارت کا صرف اردو ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ شائقین حضرات اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں:-

"ہمارے شیخ علامہ 'مجدد'، جو علی العموم تمام استادوں کے شیخ ہیں، مولوی احمد رضا خاں، جب ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ مکرمہ پہنچے، بعض فاسقوں کی مدد سے کچھ کجی والوں اور نرے بدنصیبوں نے اس وقت کے شریف مکہ کے ہاں ضرر پہنچانے میں

کوشش کی اور ان کے ساتھ مکر چاہا"۔۔۔۔ [1] تو اللہ تعالے نے
حضرت احمد مذکور کو عزت دی اور مخالفوں کی ناکیں خاک میں رگڑیں اور علماء اور طالب علموں نے چاروں طرف سے انہیں (اعلیٰحضرت کو) گھیر لیا تو کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے کوئی سوال کرتا ہے اور کوئی قول صحیح دریافت کرنے کے لیے کوئی مسئلہ پیش کرتا ہے اور کوئی اجازت مانگتا ہے اور کوئی اشارے کا انتظار کرتا ہے۔ یہ ان کا حال تھا جب تک مکہ میں تھے اور جب زیارت حبیب مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کا ارادہ کیا تو علماء اور طلبہ انہیں رخصت کرنے نکلے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے لیے ان کی بقا دراز کرے اور ان کو ہماری دنیا و آخرت کا ذخیرہ بنائے"۔ [2]

اسی موقع پر مدینہ منورہ میں جو آپ کا اعزاز و اکرام ہوا، اس کا آنکھوں دیکھا حال حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) کے خلیفۂ اجل، جناب مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمت اللہ علیہ نے یوں فرمایا تھا۔

" میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں۔ ہندوستان سے ہزاروں عالم (میاں) آتے رہتے ہیں جن میں علماء، صلحاء، اتقیا سب ہی ہوتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ اس شہر کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے رہے اور کوئی انہیں مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا لیکن میاں کے جلیل القدر اور اکابر علماء تک آپ کی طرف جوق در جوق آرہے ہیں اور آپ کی علمی جلالت کو دیکھ کر ایسے دوڑ کر آرہے ہیں جیسے پیاسے پانی کی طرف جاتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے وہ جسے چاہے نوازتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔ [3]

---

[1] الدولۃ المکیہ : ص ۷ [2] ایضاً : ص ۱۵
[3] محمد مسعود احمد فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں : ص ۷۷

حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی امدادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد
علامہ ... رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں اپنے تاثرات مشاہدے کی روشنی میں پیش
... تحدیث نعمت کے طور پر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان
... :-

"مولانا کریم اللہ فرماتے تھے کہ علماء تو علماء، اہل بازار تک کو تیرا اشتیاق تھا اور یہ جملہ فرمایا کہ ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں۔ اطراف و آفاق سے علماء آتے ہیں۔ واللہ یہ لفظ تھا کہ جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا اور تمہارے پاس علماء کا یہ ہجوم ہے۔ میں نے عرض کی یہ میرے سرکار کا کرم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" [1]

مجدد مائۃ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکہ مکرمہ میں پورے تین ماہ قیام رہا۔ علمائے کرام کے ہاں آپ کی دعوتیں ہوتیں، علمی مذاکرات رہتے سندیں اور اجازتیں دی جاتی تھیں۔ مندرجہ بالا امور کا اندازہ اکابر علماء کے بیانات سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت کبیر العلماء، شیخ الخطباء، شیخ احمد ابوالخیر میرداد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ یوں رقم طراز ہیں :-

"رخصت ہوتے وقت ان کے زانو مبارک کو ہاتھ لگایا۔ حضرت موصوف نے بآں فضل و کمال و بآں کبر سالی کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمائے کہ اَنَا اُقَبِّلُ اَرْجُلَکُمْ وَاَنَا اُقَبِّلُ نِعَالَکُمْ۔ میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں۔ میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں۔ یہ میرے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس سگ کی یہ وقعت" [2]

دعوتوں کے بارے میں آپ نے یوں وضاحت فرمائی تھی :-

---

[1] الملفوظ، جلد دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۲۸ [2] ایضاً، ص ۱۰

"علماء وعظماء مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا۔ مذاکرات علمیہ رہتے" [1]

ملاقاتوں کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یوں ارشاد فرمایا تھا :۔

"فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا۔ مولانا شیخ صالح کمال اور شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی اور کتب خانۂ حرم میں مولانا سید اسمٰعیل کے پاس۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہ فقیر پر تشریف لایا کرتے۔ صبح سے نصف شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں اور مولانا سید اسمٰعیل التزاماً روزانہ تشریف لاتے" [2]

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بسلسلۂ ملاقات فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں وضاحت فرمائی تھی :۔

"حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی کو چالیس سال سے زائد مکہ معظمہ میں گزرے تھے، کبھی شریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے قیام گاہِ فقیر پر دو بار تشریف لائے۔ مولانا سید اسماعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرقِ عادت ہے، مولانا کا دم بسا غنیمت تھا ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے" [3]

مذکورہ بالا بیانات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے بیان فرمودہ تھے لیکن میں چاہتا ہوں کہ علمائے حرمین شریفین کے ایسے بیانات پیش کردوں جن میں امام احمد رضا خاں

---

[1] الملفوظ، جلد دوم: مطبوعہ کراچی، ص ۱۶

[2] ایضاً : ص ۱۷ [3] ایضاً : ص ۱۸

بریلوی علیہ الرحمہ کی جلالتِ شان کے بارے میں ان حضرات نے اپنے تاثرات پیش کیے ہوں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کا ایک تحقیقی فتوے دیکھ کر محافظ کتب حرم مولانا سید اسمٰعیل مکی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا :-

"بے بدل شیخ الاسلام ، بلا تردید یگانۂ روزگار ، ہمارے شیخ ہمارے استاد ، ہمارے قائد اور دنیا و آخرت میں ہمارا ذخیرہ ، مولوی احمد رضا خاں ۔ اللہ تعالےٰ جو حنان و منان ہے انہیں سلامت رکھے . . . میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ انہیں دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس مؤلف (اعلیٰ حضرت) کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل فرماتے " [1]

علامہ موصوف نے " المعتمد المستند " پر تقریظ لکھتے ہوئے جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ ملاحظہ فرمائیے :-

" میں اللہ عزوجل کی حمد بجا لاتا ہوں اور اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے ، منقبتوں اور فخروں والا اس مثل کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ۔ یکتائے زمانہ ، اپنے وقت کا یگانہ ، مولانا حضرت احمد رضا خاں ۔ اللہ بڑے احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے . . . . اور وہ کیوں نہ ایسا ہو کہ علمائے مکہ اس کے لیے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے ، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہے " [2]

---

[1] الاجازات المتینہ قلمی : ص ۹
[2] حسام الحرمین : مطبوعہ لاہور ، ص ۱۳۳

مکہ معظمہ کے مفتیٔ شافعیہ، مولانا محمد سعید بابصیل رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے کمالاتِ عالیہ اپنے مشاہدے کی روشنی میں " الدولۃ المکیہ " پر تقریظ لکھتے ہوئے یوں بیان فرمائے تھے :-

" میں نے فاضل کامل، میرے سردار احمد رضا خاں کے رسالہ " الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ " کا مطالعہ کیا تو میں نے مصنف مذکور فاضل سیدی احمد رضا خاں کو اپنی ذات اور اپنے رسالہ مذکورہ میں تین وجہ سے عظیم تعریف کا مستحق پایا ۔ وجہ اوّل یہ ہے کہ جس سمت میں ہے وہاں کے علماء کا سردار ہے اور وہ شریعت کے اصول و فروع سے مفہوم و مطالب میں محقق و مدقق ہے ۔ ۔ ۔ وہ رسالہ علمائے حرمین کی نگاہ میں عظیم وقعت پر واقع ہوا اور ان علمائے کرام نے مصنف کے لیے رسالے پر تقریظیں لکھیں اور انھوں نے مصنف کی تائید میں بہت خوب قیام کیا اور یہ بھی مصنف کی قدر سے کم ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ وہ ہے جو مجھے اس امام کامل کی مددگاری میں میسر ہوا " [1]

مکہ مکرمہ کے مفتیٔ احناف، مولانا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سراج رحمۃ اللہ علیہما نے " الدولۃ المکیہ " پر تقریظ لکھتے ہوئے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان خیالات کا اظہار فرمایا :-

" اللہ جل و علا ہی کے لیے حمد ہے کہ اس نے زمانوں اور شہروں میں علماء پیدا کیے اور ان سے دین کی تجدید فرمائی ۔ ۔ ۔ ۔ بے شک انھیں علماء میں سے وہ ہے جو کبیر العلم، کثیر الفہم، بلند ہمت اور مستند کامل الادراک ہے پس تو بے شک وہ مشہور علماء کا بادشاہ ہے جس نے تجربہ کار رکھنے والے کی یہ بات ٹھیک کر دکھائی کہ اگلے پچھلوں

---

[1] الدولۃ المکیہ : مطبوعہ کراچی، ص ۱۷

کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں " ۱؎

استاد العلماء حضرت مولانا احمد ابوالخیر عبداللہ میرداد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تاثرات یوں ظاہر فرمائے :۔

" وہ باریکیوں کا خزانہ ہے محفوظ گنجینوں سے چنا ہوا اور معرفت کا آفتاب ہے جو ٹھیک دوپہر کو چمکتا ہے ۔ علوم کی مشکلات ظاہر و باطن کا نہایت کھولنے والا ہے جو اس (اعلیٰ حضرت) کے فضل پر آگاہ ہوا سے سزاوار ہے کہ کہے کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے " ۲؎

سابق مفتی احناف ، مولانا شیخ صالح کمال رحمۃ اللہ علیہ جو شریف مکہ کے دور میں عہدۂ قضا پر بھی متمکن رہے تھے انہوں نے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنی رائے یوں ظاہر فرمائی :۔

" بالخصوص اس عالم علامہ پر کہ فضائل کا دریا اور علمائے عامل کی آنکھوں کی ٹھنڈک ، حضرت مولانا محقق ، زمانے کی برکت احمد رضا خاں بریلوی ۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے ، سلامت رکھے اور ہر بُری اور ناگوار بات سے بچائے ۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد ، اے امام پیشوا ! تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں " ۳؎

مفتی مالکیہ مولانا شیخ عابد بن حسین مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں یوں

۱؎ الدولۃ المکیہ ، مطبوعہ کراچی ، ص ۲۱۰ ۲؎ حسام الحرمین : ص ۱۲۸

۳؎ ایضاً : ص ۱۲۳

ع؎ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی نے کچھ سوالات گھڑ لیے ، علمائے دیوبند کی تصریحات کے خلاف اور مذہب اہلسنت سے کسی قدر مطابقت رکھتے جواب لکھ کر مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی سے تقریظ لکھوانے میں کامیاب ہو گئے ان بزرگوں کو جب اس چالاکی کا علم ہوا تو ڈانٹ ڈپٹ کر کے اپنی تقریظیں واپس لے لیں کیونکہ یہ حضرات تو تحذیر الناس ، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان والوں کے خارج از اسلام ہونے کی تائید کر چکے تھے ۔

خراجِ عقیدت پیش کیا۔

"وہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارثوں سے ہے۔

علمائے مشاہیر کا سردار اور معزز فاضلوں کا مایۂ افتخار، دینِ اسلام کی سعادت، نہایت محمود سیرت، ہر کام پسندیدہ، صاحبِ عدل، عالم باعمل، صاحبِ احسان، مولیٰ احمد رضا خاں ..... اللہ تعالیٰ نے سب سے نیک تر وقت اور سب سے شریف تر طالع اور سب سے مبارک تر ساعت میں مجھ پر احسان کیا کہ مشارٌ الیہ کے آفتاب سعادت سے مجھے برکت ملی اور اس کے احسان و بخشش کے میدان میں مجھے پناہ ملی"۔ [1]

حضرت مفتیٔ مالکیہ کے برادر محترم، مولانا علی بن حسین مالکی رحمۃ اللہ نے اپنے تاثرات یوں پیش فرمائے :۔

"کیوں نہ ہو حالانکہ وہ آج دائرۂ علوم کا مرکز ہے اور نجوم اسلام کے گھر میں ستارہ ہائے آسمان علوم کا مطلع ہے۔ مسلمانوں کا یاور اور راہ یابوں کا نگہبان۔ مجنوں کی تیغ بُراں سے گمراہ گردن، بے دینوں کی زبانیں کاٹنے والا۔ ایمان کے روشنی والے ستونوں کا بلند کرنے والا، حضرت مولیٰ احمد رضا خاں"۔ [2]

حرم شریف کے مدرس مولانا اسعد بن احمد دہان مکی رحمت اللہ علیہ نے اپنی تقریظ میں یوں لکھا ہے :۔

"میں اس عظمت والے رسالے (المعتمد المستند) پر مطلع ہوا جس کا مصنف نادرِ روزگار، خلاصۂ لیل و نہار ہے وہ علامہ جس کے سبب پچھلے اگلوں پر فخر کرتے ہیں اور جلیل فہم والا جس نے اپنے روشن بیان سے سحبان فصیح البیان کو باقل بے زبان کر چھوڑا۔ میرا سردار اور میری سند

---

[1] حسام الحرمین : ص ۱۴۵ [2] ایضاً : ص ۱۴۹

حضرت احمد رضا خاں بریلوی ؒ [1]

موصوف کے بھائی، مولانا شیخ عبدالرحمٰن بن احمد دہان رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کا تذکرہ یوں کیا ہے :-

"بالخصوص اس کی مدد کرنے کا حق ہے جو علماء کا معتمد اور رسوخ والے فاضلوں کا خلاصہ، علامۂ زماں، یکتائے روزگار، جس کے لیے علمائے مکّہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سردار ہے، بے نظیر ہے، امام ہے، میرے سردار اور میری جائے پناہ حضرت احمد رضا خاں بریلوی - اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو اس کی زندگی سے بہرہ مند کرے" [2]

مفتی حنابلہ مولانا شیخ عبداللہ بن حمید مکی رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات بھی ملاحظہ ہوں کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی زیارت نصیب ہونے کو کتنی بڑی سعادت شمار کیا ؟ فرماتے ہیں :-

" اس (اعلیٰ حضرت) کے دندان تبسم ریز کا بوسہ دینے وقت میں نے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی ایک ہزار دس حمدیں کیں اور اگر اس وقت مجھے وضو ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے لیے سجدۂ شکر میں گرتا کہ اس نے ہم پر اس عالم محقق مدقق سے احسان کیا - زمانے کی بقا تک اس کے علم کا درخت بڑھتا رہے " [3]

انہیں دیکھ کر خوشی سے ہوئی خندہ زن بہاریں
وہیں پھول مسکرائے وہ گزر گئے جہاں سے

یہ مکّہ معظمہ کے چند اکابر علماء کے بیانات تھے - اب دیارِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] حسام الحرمین : ص ۱۹۱ [2] ایضاً : ص ۱۹۵
[3] الدولۃ المکیہ : ص ۲۵

علیہ وآلہ وسلم) کی تبسم ریز اور مشک بار فضاؤں کا نظارا کیجئے۔ مفتی شافعیہ مولانا سید شریف احمد برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ ملاحظہ ہو:۔

"اے علامہ کمال ماہر، مشہور و مشتہر، صاحب تحقیق و تنقیح و تدقیق و تزئین، عالم اہل سنت والجماعت جناب حضرت احمد رضا خاں بریلوی اللہ تعالیٰ اس کی توفیق اور بلندی ہمیشہ رکھے۔ میں آپ کی کتاب المعتمد المستند کے خلاصہ پر واقف ہوا، تو میں نے اُسے مضبوط اور پرکھ کے اعلیٰ درجے پر پایا۔ اس کے سبب آپ نے مسلمانوں کی راہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دی" [1]

مدینہ منورہ کے مفتی احناف، مولانا تاج الدین الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے المعتمد المستند کے دلائل کو پوری طرح جانچا۔ تحذیر الناس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہ کتابوں کی کفریہ عبارات کو ہر ممکن پہلو سے دیکھا اور آخر کار آپ بھی شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فتوے کی تائید اور اعلیٰ حضرت کی توصیف میں یوں رطب اللسان ہوئے:۔

"میں مطلع ہوا اس پر جو عالم ماہر اور علامہ مشہور جناب مولیٰ فاضل حضرت احمد رضا خاں نے کہ علمائے ہند سے ہیں، اللہ عزوجل اس کے ثواب کو زیادہ کرے اور اس کا انجام خیر کرے، ان گروہوں کے رد میں لکھا جو دین سے نکل گئے اور وہ گمراہ فرقے جو زندیقوں، بے دینوں میں سے ہیں اور اس پر جو ان کے حق میں اپنی کتاب "المعتمد المستند" میں فتوے دیا تو میں نے اسے پایا کہ اس باب میں یکتا ہے اور اپنی خوابیت میں کھرا۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے نبی اور دین اور مسلمانوں کی طرف سے سب میں بہتر جزا عطا فرمائے اور اس کی عمر میں برکت دے، یہاں تک کہ اس کے سبب بدبخت گمراہوں کے سارے شبہات ہٹا دے" [2]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمت اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) کے

---

[1] حسام الحرمین: ص ۲۱۵
[2] ایضاً: ص ۱۸۷

خلیفۂ اجل اور نامور بزرگ، مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعتمد المستند" کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ' کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار یوں فرمایا :-

"میں اس شرف والے رسالے پر مطلع ہوا اور وہ خوش نما تحریر اور زیبا تقریر جو اس میں مندرج ہے دیکھی تو میں نے اُسے پایا کہ اسی سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں نہ کہ غیر سے اور وہی ہے جسے کان رغبت سے سنیں اور اس کی خوبی اور اس کا فیض ظاہر ہے ۔اس کے مؤلف علامہ عالم جلیل، دریائے زخار، پُر گو، بسیار فضل، کثیر الاحسان، دلیر دریائے بلند ہمت، ذہین دانش مند، بحرِ ناپید کنار، شرف و عزت و سبقت والے صاحب ذکاء، ستھرے، نہایت کرم والے، ہمارے مولیٰ، کثیر النعم، حاجی احمد رضا خاں کہ اللہ تعالیٰ اس کا ہر جگہ مددگار رہے اور ہر جگہ اس کے ساتھ لطف فرمائے ۔" [1]

حضرت حاجی صاحب موصوف کے دوسرے خلیفۂ اجل مولانا شیخ احمد مکی امدادی رحمت اللہ علیہ کے تاثرات یہ ہیں :-

"سن لو وہ پرہیزگار، فاضل ستھرا، کامل ہے، پچھلوں کا معتمد اور اگلوں کا قدم بقدم۔ فخر اکابر، مولانا مولوی احمد رضا خاں۔ اللہ تعالیٰ اس کے امثال کثیر کرے اور مسلمانوں کو اس کی درازی عمر سے نفع بخشے ۔" [2]

مسجد نبوی کے مدرس مولانا سید حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی نور اللہ مرقدہ' کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار یوں فرمایا :-

"جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس چھوٹے سے بندے پر

---

[1] حسام الحرمین : ص ۱۲۵ [2] ایضاً : ص ۱۲۹

یہ احسان فرمایا کہ میں ان کے آستانے سے شرف یاب ہُوا جو علامہ کامل ماہر فہامہ مشہور ہیں، حامیٔ ملّتِ محمدیہ طاہرہ اور اس صدی کے مجدّد میرے استاد اور میرے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں ..... تو اس وقت حضرت استاد حفظہ اللہ تعالےٰ کا رسالہ (الدولۃ المکیہ) جو کہ مکہ معظمہ میں لکھا تھا نکالا تو میں نے اُسے پایا کہ عجیب انتظام کا رسالہ ہے جو اپنے مصنّف کے لیے گواہی دے رہا ہے کہ وہی امام ہے" ؎۱

رئیس المصنفین، سرتاج العلماء، اسلام کے بطلِ جلیل اور دورِ حاضر کی یگانۂ روزگار و سرمایۂ افتخار ہستی، جواہر البحار، شواہد الحق اور حجۃ اللہ علی العٰلمین جیسی ایمان افروز باطل سوز کتابوں کے مصنّف، علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۵۰ھ ر ۱۹۳۱ء) نے الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھتے ہوئے فرمایا:

"میں نے اس (الدولۃ المکیہ) کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں بہت زیادہ نفع بخش اور مفید پایا۔ اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک امامِ کبیر اور علامۂ اجل کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ راضی رہے اس رسالے کے مصنّف سے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو بر لائے" ؎۲

امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (المتوفی ۱۵۰ھ) کے آستانۂ عالیہ کے اول مدرس مولانا محمد سعید بن مولانا عبد القادر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہما نے الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھتے ہوئے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنے تاثرات اور اکابر علماء ہند کے متعلق شرعی تقاضوں کے پیشِ نظر اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا حق ادا کرتے ہوئے حکمِ شرع کی وضاحت فرمائی:۔

"میں نے اس رسالے (الدولۃ المکیہ) پر پوری نگاہ ڈالی جو کہ فاضل

؎۱ الدولۃ المکیہ، ص ۵

؎۲ الدولۃ المکیہ، ص ۷۴

امام، فخر انام، ملتِ محمدیہ کی طرف سے اپنے عزم کی تیز تلوار کے ذریعے مدافعت کرنے والے نے تحریر فرمایا ہے اور جو سنتِ محمدیہ کو مضبوط دانتوں سے پکڑے ہوئے ہے۔ اہل علم و معرفت میں برگزیدہ ہے یعنی مولانا مولوی احمد رضا خاں۔ ان کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ دین کی نصرت پر قائم رکھے کہ سرکشوں کے شبہات کو اپنی دلیلوں سے مٹاتے رہیں۔ میں نے اس رسالے کو پایا کہ مضبوط دلائل اس میں جمع کیے گئے ہیں.... بے شک جو کچھ مولانا نے تحریر فرمایا ہے اسی پر عمل اور فتویٰ ہے.... بے شک ان کلمات اور اقوال میں جو بھی ان (اعلیٰ حضرت) کی مخالفت کرے وہ اہلِ کفر اور اہلِ طغیان میں سے ہے اور یہ بات دین کے اندر بوضاحت معلوم ہے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ مخالفین کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ جو ایسے کی تکفیر نہ کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں جب کہ دلائل کی وضاحت کے بعد ایسا کرے۔" [1]

حضرت مولانا موسیٰ علی شامی رحمۃ اللہ علیہ "الدولۃ المکیہ" پر تقریظ لکھتے ہوئے حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی جلالت اور شاندار کارناموں کے پیش نظر یوں زمزمہ خواں ہیں:-

"اس رسالے کا مصنف اماموں کا امام ہے۔ اس صدی کے دین کا مجدد جو یقین کے نور اور قلوب کے انوار کی روشنی سے آراستہ ہے یعنی شیخ احمد رضا خاں۔" [2]

یہ حرمین طیبین اور بعض دیگر بلاد و امصار کے چند برگزیدہ علمائے کرام و فضلائے اعلام کی مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے بارے میں واضح شہادتیں بطور نمونہ پیش کی ہیں۔ انصاف پسند حضرات کے لیے یہی

---

[1] الدولۃ المکیہ: ص ۱۸۷ [2] ایضاً: ص ۲۶۲

بھی کافی ہیں جب کہ معاندین وحاسدین کے لیے تو حسام الحرمین ، الدولۃ المکیہ ....
.... کفل الفقیہ ، الاجازات المتینہ اور فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین میں حقانیت کی جھنکار ، تائید و تصدیق کی گونج اور تعریف و توصیف اعلیٰ حضرت کی گھن گرج بھی ناکافی ہو کر رہ گئی ۔ کیونکہ ؎

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا !

علمائے حرمین طیبین نے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہِ عالی میں اس لیے خراجِ عقیدت پیش کیا کہ انہوں نے آسمانِ علم وعرفاں کے نیرِ تاباں کی ضیاء پاشیاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں ، مجددانہ سرگرمیوں پر مطلع ہوئے ۔ آپ کی بعض تصانیفِ عالیہ کے ذریعے علومِ دینیہ میں اعلیٰ حضرت کی وسعتِ نظر ملاحظہ ہو ، بالمشافہ علمی مذاکرات ہوئے تو انہیں صاف نظر آگیا کہ یہی امامِ زمانہ اور چودھویں صدی کا مجدد ہے ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء میں ان حضرات نے آپ کے رسالہ "فتاوٰی الحرمین برجفِ ندوۃ المین" پر تقاریظ لکھی تھیں ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں "المعتمد المستند" کی تائید میں تقریظیں لکھیں ۔
اسی موقع پر "الدولۃ المکیہ" کے انوار چمکے اور انہوں نے آپ کی محققانہ مہارت دیکھی کفل الفقیہ الفاہم کے اندر فقیہِ اعظم کی شانِ فقاہت کا نظارا کیا ۔ چنانچہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی خاطر ان حضرات نے آپ کی تائید وحمایت میں عدیم المثال قیام کیا اور گرم جوشی دکھائی ۔ معاندین و مبتدعین کے بعض سرگردہ بھی اس موقع پر بغرضِ حج گئے ہوئے تھے ۔ باری تعالیٰ شانہٗ کو یہی منظور تھا کہ برٹش گورنمنٹ کی شطرنج کے ان مہروں اور اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بدگویوں کی موجودگی میں ہی حق و باطل اور کھرے کھوٹے کا فیصلہ کیا جائے ۔ فیصلہ بھی حرمین شریفین کی مقدس زمین میں علمائے حرمین طیبین کے ہاتھوں ہو ۔ ہوا یہی کہ مبتدعین کے اکابر خائب وخاسر رہے ۔ ذلیل و خوار اور روسیاہ روپوش ہو کر بھاگ گئے لیکن دورِ حاضر کا یہ مجاہدِ اعظم ، اسلام و مسلمین کا عظیم خیرخواہ اور چودھویں صدی کا مجدد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اکابر سے امامت و مجددیت

کی سند لے کر اپنے گھر واپس آیا۔ والحمدللہ علیٰ ذالک ؎

نہ کیوں نازاں ہوں اختر اہلسنت اپنی قسمت پر
رضا لوٹے مدینے سے مجدد کی سند لے کر

(اختر الحامدی)

سابق مفتی احناف، مولانا شیخ صالح کمال مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) نے محافظ کتب حرم، مولانا سید اسمٰعیل بن سید خلیل مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء) کے نام اسی دوران میں جو مکتوب گرامی لکھا تھا، وہ بھی معلومات افزا ہے۔ لہٰذا موقع و محل کی مناسبت سے اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے:-

بزرگی، اخلاق اور اوصاف جمیلہ والے، حضرت اسمٰعیل آفندی

حافظ الکتب!

ہمارے پاس ایک ہندی شخص آیا جس کو خلیل احمد کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ بعض علمائے ہند بھی تھے جو مکہ مکرمہ میں مجاور ہیں۔ وہ مجھے اپنی طرف راغب کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے خبر پہنچی تھی کہ میں اس سے ناخوش ہوں۔ کہنے لگا کہ اے میرے سردار! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ مجھ پر ناراض ہیں۔ اس کی آمد کا باعث یہ تھا کہ "براہین قاطعہ" میں اس سے جو کچھ واقع ہوا تھا، میں نے حضرت امیر حفظہ اللہ سے اس کا تذکرہ کر دیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا، کیا تو خلیل احمد انبٹھوی ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا، تو میں نے کہا، تجھ پر حیف ہے کہ براہین قاطعہ میں ایسی گندی باتیں کہی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کذب کو جائز رکھتا ہے۔ اس کے باوجود چاہتا ہے کہ میں تجھ سے ناراض نہ رہوں۔ میں تیرے متعلق لکھ چکا ہوں کہ تو زندیق ہے۔ اب عذر اور انکار کیا جب کہ "براہین قاطعہ" تیری جانب سے شائع ہو چکی ہے۔

کہنے لگا، اے میرے سردار! بے شک وہ کتاب میری ہے لیکن اس میں امکان کذب کا مسئلہ تو نہیں ہے اور اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں اس سے توبہ کرتا ہوں اور اس میں جو کچھ مخالف مذہب اہلسنت کے ہو اس سے رجوع کرتا ہوں۔ میں نے کہا۔

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

بعدہٗ میں نے کہا کہ "براہین قاطعہ" میرے پاس ہے اور جس کا تو انکار کرتا تھا وہ عبارتیں ابھی نکال کر دکھاتا ہوں کہ اللہ جل شانہٗ پر کیسی جرأت کی ہے۔ یہ سن کر وہ معذرت اور خوشامد کرنے لگا اور بولا کہ یہ مجھ پر افتراء ہے کہ میں نے براہین قاطعہ میں ایسا لکھا ہے۔ حالانکہ میں تو ایک سُنّی مسلمان ہوں۔ میں نے اس میں نہ یہ بات لکھی ہے اور نہ ایسی کوئی اور جو مذہب اہلسنت کے خلاف ہو۔ مجھے سخت تعجب ہُوا کہ جو بات اس کے ہندی زبان میں چھپے ہوئے رسالہ "براہین قاطعہ" میں موجود ہے۔ اس سے کس طرح انکار کر رہا ہے۔ چنانچہ مجھ پر واضح ہوگیا کہ وہ تقیہ کی آڑ میں باتیں کر رہا ہے گویا وہ روافض کی طرح ہے جو تقیہ کو واجب جانتے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ "براہین قاطعہ" نکالوں اور ہندی زبان سمجھنے والا کوئی شخص بلاؤں۔ اس طرح اس سے عبارات "براہین قاطعہ" کا اقرار کراؤں اور توبہ لوں۔ لیکن وہ ہمارے پاس آنے کے اگلے روز جدّہ کی طرف بھاگ گیا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس واقعے سے آپ کو خبردار کرنا منظور تھا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو سلامت رکھے۔

محمد صالح کمال

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ[1]

حضرت علامہ شیخ صالح کمال مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب گرامی سے انصاف پسند حضرات کو صورتِ حالات آئینہ کی طرح روشن نظر آجاتی ہے۔ اس کے باوجود انصاف دشمن علماء نے بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی خاطر یوں مہم چلا رکھی ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے علمائے حرمین کو دھوکا دیا تھا اور اپنے مخالفین کی کتابوں سے بعض عبارات ان کے سیاق و سباق سے کاٹ کر نکالیں، من مانے مفہوم و مطالب کے قالب میں ڈھال کر انہیں عربی کا لباس پہنایا اور حرمین شریفین کے علمائے کرام کی خدمت

---

[1] ردِّ شہابِ ثاقب، مطبوعہ کراچی: ص ۱۴۹ تا ۱۵۲

میں پیش کر دیا۔ انہوں نے صحیح العقیدہ اور ذمہ دار عالم دین سمجھ کر خان صاحب کی تصدیق وتائید کر دی لیکن انصاف کی دنیا میں ان حضرات کے ایسے جملہ بیانات حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہیں۔ معاندین کے ایسے الزامات محض اپنے اکابر کی غلطیاں پالنے، عام مسلمانوں کو صورتِ حال سے بے خبر رکھ کر زمرۂ اہلسنت وجماعت سے نکالنے اور انہیں گمراہی کے گہرے گڑھے میں ڈالنے کی خاطر ہیں بھلا تکفیر جیسے معاملے میں اتنے علمائے حرمین شریفین محض ایک عالم دین کے کہنے پر، خود تحقیق وتفتیش کے بغیر تصدیق وتائید کر سکتے تھے؟ کیا وہ جملہ علمائے کرام منصب افتا کی عظیم ذمہ داری اور تکفیر جیسے نازک ترین مرحلے پر شرعی احتیاط و مراعات اور تحقیق وتفحص کے طریقہ کو نظر انداز کر گئے تھے۔ بھلا وہ ایسا کیوں کرتے؟ آخر انہیں خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا سے عاری کیوں ٹھہرایا جا رہا ہے؟ حالانکہ وہ عالم اسلام کے مرجع اور دینِ مصطفوی کے علم بردار وامین تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ کتنے ہی اکابر علمائے حرمین شریفین تو فاضلِ بریلوی سے اُن کی تصانیف کی بدولت پہلے ہی متعارف تھے نیز اس واقعہ سے چھ سال پہلے انہوں نے ندویوں کے خلاف اعلیٰحضرت کے رسالہ "فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین" پر آپ کی تائید میں تقاریظ لکھی تھیں، لہذا بے خبری اور ناواقفیت کیسی؟ علاوہ بریں کفریہ عبارتیں لکھنے والوں میں سے خلیل احمد انبیٹھوی مصنف "براہین قاطعہ" کا ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء اور مولوی اشرف علی تھانوی مصنف "حفظ الایمان" کا ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں انتقال ہوا تھا۔ اگر دھوکا دہی کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ہوتا تو کیا انبیٹھوی صاحب تئیس ۲۳ سال میں اور تھانوی صاحب پورے اڑتالیس سالہ طویل دور میں صحیح صورتِ حال کی علمائے حرمین طیبین کے سامنے وضاحت نہیں کر سکتے تھے؟ جب مذکورہ دونوں حضرات اور ان کے سارے متبعین ومعتقدین کسی ایک مکی یا مدنی عالم سے ایسا بیان جاری نہ کروا سکے، تحریر نہ لے سکے کہ مجھے دھوکا دیا گیا تھا تو اس ساری پروپیگنڈا لائن کی وقعت محض ایک دھاندلی سے زیادہ اور کیا ہے؟ جبکہ صورتِ حال اس سے قطعاً مختلف نہیں ہے جس پر کہ حکم شرعی جاری کیا گیا۔ نیز جن عبارتوں پر گرفت کی گئی تھی ان میں تاویل وتوجیہ کا کوئی اسلامی پہلو

بھی ان عبارتوں کے مصنفین سے تقریر و تحریر کے کسی میدان میں دکھایا جا سکا اور نہ ان کے متبعین اور انہیں مسلمان گردانتے والے ہی آج تک کسی اسلامی پہلو کا ثبوت دے سکے ہیں جس پر عبارت کو محمول کر کے اس کے مصنف کو مسلمان سمجھا جا سکے۔ اس کے باوجود یارانِ تیز گام کی چوری اور سینہ زوری یقیناً ایک ایسی جسارت ہے جس کا جواب نہیں۔ کیونکہ سے

خار کو گل اور گل کو خار جو چاہے کرے
تو نے جو چاہا کیا ، اے یار جو چاہے کرے

فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ کی ساری عمر خدمتِ دین اور خیر خواہی مسلمین کے لیے وقف رہی ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک متواتر چون سال قلمی جہاد کرتے رہے جہاں اور جس فتنے نے سر اٹھایا۔ آپ اس کے رد پر سینہ سپر جا ہوئے۔ میدانِ قلم میں وہ جولانی دکھائی کہ متقدمینِ زمانہ کے اکابر و عمائد بھی علم و فضل کے بلند بانگ دعاوی کے باوجود آپ کے سامنے آنے سے تھرّاتے رہے۔ کوئی مخالف آپ کی کسی تصنیف کا آج تک جواب نہیں لکھ سکا، بلکہ کسی ایک حوالے تک کو غلط ثابت نہیں کر سکا۔ قلم کی یہ سلامت روی یقیناً کرامت ہے جو خاص بزرگانِ دین ہی کا حصہ ہے۔ رہا جھوٹے الزامات کے پہیے لگا کر اپنی اپنی گاڑیاں چلانے کا معاملہ۔ تو یہ اپنے اپنے ظرف اور ضمیر کی بات ہے، شاید یہ کسی کے نزدیک خدمتِ دین یا منزلِ تقویٰ و طہارت یا ذریعۂ نجات ہو۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا شمار ایک ہزار کے لگ بھگ ہے۔ آپ کا شمار امتِ محمدیہ کے ان چند بزرگوں میں ہوتا ہے جو کثرتِ تصانیف کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ آپ نے تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، اسماء الرجال فقہ، اصولِ فقہ، کلام اور تصوف کی ڈیڑھ سو ضخیم کتابوں پر حواشی لکھے تھے، حالانکہ اتنی کتابوں پر آج تک کوئی پوری جماعت بھی حواشی نہیں لکھ سکی ہے۔ اہلسنت کی بے حسی کا اندازہ بھلا کون کر سکتا ہے کہ اس نابغۂ روزگار حواشی کو شائع کروانے کا آج تک کوئی اہتمام کیا ہی نہیں ہے۔ علاوہ بریں آپ کی کتنی ہی تصانیف تا حال زیورِ طبع سے محروم رہ کر کیڑوں کی خوراک بنتی جا رہی ہیں۔ اعلیٰحضرت نے فقہ کی مشہور و معروف کتاب "ردالمحتار"

پر پانچ ضخیم جلدوں میں "جد الممتار" کے نام سے شرح لکھی۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں ہیں اگر اسے فتاویٰ رشیدیہ اور امداد الفتاویٰ کے سائز پر چھپوایا جائے تو صفحات کی گنتی پچیس ۲۵ ہزار سے بھی تجاوز کر جائے گی ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ٥

مقام ابو طالب نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے شفیق چچا یعنی ابو طالب کے متعلق ایسا کون سا مسلمان ہو گا جس کے دل میں یہ آرزو کروٹیں نہ لیتی ہو کہ کاش! وہ ایمان لے آتے۔ اگرچہ کتنے ہی حضرات نے اپنے اسی جذبۂ عقیدت کو انتہائی کمزور دلائل کے سہارے پروان چڑھانے کی کوشش کی ہے لیکن تسلی بخش کوئی ایک دلیل بھی ایسی کسی کو دستیاب نہیں ہو سکی جس کے سہارے ابو طالب کو مومن کہا جا سکے۔

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور اپنے رسالہ مبارکہ شرح المطالب فی مبحث ابی طالب میں تین آیات پندرہ احادیث اور اسی صحابہ کرام، تابعین عظام وعلمائے اعلام کے ڈیڑھ سو اقوال سے ثابت کیا کہ ابو طالب آخری دم تک ایمان نہیں لائے تھے۔ اس سلسلے میں فریق ثانی کے مزعومہ دلائل کا ناقابل اعتبار ہونا ثابت فرمایا ہے۔ یہ اس مجموعے کا چوتھا رسالہ ہے۔

شرح المطالب کی تحقیقات جلیلہ کا مطالعہ کرنے سے اہل علم پر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ابو طالب کو مومن بتانے والوں کے پلے ایسی ایک بھی دلیل نہیں ہے جس سے ان کا ایمان ثابت کیا جا سکے۔ اس موضوع پر قاضی مکہ مکرمہ اور مفتی شافعیہ یعنی شیخ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) کا رسالہ اسنی المطالب قابل ذکر ہے جنہوں نے ابو طالب کی نجات ثابت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس رسالے کو اگر شرح المطالب کے بالمقابل رکھیں۔ دونوں کے دلائل کا موازنہ کریں تو صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ایمان ابو طالب پر دلالت کرنے والی کوئی حجت بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ والعلم عند اللہ۔

اجابتِ اجیرہ: مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے

سوادِ اعظم اہلسنت وجماعت سے بغاوت کرنے والے دیوبندی ٹولے پر اتمامِ حجت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ سینکڑوں کتابوں کے ذریعے انہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن اکابر دیوبند نے اپنی روش سے سرِ مو ہٹنا منظور نہ کیا۔ احسان فراموشی اور ستم ظریفی کی حد کرتے ہوئے علمائے دیوبند نے فہمائش کرنے والے بزرگوں پر سب و شتم کرنا اور قسم قسم کے الزامات کی بارش برسانا ہی اپنے ساختہ دین کا رُکنِ اوّل قرار دے لیا تھا! اکابر اہلِ سنت کے نام سے کتابیں تک گھڑیں۔ ان کے مطالب، صفحے بلکہ عبارتیں تک گھڑ لیں۔ ستم ظریفی کی انتہا کرتے ہوئے فرضی وخیالی عبارتوں سے علمائے اہلسنت پر حجت قائم کرنے لگ جاتے جب بیہودہ دروغ گوئی کی حد تک اس طائفہ نے کام کرنے شروع کر دیے تو علمائے دیوبند کے راہِ راست کی جانب آنے کی اُمیدوں پر پانی پھرتا ہُوا نظر آنے لگا۔ مدرسۂ دیوبند کے چند مولوی جن کے معتقدین کی تعداد دو چار ہزار سے زیادہ نہ تھی، ان کا پورے ملک کے اہلسنت وجماعت کے خلاف صف آرا ہو جانا برٹش گورنمنٹ کی پُشت پناہی کے سبب تھا جس کے ہاتھوں یہ حضرات عاقبت کو فروخت کر کے چوں قلم در دستِ کاتب بنے ہوئے تھے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں کے حکیم الامت کہلانے والے مولوی اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) پر جس طرح حجت تمام کی اور تھانوی صاحب جس طرح بھیگی بلی بن کر تھانہ بھون میں دبکے پڑے رہے۔ اس مختصر رسالے میں اسی حقیقت کی جانب اشارات مذکور ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کے مجددانہ کارناموں کو دیکھ کر بے ساختہ ہر مسلمان یہ کہہ اٹھتا ہے:- ؎

دُودھ کا دُودھ، پانی کا پانی کیا
کس نے تیرے سوا شاہ احمد رضا

اختتام

مجدد مأۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ جب سابقہ مجددین اور اکابرِ ملت کی طرح اپنا فریضہ ادا کر چکے تو ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو اس جہانِ فانی سے جنت الفردوس کی جانب روانہ ہوئے اور

اپنے مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ وفات سے تقریباً پانچ ماہ پیشتر رمضان المبارک کے مہینے ہی کوہ بھوالی پر قادرِ قدرت نے تاریخ وصال کی خاطر آپ کی زبانِ مبارک پر یہ آیۂ کریمہ جاری فرمائی وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ
آپ نے ایک ہزار کے لگ بھگ چھوٹی بڑی تصانیف اور بے شمار علمی فرزند اپنی یادگار چھوڑے جن سے علمی دنیا منور ہوتی رہے گی اور قیامت تک مسلمان آپ کے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ

برادرِ محترم مولانا انوارالاسلام صاحب قادری رضوی مدظلہٗ قابلِ تحسین و آفرین ہیں جو اعلےٰحضرت، عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے نادر و نایاب رسائل کے مجموعے شایانِ شان طریقے سے شائع کروا رہے ہیں۔ پانچ رسائل کا یہ خوشنما اور انمول مجموعہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق خاطر کا منہ بولتا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت علامہ حافظ محمد احسان الحق صاحب قادری رضوی مدظلہٗ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے "الاجازات المتینہ" کا ترجمہ کیا اور جابجا حواشی لکھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس محنت کی کامل جزا مرحمت فرمائے۔ نیز اس ننگِ خلقت و سراپا معصیت کو عافیتِ دارین و حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازے۔ آمین

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم ۰ وصلی اللہ تعالٰی علیٰ حبیبہٖ سیدنا و مولینا محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

خاکپائے علماء
عبدالحکیم خاں مجددی مظہری
المعروف بہ
اختر شاہجہان پوری
دارالمصنفین لاہور

۱۹ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ
۲۳ دسمبر ۱۹۷۵ء

المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ

—— از افادات ——

مجدد مأتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیحضرت جناب محمد احمد رضا خاں قدس سرہٗ

مکتبہ حامدیہ —— گنج بخش روڈ —— لاہور

فہرست



مسئلہ مرسلہ مولوی حاکم علی صاحب بی۔ اے حنفی نقشبندی مجددی
پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں کافروں اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ تولّی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردستی تولّی کے معنی معاملت اور ترک موالات کو ترک معاملت "نان کوآپریشن" قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کے ساتھ کی جارہی ہے مذکور نے ۱۰/ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق پر کردیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جاوے تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہوسکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتویٰ دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو لہٰذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلادی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہوگیا علامہ مذکور کا یہ فتویٰ غلط ہے یونیورسٹی کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے

نقلِ خط مولوی صاحب آقائے نامدار مؤیدِ ملتِ طاہرہ مولینا و بالفضل اولینا جناب شاہ احمد رضا خان صاحب دام ظلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پشت ہذا پر کا فتویٰ مطالعہ گرامی کے لیے ارسال کرکے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرماکر احقر نیازمند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہوسکے یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیویں انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۲۱۔ اکتوبر ۲۰ء منعقد ہوتا ہے اس میں یہ پیش کرنا ہے کہ دیوبندیوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کرلی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑا اٹکانے کی ٹھان لی ہے للہ عالم حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عند اللہ ماجور ہوویں۔ نیازمند دعاگو حاکم علی بی اے موتی بازار لاہور۔ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۲۰ء

معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جس کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے جو کہ معاملت کے معنی ہیں مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہے ہیں۔ مولوی محمود الحسن صاحب، مولوی عبدالحی صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتوے اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں لہٰذا میں فتوے دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوے کی تصحیح اُن اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاھرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی علاقہ روھیلکھنڈ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی و شمالی۔

الجواب: موالات و مجرد معاملت میں زمین آسمان کا فرق ہے دنیوی معاملت جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ و امثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں۔ ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے؛

لھم مالنا وعلیھم ما علینا۔ اُن کے لیے ہے جو ہمارے لیے اور اُن پر ہے جو ہم پر۔

(یعنی دنیاوی منافع میں ہماری طرح اُن کو بھی حصہ دیا جائے گا اور دنیوی مواخذہ اُن پر بھی وہی ہو گا جو ایک مسلمان پر کیا جائے گا)

اور غیر ذمی سے بھی خرید و فروخت اجارہ استیجار، ہبہ و استیہاب بشروطہا جائز خریدنا مطلقاً ہر مال کا کہ مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانت حرب یا اہانتِ

جواب خط مولوی صاحب مکرم کرم فرما جناب مولوی حاکم علی صاحب بی اے سلمہ بعد اہدائے ہدیہ مسنونہ ملتمس کل گیارہ بجے آپ کا فتویٰ آیا اس وقت سے شب کے بارہ بجے تک اہم ضروریات کے سبب ایک حرف لکھنے کی فرصت نہ ہوئی۔ آج صبح بعد وظائف یہ جواب املا فرمایا امید کہ مجموعہ فتاویٰ کی نقل کے بعد آج ہی کی ڈاک سے مرسل ہو اور مولیٰ تعالیٰ قادر ہے کہ کل ہی آپ کو پہنچ جائے مامول کہ وقت پر موصول ہونے سے مطلع فرمائیں والسلام فقیر مصطفیٰ رضا قادری نوری عفی عنہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

اسلام نہ ہو۔ اُسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلافِ شرع نہ ہو اُس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اُس کا استعلا نہ ہو ایسے ہی امور میں اُجرت پر اُس سے کام لینا یا اُس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اُسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسمِ کفر کا اعزاز نہ ہو اُس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتیٰ کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہٖ حلال ہے وُہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا .... مگر وُہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال یوہیں ایک حد تک معاہدہ و مُوادعت کرنا بھی اور جو جائز عہد کر لیا اُس کی وفا فرض ہے اور غدر حرام الی غیر ذالک من الاحکام۔ درمختار میں ہے:

والمرتدة تحبس ابدا ولا تجالس ولا تؤاكل حتى تسلم ولا تقتل اھ قلت وهو العلة فانها تبقى ولا تفنى وقد شملت المرتد فی اعصارنا و امصارنا لامتناع القتل۔

مرتد عورت دائم الحبس کی جائے گی اور نہ اُس کے پاس کوئی بیٹھے نہ اُس کے ساتھ کوئی کھائے یہاں تک کہ وُہ اسلام لائے اور قتل نہ کی جائے گی میں کہتا ہوں یہی ان احکام کا سبب ہے کہ وُہ باقی چھوڑ دی جاتی ہے اور فنا نہیں کی جاتی اور اب اس ملک میں یہ سب مرتد کو بھی شامل ہو گیا کہ قتل نہیں کیا جا سکتا۔

محیط میں ہے:

اذا اخرج للتجارة الى ارض العدو بامان فان كان امرا لا يخاف عليه منه وكانوا قوما يوفون بالعهد يعرفون بذالك وله فى ذالك منفعة فلا بأس۔

جب دشمن کے شہر کو اماں لے کر تجارت کیلئے جائے اگر معاملہ ایسا ہو کہ اس پر اُس سے اندیشہ نہیں اور وہ کافر عہد پورا کرنے میں مشہور ہوں اور اُسے وہاں جانے میں نفع ہو تو حرج نہیں۔

ہندیہ میں ہے:

واذا اراد المسلم ان يدخل

جب مسلمان دارالحرب میں اماں لے کر

دار الحرب بامان للتجارة لم يمنع ذلك منه وكذلك اذا اراد حمل الامتعة اليهم في البحر في السفينة۔

جانا چاہے تو اس سے منع نہ کیا جائے گا اور یونہی جب کچھ اسباب دریائی سفر میں اُن کی طرف کشتی میں لے جائے۔

اُسی میں ہے؛

قال محمد لا باس بان يحمل المسلم الى اهل الحرب ما شاء الا الكراع والسلاح فان كان خزا من ابريسم او ثيابا رقاقا من القز فلا باس بادخالها اليهم ولا باس بادخال الصفر والشبه اليهم لان هذا لا يستعمل للسلاح۔

امام محمد نے فرمایا مسلمان جو مال تجارت چاہے حربیوں کی طرف لے جا سکتا ہے مگر گھوڑے اور ہتھیار تو اگر ریشمی دوپٹے یا دیبا کے پتلے کپڑے ہوں تو انھیں اُن کی طرف لے جانے میں حرج نہیں اور تانبا اور جست اُن کی طرف لے جانے میں مضائقہ نہیں کہ ان سے ہتھیار نہیں بنتے۔

اُسی میں ہے؛

لا يمنع من ادخال البغال والحمير والثور والبعير۔

خچر اور گدھے اور بیل اور اونٹ دار الحرب میں لے جانا مضائقہ نہیں رکھتا۔

فتاوٰی امام طاہر بخاری میں ہے؛

مسلم آجر نفسه من مجوسي لا باس به۔

مسلمان کسی مجوسی کے یہاں مزدوری کرے تو حرج نہیں۔

ہدایہ میں ہے؛

من ارسل اجيرا له مجوسيا او خادما فاشترى لحما فقال اشتريته من يهودي او نصراني

جس نے اپنا نوکر یا غلام مجوسی بازار کو بھیجا اُس نے گوشت خریدا اور کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے

او مسلم وسعہ اکلہ۔

خریدا ہے اُسے اُس کے کھانے کی گنجائش ہے (معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے)

درمختار میں ہے:

الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم۔

بادشاہِ اسلام اگر کسی کافر کو قاضی بنائے کہ ذمی کافروں کے مقدمے فیصل کرے تو جائز ہے اسے زیلعی نے باب تحکیم میں ذکر کیا۔

محیط میں ہے:

قال محمد ما یبعثہ ملک العدو من الھدیۃ الی امیر جیش المسلمین او الی الامام الاکبر وھو مع الجیش فانہ لا باس بقبولھا ویصیر فیئا للمسلمین وکذلک اذا اھدی ملکھم الی قائد من قواد المسلمین لہ منعۃ ولو کان اھدی الی واحد من کبار المسلمین لیس لہ منعۃ یختص ھو بھا۔

امام محمد نے فرمایا دشمنوں کا بادشاہ جو ہدیہ مسلمانوں کے سپہ سالار یا خلیفہ حاضر لشکر کو بھیجے اُس کے قبول میں حرج نہیں تو وہ سب مسلمانوں کے لیے ملک مشترک ہو جائے گا یونہی جب ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی فوجی سردار کو ہدیہ بھیجے جس کے پاس فوج ہو اور اگر کسی اسلامی سردار کو بھیجا جس کے پاس اس وقت فوج نہیں تو ہدیہ خاص اُسی سردار کی ملک ہوگا۔

اُسی میں ہے:

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملک العدو ھدیۃ فلا باس بہ وکذلک لو ان امیر الثغور اھدی الی ملک العدو ھدیۃ واھدی

اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دار الحرب میں داخل ہو اور سردار لشکر کچھ ہدیہ دشمنوں کے بادشاہ کو بھیجے اُس میں حرج نہیں اور یونہی اگر سرحدوں کا سردار دشمنوں کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ بھیجے اور دشمنوں کا

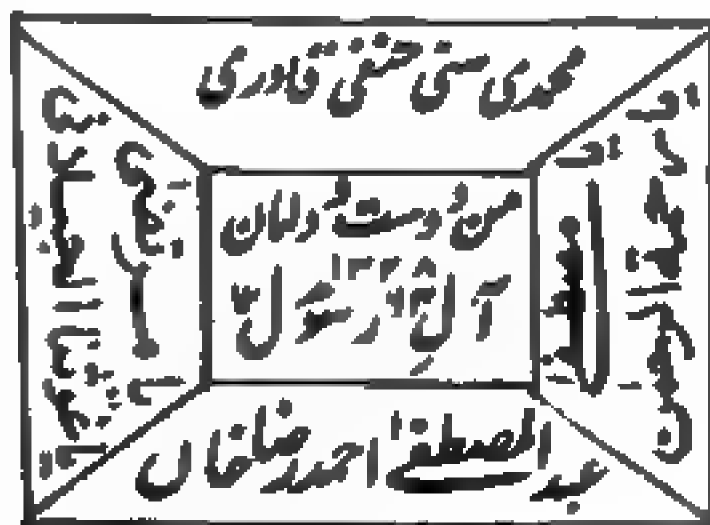
ملك العدو اليه هدية ۔ | بادشاہ اُسے ہدیہ بھیجے ۔

وقال اللہ تعالیٰ: والمحصنٰت من المومنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن وتمام تحقیقه فی فتاوینا وقال تعالیٰ وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وقال تعالیٰ الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین o وقال تعالیٰ واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا o وعنه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما او حرم حلالا وقال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لا تغدروا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور حلال ہیں تمہارے لیے پارسا عورتیں ایمان والیوں میں سے اور اُن میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی جب تم اُن کے مہر دو اور اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف میل کرو۔ سب کافروں کو قتل کرو مگر وہ مشرک جن سے تمہارا معاہدہ ہو لیا پھر اُنھوں نے تمہارے حق میں کوئی تقصیر نہ کی اور تم پر کسی کو مدد نہ دی تو اُن کا عہد ٹھہری ہوئی مدت تک پورا کر دو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے عہد پورا کرو بے شک عہد پوچھا جائے گا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے مسلمانوں میں صلح جائز ہے مگر وہ صلح جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بدعہدی نہ کرو۔

دوا لحاق و اخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اُس کی طرف منجر تو اُس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہوگا مگر یہ عدم جواز اس شرط یا لازم کے سبب سے ہوگا۔ نہ بربنائے تحریم مطلق معاملت جس کے لیے شرع میں اصلا اصل نہیں اور خود ان مانعین کی طرز عمل اُن کے کذب دعویٰ پر شاہد ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں۔ فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال لینا ہے اور اُن کے استعمال میں دینا عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہو اور لینا حرام اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی ملک میں

ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں سبحٰن اللہ امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے۔ وہ بھی یہیں کا ہے۔ تو حاصل وہی ٹھہرا کہ معاملت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع اس اُلٹی عقل کا کیا علاج مگر اس قوم سے کیا شکایت جس نے نہ صرف شریعت بلکہ نفس اسلام کو پلٹ دیا مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد فرض کیا خوشنودی ہنود کے لیے شعار اسلام بند اور شعار کفر کا ماتھوں پر علم بلند مشرکین کی جے پکارنا اُن کی حمد کے نعرے مارنا اُنھیں اپنی اُس حاجت دینی میں جسے نہ صرف فرض بلکہ مدار ایمان ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ اس میں شریک نہ ہونے والوں پر حکم کفر لگاتے ہیں اپنا امام و ہادی بنانا مساجد میں مشرک کو لیجاکر مسلمانوں سے اونچا کر کے واعظ مسلمین ٹھہرانا مشرک کی ٹکٹی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا مساجد کو اُس کا ماتم گاہ بنانا اُس کے لیے دُعائے مغفرت و نماز جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ بہ افعال موجب کفر و مورث ضلال یہاں تک کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلو تو اپنے خدا کو راضی کرلوگے صاف لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو و مسلم کا امتیاز اُٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا صاف لکھ دیا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عزت پرستی پر نثار کردی یہ ہے موالات یہ ہے حرام یہ ہیں کفریات یہ ہیں ضلال تام فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ولاحول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القہار واللہ تعالیٰ اعلم فقیر احمد رضا عفی عنہ



جوابؔ امام اہلسنت بمین حق ہے کلام الامام امام الکلام دیوبندیوں سے منع استصواب حق و صواب

لہ بحمد اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کی دین پرستی کہ اُنھوں نے اس نصیحت کو قبول کیا اور رفقائے اصلی جمعیت علمائے ہند صفوہ ۹۰۵ پر یہ مضمون چھاپ دیا "الحمد والمنۃ کہ کم نومبر ۲۰ء عالیجناب مرید ملت طاہرہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

مگر تھانوی صاحب اشتنا عجب العجاب یہ سروسرغنۂ دیوبندیہ ہیں۔ افعی راکشتن وبچہ اش را نگاہ داشتن کا حال معلوم نہ کر بچگان کشتن وافعی گزاشتن واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری نوری مہتمم دارالافتائے اہلسنت وجماعت بریلی ۱۴ ؍صفر ۳۹ھ۔

من الحق ایھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم

وعدوکم اولیاء تلقون لاتتخذوا عدوی

یاایھا الذین امنوا

المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ از لاہور بڑی بساط لکڑ ہارا اکبری منڈی مسئولہ چودھری عزیز الرحمن صاحب بی۔اے سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول۔ لائل پور ۱۲۔ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

جناب حضرت قبلہ وکعبہ مجدد دوراں حضرت احمد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد حمد وصلاۃ واضح رائے عالی ہوکر حضور کا فتویٰ جو مسٹر حاکم علی صاحب بی اے پروفیسر ریاضی اسلامیہ کالج لاہور کے خط کے جواب میں حضور نے ارسال فرمایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اعلیحضرت مولٰنا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کا فتویٰ موصول ہوا اس سے مجھے ٹھیک پتا لگا کہ مولوی اشرف علی صاحب تو سروسرغنۂ دیوبندیہ ہیں یا اللہ میری توبہ مجھ سے یہ غلطی میرے ایک دوست نے کرادی استغفر اللہ تعالیٰ ربی من کل ذنب ۱۲۔

پڑھ کر خاکسار کو بڑی حیرت ہُوئی کیونکہ خاکسار آں حضور کو جیسا کہ لاکھوں کروڑوں پنجاب و ہندوستان کے سنت وجماعت مجددِ وقت مانتے ہیں اس زمانے کا مجدد مانتا ہے اور جب سے ہوش سنبھالا اسی عقیدے پر بفضلِ خدا رہا ہے جس پر آپ اور دیگر بزرگانِ قوم و علمائے کرام ہیں یا ہوتے آئے ہیں۔ لیکن اس فتوے کو دیکھ کر میرے دل میں بڑا اضطراب پیدا ہُوا ہے اور میں نے یہ جرأت کی ہے کہ جناب سے مفصل طور پر دریافت کروں کہ ایسے زمانہ میں جبکہ مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اندرونی و بیرونی دشمن اسلام کو تباہ کرنے پر تُلے ہُوئے ہیں اور مسلمانوں کے مقاماتِ مقدسہ کفار کی مدد سے باغیوں (شریفِ مکہ) نے چھین لیے ہیں اور کفار جزیرۃ العرب (جدہ عدن وغیرہ) میں اپنا قدم جمائے بیٹھے ہیں اور خلافت ریزہ ریزہ کی گئی ہے اور ایک بڑی سلطنت کا وزیرِ اعظم اپنی تقریر میں صاف کھلے لفظوں میں برملا کہتا ہے کہ یہ لڑائی جو عراق عرب میں مسلمانوں سے ہُوئی مذہبی لڑائی تھی اور اب ہم نے بیت المقدس اُن کی گندگی سے پاک کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ غرضکہ ایسے وقت جبکہ اعداء اللہ نے اسلام کی عزت اور شوکت کی بیخ کنی میں کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا عراق فلسطین اور شام جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خون کی ندیاں بہا کر فتح کیا تھا پھر کفار کی حریفانہ حوصلہ مندیوں کی جولانگاہ بن گئے ہیں خلیفۃ المسلمین دشمنوں کے نرغے میں پھنس کر بے دست و پا ہو چکا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے اپنے گھروں (تھریس سمرنا وغیرہ) اور زرخیز علاقوں سے زبردستی نکالے جا رہے ہیں اور مسجدوں پر زبردستی قبضہ کر لیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے علماء قرآنی احکام ڈرتے ڈرتے بتاتے ہیں جہاد کا تو نام ہی مُنہ پر آنا بس قیامت ہے کیا ایسے وقت میں اسلامی حمیت وغیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آئے جس سے انگریز افسر خوش ہو جائیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں مسٹر حاکم علی نے ایک پالیسی سے انگریز پرنسپل اور دُوسرے انگریز افسروں اور غدار مسلمانوں کو خوش کرنے کے واسطے حضور سے ایک عجیب طرز میں فتویٰ پُوچھا اور حضور نے اُس کے مضمون کے مطابق صحیح صحیح فیصلہ جواب میں بھیج دیا یہ بالکل درست کہ موالات و مجرد معاملات میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن دین کا نقصان کر کے دنیوی معاملت کہاں جائز ہے حضور نے بہت سی شرائط سے مشروط کر کے گول مول

جواب عنایت فرمایا ہے لیکن اس وقت ضرورت ہے ایسے فتوے کی جو صاف صاف لفظوں
میں حالاتِ حاضرہ پر نظر کرکے بغیر کسی شرائط کے لکھا جائے تاکہ ہر ایک عالم و جاہل جو آپ کا
پیرو ہے فوراً پڑھ کر جان لے کہ اُس کے واسطے اب ایسا کرنا ضروری ہے حالاتِ حاضرہ حضور
پر بخوبی روشن ہیں اور کچھ تھوڑے سے میں نے اوپر بیان کیے ہیں کیا مسلمانوں کا بھرتی ہوکر فوج
میں مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکالنے اور غلام بنانے کے لیے جانا اور دُوسرے ملکوں کا
اُن کی امداد کے لیے عراق و عرب و شام وغیرہ میں ملازم گورنمنٹ ہوکر جانا جائز ہے اگر جائز نہیں تو
پھر آپ جیسے بزرگ کیوں چُپ چاپ بیٹھے ہیں کیوں نہیں ایسے فتوے شائع کرتے اور اظہارِ حق
میں دنیوی طاقت سے کیوں ڈرتے ہیں موجودہ وقت کھینچ تان کر کفار سے تعلق رکھنے اور اُن کی
اعانت کرنے کے جواز ثابت کرنے کا نہیں ہے بلکہ سینہ سپر ہوکر بے خوف و خطر لوگوں کو صراطِ مستقیم
بتانے کا ہے حضور نے جو لکھا ہے کہ الحاق اور اخذ امداد جائز ہے اگر کسی امر خلاف اسلام و
مخالف شریعت سے مشروط نہ ہو عالیجاہا گورنمنٹ جو امداد اسکولوں اور کالجوں کو دیتی ہے وُہ
خاص اغراض کو مدِ نظر رکھ کر دی جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ حضور کو سب حال روشن ہوگا لیکن
اگر اس بارے میں ناواقفیت ہو تو میں عرض کرتا ہُوں کہ اوّل تو امداد میں اس قسم کی شرط
ضرور ہوتی ہے کہ کالج کا پرنسپل اور ایک دو پروفیسر انگریز ہوں دوسرے مقررہ کورس پڑھائے
جائیں جن میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ خلاف اسلام باتیں ہوتی ہیں بلکہ بعض میں تو رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے ہُوئے ہوتے ہیں تیسرے دینی تعلیم لازمی
نہیں کوئی پڑھے یا نہ پڑھے لیکن جہاں دینی تعلیم پڑھائی جائے خاص وقت سے زیادہ نہ دیا جائے
کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کے لیے چار گھنٹے ضرور وقت خرچ ہو اگر چار گھنٹے سے کم ہوگا تو امداد
نہیں ملے گی پھر جو اُستاد دینیات پڑھائے گا اُس کی امداد نہیں دی جائے گی پھر فلاں فلاں
مضمون ضرور طالب علم کو لینے چاہئیں ورنہ امتحان میں شامل نہیں ہوسکتا پھر ڈرل وغیرہ اور
کھیلوں کی طرف دیکھو جن میں ہر ایک طالب علم کو حصہ لینا ضروری ہوتا ہے آجکل جو نئی ڈرل
سکھائی جا رہی ہے اس میں عجیب مخرب اخلاق باتیں جاری کی جا رہی ہیں امداد لینے اور الحاق
یونیورسٹی سے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہی ڈرل تمام اسکولوں میں کرائی جائے کھیلوں

ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ عجیب بے پردہ لباس پہنا جاتا ہے فٹ بال اور ہاکی میں جونیکر پہنے جاتے ہیں وہ ٹخنوں سے اوپر تک ننگا رکھتے ہیں غرضکہ کیا عرض کروں اسی الحاق و امداد کی خاطر معلمین و متعلمین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن شریف و دینیات کا جو گھنٹہ رکھا ہوا ہے اُس میں بھی انگریزی ہی کا سبق یاد کرادوں کیونکہ انسپکٹر نے انگریزی تو سُننی ہے قرآن شریف تو نہیں سُننا جماعتوں میں جو ترقی دی جاتی ہے اس میں بھی اسی بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ انگریزی لڑکا بانتا ہے یا نہیں قرآن شریف خواہ ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو نماز کا ایک حرف نہ جانتا ہو لیکن دسویں اور ایف۔اے اور بی۔اے پاس کرتا چلا جائے گا یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں دُوسرے اسکولوں اور کالجوں سے ہمیں کوئی تعلق نہیں یہ سب کس واسطے ہو رہا ہے اسی واسطے کہ ہم یونیورسٹی سے الحاق رکھنا چاہتے ہیں اور سرکاری امداد لینا چاہتے ہیں اگر یہ خیال نہ ہو تو بالکل حالت بدل جاتے طالب علم پکے مسلمان بن جائیں ان میں حمیت و غیرت مذہبی پیدا ہو جاتے ان کے اخلاق درست ہو جائیں نیچریت اور دہریت کا اثر ان کے دلوں سے دُور ہو جاتے انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو جائیں اور لباس اور فیشن وغیرہ ہر بات میں تقلید نصاریٰ کر رہے ہیں اس سے چھوٹ جائیں غرضکہ ہزاروں طرح کی برکات حاصل کریں میرا کچھ لکھنا چھوٹا مُنہ بڑی بات ہے حضور پر سب حال روشن ہے میں حضور سے یہ فتویٰ مانگتا ہُوں براتے مہربانی جواب باصواب سے خاکسار کو مشکور وممنون فرما کر عنداللہ ماجور رہوں۔

کیا فرماتے ہیں علماتے دین اس بارے میں کہ حالات حاضرہ پر نظر کرتے ہُوتے گورنمنٹ سے ترکِ موالات (عدمِ تعاون) کرنا اسلامی حکم ہے یا نہیں اور گورنمنٹ سے اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کو امداد لینی اور یونیورسٹی سے الحاق رکھنا اندریں حالات چاہیے یا نہیں جواب باصواب سے عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور رہوں۔ فقط والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم کرم فرما سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔رب عزوجل فرماتا ہے:

فبشر عبادہ الذین یستمعون القول	خوشخبری دو میرے اُن بندوں کو جو کان
فیتبعون احسنہ اولئک الذین	لگا کر بات سُنتے پھر سب میں بہتر کی پیروی
ھدٰھم اللہ واولئک ھم اولوا	کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے
الالباب ○	ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔

من وتو کی کیا حقیقت انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ معاندین کے چند طریقے رہے ہیں

اوّل سرے سے بات نہ سُننا کہ:

لا تسمعوا لھٰذا القراٰن والغوا	یہ قرآن سنو ہی نہیں اور اس میں غلبل
فیہ لعلکم تغلبون ○	کرو شاید تم غالب آؤ۔

دوم سن کر مکابرانہ تکذیب کا مُنہ کھول دینا کہ:

ان انتم الا تکذبون ○	تم تو نہیں مگر جھوٹے۔

سوم ہدایت کو معلل بالغرض بتانا کہ،

ان ھٰذا لشیٔ یراد ○	اس میں تو ضرور کچھ مطلب ہے۔

چہارم حق کا باطل سے معارضہ کرنا:

ویجادل الذین کفروا بالباطل	کافر باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ
لیدحضوا بہ الحق واتخذوا اٰیٰتی	اُس سے حق کو زائل کر دیں اور انھوں نے
وما انذروا ھزوا ○	میری آیتوں اور ڈراووں کو ہنسی بنا لیا ہے۔

مسلمان پر فرض کہ ان سب طرق باطلہ سے پرہیز کرے اور اُس پر عامل ہو جو راستہ پہلی آیت بشارت میں اُس کے رب نے بتایا ہر تعصب وطرفداری سے خالی الذہن ہو کر کان لگا کر بات سُنے اگر انصافاً حق پائے اتباع کرے کہ بارگاہِ عزت سے ہدایت ودانشمندی کا خطاب ملے

ورنہ پھینک دینا تو ہر وقت اختیار میں ہے واللہ الہادی و ولی الایادی۔

مدارس کے اقسام اور اُن میں امداد لینے کے احکام

(ا) ۱۰ محرم ۱۳۴۹ھ کو بنارس کچی باغ سے یہ سوال آیا "مدرسہ اسلامیہ عربیہ جس میں پچیس سال سے گورنمنٹ سے امداد ماہوار ایک سو روپیہ مقرر ہے جس میں کتب فقہ و احادیث و قرآن کی تعلیم ہوتی ہے ممبران خلافت کمیٹی نے تجویز کیا کہ امداد نہ لینا چاہیے پس استفسار ہے کہ یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں مدرسہ ہذا میں سوا تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت و غیر زبان کی تعلیم نہیں ہوتی۔ فقط" اس کا جواب مطلق جواز ہوتا مگر پھر بھی احتیاطاً شکل شرطیہ میں دیا گیا کہ "جبکہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بنا پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں تعلیم دینیات کو جو مدد پہنچتی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم" ۲۲ صفر ۱۳۴۹ھ کو کراچی سبز بازار سے یہ سوال آیا "ایک ایسے صوبے میں جس کی قریباً پچاسی فیصدی آبادی اسلامی کاشت کاروں پر مشتمل ہے جس کے سالانہ محاصل کا ایک حصہ تعلیمی امداد کے ذیل وصول کر کے حصہ رسدی مدارس مروجہ امدادیہ کو تقسیم کیا جاتا ہے اس سے استفادہ جائز ہے یا ناجائز خصوصاً ایسے مدارس کے لیے جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں جن کی دینی تعلیم پر ارباب حکومت کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کی نصاب تعلیم کا سرکاری حصہ مروجہ تعلیم بھی خفیف سے خفیف شائبہ موانع شرعیہ سے جزاً و کلاً پاک ہے فقط" اس کا جواب یہ دیا گیا "جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور اُن میں وہابیت نیچریت وغیرہا کا دخل نہ ہو اُن کا جاری رکھنا موجب اجرِ عظیم ہے ایسے مدارس کے لیے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم" ندوہ کو بھی گورنمنٹ سے امداد ملتی تھی اور جہاں تک میرا خیال ہے اس پر ایسے قیود نہ تھے جو آپ نے ذکر کیے اور ضرور کچھ مدارس وہ بھی ہیں جن پر امداد امور خلاف شرع سے مقید یا ان کی طرف منجر ہو وہ بلاشبہ ناجائز ہے اگرچہ صرف اسی قدر کہ کھیل میں بے ستری یا خلافِ حیاء و مخرب اخلاق باتوں کی شرط ہو خصوصاً وہ صورت جو آپ نے بیان کی کہ نصاب میں وہ کتابیں مقرر ہوں جن میں خلافِ اسلام باتیں ہیں حتیٰ کہ معاذ اللہ توہینِ شانِ رسالت اس میں

حرمت در کنار کفر نقد وقت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ مولوی حاکم علی صاحب کی تحریر میں کوئی تفصیل نہ تھی لہٰذا یہ جواب دینا ضرور ہُوا وُہ الحاق و اخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اُس کی طرف منجر تو اس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہوگا۔ یہ جواب دونوں صورتوں کو حاوی اور ناقابل تبدیل ہے حالاتِ حاضرہ سے اس کی کسی شق میں تغیر نہ ہُوا نہ یہاں کوئی جواب مطلق بلا شرط ہو سکتا ہے۔

(۲) انگریزوں کی لیڈر امداد چھڑاتے ہیں اور مخرب دین تعلیموں پر اب تک قائم ہیں تقلید و فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و نیچریت سے نجات بہت دل خوش کن کلمات ہیں خدا ایسا ہی کرے مگر یہ صرف ترک امداد و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے اُس آگ کے بجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں انگریزی اور وُہ بے سُود و تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں و آں و مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ اُن میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا جیسا کہ عام طور پر مشہود و معہود ہے جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائد حقہ و علوم صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں دہریت و نیچریت کی بیخ کنی نا ممکن ہے کیا لیڈر اس میں ساعی ہیں ہرگز نہیں صرف امداد و الحاق ترک کراتے ہیں جو ظاہری تعلق ہیں اور تعلیمات کے گہرے تعلقات نہ چھڑاتے ہیں نہ چھوٹیں گے کیا انھیں میں نہیں وُہ لوگ جن سے پُوچھا جاتا کہ صاحبزادوں کو قرآن نہ پڑھایا تو جواب دیتے کیا ان سے سوم کے چنے پڑھوانا ہیں کیا اب ان کے خیالات بدل گئے کیا اب انھوں نے انگریزی کے سوا اور رزاق سمجھ لیا کیا اب یہ جواب نہ دیں گے کہ پرانے علوم سیکھ کر کیا کھائیں کیا اب انھیں شبلی کے شعر بُھول گئے ؎

سیارے ہیں اب نئی چمک کے ۔۔۔ وُہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورتِ ملک و دیں نئی ہے ۔۔۔ افلاک نئے زمیں نئی ہے
سب بُھول گئے ہیں ما سبق کو ۔۔۔ گردوں نے اُلٹ دیا ورق کو

قائم جو وُہ انجمن نہیں ہے | اُس نقد کا اب چلن نہیں ہے
القصّہ یہ بات کی تھی تسلیم | یعنی کہ علومِ نو کی تعلیم
تدبیرِ شفا جو ہے تو یہ ہے | اس دکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
تقویم کہن سے ہاتھ اُٹھائیں | تہذیب کے دائرے میں آئیں
سیکھیں وُہ مطالبِ نو آئیں | یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقیں
وُہ گنجِ گراں دانشِ فن | وُہ فلسفۂ جدید بیکن
کپلر کی وہ نکتہ آفرینی | نیوٹن کے مسائل یقینی

اور بفرض غلط ایسا ہو بھی تو اکثر لیڈر کہ اُنھیں تعلیمات فارغہ کے بل پر لیڈر بنے کس مصرف کے رہیں گے جب وُہ مردود بہ خود مسطرود کیا اس وقت یہ شعرِ حالی اُن کا ترجمانِ حال نہ ہوگا ؎

جو کوئی تُلی ہو تو کچھ کام آئے
مگر ان کو کس مد میں کوئی کھپائے

لیڈر نصاریٰ کی ادھوری غلامی چھوڑتے اور مشرکین کی پوری غلامی مناتے ہیں

(۳) نصاریٰ کی یہ غلامی کہ پیرِ نیچر نے تھامی لیڈر جس کے اب زبانی فدائی ہیں اور دل سے پرانے حامی اُس کے نتائج تشبہ وضع وتحقیر شرع وشیوع دہریت وفروغ نیچریت مطابقی نہ تھے بلکہ التزامی اب اگر بعد خرابی بصرہ آنکھیں کھلیں اور اُسے چھوڑنا چاہتے ہیں مبارک ہو اور خدا سچ کرے اور راست لائے مگر قدِ انصاف وُہ غلامی ادھوری تھی سیّد احمد خاں نے کسی پادری یا نصرانی کو امورِ دین میں صراحۃً اپنا امام و پیشوا نہ کہا تھا آیات واحادیث کی تمام عمر کو چرچ یا صلیب پرنثار کرنا نہ کہا تھا کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں کا واعظ وہادی نہ بنایا تھا نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری کو نبی بالقوہ نہ بتایا تھا اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے اُن کے ساتھ یہ سب کچھ اور اُن سے بہت زائد کیا جا رہا ہے۔ یہ کون سا دین ہے نصاریٰ کی ادھو...ی سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب فرمن المطر ووقف تحت المیزاب ع

چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر

موالات ہر کافر سے حرام ہے (۴) موالات مطلقاً ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریب ہو قال تعالیٰ:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ	تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں
والیوم الاٰخر یوادون من حاد	اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ و
اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم	رسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ اُن کے
او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم	باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

موالات صوریہ کے احکام حتیٰ کہ صوریہ کو بھی شرع مطہر نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا قال تعالیٰ:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا	اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو
عدوی وعدوکم اولیاء تلقون	دوست نہ بناؤ تم تو اُن کی طرف محبت کی نگاہ
الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما	ڈالتے ہو اور وہ اُس حق سے کفر کر رہے ہیں
جاءکم من الحق۔	جو تمہارے پاس آیا۔

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ دربارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم ہے کما فی الصحیح البخاری ومسلم[1] تفسیر علامہ ابو السعود میں ہے:

فیہ زجر شدید للمؤمنین عن	اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑکی ہے
اظہار صورۃ الموالاۃ لھم وان	اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات کریں
لم تکن موالاۃ فی الحقیقۃ۔	جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔

مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً باکراہ قال تعالیٰ:

الا ان تتقوا منھم تقٰۃ۔	مگر یہ کہ تمہیں اُن سے واقعی پورا ڈر ہو۔

وقال تعالیٰ:

---

[1] جیسا صحیح بخاری و مسلم ہے۔

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان — مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔

مجرد معاملت کا حکم

اور معاملت مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اُس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام و شریعت ورنہ ایسی معاملت مسلم سے بھی حرام ہے چہ جائیکہ کافر۔ قال تعالیٰ:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ — گناہ وظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

غیر قوموں کے ساتھ جواز معاملت کی مجمل تفصیل اسی[1] فتوے میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہر معاملت کے ساتھ وہ قید لگا دی ہے جس کے بعد نقصان دین کا احتمال نہیں ان احکام شرعیہ کو بھی حالات دائرہ نے کچھ نہ بدلا نہ یہ شریعت بدلنے والی ہے؛

لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ○ — باطل نہیں آسکتا نہ اُس کے آگے نہ اُس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے گئے کا ۱۲

احکام الٰہیہ میں لیڈروں کی طرح کھینچ تان بلکہ کایا پلٹ

(۵) لله انصاف اس میں کون سی کھینچ تان ہے جتنی بات کہی گئی صاف صریح احکام شرعیہ و جزئیات منصوصہ ہیں کھینچ تان کر احکام شرعیہ میں تغییر کا وقت خادم شرع کے لیے نہ اب ہے نہ کبھی تھا نہ کبھی ہو ہاں خادمان گاندھی کے لیے

---

[1] خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں: اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابرھیم انہ قال فی التاجر یختلف الی الارض الحرب انہ لا باس بذلک ما لم یحمل الیھم سلاحا او کراعا او سبیًا قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ یعنی ہمیں امام اعظم امام حماد بن ابی سلیمٰن استاذ نے امام ابرہیم نخعی سے خبر دی کہ تجارت کے لیے دار الحرب میں تاجر کی آمد و رفت جائز ہے جب تک اُن کی طرف ہتھیار یا گھوڑے یا قیدی نہ لے جائے یہی قول امام اعظم کا ہے نیز مؤطا شریف کی عبارت آتی ہے کہ مشرک مقاتل کو رہ بیچنے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ نہ ہو اور یہی قول امام اعظم اور ہمارے عام فقہا کا ہے انتہی ۱۲ منہ

نہ صرف کھینچ تان بلکہ کلامِ الٰہی و احکامِ الٰہی کو یکسر کایا پلٹ کر کے فرضیت موالات کفار بنا بیٹھے کا وقت ہے۔ مسجد میں کسی دبیلے ہوتے ذمی کے ذلت و خواری کے ساتھ آنے کے جواز کا اختلافی مسئلہ نکالیں اور مشرک کو بروجہ استعلا مسجد میں لے جانا اور مسلمانوں کا واعظ و ہادی بنانا مسند سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر چڑھانا اُس پر ڈھالیں دبیلے ہوتے ملتجی بے قابو مشرک سے کوئی بالائی خدمت یا زرہ خود بکتر عاریت لینے کے جواز کا مسئلہ دکھائیں اور اُس سے خود سر خود غرض زبردست خونخوار مشرکوں کے دامن پکڑنا اُن کے سایہ میں پناہ لینا اُن صریح بدخواہوں کی رائے پر اپنے آپ کو سپرد کر دینا منائیں کفار معاہدین یا بالبعض کے نزدیک قتال سے بالذات عاجزین کے ساتھ کچھ مالی سلوک کی رخصت والی آیت سُنائیں اور اُسے خونخوار مشرکین سخت اعدائے اسلام ومسلمین کے ساتھ اتحاد و وداد بلکہ غلامی و انقیاد کی نہ صرف رخصت بلکہ اعظم فرضیت کی دلیل بنائیں ان سب کا بیان بعونہٖ تعالیٰ ابھی آتا ہے آپ انصاف کرلیں گے کس نے کھینچ تان کی حاشا نہ صرف کھینچ تان بلکہ کمال جسارت سے احکامِ الٰہیہ کا یا پلٹ کر کے قرآن و حدیث کی ہر بت پرستی پر قربان کی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۝	اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس پلٹے پر پلٹا کھائیں گے۔

تعلیم کے لیے امداد لینا اور لیڈروں کی دینی حالت کہ اسلام اُن کو نہ جب مدِ نظر تھا نہ اب ہے

(۶) اور تعلیم دین کے لیے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالفت شرع سے مشروط نہ اُس کی طرف منجر ہو یہ تو نفع بے غائلہ ہے جس کی تحریم پر شرع مطہر سے اصلاً کوئی دلیل نہیں دین پر قائم رہو مگر دین میں زیادت نہ کرو کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سلاطین کفار کے ہدایہ قبول نہ فرمائے جو وجوہ شناعت آپ نے اُن مدارس میں لکھیں کہ امور مخالف اسلام حتیٰ کہ توہین حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کی تعلیم داخل نصاب ہے بے شک جو اس قسم کے اسکول یا کالج ہوں اُن میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم و تعلم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے آپ فرماتے ہیں یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کر رہا ہوں

ہمہ غیر اسلامیہ کا کیا پوچھنا مگر افسوس اور سخت افسوس یہ کہ آج آپ کو جتنے لیڈر دکھائی دیں گے وُہ اور اُن کے بازو اور اُن کے ہم زبان عام طور پر انھیں سکولوں کالجوں کے کاسہ لیس ملیں گے انھیں سے بڑی بڑی ڈگریاں ایم - اے ، بی - اے کی پائے ہُوتے ہوں گے کیا اس وقت تک ان میں یہ خباثتیں نہ تھیں ضرور تھیں مگر ان صاحبوں کو مقبول اور منظور تھیں اور اب بھی جو آنکھ کھلی تو صرف ایک گوشہ - انگریزوں کی طرف کی اور وُہ بھی شریعت پر زیادت کے ساتھ کہ اُن سے مجرد معاملت بھی حرام قطعی بلکہ کفر اور مشرکوں کی طرف کی پہلے سے بھی زیادہ پٹ ہو گئی کہ اُن سے وداد و اتحاد واجب بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد فرض اُنھیں راضی کر لیا تو خدا کو راضی کر لیا تو ثابت ہُوا کہ اسلام ان حضرات کو نہ جب مدِ نظر تھا ورنہ ایسی مخرب دین تعلیموں سے بھاگتے نہ اب مدِ نظر ہے ورنہ مشرکوں کے اتحاد و انقیاد کے فتنے نہ جاگتے ؎

نہ آغاز بہتر نہ انجام اچھا

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

موالات کی بحث

(۷) ترکِ معاملت کو ترکِ موالات بناکر قرآن عظیم کی آیتیں کہ ترکِ موالات میں ہیں سُوجھیں مگر فتوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں استثنائے مشرکین کی بچر لگا لی کہ آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں۔ ہندو تو ہادیان اسلام ہیں آیتیں صرف نصاریٰ کے بارے میں ہیں اور نہ کل نصاریٰ فقط انگریز۔ اور انگریز بھی کل تک ان کے مورد نہ تھے حالاتِ حاضرہ سے ہُوئے ایسی ترمیم شریعت و تغییر احکام و تبدیل اسلام کا نام خیر خواہی اسلام رکھا ہے ترکِ موالات کفار میں قرآن عظیم نے ایک دو دس بیس جگہ تاکید شدید پر اکتفا نہ فرمائی بلکہ بکثرت جابجا کان کھول کر تعلیم حق سنائی اور اس پر بھی تنبیہہ فرما دی کہ،

قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون۔ ہم نے تمہارے لیے آیتیں صاف کھول دیں ہیں اگر تمھیں عقل ہو۔

مگر تو بہ کہاں عقل اور کہاں کان یہ سب تو وداد ہنود پر قربان لاجرم اُن سب سے ہندوؤں کا استثناء کرنے کے لیے بڑے بڑے آزاد لیڈروں نے قرآن عظیم میں تحریفیں کیں آیات میں پیوند جوڑے

پیشِ خویش واحد قہار کو اصلاحیں دیں اُن کی تفصیل گزارش ہو تو دفترِ طویل نگارش ہو۔

آیۂ ممتحنہ کا روشن بیان

ایک آیۂ کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی ان سب چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے یعنی کریمۂ ممتحنہ لاینھٰکم اللہ الآیۃ

اس میں اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا: ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں ممانعت نہیں۔ امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے، فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے مکہ کرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ رب عزوجل فرماتا ہے: ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔ بعض مفسرین نے کہا مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔ قول اکثر کی حجت حدیث بخاری و مسلم و احمد وکثیرین ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس اُن کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدایہ لائی۔ انھوں نے نہ اُس کے ہدیے قبول کیے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور میں عرض کی اُس پر آیۂ کریمہ اُتری کہ اُن سے ممانعت نہیں یہ واقعہ زمانۂ صلح و معاہدہ کا ہے خصوصًا یہ تو ماں کا معاملہ تھا ماں باپ کے لیے مطلقًا ارشاد ہے وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔ دنیوی معاملوں میں اُن کے ساتھ اچھی طرح رہ ظاہر ہے کہ قول امام مجاہد پر تو آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابل نسخ اور قول سوم یعنی ارادۂ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد و اتحاد منا رہے ہیں عورتیں اور بچے نہیں قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد و ذمہ کے لیے ہے، اور یہی قول اکثر جمہور ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں لاجرم اکثر اہل تاویل اُسے محکم مانتے ہیں۔

آیۂ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیہ لاینھٰکم در بارۂ اہل ذمہ اور آیۂ ینھٰکم اللہ

حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بنا پر ہدایہ و درر وغیرہا کتب معتمدہ میں فرمایا کافر ذمی کے لیے وصیت جائز ہے اور حربی کے لیے باطل و حرام آیۂ لا ینھٰکم اللّٰہ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیۂ انما ینھٰکم اللّٰہ نے حربی کے ساتھ احسان حرام عبارت ہدایہ یہ ہے:

یجوز ان یوصی المسلم للکافر و الکافر للمسلم فالاول لقولہ تعالیٰ لا ینھٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الأیۃ والثانی لانھم بعقد الذمۃ ساووا المسلمین فی المعاملات ولھٰذا اجاز التبرع من الجانبین فی حالۃ الحیاۃ فکذا بعد الممات وفی الجامع الصغیر الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ لقولہ تعالیٰ انما ینھٰکم اللّٰہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الأیۃ۔	جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کے لیے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لیے اول تو اس دلیل سے کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہیں اُن سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے آخر آیت تک اور دوم اس لیے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے اسی لیے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کر سکتا ہے تو یونہی بعد موت بھی اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لیے وصیت باطل ہے اس لیے کہ اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے اللّٰہ تو تمہیں اُن سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑے آخر آیت تک۔

کافر[1] سے خاص ذمی مراد ہے بدلیل قولہ انھم بعقد الذمۃ ولھٰذا امام اکمل نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی:

وصیۃ المسلم للکافر الذمی وعکسہا	مسلمان کا کافر ذمی کے لیے وصیت کرنا اور اس کا عکس۔

---

[1] یہاں سے بعض مفتیان اجمل کی جہالت شدیدہ ظاہر ہوئی جنھوں نے عبارت ہدایہ کو مشرکین ہند پر جمایا طرفہ یہ کہ اپنی ہی نقل کردہ عبارت نہ سوجھی لانھم بعقد الذمۃ سوجھی کیوں نہیں قصداً عوام کو دھوکے دینے کی ٹھہرائی ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

جائزۃ۔	عکس جائز ہے۔۱۲

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا:

اراد بالکافر الذمی لان الحربی	عبارت ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے
لا تجوز لہ الوصیۃ علی	اس لیے کہ حربی کے لیے وصیت جائز
مانبین۔	نہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے ۱۲

ایسا ہی جوہرہ نیرہ و مستصفیٰ میں ہے کفایہ میں فرمایا:

ارادبہ الذمی بدلیل التعلیل	صاحب ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک
وروایۃ الجامع الصغیر	تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ
ان الوصیۃ لاھل الحرب	ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں
باطلۃ۔	کے برابر ہو گئے دُوسرے جامع صغیر کے
	روایت کہ حربیوں کے لیے وصیت باطل ہے۔

اسی کو وافی و کنز و تنویر وغیرہا متون میں یوں تعبیر فرمایا:

یجوز ان یوصی المسلم للذمی	جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لیے وصیت
وبالعکس۔	کرے اور اس کا عکس بھی۔۱۲

تفسیر احمدی میں ہے:

والحاصل ان الایۃ الاولیٰ انکانت	حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی
فی الذمی والثانیۃ فی الحربی	رخصت ہے اگر در بارۂ ذمی ہو اور دُوسری
کما ھو الظاھر وعلیہ الاکثرون	جس میں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارۂ
کان دالا علی جواز الاحسان الی	حربی جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب
الذمی دون الحربی ولھذا تمسک	اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہوں گی کہ ذمی
صاحب الھدایۃ فی	کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی
باب الوصیۃ ان الوصیۃ	کے ساتھ حرام ولہٰذا صاحب ہدایہ نے
للذمی جائزۃ دون الحربی لانہ	باب الوصیۃ میں انھیں آیتوں کی سند سے

نوع احسان ولہذا المعنی	فرمایا کہ ذمی کے لیے وصیت جائز ہے اور
قال فی باب الزکوٰۃ ان	حربی کے لیے حرام کہ ایک طرح کا
الصدقۃ النافلۃ یجوز	احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوٰۃ
اعطاؤھا للذمی دون	میں فرمایا کہ نفل صدقہ ذمی کو دینا حلال اور
الحربی۔	حربی کو دینا حرام۔۱۲

نہایۃ امام سغناقی وغایۃ البیان امام اتقانی و بحر الرائق وغنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صح دفع	زکاۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے
غیر الزکوٰۃ الی الذمی لقولہ	سکتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے تمہیں اللہ
تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن	ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے
الذین لم یقاتلوکم	نہ لڑے ذمی کی قید اس لیے لگائی کہ
فی الدین الآیۃ وقید	حربی کے لیے جملہ صدقات حرام ہیں فرض
بالذمی لان جمیع الصدقات	ہوں یا واجب یا نفل جیسا کہ غایۃ البیان
فرضا کانت او واجبا او تطوعا لاتجوز	میں ہے اس لیے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے
للحربی اتفاقا کما فی غایۃ البیان لقولہ	اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین
تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین	میں تم سے لڑے حربی کو مطلق رکھا تو مستامن
قاتلوکم فی الدین واطلقہ فشمل	کو بھی شامل ہوا جو سلطان اسلام سے
المستامن وقد صرح بہ فی	پناہ لے کر دارالاسلام میں آیا اسے بھی
النہایۃ۔	کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں اور نہایہ
	میں اس کی صاف تصریح ہے۔

تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتح اللہ المعین سید ازہری میں ہے:

لایجوز دفع الزکوٰۃ الی ذمی	ذمی کو زکاۃ دینا تو جائز نہیں اور باقی
ویجوز لقولہ تعالٰی لاینھٰکم	صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی
اللہ عن الذین لم یقاتلوکم	فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جو

في الدين صرف الصدقات اليهم بخلاف الحربي المستامن حيث لا يجوز دفع الصدقة اليه لقوله تعالى انما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين واجمعوا على ان فقراء اهل الحرب خرجوا من عموم الفقراء۔

دین میں تم سے نہ لڑے بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہو کہ اُسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمھیں اُن سے روکتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور ائمہ امت کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جو صدقات فقرا کے لیے بتائے حربی فقیر اُن سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

انما جازت الوصية للذمي ولم تجز للحربي لقوله تعالى لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من ديارکم ان تبروهم ثم قال انما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين الآية۔

خاص ذمی کے لیے وصیت جائز اور حربی کے لیے حرام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمھیں اُن سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمھیں اُن سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے۔

کافی میں ہے:

يجوز ان يدفع غير الزكاة الى ذمي وقال ابو يوسف والشافعي لا يجوز كالزكوة ولنا قوله تعالى لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من ديارکم ان تبروهم۔

زکاۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتا ہے اور امام ابو یوسف و امام شافعی نے فرمایا اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوٰۃ ہماری دلیل اللہ عز وجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمھیں اُن سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑے۔

فتح القدیر میں ہے:

الفقراء فی الکتاب عام خص منه	قرآن عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماع
الحربی بالاجماع مستندین الی	امت حربی اُس سے خارج ہیں اجماع کی
قوله تعالٰی انما ینھٰکم اللّٰہ عن	سند اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمھیں
الذین قاتلوکم فی الدین۔	اُن سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑے

عنایہ و معراج الدرایہ و محیط برہانی وجوہی زادہ و شرنبلالی و بدائع و سیر کبیر امام محمد کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں۔ یہ ہے مسلک ائمہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈریوں مسخ و نسخ کی دیوار سے مارتے ہیں اور اُس سے حربی مشرکوں کے ساتھ نرا احسان مالی نہیں بلکہ وداد و اتحاد بگھارتے ہیں۔

آیت میں نسخ کے اقوال

یحرفونه من بعد ما عقلوه وھم	دیدہ دانستہ بات سمجھ کر اُس کی جگہ سے
یعلمون ○	پھیرتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے اُن کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال و غلظت سے منسوخ ہے اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطا ابن ابی رباح اُستاذ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے ما رأیت افضل من عطاء میں نے اُن سے افضل کسی کو نہ دیکھا و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولی امیرالمومنین عمر فاروق اعظم و قتادہ تلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اُس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔ جلالین شریف میں بتایا کہ یہی اصح ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من الذین لم	اس میں اختلاف ہوا کہ وہ جو تم سے دین میں
یقاتلوکم فالاکثر علی انھم اھل	نہ لڑے اُن سے کون لوگ مراد ہیں اکثر
العھد الذین عاھدوا رسول	اہل تاویل اس پر ہیں کہ اُن سے اہلِ عہد
اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم	مراد ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علی ترك القتال والمظاھرۃ	علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے

فی العداوۃ وھم خزاعۃ کانوا عاھدوا الرسول علی ان لا یقاتلوہ ولا یخرجوہ فامر الرسول علیہ الصلاۃ والسلام بالبر والوفاء الی مدۃ اجلھم وھذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حیان ومقاتل ابن سلیمان ومحمد ابن سائب الکلبی وقال مجاھد الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا وقیل ھم النساء والصبیان وعن عبداللہ بن الزبیر انھا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قدمت امھا قتیلہ علیھا وھی مشرکۃ بھدایا فلم تقبلھا ولم تأذن للدخول فامرھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تدخلھا وتقتبل منھا وتکرمھا وتحسن الیھا وقیل الاٰیۃ فی المشرکین و قال قتادہ نسختھا اٰیۃ القتال۔

نہ دشمن کی مدد کریں گے اور وہ بنی خزاعہ ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور ان کا عہد مدت موعود تک پورا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس و مقاتل بن حیان و مقاتل بن سلیمٰن و محمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے اور امام مجاہد نے فرمایا وہ مسلمانانِ مکہ مراد ہیں جنھوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی اور بعض نے کہا عورتیں اور بچے مراد ہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیہ کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں اُتری اُن کی ماں قتیلہ بحالتِ کفر اُن کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں اُنھوں نے نہ ہدیے قبول کیے نہ اُنھیں آنے کی اجازت دی تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں حکم فرمایا کہ اُسے آنے دیں اور اُس کے ہدیے قبول کریں اور اُس کی خاطر اور اُس کے ساتھ نیک سلوک کریں اور بعض نے کہا آیت دربارۂ مشرکین ہے قتادہ نے کہا وہ آیۂ جہاد سے منسوخ ہو گئی۔

صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے :

قدمت علی امی وھی مشرکۃ	میری ماں کہ مشرکہ تھی اُس زمانہ میں کہ
فی عہد قریش اذ عاھدھم	کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی
فاستفتیت رسول اللہ صلی	میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت	سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں طمع لے کر
قدمت علی امی وھی راغبۃ	میرے پاس آئی ہے کیا میں اپنی ماں سے
افاصل امی قال نعم صلی	کچھ نیک سلوک کروں فرمایا ہاں اپنی
امك۔	ماں سے نیک سلوک کر۔

جمل میں قرطبی سے ہے :

ھی مخصوصۃ بالذین اٰمنوا	یہ آیت خاص ہے ان کے بارے میں
ولم یھاجروا وقیل یعنی بہ	جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی اور بعض نے
النساء والصبیان لانھم	کہا اُس سے عورتیں اور بچے مراد ہیں
ممن لا یقاتل فاذن اللہ فی	اس لیے کہ وہ لڑنے کے قابل نہیں تو اللہ تعالیٰ
برھم حکاہ بعض المفسرین	نے اُن کے ساتھ مالی نیک سلوک کی اجازت
وقال اکثر اھل التاویل	دی اسے بعض مفسرین نے نقل کیا اور اکثر
ھی محکمۃ واحتجوا بان	اہل تاویل نے کہا آیت محکم ہے اور اس سے
اسماء بنت ابی بکر سألت	سند لاتے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ	عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا
وسلم ھل تصل امھا حین	کیا اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کریں جب
قدمت علیھا مشرکۃ	وہ ان کے پاس بحالتِ شرک آئی تھیں فرمایا
قال نعم خرجہ البخاری ومسلم اھ	ہاں اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تفسیر در منثور میں ہے :

اخرج حمید وابن المنذر عن	عبد بن حمید اور ابن المنذر نے امام مجاہد

مجاهد فی قوله لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم الآیۃ قال ان تستغفروا لھم وتبروھم وتقسطوا الیھم ھم الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا اھ

سے تفسیر کریمہ لا ینھٰکم میں روایت کی فرمایا معنی آیت یہ ہیں کہ اللہ تمھیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان کی مغفرت کی دُعا کرو اور اُن سے نیک سلوک وانصاف کا برتاؤ برتو اس سے مراد کون لوگ ہیں وہ جو مکہ میں ایمان لائے تھے اور ہجرت کی۔

تفسیر جامع البیان میں بسند صحیح ہے:

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید و سألتہ عن قول اللہ عزوجل لا ینھٰکم اللہ الآیۃ فقال ھذا قد نسخ نسخہ القتال۔

مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی کہ مجھ کو ابن وہب نے خبر دی کہا جب میں نے امام ابن زید سے کریمہ لا ینھٰکم اللہ کے بارے میں پوچھا فرمایا یہ منسوخ ہے حکم جہاد نے اسے منسخ فرمادیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج ابوداؤد فی تاریخہ و ابن المنذر عن قتادہ لا ینھٰکم اللہ الآیۃ نسختھا اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔

ابوداؤد نے اپنی تاریخ اور ابن المنذر نے تفسیر میں قتادہ سے روایت کی کہ یہ لا ینھٰکم اللہ کو اس آیت نے منسوخ فرمادیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

اُسی میں ہے:

ابن ابی حاتم و ابوالشیخ عن مقاتل فی قولہ تعالیٰ وقاتلوا المشرکین کافۃ قال نسخت ھذہ الآیۃ کل اٰیۃ فیھا رخصۃ۔

ابن ابی حاتم وابوالشیخ نے اپنی تفسیروں میں مقاتل سے روایت کی کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد نے کہ سب مشرکوں سے قتال کرو اس سے پہلے جتنی آیتوں میں کچھ رخصتیں تھیں سب منسوخ فرمادیں۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر کریمہ یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ہے

قال عطاء نسخت ہذہ الآیۃ کل شیئ من العفو والصفح	امام عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کافروں کے ساتھ معافی و درگزر کی جتنی اجازتیں تھیں سب اس آیہ کریمہ نے منسوخ فرمادیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں زیر کریمہ لا ینھٰکم اللہ ہے۔

ھذہ الآیۃ منسوخۃ بقولہ تعالیٰ اقتلوا المشرکین الآیۃ۔	یہ آیت اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ تلوار کے گھاٹ اتارو۔

تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات الالٰہیہ میں ہے:

کان ھذا الحکم وھو جواز موالاۃ الکفار الذین لم یقاتلوا فی اول الاسلام عند الموادعۃ وترک الامر بالقتال ثم نسخ بقولہ تعالیٰ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔	یہ حکم کہ جو کفار مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے ساتھ کچھ نیک سلوک کیا جائے ابتدا میں تھا کہ لڑائی موقوف تھی اور جہاد کا حکم نہ تھا پھر یہ حکم اس آیہ کریمہ سے منسوخ ہوگیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ گردن مارو۔

جلالین شریف میں ہے:

ھذا قبل الامر بجھادھم۔	یہ اجازت اس وقت تک تھی کہ جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا۔

اُسی کے خطبہ میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر القرآن الکریم	یہ امام جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ اُسی کے

لہ یہاں سے اُس جاہل مفتی کی جہالت ظاہر ہوگئی جس نے آیۂ لا ینھٰکم کو کہا کہ واغلظ علیھم سے اس کو کسی نے منسوخ نہیں بتایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

الذی الفہ الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من ذکر ما یفہم بہ کلام اللہ تعالیٰ والاعتماد علی ارجح الاقوال۔	انداز پر ہے کہ اتنی بات بیان کی جائے جس سے کلام اللہ سمجھ میں آجائے اور جو قول سب سے راجح ہے اس پر اعتماد کیا جائے۔

جمل میں ہے:

ای الاقتصار علی ارجح الاقوال۔	یعنی صرف وُہ قول بیان کریں گے جو سب سے راجح ہے۔

زرقانی علی المواہب میں ہے:

الجلال قد التزام الاقتصار علی الاصح۔	امام جلال نے التزام فرمایا ہے کہ صرف وہ قول لکھیں گے جو سب سے زیادہ صحیح ہے۔

تنبیہ ضروری: یہ آیۂ کریمہ کہ یہاں **یہاں مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں جو اس کی طرف بلاتے ہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں** علماء و ائمہ نے بیان ناسخ کیلئے تلاوت کی کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور اس مضمون کی اور آیات نیز وُہ عبارات ہدایہ وغیرہا قریب آنے والیاں کہ جہاد ہمیں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطین اسلام وعساکر اسلام اصحاب خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے نہ ان کے غیر سے قال اللہ تعالیٰ:

لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعھا۔	اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُس کی طاقت بھر۔

وقال تعالیٰ:

لا یکلف اللہ نفسًا الا ما اتیھا۔	اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنے کی جس قدر کی استطاعت اُسے دی ہے۔

وقال تعالیٰ:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مجتبیٰ و جامع الرموز و ردالمحتار میں ہے:

یجب علی الامام ان یبعث سریۃ الی دار الحرب کل سنۃ مرۃ او مرتین و علی الرعیۃ اعانتہ الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیہ وھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافئھم والا فلا یباح قتالھم۔

سلطان اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال ایک یا دو بار دار الحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر اس نے ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ ہے گا نہ اسے ان سے لڑائی کی پہل جائز نہیں۔

خصوصاً ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذاللہ دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے ہمارا مقصود اس قدر تھا کہ کریمہ ممتحنہ اگر جملہ مشرکین غیر محاربین کو عام ہے تو ضرور منسوخ ہے وہ بحمدہ تعالیٰ بروجہ احسن ثابت ہوگیا۔

خود قرآن عظیم سے اس آیت کی منسوخی کا ثبوت

وانا اقول وباللہ التوفیق اگر وہ اکابر تابعین اس کے نسخ کی تصریح اور یہ

اگر ہر غیر محارب بالفعل کو عام مانی جائے

امام جلیل اس کی ترجیح و تصحیح نہ فرماتے تو قرآن عظیم خود شاہد تھا کہ آیۂ لاینھٰکم اگر جملہ مشرکین غیر محاربین بالفعل کو عام ہے تو قطعاً منسوخ ہے ممتحنہ کا نزول سورۂ برأت سے یقیناً پہلے ہے تصریح ائمہ نہ ہوتی تو خود اس کی آیات کریمہ بتا رہی ہیں کہ اس کے نزول تک مکہ معظمہ قبضۂ کفار میں تھا اور سورۂ توبہ شریف کے ارشادات جگمگا رہے ہیں کہ اس کا نزول بعد فتح بلد الحرام و تسلط تام دین اسلام ہے وللہ الحمد

سورۂ برأت میں ارشاد فرمایا:

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ومأوٰھم جھنم وبئس المصیر۔

اے نبی! کافروں اور منافقوں پر جہاد فرمایئے اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آیئے اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وُہ کیا ہے بُری پھرنے کی جگہ۔

پھر اِسی صورت میں ارشاد فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ۔

اے ایمان والو! اپنے پاس کے کافروں سے لڑو اور تم پر فرض ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں۔

یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے جب وہاں اسلام کا تسلط ہو جاتے تو اب جو اُس سے نزدیک ہیں وُہ پاس والے ہُوتے وہ زیر ہو جائیں تو اب جو اُن سے قریب ہیں یو ہیں یہ سلسلہ شرقاً غرباً منتہائے زمین تک پہنچے اور بحمداللہ تعالیٰ ایسا ہی ہُوا اور بعونہٖ تعالیٰ ایسا ہی بروجہ اتم وکمال زمانۂ امام موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہونیوالا ہے۔

سب کافروں سے قتال وغلظت کا حکم ہے اگرچہ محارب بالفعل نہ ہوں محارب بالفعل کی تخصیص منسوخ ہوگئی

حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للّٰہ۔

یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔

یہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد ہُوا کفار پر درشتی کر و مومنین کو حکم ہُوا کافروں پر سختی کرو اس میں نہ کوئی تقسیم ہے نہ تردید نہ تخصیص نہ تعلید اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک سلوک اور سختی ودرشتی باہم متنافی ہیں پہلے نیک سلوک کی اجازت تھی اب درشتی وسختی کا حکم ہُوا تو وہ اجازت ضرور منسوخ ہوگئی۔ اجماعِ اُمت ہے کہ جہادِ کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں مدافعانہ وجارحانہ قطعاً دونوں طرح کا حکم ہے اجازت کا مدافعانہ میں حصر پہلے تھا پھر قطعاً منسوخ ہوگیا مبسوط شمس الائمہ سرخسی وکفایہ وعنایہ وتبیین وبحرالرائق وردالمحتار وغیرہا

میں ہے:

واللفظ للبابرتی قوله تعالیٰ فان قاتلوكم فاقتلوهم منسوخ بيانه ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم كان فی الابتداء مأمورا بالصفح والاعراض عن المشركين بقوله فاصفح الصفح الجميل واعرض عن المشركين الأية ثم امر بالدعاء الى الدين بالموعظة والمجادلة بالاحسن بقوله تعالیٰ ادع الى سبيل ربك بالحكمة الأية ثم اذن بالقتال اذا كانت البداءة منهم بقوله تعالیٰ فان قاتلوكم فاقتلوهم ثم امر بالقتال ابتداء فی بعض الازمان بقوله تعالی فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين الأية ثم امر بالبداءة بالقتال مطلقاً فی الازمان كلها وفی الاماكن باسرها فقال تعالیٰ وقاتلوهم حتی لا تكون فتنة الأية وقاتلوا الذين لا يؤمنون بالله و بسا ليوم الأخر الأية۔

یہ ارشاد کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو اُن کو قتل کرو منسوخ ہے بیان اُس کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتدا میں یہ حکم تھا کہ مشرکوں سے درگزر اور روگردانی فرمائیں ارشاد تھا اچھی طرح درگزر کرو اور مشرکوں سے مُنہ پھیر لو۔ پھر حضور کو حکم ہُوا کہ سمجھانے اور خوبی کے ساتھ دلیل قائم فرمانے سے دین کی طرف بلاؤ کہ ارشاد تھا اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلاؤ۔ پھر اجازت فرمائی گئی کہ اُن کی طرف سے قتال کی ابتدا ہو تو لڑو۔ ارشاد تھا کہ جن سے قتال کیا جاتے انھیں پروانگی ہے اور ارشاد تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو پھر بعض اوقات ابتداء قتال کا حکم ہوا ارشاد فرمایا جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو پھر مطلقاً ابتداء بالقتال کا حکم ہُوا سب زمانوں اور سب مکانوں میں ارشاد ہُوا اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور فرمایا اُن سے لڑو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

کنز میں ہے:

الجهاد فرض كفاية ابتداء۔

جہاد کی پہل کرنا فرض کفایہ ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

مفید لافتراضہ وان لم یبدؤنا للعمومات اما قولہ تعالیٰ فان قاتلوکم فاقتلوھم فمنسوخ۔

یہ عبارت فائدہ دیتی ہے کہ جہاد فرض ہے اگرچہ کافر پہل نہ کریں کہ آیتیں عام ہیں اور وہ جو فرمایا تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو وہ منسوخ ہے۔

ہدایہ میں ہے:

قتال الکفار واجب وان لم یبدؤ اللعمومات۔

کافروں سے لڑنا واجب ہے اگرچہ وہ پہل نہ کریں کہ احکام عام ہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

صریح قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصحیحین وغیرھما امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ یوجب ان نبدأھم بادنی تامل اھ اقول وکذا قولہ تعالیٰ فاقتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ بنیتہ ثم فی الغایۃ رأیتہ کما تقدم[1]

صحیحین وغیرہما میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صاف ارشاد مجھے حکم ہوا کہ لوگوں سے قتال فرماؤں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں ادنیٰ غور سے واجب فرماتا ہے کہ ہم اُن سے قتال کی پہل کریں فتح القدیر کی عبارت تمام ہوئی اور میں کہتا ہوں یونہی رب العزۃ کا ارشاد کہ اُن سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔

---

[1] مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے لا تخرج بنیتھم من ان تکون صالحۃ للمحاربۃ وان کانوا لا یشتغلون بالمحاربۃ کالمشتغلین بالتجارۃ والحراثۃ منھم بخلاف النساء والصبیان کافر اگرچہ بالفعل نہ لڑیں اُن کے بدن کی بناوٹ تو لڑنے قابل ہے جیسے اُن کے سوداگر اور کسان بخلاف زنان واطفال۔ ۱۲ منہ غفرلہ

نیز اسی میں زیرِ حدیث مرأی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرأۃ مقتولۃ فقال ھاہ ماکانت ھذہ تقاتل (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت مقتول دیکھی تو فرمایا ارے یہ تو لڑنے قابل نہ تھی) ہے:

الحدیث صحیح علی شرط الشیخین فقد علل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القتل بالمقاتلۃ فثبت انہ معلول بالحرابۃ فلزم قتل ما کان مظنۃ لہ بخلاف مالیس ایاہ۔	یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ قتل کی علت قتال ہے تو ثابت ہُوا کہ قتل وہی کیا جائے گا جو لڑنے کا شخص ہے تو جسے لڑنے قابل سمجھا جائے شریعت میں اُس کا قتل لازم ہُوا بخلاف اُس کے جو اس کے لائق ہی نہ ہو۔

ہرادنیٰ خادمِ فقہ جانتا ہے کہ حربی مقابل ذمی ہے نہ کہ خاص محارب بالفعل ہدایہ وغیرہا کی عبارات ابھی گزریں تو آیت قطعاً تمام حربیوں کو شامل خواہ بالفعل مصدر قتال ہُوئے ہوں یا نہیں البتہ معاہدین کا استثنا ضروریاتِ دین سے ہے جس پر نصوص قاطعہ ناطق اور وہ اذہان مسلمین میں ایسا مرتکز کہ اصلاً محتاج ذکر نہیں یونہی حکم جہاد و قتال کے اعتبار سے اصحاب قول سوم کو بھی یہاں گنجائش اجماع و اتفاق ہے کہ معاہدین وذراری محل جہاد ہی نہیں تو کلمۂ جاھدوا قاتلوا سے اُن کی طرف ذہن نہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

وما الظن الا ان حرمۃ قتل النساء والصبیان اجماع۔	گمان اس کے سوا کسی طرف نہیں جاتا کہ عورتوں اور بچّوں کا قتل حرام ہونے پر اجماع ہے۔

غرض معاہد و ذمی ونساء وصبیان کو نص قتال ابتداءً ہی شامل نہ ہُوا کہ تخصیص کی حاجت ہو۔ بحرالرائق میں ہے:

نفس النص ابتداء لم یتعلق بہ لانہ مقید بمن بحیث	سرے سے خود نص اس سے متعلق نہ ہوا کہ وُہ خاص ایسے کے بارے میں ہے

یحارب کقولہ تعالیٰ وقاتلوا المشرکین کافۃ الآیۃ فلم تدخل المراۃ۔	جو لڑنے کے قابل ہو جیسے ارشادِ الٰہی سب مشرکوں سے لڑو وہ عورت کو شامل نہیں۔

باقی تحقیق عنقریب آتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بالجملہ آیۂ کریمہ میں دو قول ہیں: ایک قول اکثر اہل تاویل کہ سب کفار غیر محاربین بالفعل مراد نہیں بلکہ خاص اہل عہد و پیمان یا اطفال و زنان یا غیر مہاجر مسلمان۔ اس تقدیر پر آیۂ کریمہ مشرکین ہند کو جن سے اتحاد و وداد منایا جا رہا ہے کسی طرح شامل ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ نہ اہلِ ذمہ ہیں نہ عورتیں نہ بچے، نہ مسلمان دوسرا قول بعض کہ سب مشرکین غیر محاربین بالفعل مراد تھے۔

لیڈروں کو پہلا جواب اس طور پر وہ اوّلاً یقیناً منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا ضلالت و گمراہی کیا کوئی روا رکھے گا کہ شراب پیئے اور کافروں کو بیٹیاں دے اور اپنی سگی بہن سے نکاح کرے حَظ

کہ بعہد قدیم ناں بود ست

لیڈر بننے والوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ ہندوؤں کو شامل کرنا لیا قول ثانی سے اور اس کا غیر منسوخ ہونا لیا قول اوّل سے جمع بین المتنافیین کر کے بیچارے جاہلوں کو دھوکے دیتے ہیں۔

لیڈروں کو دوسرا جواب ثانیاً اگر بفرض باطل ان کی یہ شتر گربگی مان بھی لی جائے تو عام مشرکین ہند کو لم یقاتلوکم فی الدین کا مصداق

---

[1] یہاں سے اُس فتوائے جاہلانہ کا حال کھل گیا جس میں عبارت مذکورۂ جمل قال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ الخ اور عبارت روح البیان فی فتح الرحمٰن نسختہا فاقتلوا المشرکین والاکثر علی انہا غیر منسوخۃ سے استناد کر کے آیۂ کریمہ کا قول اکثر میں غیر منسوخ ہونا بتا کر اُسے ہندوؤں پر جما دیا اب یہ کون سمجھے کہ قول اکثر پر کسی طرح ہندو اُس میں داخل نہیں اور قول دیگر پر بفرض غلط اگر داخل ہو سکتے تو یقیناً منسوخ ہے۔ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

[2] اس تقریر کو خوب محفوظ رکھنا چاہیے کہ اس سے اُن مفتیان اجہل کی جہالت و بے باکی بلکہ عیاری و چالاکی خوب روشن ہوتی ہے جنھوں نے کہا کہ ہندوستان کے عام ہندو اہل اسلام سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

مانا ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ لینا ہے کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے کیا قربانی گاؤ پر اُن کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے کیا کٹار پور و آرہ اور کہاں اور کہاں کے ناپاک دہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کیے گئے مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے جلاتے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیے کلیجہ مُنہ کو آتے۔

الا لعنة اللہ علی الظّٰلمین ○ الا لعنة اللہ علی الظّٰلمین ○ الا لعنة اللہ علی الظّٰلمین ○ سُن لو اللہ کی لعنت ظالموں پر۔

اب کوئی درد رسیدہ مسلمان ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے اسٹیجوں پر مسلمان بننے والو! ہمدردیِ اسلام کا ظاہری تانا تننے والو! کچھ حیا کا نام باقی ہے تو ہندوؤں کی گنگا میں ڈوب مرو اسلام و مسلمین و مساجد و قرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمہارے بھائی تمہارے چہیتے تمہارے پیارے تمہارے سردار تمہارے پیشوا تمہارے مددگار تمہارے غمگسار مشرکین ہند نہیں جن کے ہاتھ آج تم بکے جاتے ہو جن کی غلامی کے گیت گاتے ہو۔ اُف اُف اُف۔ تف تف تف۔

ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جہنم جمیعا۔ بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

اور بے ایمان اور پکا بے ایمان ہوگا وہ جو واحد قہار کو یکسر پیٹھ دے کر کے کہ یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض بعض کفار نے کیے۔ اس سے سب تو قاتلو کم فی الدین نہیں ہو گئے۔ بدعقلو بدمنشو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) مقاتلہ فی الدین نہیں کرتے اور عامۂ نصاریٰ مقاتلہ فی الدین کے مرتکب و معاون ہیں" طرفہ طرّہ یہ کہ جانب نصاریٰ میں معاون کا لفظ بڑھایا کہ عامۂ نصاریٰ پر جما سکیں اور جانب ہنود میں اُسے اُڑا دیا تاکہ عام ہنود اس میں نہ آسکیں۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

تمام مشرکینِ ہند محارب بالفعل ہیں اور محارب بالفعل کے معنیٰ کی تحقیق

کفارِ زمانۂ رسالت جن کی نسبت حکم ہوا فاقتلوھم حیث ثقفتموھم انھیں جہاں پاؤ قتل کرو اور حکم ہوا وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں کیا ان کا ہر ہر فرد میدانِ جنگ میں آیا تھا۔ لڑائی دیکھی جاتی ہے اگر جو لڑے اُن کی خاص کوئی ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ لڑائی خاص انھیں کی طرف منسوب ہوگی جو اُس کے مرتکب ہوئے مثلاً کسی گاؤں کے دُھرے مینڈھے پر بعض لوگوں سے جنگ ہو تو وہ انھیں کی ہے نہ تمام قوم کی اور اگر لڑائی مذہبی ہے تو اُن سب اہلِ مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے قدمے معین ہوں گے اور کچھ نہ ہو تو راضی ہوں گے اور اپنے مذہب کی فتح ہو تو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہو تو رنجیدہ ہوں گے قال تعالیٰ:

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم و	اگر تمھیں بھلائی پہنچے تو اُنھیں بُری لگے اور
ان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا۔	اگر تمھیں بُرائی پہنچے تو اُس پر شاد ہوں۔

تو وہ سب محاربین بالفعل ہیں خواہ ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے یہ قربانی گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سُن کر آگ نہیں لگتی کون سی ہندو زبان ہے جو گؤ رکھشا کی مالا نہیں جپتی کون سا شہر ہے جہاں اُس کی سبھا یا اُس کے ارکان یا اُس میں چندہ دینے والے نہیں۔ کیا یہ مقدس بیگناہوں کے خون یہ پاک مساجد کی شہادتیں یہ قرآنِ عظیم کی اہانتیں اُنھیں ناپاک رکھشاؤں اُنھیں مجوعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں نہ سہی

ع ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو اپنی مذہبی قربانی کے لیے گائے پچھاڑو اُس وقت یہی تمھاری بائیں پسلی کے نکلے یہی تمھارے سگے بھائی یہی تمھارے منہ بولے بزرگ یہی تمھارے آقا یہی تمھارے پیشوا تمھاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالیے وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان

اگر قربانیِ گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہندوین میں ہم سے محارب ہیں پھر اُنھیں لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی محاربۂ مذہبی ہر قوم کا اُس بات پر ہوتا ہے جسے وُہ اپنے دین کی رُو سے زشت و منکر جانے اُسی کے ازالہ کے لیے لڑائی ہوتی ہے اور ازالۂ منکر تین قسم ہے موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ	تم میں جو کوئی کچھ خلافِ شرع بات دیکھے
بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ	اُس پر لازم ہے کہ اُسے اپنے ہاتھ
فان لم یستطع فبقلبہ۔	سے رد کرے پھر اگر نہ ہو سکے تو زبان سے
	اور یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے۔

یہ تینوں صورتیں ازالہ و تغییر کی ہیں اور یہ سب اہل محاربہ سے محاربہ ہی ہیں بالفعل ہتھیار اٹھانا شرط نہیں جس کا ثبوت اُوپر گزرا اور اگر یہی ٹھہری کہ اگرچہ لڑائی سرتاج قوم اور تمام افراد قوم کی رضا سے ہو مگر قاتلوکم فی الدین میں صرف وہی داخل ہوں گے جنھوں نے میدان میں ہتھیار اُٹھاتے تو ذرا انگریزوں کے ساتھ اپنے بائیکاٹ کا مزاج پوچھ لیجیے کیا ہر انگریز ترکوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں گیا تھا ہرگز نہیں لاکھوں یا شاید کروروں ہوں جنھوں نے اُس میدان کی صورت بھی نہ دیکھی خصوصًا ہندوستان میں سول کے انگریز تو یہ سب لم یقاتلوکم فی الدین ہُوئے اور تمھارا یہ ترک تعاون کا عام مسئلہ تمھارے ہی مُنہ سخت جھوٹا اور شریعت پر افترا ٹھہرا کر متاطعہ کرو تو اُنھیں محدود سے کرو جو میدان میں ترکوں سے لڑے غرض ؎

نے فروعت محکم آمد نے اصول
شرم بادت از خدا و از رسول

قرآن عظیم سے مزعومات لیڈران کا رد

تنبیہ جلیل اقول آیۂ کریمہ وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ کہ ابھی ہم نے تلاوت کی قطعًا اپنی ہر وجہ ہر پہلو پر لیڈران عنودلیس رواں ہنود پر ردّ شدید ہے۔ ان کا

مزعوم دو فقرے ہیں:

اول یہ کہ ہنود میں مقاتل فی الدین صرف وہی ہیں جنھوں نے وہ مظالم کیے تو مقاتل نہیں مگر مقاتل بالفعل جس نے ہتھیار اٹھایا اور قتال کو آیا تاکہ عامہ ہنود کو قاتلوکم فی الدین سے بچالیں۔

دوم یہ کہ جو مقاتل بالفعل نہیں اس سے اظہار عداوت فرض نہیں تاکہ بزدرِ زبان اُن سے وداد و اتحاد کی راہ نکالیں اب آیہ کریمہ میں چار احتمال ہیں:

اول دونوں کافۃ مسلمانوں سے حال ہوں یعنی تم سب مسلمان مشرکوں سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

دوم دونوں مشرکین سے حال ہوں یعنی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

سوم پہلا کافۃ مشرکین سے حال ہو اور دوسرا مومنین سے یعنی تم بھی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سے لڑتے ہیں۔ یہ قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔

چہارم اس کا عکس یعنی سب مسلمان مشرکوں سے لڑیں جس طرح سب مشرک مسلمانوں سے لڑتے ہیں کبیر میں اسی کو ترجیح دی اور لباب میں اسی پر اقتصار کیا اور امام نسفی نے چاروں احتمالوں کا اشعار کیا۔ مفاتیح الغیب میں ہے:

فی قولہ تعالٰی کافۃ قولان الاول	ارشاد الٰہی کافۃ میں دو قول ہیں اوّل
انیکون المراد قاتلوھم باجمعکم	مراد یہ ہے کہ تم سب اُن کے قتال پر
مجتمعین علی قتالھم کما انھم	اتفاق کر کے اُن سے لڑو جس طرح وہ تم سے
یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ	یونہی لڑتے ہیں فرماتا ہے قتال مشرکین میں
یرید تعاونوا وتناصروا	سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور
علی ذٰلک ولا تتخاذلوا ولا	ایک دوسرے کو بے یار نہ چھوڑو نہ باہم
تتقاطعوا وکونوا عباد اللہ	علاقہ قطع کرو اور سب اللہ کے بندے ہو جاؤ

مجتمعین متوافقین فی مقاتلة	دشمنوں کے قتال پر یک دل و یک رائے
الاعداء والثانی قال ابن عباس	ہو کر دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ
قاتلوھم بکلیتھم ولا تحابوا	تعالیٰ عنہما کا کہ سب مشرکوں سے لڑو
بعضھم بترك القتال کما انھم	اور اُن میں کسی سے ترک قتال میں محابہ
یستحلون قتال جمیعکم والقول	نہ کرو جس طرح وہ تم سب سے قتال روا
الاوّل اقرب حتیٰ یصح قیاس	رکھتے ہیں اور پہلا قول زیادہ قریب ہے
احد الجانبین علی الآخر۔	تاکہ ایک فریق کا دوسرے پر قیاس صحیح ہو۔

خازن میں ہے:

یعنی قاتلوا المشرکین باجمعکم	یعنی سب مل کر قتال مشرکین پر متفق الرائے
مجتمعین علی قتالھم کما انھم	ہو کر اُن سے لڑو جس طرح وہ تم سے
یقاتلونکم علی ھذہ الصفة۔	یونہیں لڑتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

کافة حال من الفاعل او المفعول۔	کافۃً فاعل سے حال ہے خواہ مفعول سے۔

اس احتمال چہارم پر آیۂ کریمہ کے دونوں جلے لیڈروں کے پہلے فقرے کا رد ہیں ظاہر ہے کہ سب مشرک میدان میں نہ آئے سب نے ہتھیار نہ اُٹھائے بلکہ کچھ ساعی تھے کچھ معاون کچھ راضی اور آیت میں فرمایا کہ وُہ سب تم سے لڑتے ہیں تو معلوم ہُوا کہ جمیع اقسام مقاتل فی الدین میں یونہیں قطعاً تمام ہنود کہ منشا مظالم گئو رکھشا ہے اور اُس میں سب شریک پھر مسلمانوں کو فرمایا تم سب لڑو اگر قتال قتال بالید سے خالص ہو تو جہاد مطلقاً فرض عین ہو جاتے اور یہ بالاجماع باطل ہے نیز اس تقدیر پر یہ حکم صحابۂ کرام سے آج تک کبھی بجا نہ لایا گیا کون سے دن دنیا کے سب مسلمان ہتھیار لے کر میدان میں آئے تو معاذ اللہ صحابۂ کرام وجمیع امت کا اجماع ضلالت و معصیت پر ہوا اور یہ اوّل سے بڑھ کر باطل و کفر ہائل ہے لاجرم قتال و معاونت و رضا کو عام ہے اب بے شک اس کا حکم شامل جملہ اہل اسلام ہے۔

اسی طرح احتمال اوّل پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے فقرۂ اولی کے رد ہیں پہلے کا ابھی بیان ہوا اور دُوسرا یُوں کہ جب مشرکین سب مسلمانوں سے مقاتل ہیں تو سب مسلمان مشرکوں کے مقاتل کہ مفاعلہ جانبین سے ہے اور وُہ نہیں مگر اسی طور پر کہ فاعل و معاون و راضی سب مقاتل ہوں بعینہٖ اسی تقریر سے احتمال دوم و سوم بھی جیسا کہ فہیم پر مخفی نہیں بالجملہ ہر پہلو پر آیہ کریمہ کا ہر جملہ اُن کے فقرۂ اُولی کا ردّ ہے اور احتمال دوم سوم پر کریمہ کا پہلا جملہ لیڈروں کے فقرۂ دوم کا بھی رد ہے کہ عام فرمایا گیا سب مشرکوں سے قتال کرو اور قتل و قتال سے بڑھ کر اور اظہارِ عداوت کیا ہے تو ثابت ہُوا کہ مشرک مقاتل بالید ہو یا نہ ہو ہر ایک سے اظہارِ عداوت فرض اور وداد و اتحاد حرام۔

قل جاء الحق و زهق الباطل	کہو حق آیا باطل کا دم ٹوٹا بے شک باطل
ان الباطل کان زهوقا ٥ بل	تو دم توڑنے ہی کو تھا بلکہ ہم حق کو باطل
نقذف بالحق علی الباطل	پر پھینکتے ہیں کہ وُہ باطل کا بھیجا نکال
فیدمغه فاذا هو زاهق ولکم	دیتا ہے جبھی وہ فنا ہو جاتا ہے اور تمہارے
الویل مما تصفون ٥	لیے خرابی ہے اُن باتوں سے جو بناتے ہو۔

اصح قول اکثر ہے کہ کریمۂ ممتحنہ صرف معاہدین کے بارے میں ہے

تنبیہ دوم اوّل یہاں سے روشن ہُوا کہ آیۂ ممتحنہ میں قول اکثر ہی ارجح و اصح ہے لم یقاتلوکم فی الدین وہی ہو سکتے ہیں جو اہل عہد و ذمہ ہیں کہ اُن کے عہد نے صراحۃً اُنھیں مقاتلین سے جُدا کر دیا۔

والصریح یفوق الدلالة۔	تصریح دلالت پر مرجح ہے۔

باقی تمام حربی کفار مقاتل فی الدین ہیں اگرچہ ہتھیار نہ اُٹھاتے ہوں قول آخر کے اصح ہونے کی وجہ یہی ہوتی کہ لفظ عام ہے اور جب ثابت ہوا کہ وُہ اہل عہد و ذمہ ہی پر صادق ہے تو حربیوں کی تعمیم ناموجہ ہے یوہیں نساء و صبیان سے تخصیص کی وجہ نہیں اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا ورنہ صرف صلۂ مادر و پدر یا غایت درجہ صلۂ رحم کی اجازت نکلے نہ جملہ نساء و صبیان کو تعمیم مقبول کہ اگرچہ وُہ حکم قتال سے مستثنیٰ ہیں مگر حکمت غلظت سے مستثنیٰ

نہیں اہل عہد و ذمہ کی عورتیں بچے اُن کے حکم میں رہیں گے اور غیر معاہد حربیوں کے زنان و اطفال اُن کے حکم میں قال تعالیٰ من ذکر او انثیٰ بعضکم من بعض مرد و عورت ایک دوسرے سے

یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں

صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان و صبیان کفار کے بارے میں فرمایا ھم منھم وہ اُنہیں میں سے ہیں ولہذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے اُن کی عورتوں بچوں کسی کو مستثنیٰ نہ فرمایا حکم عام دیا۔ جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر و غایہ و کفایہ و جوہرہ و مستصفیٰ پھر نہایہ و غایۃ البیان و فتح القدیر و بحر الرائق و کافی و تبیین و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیۃ ذوی الاحکام کتب معتمدہ کی عبارتیں اوپر گزریں، معراج الدرایہ میں ہے:

صلتہ لا یکون برا شرعا و لذالم یجز التطوع الیہ۔ — حربی سے نیک سلوک شرعاً کوئی نیکی نہیں اس لیے اُسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

التصدق علیھم مرحمۃ بھم و مواساۃ وھی منافیۃ لمقتضی الآیۃ۔ — اُنھیں خیرات دینا اُن پر ایک طرح کی مہربانی اور اُن کی غمخواری ہے اور یہ حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔

امام برہان الدین صاحب ذخیرہ نے محیط پھر علامہ برجندی زادہ پھر علامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا:

لا یجوز للمسلم بر الحربی۔ — حربی کے ساتھ نیک سلوک مسلمان کو حرام ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے ائمہ کی نظر ایسی ہی غائر و دقیقہ رس ہے جب کبھی تنقیح تام کی جاتی ہے جو انھوں نے تحقیق فرمایا وہی گل کھلتا ہے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

مستامن کے لیے مسئلہ ہبہ و وصیت کی تحقیق

تنبیہ سوم مستامن کے بارے میں عبارات مختلف آئیں کثیر روایات

مذکورہ میں مطلقاً حربی سے نیک سلوک کی ممانعت ہے جس میں مستامن بھی داخل اور نہر سایہ و تبیین و بحر الرائق و ابو السعود کی عبارات میں اُس سے ممانعت کی صاف تصریح گزری لیکن بعض روایات سے اُس کے لیے رخصت ثابت فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

لا باس بان یصل الرجل المسلم المشرك قریبا کان او بعیدا محاربا کان او ذمیا و ارادبالحارب المستأمن واما اذا کان غیر المستأمن فلا ینبغی للمسلم ان یصله بشئ کذا فی المحیط۔	کوئی حرج نہیں کہ مسلمان مشرک سے کوئی مالی سلوک کرے خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، حربی ہو یا ذمی، حربی سے مستامن مراد لیا اور اگر حربی غیر مستامن ہو تو مسلمان کو سزاوار نہیں کہ اُس کے ساتھ کوئی نیک سلوک کرے ایسا ہی محیط میں ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع میں مستامن کے لیے وصیت کا جواز مبسوط سے نقل کیا پھر فرمایا: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عدم جواز مروی ہوا اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے موافق تر ہے کہ وہ مستامن کے لیے صدقات حرام فرماتے ہیں یونہی وصیت بھی پھر فرمایا بعض نے کہا اُس کے لیے جواز و عدم جواز صدقات میں ہمارے اصحاب سے دو روایتیں ہیں تو وصیت بھی انھیں دونوں روایتوں پر ہو گی عبارت یہ ہے شرائط وصیت باعتبار موصی لہ میں فرمایا:

ومنها ان لا یکون حربیا غیر مستامن فان کان لا تصح الوصیة له من مسلم او ذمی وان کان مستامنا ذکر فی الاصل انه یجوز لانه فی عهدنا فاشبه الذمی وروی عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه انه لا یجوز وهذه	ایک شرط جواز وصیت کی یہ ہے کہ حربی غیر مستامن نہ ہو ایسا ہو تو اس کے لیے وصیت باطل ہے مسلمان کرے خواہ ذمی اور اگر حربی مستامن ہو تو امام محمد نے مبسوط میں ذکر فرمایا کہ جائز ہے اس لیے کہ وہ بھی ہمارے معاہدہ میں ہے تو ذمی سا ہوا اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

الرواية بقول اصحابنا رحمهم الله تعالى اشبه فانهم قالوا لا يجوز صرف الكفارة والنذر وصدقة الفطر والاضحية الى المستأمن ويجوز صرفها الى الذمي لانا ما نهينا عن بر اهل الذمة لقوله تعالى لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين وقيل ان في التبرع عليه في حال الحياة بالصدقة والهبة روايتين عن اصحابنا فالوصية له على تلك الروايتين ايضاً۔

روایت ہے کہ حربی مستأمن کے لیے بھی وصیت جائز نہیں اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے زیادہ موافق ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حربی مستامن کو بھی نذر و کفارہ و صدقۂ فطر و قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں اور ذمی کو جائز ہے اس لیے کہ ذمیوں کے ساتھ احسان کی ہمیں ممانعت نہ فرمائی گئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمھیں اُن سے منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور کہا گیا کہ زندگی میں حربی مستامن کو کچھ ہبہ یا خیرات دینے میں ہمارے ائمہ سے دو روایتیں ہیں تو اس کے لیے وصیت بھی انہیں دو روایتوں پر رہے گی۔

اس پر تمام کلام ونقض وابرام رد المحتار پر ہمارے حاشیہ جد الممتار میں مذکور جس سے اطالت کی یہاں حاجت نہیں سیر کبیر سے حربی کے لیے اشعار جواز نقل کیا گیا مگر اُس میں حربی فی دارہ کے لیے تصریح ہے محیط پھر قاضی زادہ نے اس کی عبارت یہ نقل کی:

لو اوصى مسلم لحربي والحربي في دار الحرب لا يجوز فان خرج الحربي الموصى له الى دار الاسلام بامان واراد اخذ وصية لم يكن له من ذلك شئ وان اجازت الورثة لانه

اگر مسلمان نے کسی حربی کے لیے وصیت کی اور حربی دار الحرب میں تھا جائز نہیں پھر اگر جس حربی کے لیے وصیت تھی امان لے کر دار الاسلام میں آئے اور اپنی وصیت لینا چاہے اُسے اُس میں سے کچھ نہ ملیگا اگرچہ وارث اجازت بھی دے دیں

الوصیۃ وقعت بصفۃ البطلان	کہ وصیت سرے سے باطل واقع ہوئی
فلا تعمل اجازۃ الورثۃ فیھا	تو وارثوں کی اجازت اُس میں کچھ کام دیگی۔

اقول ہاں فی دارہ کی قید اور سیاق کلام سے مستامن کے لیے جواز نکلتا ہے کما لا یخفی وبہ اندفع ایراد المحیط تعرضنا ئح الافکار علیھم تو یہ اُسی توفیق کی طرف مشیر جو علامہ مولی خسرو نے درر میں کی اور تنویر نے اُسے متن میں لیا کہ مستامن کے لیے صحیح اور غیر مستامن کے لیے ناجائز درر میں اسے بحث درر ٹھہرایا حالانکہ منصوص ہے وہی ہدایہ جس سے گزرا کہ حربی کے لیے وصیت باطل اُسی میں ہے کہ مستامن کے لیے صحیح باب وصیۃ الذمی میں فرمایا:

اذا دخل الحربی دارنا بامان	جب حربی اماں لے کر دار الاسلام میں آئے
فاوصی لہ مسلم بوصیۃ	اور اُس وقت مسلمان اُس کے لیے
جاز لانہ ما دام فی دار الاسلام	کچھ وصیت کرے تو جائز ہے اس لیے
فھو فی المعاملات بمنزلۃ الذمی۔	کہ وہ جب تک دار الاسلام میں ہے
	معاملات میں بمنزلہ ذمی ہے۔

اقول اور یہی مفاد کہ متبین متحنہ ہے کہ معاہد کے لیے رخصت اور غیر معاہد سے ممانعت اور مستامن بھی مثل ذمی معاہد ہے اگرچہ اُس کا عہد موقت ہے کما تقدم عن البدائع والھدایۃ اور وصیت[1] وصدقہ میں فرق کی کچھ وجہ نہیں کہ دونوں بر وصلہ ہیں خصوصاً کریمہ لا ینھٰکم اللہ کا نزول ہی دربارہ مستامن ہُوا تو الیسی تخصیص کہ اصل سبب کی نفی کردے کیونکر روا ہو جس طرح شرح سیر کبیر کا اطلاق کہ ہر گونہ حربی کے لیے جواز کا موہم ہے کیونکر مقبول ہو سکتا ہے کہ کریمہ انما ینھٰکم اللہ کا صاف منافی ہے اور[2] یہ کہنا کہ اس میں موالات سے ممانعت ہے نہ صلہ سے۔ اقول محض بے معنی ہے موالات ہر کافر سے قطعاً حرام ہے اگرچہ ذمی ہو اگر صلہ ہر حربی کے لیے بھی جائز ہو تو فریقین میں فرق کیا رہا حالانکہ صریح نزول

---

[1] تعریض بما فی رد المحتار ۱۲ منہ غفر لہ

[2] تعریض بما فی بعض التفاسیر ۱۲ منہ غفر لہ

کہ متین اثبات فرق کے لیے تو قطعاً کریمۂ ثانیہ میں صلہ ہی کو موالات فرمایا اور اُسی سے منع کیا لاجرم اس کی صحیح تاویل وہی ہے جو ابھی محیط و ہندیہ سے گزری کہ حربی سے مستامن یعنی معاہد مراد ہے لاجرم اسی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے:

ذکر الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیا فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومسالمۃ فلا باس بان یصلہ۔	امام رکن الاسلام علی سغدی نے فرمایا جب حربی دار الحرب میں ہو اور وہ وقت صلح ومعاہدۂ التوائے جنگ کا وقت ہو تو اُس سے مالی سلوک میں حرج نہیں۔

اس تحقیق سے بہت عبارات میں توفیق ہو گئی جن میں حربی کے لیے مطلقاً ممانعت ہے جیسے ارشاد جامع صغیر وکتب کثیرہ اُن میں حربی غیر معاہد مراد ہے لاجرم کافی پھر درر پھر نتائج الافکار نے کلام جامع صغیر یوں نقل کیا:

الوصیۃ للحربی وھو فی دارھم باطلۃ لانہا بر وصلۃ وقد نہینا عن بر من یقاتلنا لقولہ تعالٰی انما ینہٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین۔	حربی کہ دار الحرب میں ہو اس کے لیے وصیت باطل ہے اس لیے کہ وہ احسان ونیک سلوک ہے اور حربی کے ساتھ نیک سلوک سے ہمیں منع فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اللہ تمہیں اُن سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑے۔

جامع صغیر شریف کے متعدد نسخے حاضر اُس کی عبارت صرف اس قدر ہے:

الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ۔	حربیوں کے لیے وصیت باطل ہے۔

اور یہی اُس سے ہدایہ متن ہدایہ میں منقول نہ اُس میں تعلیل ہے نہ لفظ ھو فی دارھم ضرور یہ بعض شروح جامع کی عبارت ہے جسے کافی نے حسب عادت علما جامع کی طرف نسبت فرمایا تو

لہ اسیر معالم وخازن وکبیر وتفسیر ابن عباس کے نصوص ابھی آتے ہیں۔

شارح نے اطلاق جامع کو غیر مستامن پر حمل کیا اور جن میں مطلق جواز ہے جیسے عبارت شرح سیر کبیر جس کو محیط نے اُسی عادت کی بناء پر سیر کبیر کی طرف نسبت کیا اُن میں مستامن و معاہد مقصود جس طرح خود محیط نے تصریح کی کہ:

اراد بالمحارب المستأمن۔	حربی سے مستامن مراد لیا۔

اسی طرح عبارت موطائے امام محمد:

لاباس بالهدية الى المشرك بالمحارب	حربی مشرک کو ہدیہ دینے میں حرج نہیں
مالم يهد اليه سلاح او درع	جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو اور
وهو قول ابی حنيفة والعامة	یہی قول امام ابو حنیفہ اور ہمارے عام
من فقهائنا۔	فقہاء کا ہے۔

وصیت بھی ہدیہ ہی ہے کہ تملیک عین مجاناً ہے اور امام محمد جامع صغیر میں صاف فرما چکے کہ اُن کے لیے وصیت باطل تو ہدیہ کیسے جائز ہو سکتا ہے مگر اسی فرق سے کہ معاہد کے لیے جائز اور غیر معاہد کے لیے ناجائز جس طرح خود امام نے سیر کبیر میں اشعار فرمایا اور کتاب الاصل میں ارشاد امام نے تو بالکل کشف حجاب فرما دیا کہ فرمایا حربی کے لیے باطل پھر فرمایا مستامن کے لیے جائز۔ ردالمحتار میں ہے:

نص محمد فی الاصل علی عدم	امام محمد نے اصل میں روشن تصریح فرمائی
جواز الوصية للحربی صريحاً۔	کہ حربی کے لیے وصیت جائز نہیں۔

بدائع امام ملک العلماء سے گزرا:

وان كان مستامنا ذكر فی الاصل	امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ کافر اگر مستامن
انه يجوز۔	ہو تو اس کے لیے وصیت جائز ہے۔

---

[1] فلا عليك مما وقع فی تركاة ش من عزوه لمحمد فی السير الكبير فقد ابان الصواب الوصايا ناقلا عن العلامه نوح افادة ان مرادهم ما ذكر فی شرح السير الكبير للسرخسی ۱۲ منه غفر له

خانیۂ امام فقیہ النفس میں ہے:

اوصی مسلم لحربی مستأمن	کسی مسلمان نے حربی مستامن کے لیے
بثلث مالہ ذکر فی الاصل انہ	اپنے تہائی مال کی وصیت کی مبسوط میں
یجوز وقیل ھذا قول محمد	فرمایا یہ جائز ہے بعض نے کہا یہ قول
وعن ابی حنیفۃ فی روایۃ لاتجوز	امام محمد کا ہے اور امام اعظم سے ایک روایت
وان لم یکن مستامنا لا تجوز	میں ہے کہ جائز نہیں اور اگر حربی مستامن
فی قولھم۔	نہ ہو تو بالاتفاق ناجائز ہے۔

رہا شرح سرخسی میں یہ استدلال کہ قحط مکہ معظمہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانسو اشرفیاں ابوسفیان وصفوان بن امیہ کو عطا فرمائیں کہ فقرائے مکہ پر تقسیم کریں اول واقعۂ عین کے لیے عموم نہیں ہوتا ممکن کہ وہ زمانۂ صلح ومعاہدہ ہو معہذا ابوسفیان وصفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے ممکن کہ اس مد سے عطا فرمائی ہوں پھر بھی وہ عبارات باقی رہیں جن میں مستامن کے لیے بھی عدم جواز کا صریح ارشاد ہے یونہی وہ کہ حربی غیر معاہد کے لیے بھی جواز اُن کا مفاد ہے ہندیہ میں محیط سے ہے:

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا	اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دار الحرب
دار الحرب فاھدی امیرھم	میں داخل ہو اور سپہ سالار دشمنوں کے
الی ملک العدو ھدیۃ فلا باس	بادشاہ کو کچھ ہدیہ بھیجے کچھ مضائقہ
بہ۔	نہیں۔

ائمہ لیڈروں پر سخت اشد عبارات

ظاہر ہے کہ نفع وہی مال ہے کہ کافر سے بے لڑے قہراً لیا جائے اور لڑکر لیں تو غنیمت اور ایام معاہدہ کے ہدایا قہراً نہیں شرح سیر کبیر میں ہے:

لو وادع الامام قوما من اھل	اگر سلطان اسلام نے حربیوں کے کسی گروہ
الحرب سنۃ علی مال دفعوہ	سے سال بھر کے لیے صلح کر لی اور اس پر
الیہ جاز لو خیرا للمسلمین	کچھ مال اُن سے لے لیا تو اگر یہ مسلمانوں کے

ثم هذا المال ليس بفئ ولا غنيمة	حق میں بہتر ہو تو جائز ہے پھر یہ مال نہ فئے ہے
حتی لا یخمس ولکنه کالخراج	نہ غنیمت یہاں تک کہ اُس سے خمس نہ لیا
یوضع فی بیت المال لان الغنیمة	جائے گا ہاں وُہ خراج کی طرح سے خزانۂ
اسم لمال یصاب بایجاب	مسلمین میں داخل کیا جائے گا۔ اس لیے
الخیل والرکاب والفئ اسم	کہ غنیمت اُس مال کا نام ہے جو گھوڑے
لما یرجع من اموالهم الی یدینا	اُونٹ دوڑا کر یعنی لڑ کر ملے اور فئے اس
بطریق القهر وهذا یرجع	مال کا نام ہے جو ہیں اُن سے بطور غلبہ
الینا بطریق المراضاة۔	ہاتھ آئے اور یہ تو ہم کو بطور رضامندی حاصل ہوا۔

خیالات لیڈران کا قلع قمع اُس توفیق اِلٰہی ہی سے ہو گیا یہ دونوں قسمیں ان پر اشد ہیں اُن کے دونوں مزعوم کا سخت ترد ہیں قسم اول نے حربی معاہد کے ساتھ بھی ذرا سا سلوک مالی حرام فرمایا اُن کے فقیر گداگر کو بھیک دینا تک بتایا اور لیڈروں نے نا معاہد مشرکوں سے وداد و اتحاد منایا بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد کا کلنک لگایا۔ قسم دوم نے خود محارب و نا معاہد حربیوں کو ہدیہ دینا لینا جائز ٹھہرایا لیڈروں کے مطلقاً ترک تعاون کی فرضیت کا ڈربا جلایا خیر انھیں اسی طرح ہر طرف کی ضرب و جرح و رد و طرح میں چھوڑیے جانب توفیق باگ موڑیے۔

سلوک مالی کی اقسام

فاقول سلوک مالی تین طرح ہے مرحمت مکرمت مکیدت اوّل یہ کہ محض اُسے نفع دینا خیر پہنچانا مقصود ہو یہ مستامن و معاہد کے لیے بھی حرام ہے امان و معاہدہ کف ضرر کے لیے ہے نہ کہ اعداء اللہ کو بالقصد ایصال خیر کے واسطے سوم یہ کہ مصلحت اسلام و مسلمین کے لیے محاربانہ چال ہو یہ حربی محارب کے واسطے بھی جائز کہ حقیقت بر و صلہ سے اسے علاقہ نہیں دوم یہ کہ اپنی ذاتی مصلحت مثل مکافات احسان و لحاظ رحم کے لیے کچھ مالی سلوک یہ معاہد سے جائز نا معاہد سے ممنوع۔

موالات کی تقسیم اور اُس کے احکام

تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہے اوّل حقیقیہ جس کا ادنیٰ رکون یعنی میلان قلب ہے۔ پھر وداد پھر اتحاد پھر اپنی خواہش سے بے خوف و طمع انقیاد پھر تبتل یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے

مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔

میل طبعی کا حکم قال اللہ تعالیٰ:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ — ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

مگر میل طبعی جیسے ماں باپ اولاد یا زن حسینہ کی طرف کہ جس طرح بے اختیار ہو زیر حکم نہیں پھر بھی اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے بقدر قدرت اُس کا دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے کہ تنے مستمر ہیں بقا کے لیے حکم ابتدا ہے کہ اعراض ہر آن متجدد ہیں آنا بے اختیار تھا اور جانا یعنی ازالہ قدرت میں ہے تو رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے ولہٰذا جس غیر اختیاری کے مبادی اُس نے باختیار پیدا کیے اُس میں معذور نہ ہوگا جیسے شراب کہ اُس سے زوال عقل اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو زوال عقل اور اُس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا قال تعالیٰ:

یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون ٥ — اے ایمان والو اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہی پکا ظالم ہوگا۔

تفسیر کبیر و نیشاپوری وخازن وجمل وغیرہا میں ہے:

انہ تعالیٰ لما امر المومنین بالتبری عن المشرکین وبالغ فی ایجابہ قالوا کیف تمکن ھذہ المقاطعۃ التامۃ بین الرجل وبین ابیہ — جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکوں سے بیزاری کا حکم دیا اور بتاکید شدید اُسے واجب فرمایا بعض مسلمانوں نے کہا آدمی کا اُس کے باپ اور ماں اور بھائی سے یہ

لہ جب مجرد میلان قلب کو حرام و موجب عذاب نار فرمایا تو وداد و اتحاد و انقیاد و تبتل کس قدر سخت کبیرہ موجب عذاب اشد ہوں گے لیڈر وداد و اتحاد و انقیاد سب خود قبول رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲

وامہ واخیہ فذکر اللہ تعالیٰ ان الانقطاع عن الآباء والاولاد والاخوان واجب بسبب الکفر۔	پورا انقطاع کیونکر ممکن ہے اس پر رب عزوجل نے فرمایا کہ باپ اور اولاد اور بھائیوں سے اُن کے کفر کے سبب پورا انقطاع ہی لازم ہے۔

موالات صوریہ کے احکام

دوم صوریہ کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو یہ بحالت ضرورت ومجبوری صرف بقدر ضرورت ومجبوری مطلقاً جائز ہے قال تعالیٰ:

الّا ان تتقوا منھم تقٰۃ۔	مگر یہ کہ تمہیں اُن سے پورا واقعی خوف ہو۔

بقدر ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عدم اظہار عداوت میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر اکتفا کرے اور اظہار محبت کی ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلو دار بات کہے صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترک عزیمت۔ ابنائے جریر و منذر و ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی:

نہی اللہ المومنین ان یلاطفوا الکفار ویتخذوھم ولیجۃ من دون المؤمنین الا ان یکون الکفار علیھم ظاھرین اولیاء فیظھرون لھم اللطف ویخالفونھم فی الدین وذلک قولہ تعالیٰ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ۔	اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ کافروں سے نرمی کریں اور مسلمانوں کے سوا اُن میں سے کسی کو رازدار بنائیں مگر یہ کہ کافر اُن پر غالب والیان ملک ہوں تو اُس وقت اُن سے نرمی کا اظہار کریں اور دین میں مخالفت رکھیں اور یہی مولیٰ تعالیٰ کا ارشاد مگر یہ کہ تم کو اُن سے واقعی پورا خوف ہو۔

مدارک میں ہے:

ای ان یکون للکافر علیک سلطان تتخافہ علی نفسک ومالک	یعنی مگر یہ کہ کافر کی تجھ پر سلطنت ہو تو تجھے اُس سے اپنے جان ومال کا خوف ہو

فحینئذ یجوز لك اظهار الموالاۃ وابطان المعاداۃ۔ | اس وقت تجھے جائز ہے کہ اُس سے دوستی ظاہر کرے اور دشمنی چھپائے۔

کبیر میں ہے:

وذلك بان لا یظھر العداوۃ باللسان بل یجوز ایضاً ان یظھر الکلام الموھم للمحبۃ والموالاۃ ولکن بشرط ان یضمر خلافہ وان یعرض فی کل ما یقول۔ | یہ یوں ہے کہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایسا کلام کہے جو محبت و دوستی کا وہم دلاتے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں اُس کے خلاف ہو اور جو کچھ کہے پہلودار بات کہے۔

صوریہ کی اعلیٰ قسم مداہنت ہے اس کی رخصت صرف بحالت مجبوری واکراہ ہی ہے اور ادنیٰ قسم مدارات یہ مصلحت بھی جائز قال تعالیٰ:

وان احد من المشرکین استجارك فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ۔ | اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو تاکہ کلام الٰہی سُنے پھر اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

ظاہر ہے کہ اس وقت غلظت وخشونت منافی مقصود ہوگی۔

مدارات کا بیان

مدارات صرف اس ترک غلظت کا نام ہے اظہار الفت ورغبت پھر کسی قسم اعلیٰ میں جائے گا اور اُسی کا حکم پائے گا۔ مدارات و مداہنت کے بیچ میں موالات صوریہ کی دو قسمیں اور ہیں بر و اقساط اور معاشرت۔ یہ دو صورتیں موالات کی ہوتیں اور دشمن کی مستمل مجرد معاملت ہے کہ نہ میلان پر مبنی نہ اُس سے مُبنی بہ سوائے مرتد ہر کافر سے جائز ہے جب تک کسی محظور شرعی کی طرف منجر نہ ہو معاشرت کے نیچے افعال کثیرہ ہیں۔ سلام کلام مصافحہ مجالست مساکنت مواکلت تقریبوں میں شرکت عیادت تعزیت اعانت استعانت مشورت وغیرہا ان سب کے صور وشقوق کی تفصیل اور ہر صورت پر بیان حکم و دلیل ایک مستقل رسالہ چاہے گا یہاں بر وصلہ سے بحث ہے جس کی

ہم نے تین قسمیں بیان کیں قسم اول کہ بے اپنی کسی غرض صحیح کے بالقصد ایصال نفع وخیر منظور ہو یہ بے رغبت و میلان قلب متصور نہیں تو موالات حقیقیہ ہے اور مطلقاً قطعاً حرام قطعی باقی دو قسمیں کہ اپنی غرض ذاتی یا مصلحت دینی مقصود ہو موالات صوریہ کی ایک ہلکی قسم ہیں اگرچہ مجرد ترک غلظت پر ان میں شے زائد ہے ان دو میں فرق یہ ہے کہ قسم دوم بھی اگرچہ حقیقت موالات سے برکراں ہے اور صورۃً بھی کوئی قوی دلیل نہیں مگر معنیً کچھ اُس کی نفی وضد بھی نہیں اور سوم حقیقۃً معادات و قصد اضرار ہے لہٰذا حربی محارب سے بھی جائز ہوئی کہ اب وہ ظاہری صورت خدعہ اور چال رہ گئی والحرب خدعۃ کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کیسا اشد حرام و کبیرہ ہے لیکن اگر خلاً اس لیے ہو کہ وہ تعاقب کرتے چلے آئیں اور آگے اسلامی کمین ہے جب اُس سے گزریں اُن کے پیچھے سے کمین کا لشکر نکلے اور آگے سے یہ لوٹ پڑیں اور کافر گھر جائیں تو ایسا فرار بہت پسندیدہ ہے کہ یہ صورۃً فرار معنیً کرار ہیں قال تعالیٰ:

ومن یولہم یومئذ دبرہ الا متحرفا	جہاد کے دن جو کوئی کافروں کو پیٹھ دکھائیگا
لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد	سوا اُس کے جو لڑائی کے لیے کنارہ کرنے
باء بغضب من اللہ وماوٰہ	یا اپنے جتھے میں جگہ لینے کو جائے وہ بیشک
جہنم وبئس المصیر ○	اللہ کے غضب میں پڑا اور اُس کا ٹھکانا
	جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ۔

اور دوم ان سے جائز نہیں کہ حقیقت معادات سے خالی

حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے اور صورت موالات حالی یہ صرف معاہدین کے لیے ہے۔

• تنزیلا للناس منازلہم۔ ہر شخص کو اُس کے مرتبے پر رکھنے کے لیے۔

اور غیر معاہد کے لیے یہ بھی موالات ممنوعہ ہی ہے اوپر گزرا کہ مولیٰ عزوجل نے اُن سے صوریہ کو بھی مثل حقیقیہ منع فرمایا اور اُس کا نام بھی مودت ہی رکھا کہ تلقون الیہم بالمودۃ تسرون الیہم بالمودۃ یہ ہے تحقیق انیق متکفل توفیق وتطبیق والحمد للہ علی حسن التوفیق۔

آیاتِ ممتحنہ میں بِر و معاملات سے کیا مراد

اس تحقیق سے روشن ہُوا کہ کریمہ لا ینھٰکم میں بر سے صرف صورت اوسط مراد ہے کہ اعلیٰ معاہد سے بھی حرام اور ادنیٰ غیر معاہد سے بھی جائز اور آیت فرق کے لیے اُتری ہے نیز ظاہر ہُوا کہ کریمہ انما ینھٰکم میں تولوھم سے یہی بر و صلہ مراد ہے کہ مقابلہ و فرق فریقین ظاہر ہو لاجرم تفسیر معالم و تفسیر کبیر میں ہے:

ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ الاٰیۃ۔	پھر اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا بیان فرمایا جن سے نیک سلوک کی ممانعت ہے کہ فرمایا اللہ تمہیں اُن سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے۔

تنویر المقیاس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

(انما ینھٰکم اللہ عن الذین) ان صلۃ الذین (ان تولوھم) ان تصلوھم۔	اللہ تمہیں اُن سے منع فرماتا ہے یعنی اُن کے ساتھ نیک سلوک سے کہ اُن سے موالات یعنی کوئی نیک سلوک کرو۔

معنی اقساط کی تحقیق

تنبیہ چہارم معنی اقساط میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہُوئے:

اوّل کشاف و مدارک و بیضاوی و ابوالسعود و جلالین میں اُسے بمعنی عدل ہی لیا اوّلین میں اور واضح کر دیا کہ و لا تظلموھم امام ابوبکر ابن العربی نے اس پر ایراد کیا کہ عدل و منع ظلم کا حکم معاہد سے خاص نہیں حربی محارب کو بھی قطعاً عام ہے اور وُہ صرف رخصت نہیں بلکہ قطعاً واجب، قال تعالیٰ:

ولا یجرمنکم شناٰن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی۔	کسی قوم کی عداوت تمہیں عدل نہ کرنے پر باعث نہ ہو عدل کرو وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

یہ تقریر ایراد ہے اور اسے قرطبی و خطیب شربینی پھر جمل نے مقرر رکھا۔

دوم عدل سے صرف وفائے عہد مراد ہے اسے کبیر میں مقاتل سے نقل کیا اور یہی

تنویر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ؛

ان تقسطوا علیھم تعدلوا	اُن کے ساتھ اقساط کی اجازت فرماتا ہے
بینھم بوفاء العھد ان اللہ	یعنی جو معاہدہ اُن کے ساتھ ہُوا اُسے
یحب المقسطین ہ العادلین	پُورا کرو یہ عدل ہے بے شک اللہ تعالیٰ
بوفاء العھد۔	اقساط والوں کو دوست رکھتا ہے جو
	وفائے عہد سے عدل کرتے ہیں۔

اگر کہیے معاہد سے وفائے عہد بھی واجب ہے نہ صرف رخصت اقول وفا واجب ہے اتمام مدت واجب نہیں مصلحت ہو تو نبذ جائز۔ قال تعالیٰ ؛

فانبذ الیھم علی سواء۔ ان کی طرف یکساں حالت پر نبذ کر دو[1]

اب ایراد بھی نہ رہا اور بر و قسط دو جدا چیزیں ہوگئیں اور ان اللہ یحب یہاں بھی بلا تکلف ہے اور اسے ماثور ہونے کا بھی شرف حاصل اگرچہ سند ضعیف ہے تو یہی اسلم و اقوی ہے۔

سوم عدل سے مراد صرف عدل بالبر ہے ابن جریر و معالم و خازن میں ہے ؛ تعدلوا فیھم بالاحسان والبر۔ ابن العربی و قرطبی و شربینی و نیشاپوری و جمل نے اس کی یُوں توجیہ کی کہ اقساط قسط بمعنی حصّہ سے یعنی اپنے مال سے کچھ دینا۔

اقول یعنی اب تخصیص عدل کی حاجت نہ ہُوئی کہ معنی عدل ہی سے عدول ہو گیا مگر بہر حال اقساط بر سے جدا چیز نہ ہُوا اور ظاہر عطف مغایرت ہے۔

---

[1] جن کفار سے ایک مدت تک معاہدہ ہو اور مصلحت اسلام اس کا ترک چاہے فرض ہے کہ اُن کو اطلاع کر دی جائے ہوشیار ہو جاؤ اب ہم تم سے معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے اس کا نام نبذ ہے اس میں فرض ہے کہ اگر اس وقت وہ امن کی جگہ نہ ہوں تو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ اپنی امان کی جگہ پہنچ جائیں اور اگر باطمینان معاہدہ وُہ اپنے قلعے خراب کر چکے ہوں تو فرض ہے کہ اتنی مدت دی جائے جس میں وُہ اپنے قلعے بدستور درست کر لیں یہاں سے یکساں حالت کے معنی کھل گئے یعنی یہ نہ ہو کہ اپنا سامان ٹھیک کر کے اُن کی غفلت میں نبذ کردو اور اُنھیں درستی سامان کی مہلت نہ دو یہ ہے اسلام کا انصاف۔ والحمدللہ ۱۲ منہ غفرلہ

وانا اقول وباللہ التوفیق ممکن کہ عدل سے عدل فی البر مراد ہو نہ بالبر اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ماں عہدِ معاہدہ میں آتی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُس سے صلہ کا مسئلہ پوچھتی ہیں اُس پر یہ آیہ کریمہ اُترتی ہے وہ اگر کچھ ہدیہ نہ لاتی یہ اپنی طرف سے صلہ کرتیں یا جتنا وہ لائی اُس سے زائد دیتیں تو کل یا قدر زائد ان کی طرف سے احسان ہوتا یہ بِر ہے اُتنا ہی دیتیں تو دینے میں عدل یعنی مساوات ہوتی یہ اقساط ہے آیۂ کریمہ نے معاہد سے دونوں صورتوں کی اجازت فرمائی اب یہ آیت زیادت ومساوات دونوں کی اجازت اور اُن میں تقدیم ذکر زیادت میں آیت تحیت کی نظیر ہوگی اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا اوردوھا جب تمھیں سلام کیا جائے تو اُس سے زیادہ الفاظ جواب میں کہو یا اُتنے ہی واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ یہ ہے بتوفیق اللہ تعالیٰ تفسیر کریمۂ ممتحنہ میں تمام کلام کہ ان اوراق کے غیر میں نہ ملے گا والحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا والہ وذویہ امین والحمد للہ رب العٰلمین۔

بالجملہ عطر ارشادات ائمہ ونتیجہ تنقیحات مہمہ یہ ہوا کہ کریمۂ ممتحنہ میں اگر قتال سے قتال بالفعل مراد ہو تو یقیناً آیات کثیرہ سے منسوخ جس کے نسخ پر تصریحات جلیلہ مذکورہ کے علاوہ مبسوط وعنایہ وکفایہ وتبیین وبحر الرائق ورد المحتار کے نصوص کا اور اضافہ ہوا یہ جواب اوّل تھا اور اگر مطلق قتال مقصود کہ ہر حربی غیر معاہد میں موجود تو ضرور آیت محکم اور مشرکین ہند کو اُس میں داخل کرنا شدید ظلم وستم یہ جواب دوم ہوا اور یہی مذہب جمہور ومشرب منصور ومسلک ائمہ حنفیہ صدور ہے مسلم حنفی بننے والی ہندو پرستی نے نہ حنفیت قائم رکھی نہ علیفیت نہ مذہب ہی برقرار رکھا نہ شریعت ذٰلک ھو الخسران المبین ۰ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم دو جواب تو یہ ہوئے۔

لیڈروں کو تیسرا جواب

ثالثاً واے غربت اسلام وانصاف کیا کوئی ان سے اتنا کہنے والا نہیں کہ ہندوؤں کے بالفعل محاربین سے بھی تمھیں عداوت کا اقرار ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور کیا تمھیں نہیں ہو کہ جب وہ محاربین قاتلین ظالمین کافرین گرفتار ہوئے اُن پر ثبوت اشد جرائم کے انبار ہوئے

تمھاری چھاتی دھڑکی تمھاری ماتا پھڑکی گھبرائے تلملائے سٹپٹاتے جیسے اکلوتے کی پھانسی سُن کرماں کو درد آئے فوراً گرماگرم دُھواں دھار ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ ہے ہے یہ ہمارے پیارے ہیں یہ ہماری آنکھ کے تارے ہیں اُنھوں نے مسلمانوں کو ذبح کیا جلایا پھونکا مسجدیں ڈھائیں قرآن پھاڑے یہ ہماری ان کی خانگی شکر رنجی تھی ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں یہ ہمارے سگے ہیں کوئی سوتیا ڈاہ نہیں ماں بیٹی کی لڑائی دودھ کی ملائی برتن ایک دُوسرے سے کھڑک ہی جاتا ہے ان کے درد سے ہمیں غش پر غش آتا ہے ان کا بال بیکا ہوا اور ہمارا کلیجہ پھٹا[1] لہٰذا ان کو معافی دی جائے فوراً ان سے درگزر کی جاتے یہ ہے آیۂ ممتحنہ پر تمھارا عمل یہ ہے الذین قاتلوکم فی الدین سے تمھاری جنگ وجدل یہ ہے واحد قہار کو تمھارا پیٹھ دینا یہ ہے کلام جبار سے تمھارا مچیٹا لینا اُن تمھارے سگوں نے قرآن مجید پھاڑے تم نے اُس کے احکام پاؤں تلے مل ڈالے اُنھوں نے مسجدیں ڈھائیں تم نے رب المسجد کے ارشاد دولتیوں سے کچل ڈالے۔ قرآن چھوڑا ایمان چھوڑا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مُنہ موڑا اور اُن کے دشمنوں اُن کے اعداء سے رشتہ جوڑا یہ تمھیں اسلام کا بدلا ملا۔

بئس للظّٰلمین بدلا ○   اف کیا ہی برا عوض پایا۔ اف ہے تم پر ظالموں نے کیا ہی برا عوض پایا۔

آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ تمھیں آیۂ ممتحنہ پڑھنے کا کیا مُنہ ہے تمھارا پڑھنا یقیناً مصداق

رب تالی القرآن والقرآن یلعنہ۔   بہتیرے وہ ہیں کہ وہ تو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن اُنھیں لعنت فرما رہا ہے۔

ہے کیا اسی آیت کا تتمہ نہیں:

ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون۔   تم میں جو ان سے دوستی رکھے تو وہی پکے ظالم ہیں۔

---

[1] بعض مفتیان بے انصاف اسے دیکھیں جنھوں نے لکھا تھا کہ "اگر کوئی ہندو اس کے خلاف ہو تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ محارب سے بر و قسط ناجائز" ۱۲

یہی اقرار یہی قول یہی وعدہ تھا   الجز ۱۲   حشمت علی عفی عنہ

جو اُن سے موالات کرے وہی ظالم ہے تم نے خاص محاربین بالفعل مقاتلین فی الدین سے موالات کی تو تم بحکم قرآن ظالمین ہُوئے یا نہیں اور یہی قرآن فرماتا ہے :

الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین ۔ سُن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت ۔

تو بحکم قرآن ایسے لوگ لعین ہُوئے یا نہیں اب وُہ فتوے اب کرو آیہ ممتحنہ کا دعوٰی ۔

واللہ لا یھدی القوم الظٰلمین ۝ اور اللہ تعالٰی ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا کچھ
ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت پر ایمان
وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین ۝ لائے اور اُنھیں ایمان نہیں اللہ اور مسلمانوں
یخٰدعون اللہ والذین اٰمنوا سے فریب کرتے ہیں اور حقیقت میں اپنی ہی
وما یخدعون الا انفسھم وما جانوں کو فریب میں ڈالتے ہیں اور
یشعرون ۝ فی قلوبھم مرض فزادھم اُنھیں خبر نہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے
اللہ مرضا ولھم عذابٌ الیم بما تو اللہ نے اُن کی بیماری اور بڑھائی اور ان کیلئے
کانوا یکذبون ۝ دردناک عذاب ہے اُن کے جھوٹ کا بدلا ۔

لیڈروں کو چوتھا جواب

رابعاً ان صاحبوں سے یہ بھی پُوچھ دیکھیے کہ سب جانے دو کریمہ لاینھٰکم ہر مشرک غیر محارب کو عام ہو کر محکم ہی سہی اور مشرکین ہند میں کوئی بھی محارب بالفعل نہ سہی اب دیکھو تمھارے ہاتھ میں قرآن سے کیا ہے خالی ہوا ۔

وافئدتھم ھواء ۝ اور اُن کے دل اُڑے ہُوئے ہیں ۔

کریمہ لاینھٰکم نے کچھ نیک برتاؤ مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ فرمایا کہ اُنھیں اپنا انصار بناؤ اُن کے گھرے یار غار ہو جاؤ اُن کے طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ اُن کی جے پکارو اُن کی حمد کے نعرے مارو اُنھیں مساجد مسلمین میں باادب و تعظیم پہنچا کر مسند مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر لیجا کر مسلمانوں سے اونچا اُٹھا کر واعظ و ہادی مسلمین بناؤ اُن کا مردار جیفہ اُٹھاؤ ۔ کندھے پر ٹکٹکی زبان پر جے یُوں مرگھٹ میں پہنچاؤ ۔ مساجد کو اُن کا ماتم گاہ بناؤ اُن کے لیے دُعائے مغفرت و نمازِ جنازہ کے اعلان کراؤ اُن کی موت پر بازار

بند کرو سوگ مناؤ۔ اُن[15] سے اپنے ماتھے پر قشقے لگواؤ۔ اُن[16] کی خوشی کو شعار اسلام بند کراؤ۔ گائے[17] کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ۔ کھانے[18] والوں کو کمینہ بتاؤ۔ اُسے[19] مثل سوٗر کے گناؤ۔ خدا[20] کی قسم کی جگہ رام دُہائی گاؤ۔ واحد[21] قہار کے اسمآ میں الحاد رچاؤ۔ اُسے[22] معاذ اللہ رام یعنی ہر چیز میں رما ہوا ہر شے میں حلول کیے ہوا ٹھہراؤ۔ قرآن[23] مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ دونوں[24] کی پوجا کراؤ۔ اُن[25] کے سرغنہ کو کہو خدا نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ یوں معنی نبوت جاؤ۔ اللہ[27] عزوجل نے سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ یہاں سے صریح گمراہی ظاہر ہوئی اُن جاہل مفتیوں کی جنھوں نے کہا کہ "اس میں کیا حرج ہے رام خدا ہی کو تو کہتے ہیں اور جب تنبیہ کی گئی کہ رام لچھمن و سیتا رام میں رام کون ہے لکھا کہ "بظاہر رام ہنود کے یہاں خدا کو کہتے ہیں اور خدا کی دُہائی دینا جائز ہے"۔ اتحاد منانے کا اثر ہے کہ وہ جوش دید گالی رب العزت کو دیتے ہیں مقبول و شیر مادر ہے خدا کو تو رام بنا لیا کیا اپنے آپ کو بھی مولوی کی جگہ پنڈت اور عبد مضاف باسماء الٰہیہ کے بدلے رام داس اور اپنی مسجد کو شوالہ اور اپنے مدرسہ کو پاٹ شالا کہنا روا رکھیں گے کیا ان لفظوں کی جگہ کہ مولوی عبد..... صاحب نے اپنے مدرسہ کی مسجد میں وعظ فرمایا یوں کہنے کی اجازت دیں گے کہ پنڈت رام داس جی نے اپنے پاٹ شالا کے شوالے میں کتھا بکھانی یا کم از کم اتنا کہ اپنے لیے مولوی صاحب السلام علیکم کے بدلے پنڈت جی نمسکار کہنا روا رکھیں گے اور یہی نہیں اپنے جنازوں کے ساتھ کلمہ طیبہ کی جگہ رام رام ست پکاریں گے کہ آخر ہنود کے نزدیک رام خدا ہی تو ہے اور خدا اضر در حق ہے نہ اجازت دیں گے تو کیوں اللہ کو رام کہنا جائز اور تمہارے لیے ویسے ہی ترجمے کرنا حرام معلوم ہوا اللہ عزوجل کی عظمت سے اپنی عظمت دل میں زائد اور بہت زائد ہے یہ ترجمہ کا سلسلہ تو بہت اونچا چلتا ہے مگر بے ادبوں کی اسی قدر سزا ہے ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

سلہ یہاں سے صاف ضلالت ظاہر ہوئی ان جاہل مفتیوں کی جنھوں نے لکھا "مذکر یاد دلانیوالے کے معنی میں بولا جاتا ہے پس اگر کسی کو مذکر یعنی کوئی بات یاد دلانے والا کہا جائے تو جائز ہے"۔ مسلمانو! للہ انصاف کہاں تو کوئی بات یاد دلانیوالا اور کہاں یہ کہ "خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے گاندھی کو پیشوا نہیں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

سے بھی تو فرمایا انما انت منذرؐ ہ تم تو نہیں مگر مذکر اور خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا ہاں لفظ بچایا اُسے یُوں دکھایا نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے اور امام وپیشوا و بجائے مہدی موعود تو صاف کہہ دیا بلکہ اس کی حد میں یہاں تک اُونچے اُڑے کہ "خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست" صاف کہہ دیا کہ "آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا" صاف کہہ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اُٹھا دے گا صاف کہہ دیا کہ "ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا" صاف کہہ دیا کہ "ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کر دی" کیا کریمہ لا ینھٰکم میں ان ملعونات و کفریات کی اجازت دی تھی۔

ویلکم لا تفتروا علی اللّٰہ کذبا	تمہاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ
فیسحتکم بعذاب ہ ومن اظلم	وہ تمہیں عذاب میں بھون دے اور اُس
ممن افتری علی اللّٰہ کذبا	سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے
اولٰئك الذین یعرضون علی ربہم	یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے رب کے حضور
ویقول الاشہاد ھٰؤلاء الذین	پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے
کذبوا علی ربھم الا لعنۃ	یہ ہیں وہ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ
اللّٰہ علی الظٰلمین ہ الذین یصدون	باندھا تھا سُن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت
عن سبیل اللّٰہ وھم بالاخرۃ	وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور آخرت
ھم کفرون ہ	کے منکر ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے یہ گُلفشانی جدید لیڈر بننے والے جناب عبدالماجد بدایونی کی ہے جو جلسہ جمعیت علمائے ہند دہلی میں ہوئی اور اخبار فتح دہلی ۲۴ نومبر میں چھپی اُنھیں کی حمایت میں مفتی مذکور کا وہ فتویٰ ہے مگر معلوم نہیں ان مفتی صاحب فقیہ کی کتاب علم بیان کے طور پر پنڈت رام اس جی شاستری کی وِدیا پستک میں مولوی عبدالماجد کو پانڈے کھتری داس کہنے کا بھی جواز ہے یا اُن کے کھیلنے کے لیے صرف بارگاہ قہار بے نیاز ہے ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

دیکھی تم نے آئینہ ممتحنہ میں اپنی صورت :

و ذٰلك جزٰؤا الظٰلمین ۝ كذٰلك	یہ سزا ہے ظالموں کی عذاب ایسا ہوتا ہے
العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اكبر	اور بے شک آخرت کا عذاب بہت
لوكانوا یعلمون ۝	بڑا ہے کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے۔

لیڈروں سے ضروری سوال

سوال ضروری لیا ڈرو پارٹی کو اب تو کھلا کہ انھوں نے یقیناً دشمنانِ خدا اور رسول سے وداد و اتحاد منایا اور اُن کا کوئی عذر بار و اُنھیں کام نہ آیا اب قرآن کریم سے اپنا حکم بتائیں اوپر آیۂ کریمہ تلاوت ہوئی :

لا تجد قوما یومنون باللہ و	تم نہ پاؤ گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان
الیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ	رکھتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول سے
ورسولہ۔	وداد کریں۔

دُوسری آیت میں فرماتا ہے :

ترٰی كثیرا منھم یتولون الذین	تم اُن میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے
كفروا لبئس ما قدمت لھم	دوستی کرتے ہیں بےشک کیا ہی بُری چیز
انفسھم ان سخط اللہ علیھم و	ہے جو خود انھوں نے اپنے لیے تیار
فی العذاب ھم خٰلدون ولو كانوا	کی یہ کہ اُن پر اللہ کا غضب اُترا اور
یؤمنون باللہ والنبی و ما	وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور اگر انھیں
انزل الیہ ما اتخذوھم	اللہ و نبی و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں
اولیاء ولٰكن كثیرا منھم	کو دوست نہ بناتے مگر یہ ہے کہ اُن میں
فٰسقون ۝	بہت سے فاسق ہیں۔

ترکِ موالات میں لیڈروں کی افراط و تفریط

فرماتیے اللہ واحد قہار سچا کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد منانے والے ہرگز مسلمان نہیں اُنھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان نہیں یا معاذ اللہ یہ سچے کہ ہم تو ٹکسالی مسلمان ہیں

ہم تو قوم کے لیڈران وریفارمران ہیں۔ مسلمان تو یہی کہے گا کہ اللہ سچا و من اصدق من اللہ حدیثا غرض ترکِ موالات میں افراط کی تو وُہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد واجب بلکہ اُن کی غلامی و انقیاد فرض بلکہ مدار ایمان :

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔ پاکی ہے اُسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے۔

اول میں تحریم حلال کی دوم میں تحلیل حرام بلکہ افتراض حرام اور ان دونوں کے حکم ظاہر و طشت از بام۔

انگریزوں کو خوش کرنے کے بہتانی الزام کا رد

للہ انصاف کیا یہاں اہلِ حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذ اللہ مسلمانوں کا تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا یا اُن اہل باطل نے مشرکین کے خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ و احکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مل ڈالا۔ مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہیے ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتوی اہلسنت نے دیے کلام الٰہی و احکام الٰہی بیان کیے یہ تو اُن کے دھرم میں انگریزوں کے خوش کرنے کو ہوئے وُہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی اُبچی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر رو نے بیٹھے ہیں۔ کیا اُس کا رد علمائے اہلسنت نے نہ کیا وہ کس کے خوش کرنے کو تھا۔ کیا بکثرت رسائل و مسائل اُس کے رد میں نہ لکھے گئے، حتّٰی کہ اُس کے نیچے ندوے کے رد میں پچاس سے زائد رسائل شائع کیے جن میں جا بجا اُس نیم نصرانیت کا بھی رد بلیغ ہے یہ کس کے خوش کرنے کو تھا۔ کیا صمصام حسن میں نہ تھا ؎

نیچریاں راست خدا در کمند ۔۔۔ نیچر و قانون ورا پائے بند
سر نتواند کہ زنیچید کشد ۔۔۔ خط بخدائیش سنیچر کشد
کیست سنیچر سی والیس آئی ست ۔۔۔ گول بکول آمدہ نیچر پرست
چوں شدہ استارہ ہند آں دغل ۔۔۔ نحس و بلند آمدہ ہچوں زحل
عرش و فلک جن و ملک حشرِ تن ۔۔۔ نار و جناں جملہ غلط کرد و ظن

کیست نبی پُر دل پُر جوش گو — وحی چہ باشد سخن جوشِ او
بر زدہ برہم ہمہ از اصل و فرع — دین نو آورد و نو آورد شرع
ریش حرام ست و دُمِ فرقِ فرض — حج سوئے انگلنڈ بود قطع ارض
گفت بیا قوم شنو قومِ من — ہیں سوئے اعزاز بدو قومِ من
ذلت تان دین مسلمانی ست — وائے برانکس کہ نہ نصرانی ست

یہ کس کی خوشی کو تھا۔ کیا مشرقستانِ اقدس میں نہ تھا ؎

ندویاں کیں جلوہ در اسپیچ و لکچر می کنند — چوں بہ سنت می رسند آں کار دیگر می کنند
گر روافض را بہ سر تاج لطف اللہ نہند — گر پدر را بہ تخت عالماں بر می کنند
بخت در خست تخت دیں بیں جلوہ باصد شش بران — پادری و مسکاٹ با مسٹر برادر می کنند
مفت مفتی یافت ایں عزت کہ او را ہمنشیں — با اماماں جج و جنٹ و کلکٹر می کنند
ساز و ناز عالماں بیں نظم بزم دیں بدیں — میز و اسٹیج و ٹکٹ ہال و کلب گھر می کنند
زیں سگالشہا چہ نالشہا کہ خود ایں سرکشاں — داو ردا دار را برٹش گورز می کنند

یہ کس کی خوشی کو تھا مولوی عبد الباری صاحب خدام کعبہ کی بانگی کے لیے مسجد کانپور کو عام سڑک اور ہمیشہ کے لیے جنب و حائض و کافر و مشرک کی پامال کرا آئے اور بکمال جرأت اسے مسئلہ شرعیہ ٹھہرایا اس کے رد میں ابانۃ المتواری لکھا گیا جس میں اُن سے کہا گیا ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے پشت براہ
کیں رہ کہ تو میروی بانگلستانست

نیز اُن کے شبہات واہیہ کے قلع قمع کو قامع الواہیات شائع ہوا یہ کس کی خوشی کو تھا بات یہ ہے کہ ؎

المرء یقیس علی نفسہ

ع آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

لیڈروں اور اُن کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید، غلامی خوشنودی نصارٰی کو کی اب کہ اُن سے بگڑی اُس سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی ہی سمجھتے ہیں کہ

معاذ اللہ خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمانِ شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اُس کے بندوں کو اُس کے احکام پہنچانا وللہ الحمد سُنیے ہم کہیں واحد قہار اور اُس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو نہیں نہیں بلکہ اُس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا و رسول نہ تنبیہ و آگاہی مسلمین کے لیے بتایا بلکہ اُس سے خوشنودی نصاریٰ اُس کا مقصود و مدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجیے کہ اللہ واحد قہار اور اُس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں اُن پر جنھوں نے خوشنودی مشرکین کے لیے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے اللہ عزوجل کے کلام و احکام تحریف و تغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے شعائرِ اسلام بند کیے شعائرِ کفر پسند کیے مشرکوں کو امام و ہادی بنایا اُن سے وداد و اتحاد منایا اور اُس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین۔ اُن کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالیٰ خالی نہ جائے گی اگرچہ اُن میں بہت کی دُعا نہ ہو الا فی ضلٰل۔

مشرکین سے معاہدہ کا بیان اور لیڈروں کا ردِّ بلیغ

(۸) لیڈر کہ احکام اسلام کو یکسر بدلنے اور بیچارے عوام کو جھوٹے من گھڑت احکام سُنا کر چھلنے پر تلے ہیں محض فریب دہی کے لیے اس طرف چلے ہیں کہ ہندوؤں سے اور ہم سے اب جبکہ عہدِ موافقت ہو گیا تو ہم کو اُس کا پورا کرنا لازمی ہے یہ شریعت پر محض افترا ہے اوّل کون سی شریعت میں ہے کہ مشرکوں سے عہدِ موافقت۔ کافروں سے معاہدہ شرعیہ ایک مدت تک بمصلحت شرعی التوائے قتال کا عہد ہے نہ کہ موافقت کا جو بنصوص قطعیہ حرام ہے۔

لیڈران پر دوسرا رد

دوم صرف موافقت ہی نہیں بلکہ لیڈران فرماتے ہیں اگر شرعی[1] مصلحت ہو تو اتحاد پیدا کرنا بھی ممنوع نہیں۔

---

[1] عبارت گزشتہ اور یہ سب عبارات کہ اس بحث میں آتی ہیں جن پر خط ہے خطبۂ صدارت مولوی عبد الباری صاحب جلسۂ انجمن علمائے صوبۂ متحدہ ۱۲ رجب ۳۸ھ بمقام کانپور کی ہیں ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

اللہ اکبر مشرک اور اتحاد جب تک یہ مشرک یا وہ مسلم نہ ہو جائیں دو

مشرکوں سے اتحاد ضدوں کا اتحاد کیونکر ممکن ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہ ہوئے نہ یہ اُن کو مسلمان مان کر اُن سے متحد ہوئے تو ضرور صورت عکس ہے کہ انھیں نے شرک قبول کیا

لیڈر صاحبو! ممنوع ہے یا نہیں تمھاری خانگی پنچایتی بات نہیں ان الحکم الا للّٰہ حکم نہیں مگر اللہ کے لیے خود لیڈران فرماتے ہیں خدا کے سوا کسی کو حاکم بنانا روا نہیں لاحکم الا للّٰہ اور اس میں یہاں تک بڑھے کہ اگر رسول کی اطاعت لازم ہے تو اس صورت میں جب کہ مخالفت احکام الٰہیہ نہ ہو ورنہ انما الطاعۃ فی المعروف مشہور ہے۔

لیڈران کے نزدیک رسول اللہ بھی خلاف خدا حکم فرما سکتے ہیں اللہ اکبر واحد قہار تو یہ فرماتا ہے کہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللّٰہ جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور لیڈران فرمائیں رسول کی اطاعت اُسی وقت تک ہے جب تک وہ احکام الٰہی کی مخالفت نہ کرے۔ جب رسول خلاف خدا حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں خیر جب آپ کے یہاں رسول کا یہ مرتبہ ہے تو کیا قوم پر آپ کی اطاعت ہر طرح لازم ہے اگرچہ خلاف خدا و قرآن حکم دیجیے ابھی تو آپ نے کہا کہ حکم نہیں مگر خدا کے لیے اب اگر خدائی دعویٰ تمھیں نہیں تو دکھاؤ خدا نے کہاں فرمایا ہے کہ مشرکوں سے اتحاد پیدا کرنا بمصلحت ممنوع نہیں۔

ھاتوا برھانکم انکنتم صٰدقین ۵ لاؤ اپنی بُرہان اگر تم سچے ہو۔

قرآن عظیم کے صفحات مشرکین سے اتحاد و وداد حرام کرنے سے گونج رہے ہیں لیڈرو ءانتم اعلم ام اللّٰہ مصلحت شرعی تم زیادہ جانو یا اللہ جو فرماتا ہے لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا ودوا ما عنتم کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا اللہ اکبر ایسا جیتا افتراء اور واحد قہار پر اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام — اپنی زبانوں کی جھوٹی بناوٹ سے نہ کہو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر

لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۝ متاع قلیل و لھم عذاب الیم ۝

جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے تھوڑے دنوں دنیا میں برت لیں اور اُن کے لیئے دردناک عذاب ہے۔

لیڈران پر تیسرا ردّ لیڈران فرماتے ہیں ہم نے خدا کی محبت کو اس اتحاد میں بھی ملحوظ رکھا ہے۔

لیڈران کے نزدیک دشمنانِ خدا سے اتحاد میں خدا کی محبت ہے اللہ اکبر اللہ کے دشمنوں سے اتحاد اور اُس میں محبت خدا کا ادعا واقعی اُن کے نزدیک اللہ کی محبت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے مل کر ایک ہو جائیں۔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

الاعداء ثلثۃ عدوک وعدو صدیقک وصدیق عدوک۔

دشمن تین ہیں ایک خود تیرا دشمن دوسرا تیرے کا دشمن تیسرا تیرے دشمن کا دوست۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

فان اللہ عدو للکفرین۔

بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

تم کہ اُس کے دشمنوں سے متحد ہُوئے کیونکہ اللہ کے دشمن نہ ہُوتے ۝

تود عدوی ثم تزعم اننی
صدیقک لیس النوک عنک بعازب

(تو میرے دشمن سے محبت رکھتا ہے پھر یہ جھک مارتا ہے کہ میں تیرا دوست ہُوں حماقت تجھ سے دُور نہیں)

لیڈران پر چوتھا ردّ چہارم کافروں مشرکوں سے معاہدہ شرعیہ صرف اُس وقت روا ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں کو اُس کی احتیاج و ضرورت ہو

امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الموادعۃ رکنھا ھو لفظ الموادعۃ

عقد صلح کا رکن یہ الفاظ ہیں۔ موادعۃ،

او المسالمۃ او المصالحۃ او المعاھدۃ او ما یؤدی معنی ھذہ العبارات وشرطھا الضرورۃ فلا تجوز عند عدم الضرورۃ۔

مسالمت، مصالحت، معاہدہ اور جو لفظ ان معنی کو ادا کرے اور معاہدہ کی شرط ضرورت ہے بے ضرورت حرام ہے۔

لیکن لیڈران اپنا بھاری جُرم خود قبولتے ہیں کہ ہم کو احتیاج نے اتحاد برادران ہند کی جانب مائل نہیں کیا تمہارا معاہدہ اگر بفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی بے ضرورت اُن کی طرف مائل ہونا حرام تھا بہر حال اُس نے تمہیں واحد قہار کا نافرمان اور صریح بدخواہ مسلمان و دین مسلمانان کر دیا۔

لیڈران پر پانچواں ردّ

پنجم کفار سے معاہدہ شرعیہ ایک قسم امان ہے اور شرط امان یہ ہے کہ کفار کو اماں دہندہ سے خوف قتل و قتال ہو اور یہ اُن پر قاہر ہو اگرچہ اپنی جماعت کے لحاظ سے اگرچہ نسبتہً پلّہ اُنھیں کا بھاری ہو جنگ دو سردار و حرب میں چوب کو بھی خوف ہوتا ہے جس سے اُنھیں اپنے قتل کا خوف نہ ہو اُس کا اماں دینا باطل اور معاہدہ کرنا مردود۔ بدائع ملک العلما میں ہے:

اما حکم المواعدۃ فما ھو حکم الامان المعروف لانھا عقد امان ایضا۔

معاہدہ کا حکم وہی ہے جو اماں کا مشہور حکم ہے اس لیے کہ معاہدہ بھی ایک عقد اماں ہے۔

ہدایہ میں ہے:

انہ من اھل القتال فیخافونہ اذ ھو من اھل المنعۃ فیتحقق الامان منہ لملاقاتہ محلہ۔

اس لیے کہ وُہ اماں دہندہ اہل قتال سے ہے تو کافر اُس سے ڈریں گے اس لیے کہ وُہ حمایتی گروہ رکھتا ہے تو اُس کا اماں دینا ٹھیک ہوگا کہ اپنے محل پر واقع ہوا۔

اُسی میں ہے:

لا یجوز امان اسیر ولا تاجر یدخل علیهم لانهم لا یخافونهم والامان یختص بمحل الخوف۔

قیدی یا تاجر کہ دارالحرب میں تجارت کو گیا ہو اُن کی اماں صحیح نہیں اس لیے کہ کافر ان سے ڈریں گے اور اماں وہیں ہوسکتی ہے جہاں خوف ہو۔

اُسی میں ہے:

ومن اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر الینا لا یصح امانه لما بینا۔

جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اور دارالاسلام میں ہجرت کر کے نہ آئے اُس کا اماں دینا بھی صحیح نہیں اُسی دلیل سے کہ ہم بیان کر چکے۔

فتح القدیر میں ہے:

لما بین من ان الامان یختص بمحل الخوف ولا خوف منه حال کونه مقیما فی دارهم لا منعة له ولا قوة دفاع۔

وہ بیان کی ہوئی دلیل یہ ہے کہ اماں دینا اُسی کا صحیح ہے جس سے خوف ہو اور اُس سے خوف نہیں کہ یہ اُنہیں کے ملک میں رہتا ہے، اس کے پاس نہ اپنی حمایت کرنے والا کوئی گروہ ہے نہ مدافعت کفار کی قوت۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

شرط جواز الایمان هو الایمان وعلته هو الخوف لان الخوف انما یحصل ممن له قوة و امتناع۔

اماں جائز ہونے کی شرط ایمان ہے اور اُس کی علت خوف اس لیے کہ خوف اُسی سے ہوتا ہے جو زور رکھتا ہو اور اپنے آپکو بچا سکتا ہو۔

کافی امام نسفی میں ہے:

صح امانه لانه من اهل القتال ومنعة الاسلام فیخافونه فینفذ منه الامان الذی هو ازالة الخوف ۔

اس کی اماں صحیح ہے اس لیے کہ وہ قتال کے لائق ہے اور اپنی حمایت کے لیے اسلامی گروہ رکھتا ہے تو کافر اس سے ڈریں گے تو اماں کہ خوف زائل کرنے کا نام ہے اس سے نفاذ پائے گی۔

اُسی میں ہے:

لا یجوز امان اسیر وتاجر دخل علیهم ومسلم اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر لان الامان یکون علی خوف ولا خوف لهم منه ۔

قیدی یا تاجر کہ دار الحرب میں داخل ہوا یا حربی کہ وہاں اسلام لایا اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ان کا اماں دینا صحیح نہیں کہ اماں ڈر میں ہوتی ہے اور کافر ان سے نہ ڈریں گے۔

تبیین امام زیلعی میں ہے:

لو دخل مسلم فی عسکر اهل الحرب فی دار الاسلام وامنهم لا یصح الا اذا امنهم من یقاومهم بخلاف ما اذا امن عشرین اولخوهم فی دار الاسلام حیث یجوز امانه لان الواحد وان کان مقهورا باعتبار نفسه حیث لا یقاومهم لکنه قاهر ممتنع بقوة المسلمین فکان قاهرا لهم حکما ۔

حربیوں کا لشکر دار الاسلام میں آیا ہوا ہے اور کوئی مسلمان ان کے لشکر میں جا کر اماں دے آئے یہ اماں صحیح نہیں ہاں جب اتنے مسلمان انھیں اماں دیں جو اس لشکر کی مقاومت کر سکتے ہوں بخلاف اس کے کہ مثلاً بیس پچیس حربی دار الاسلام میں آئے اور ایک مسلمان نے اُن میں جا کر اُنھیں اماں دے دی یہ اماں صحیح ہو گئی کہ ایک اگرچہ بیس سے مغلوب ہے اُن کی مقاومت نہیں کر سکتا مگر وہ مسلمانوں کے زور سے ان پر غالب ہے تو حکماً غلبہ اسی کو ہوگا۔

اُسی میں ہے:

الامان ازالۃ الخوف و من لم	امان خوف زائل کرنے کا نام ہے اور وہ
یباشر القتال لا یخافونہ فکیف	جو قتال نہ کرے کافر اس سے نہ ڈریگے
یصح امانہ۔	تو اس کی امان کیسے صحیح ہو۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہنود پر قاہر تھے کیا تم اُن کے قتل پر قادر تھے کیا اُن کو تم سے خوفِ قتل تھا جسے تمہاری امان نے زائل کیا اور جب یہ کچھ نہ تھا اور بے شک نہ تھا تو تمہارا معاہدہ اگر بفرض باطل معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی قطعاً باطل و مردود تھا اور مردود کو پورا کرنا لازمی بتانا اُس سے بڑھ کر مردود۔

ششم کفار سے معاہدہ شرعیہ میں شرط اعظم یہ ہے کہ جتنی مدت

لیڈران پر چھ اردو

تک ہو اُس میں تہیۂ قتال رکھیں اور اُس کی آمادگی و درستی سامان سے غفلت نہ کریں کہ التواد و معاہدہ سے اصل مقصود یہی ہے ورنہ تارک فرض اہم ہوں گے اور مستحق نار جہنم والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المعاهدة شرطها الضرورة وهی	معاہدہ جائز ہونے کی شرط ضرورت ہے
ضرورة استعداد القتال لان	اور وہ ضرورت یہ ہے کہ اس مدت میں
الموادعة ترك القتال المفروض	سامان قتال درست کریں اس لیے کہ
فلا یجوز الا فی حال یقع وسیلة	جہاد فرض ہے اور معاہدہ اس فرض کا
الی القتال۔	ترک ہے تو اُسی حال میں حلال ہو سکتا ہے
	کہ یہ جہاد کے لیے وسیلہ پڑے۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہندوؤں سے آمادگی قتال میں ہو اور اسی لیے ایک مدت تک اُن سے معاہدہ کیا ہے کہ اس فرصت میں اُن کے قتل کا سامان مہیا کر لو کیوں مسلمانوں کو دھوکے دیتے بلکہ عالم الغیب والقلب کے ساتھ فریب کی راہ لیتے ہو۔

وما یخدعون الا انفسهم وما	اور فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو
یشعرون ٥	اور انھیں شعور نہیں۔

طرح طرح ثابت ہوا کہ تمہارا یہ معاہدہ اگر بفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں بھی ہوتا جب بھی

حرام ومردود وخلاف شرع ہوا اب کیوں نہ یاد کریں لیڈران اپنا ہی قول کہ " خدا کے یہاں معاہدہ کا حیلہ بھی کارگر ہوتا ہے یاد کیجیے کیا جواب ملتا ہے کوئی اگر معاہدہ کا دعوٰی بھی کرے تو خلاف شرع معاہدہ کیونکر مسلم ہوگا کیونکہ صلح حدیبیہ منسوخ ہو چکی ہے اور الا ما احل بہ حراماً او حرم بہ حلالاً کا استثنا حکم مستقل ہے "

لیڈران پر ساتواں ردّ

ہفتم لیڈران کی بڑی کوشش اس میں ہے کہ مشرکین ہند کے شدید مظالم چھپائیں اور اُن کو جیسے بنے لم یقاتلوکم فی الدین میں داخل ٹھہرائیں تاکہ اُنھیں زیر حکم لا ینھٰکم اللہ لائیں یہ صاف کہہ رہا ہے کہ معاہدہ کا عذر محض جھوٹا ہے معاہدہ تو حسب ضرورت شرعیہ خاص مقاتلین سے خاص وقت قتال بھی جائز ہے پھر اگر معاہدہ ہوتا تو اس کھینچ تان کی کیا ضرورت پڑتی معلوم ہوا کہ جھوٹ کہتے ہیں اور قصداً بکتے ہیں اور دل میں خوب سمجھ رہے ہیں کہ نرا جھوٹ بکتے ہیں ،

واللہ علیم بالظّٰلمین ○

مشرکوں سے معاہدہ لیڈران کے اصل اغراض

(۹) لیڈران حاشا نہ تمہارا معاہدہ ہنود سے التوائے قتال کے لیے ہوا نہ اس کا کچھ ذکر تھا نہ تم اُن پر قاہر تھے نہ اُن کے قتل پر قادر تھے نہ اُنھیں تم سے اپنے قتل کا خوف تھا بلکہ دونوں تیسرے کے ہاتھ میں مقہور ہو نہ ہرگز اس مدت معاہدہ میں تم قتل ہنود کا سامان کر رہے ہو نہ ہرگز تمہاری نیت نہ ہرگز تم ایسا کر سکتے ہو غرض معاہدہ شرعیہ سے ایسا ہی دور ہو جیسے مشرکین توحید سے یا تم شرع مجید سے بلکہ یہ ناپاک معاہدہ چار باتوں کے لیے ہُوا ؛

مشرکوں کا برادر بننا حرام ہے

یکم مشرکین سے عقد مواخات بھائی چارہ کہ برادرانِ وطن ہندو بھائی اللہ عزوجل فرمائے انما المؤمنون اخوۃ مسلمان آپس میں بھائی ہیں تم کہو نحن والمشرکون اخوۃ ہم اور مشرکین آپس میں بھائی ہیں یعنی ؛

الم تر الی الذین نافقوا یقولون کیا تم نے نہ دیکھا منافقوں کو کہ اپنے

لاخوانہم الذین کفروا۔ بھائی کافروں سے کہتے ہیں۔
وہاں من اھل الکتب تھا یہاں اُس سے بڑھ کر من المشرکین ہوا۔

کافروں سے اتحاد کرنے والے بحکم قرآن کافر ہیں

دوم اُن سے اتحاد حالانکہ قرآن عظیم بیس سے زیادہ آیات میں اسے مردود و ملعون فرما چکا اور جابجا صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ ایسا کرنے والے انھیں میں سے ہیں ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ ایسا کرنے والے مسلمان نہیں۔
لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ۔ ایسا کرنے والوں کو اللہ و رسول و قرآن پر ایمان نہیں ولوکانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ مااتخذوھم اولیاء۔

کافروں کا حلیف بننا حرام ہے

سوم مشرکین کے حلیف بننا اُنھیں اپنا حلیف بنانا حالانکہ حلیف بنانا منسوخ ہو چکا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحدثوا فی الاسلام حلفا۔ اب اسلام میں کوئی حلف پیدا نہ کرو۔

رواہ الامام احمد فی المسند ومحمد بن عیسٰی فی الجامع عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔
یہ حدیث امام احمد نے مسند اور امام محمد بن عیسٰی نے جامع میں عمرو بن العاص سے بسند حسن روایت کی۔

یہ منسوخات ہی کے عمل پر ہیں کل کو شراب بھی حلال کرلیں گے اور خدا جانے کہاں کہاں تک بڑھیں گے رب عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتب
اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور باقی سب کافر

من قبلکم والکفار اولیاء — اُن میں کسی کو دوست نہ بناؤ اور اللہ
واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین ۝ — سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیۂ کریمہ کے تحت میں ہے :

یقول لا تتخذوھم ایھا المؤمنون انصارا واخوانا وحلفاء فانھم لا یألونکم خبالا وان اظھروا لکم مودۃ وصداقۃ۔

رب عزوجل فرماتا ہے :

اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وُہ تمھاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ تم سے دوستی دیارانہ ظاہر کریں۔

فقہ وحدیث کے حاوی امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشکل الآثار میں یہ تحقیق فرماکر کہ مشرکوں سے استعانت حرام ہے کتابی سے ہوسکتی ہے اُس پر حدیث سوم کہ فائدہ ثانیہ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن اُبی منافق کے چھ سو حلیف یہودیوں کو واپس کردیا اور اُنھیں مشرکین فرمایا اعتراضًا وارد کی کہ دیکھو حضور نے یہود کو بھی مشرکین سے گنا اور اُن سے استعانت کو بھی مشرکین سے استعانت قرار دیا اس کے جواب میں فرمایا اس کی وجہ اُن کا اُس مشرک منافق سے حلف ہے کہ حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اُس کی موافقت قبول کرتے ہیں تو مشرک کے حلیف ہوکر وُہ کتابی نہ رہے مرتد ہوگئے اور اُسی کی طرح مشرک عبارت یہ ہے :

جوابنا ان وجہ قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لھؤلاء الیھود مابینھم وبین ابن ابی المنافق من الحلف والمحالفۃ ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین فکانوا بذٰلک خارجین من اھل الکتاب مرتدین عما کانوا علیہ وصاروا مشرکین کمشرکی العرب۔

امام ابوالولید باجی نے مختصر پھر علامہ یوسف دمشقی حنفی نے معتصر میں اسے مقرر رکھا فرماتے ہیں :

ان بنی قینقاع بمحالفتھم عبداللہ — بنی قینقاع کے یہودی ابن ابی کے

صاروا المرتدين فخرجوا به عن حكم اهل الكتاب فصاروا كالمشركين فكان لهم حكمهم فلذلك منعوا وسمّوا مشركين۔

حلیف بن کر مرتدوں کے مثل ہو گئے تو کتابیوں کے حکم میں نہ رہے اور مشرکوں کی طرح ہو گئے تو اُن کا وہی حکم ہُوا جو مشرکوں کا اسی واسطے حدیث نے اُنھیں منع فرمایا اور اُن کا نام مشرک رکھا۔

سبحٰن اللہ یہودی مشرک کے حلیف بن کر کتابی نہ رہے مرتد و مشرک ہو گئے حالانکہ الکفر ملۃ واحدۃ مگر کلمہ گو لیڈر مشرکین ہند کے حلیف پس رو غلام بن کر نہ مرتد ہُوئے نہ مشرک بنے سکّے مسلمان ہی بنے رہے ؎

مشرک سے عہد باندھ کے مشرک ہوئے یہود
پر مشرکوں کے عبد مسلمان ہی رہے

اقول حلف جب دو مساوی گروہوں میں ہو فریقین یکساں ہیں اور جب مغلوب و ضعیف گروہ دُوسرے کی پناہ لے کر اُس کا حلیف بنے تو پوری موافقت کا بار اسی پر ہے اُس کی طرف سے صرف قبول پناہ رہی ہے ابن ابی خبیث نے بڑی سطوت پیدا کر لی تھی یہاں تک کہ اُس کے لیے تاج تیار کیا جاتا تھا قریب تھا کہ اُسے بادشاہ بنایا جائے تو یہود بنی قینقاع کا حلف اُس کی شوکت سے مستفید ہی ہونے کو تھا ولہذا امام نے فرمایا: ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین نہ اختصار کی طرح الموافقۃ بین المتحالفین۔ پھر دربارۂ ادیان حکم یہ ہے کہ نازل سے مجرد ارادۂ موافقت نازل کر دیتا ہے اور صعود کے لیے صرف ارادہ کافی نہیں مسلمان اگر معاذ اللہ ارادۂ کفر کرے گا کافر ہو جائیگا، لیکن کافر محض ارادۂ اسلام سے مسلمان نہ ہوگا جب تک اسلام قبول نہ کرے یوہیں کتابی صرف ارادۂ موافقت مشرکین سے مشرک ہو سکے گا مشرک نرے ارادے سے کتابی نہ ہو جائے گا لہٰذا وہ یہودی مشرک ہو گئے ابن ابی خبیث کتابی نہ ہُوا یوہیں حلیفان مشرکین ہند پر امام کا یہ حکم نافذ ہوگا۔ مشرکین ہند مسلمان نہ ہو جائیں گے۔

چہارم اصل مقصود سلف گورنمنٹ ہے جس

اصل مقصود سلف گورنمنٹ ہے کی صاف تصریح بڑے[1] بڑے لیڈران نے

اماکن مقدسہ اور ترکوں کا نام ٹٹی ہے کر دی اس میں اپنی کمزوری بلکہ عجز دیکھ کر مشرکوں کا دامن پکڑا اُنھیں اپنا یار و انصار بنایا اوروں کو چھوڑیئے مولویوں میں گنے جانے والے لیڈر فرماتے ہیں ہم[2] تو ہندوستان کی آزادی کو ایک غرض اسلامی سمجھتے ہیں اس کے لیے ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اور پوری کوشش سے مقصد حاصل کیا جائے حالانکہ مشرکوں سے ایسی استعانت نص قرآنی کے خلاف اور قطعاً حرام بلکہ صراحۃً قرآن کریم کی تکذیب ہے۔ ہم اس بحث کو بعونہ چند فوائد میں روشن کریں۔

فائدہ اولیٰ آیات کریمہ۔ قرآن کریم

مشرکوں سے استعانت کی بحث جلیل ہے نے منع موالات کفار کو بکثرت آیات میں ارشاد فرمایا وہ سب اُن کو مددگار بنانے سے ممانعت ہیں یہ اعلیٰ درجہ موالات میں ہے ولہٰذا اکابر مفسرین نے جا بجا ولی کو ناصر اور ولایت کو نصرت و معونت و مظاہرت سے تفسیر کیا مگر ہم یہاں صرف اُن بعض آیات پر اقتصار کریں جو اپنے سوق نظم یا شان نزول سے اس مقصود کو بالخصوص افادہ فرما رہی ہیں۔

استعانت بمشرکین کے حرام ہونے پر آیات قرآنیہ

آیت نمبر ۱:

یایها الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانة	اے ایمان والو! اپنے غیروں کسی کو رازدار
من دونکم لا یالونکم خبالا	نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے
ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء	اُن کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا
من افواههم وما تخفی صدورهم	دشمنی اُن کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے

---

[1] مثل شوکت علی و محمد علی و ابو الکلام آزاد ۱۲ حشمت علی غفر لہ

[2] دہلی خطبہ صدارت مولوی عبد الباری صاحب ۱۲ حشمت علی غفر لہ

اکبر قد بینا لکم الأیت | اور وہ جو اُن کے سینوں میں دبی ہے
ان کنتم تعقلون ٥ | اور بڑی ہے بے شک ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرما دیں۔ اگر تمہیں عقل ہو۔

لیڈران نے اس آیہ کریمہ کو کیسا کیسا رد کیا کس کس طرح جھٹلایا، یہ آیہ کریمہ اپنے ایک ایک جملے سے اس طوفانِ بدتمیزی کو جو آج مشرکینِ ہند سے لیڈران برت رہے ہیں رد فرماتی ہے:

ا۔ حالت کمزوری وعجز میں مدد کے لیے جس کسی کی طرف التجا لائی جائے ضرور ہے کہ اُسے اپنا رازدار بنایا جائے اور رب عزوجل فرماتا ہے کسی کافر کو اپنا رازدار نہ بناؤ یہ واحد قہار کی نافرمانی ہوئی۔

ب۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنا خیر خواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھپے گا اور رب عزوجل فرماتا ہے وہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے۔ یہ اللہ عزوجل کی تکذیب ہوئی۔

ج۔ مصیبت میں التجا واستمداد اُسی سے ہو گی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے بچایا جائے گا اور رب عزوجل فرماتا ہے اُن کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا۔ یہ دوسری تکذیب ہوئی۔

د۔ چھپا دشمن جس سے اثر عداوت کبھی نہ ظاہر ہوا آدمی اُس کے دھوکے میں آسکتا ہے اور جس کے مُنہ سے بغض کھل چکا اُس سے قطعی احتراز کرے گا۔ رب عزوجل نے فرما دیا تھا کہ دشمنی ان کے مُنہ سے ظاہر ہو چکی ہے پھر بھی اُن کی محبت نے وہ اندھا بہرا کر دیا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی سُنی نہ اُن کے مُنہ سے چھلکی یاد رہی۔

ہ۔ اگر ایک خفیف حد کی مخالفت ورنجش ظاہر ہوتی اور اطمینان ہوتا کہ دل میں اس سے زائد نہیں تو کچھ گنجائش ہو سکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی بھاری مصیبت میں ساتھ نہ دے۔ اس خیال ارذل کو رب عزوجل نے ان تینوں جملوں سے رد فرما ہی دیا کہ وہ کوئی ہلکے مخالف نہیں تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے یہ گمان

نہ کرنا کہ وُہ کسی سخت سے سخت مصیبت میں تم پر کچھ ترس کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو کوئی خفیف رنجش اُن کے مُنہ سے ظاہر نہ ہوئی بلکہ بغض اور پوری دشمنی بر عداوت۔ اور اس پر جو تھا جملہ یہ ارشاد فرمادیا کہ اُس پر بس نہ جانو اُن کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے مگر اُنھوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیت نمبر ۲ :

بشر المنٰفقین بان لھم عذابا	اے محبوب! خوشخبری دو منافقوں کو کہ
الیما ۝ الذین یتخذون	اُن کے لیے دردناک عذاب ہے وہ جو
الکٰفرین اولیاء من دون	مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار
المؤمنین ایبتغون عندھم	بناتے ہیں کیا اُن کے پاس عزت
العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا ۝	ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے
	قبضے میں ہے۔

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اُس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی ہماری کمزوری وذلت غلبہ وعزت سے بدلے گی اللہ عزوجل فرماتا ہے یہ اُن کی بدعقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ وعزت کی تمنا ہوس باطل ہے اور فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی آیہ کریمہ کے تحت میں ہے:

بیان لخیبۃ رجائھم ایطلبون	اس آیت میں اُن کی نامرادی کا بیان ہے
بموالاۃ الکفرۃ العزۃ والغلبۃ	جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں
(فان العزۃ للہ جمیعا) تعلیل	فرماتا ہے کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ و
لبطلان رأیھم فان انحصار	قوت چاہتے ہیں عزت تو ساری اللہ
جمیع افراد العزۃ فی جنابہ	کے لیے ہے اس میں اُن کی رائے فاسد ہونے
عزوعلا بحیث لا ینالھا الا	پر دلیل قائم فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت

اولیاؤہ قال تعالیٰ و للہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین یقضی ببطلان التعزز بغیرہ واستحالۃ الانتفاع بہ۔

عزت کے لیے خاص ہیں کہ اُس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عزت صرف اللہ و رسول اور مسلمانوں کے لیے ہے تو اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور اُن سے نفع پہنچنا محال۔

آیت نمبر ۳ :

لا یتخذ المومنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ۔

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں ہے :

ان عبادۃ بن الصامت کان لہ حلفاء من یہود فقال یوم الاحزاب یا رسول اللہ معی خمسمائۃ من الیہود وقد رأیت ان استظہر بہم علی العدو فنزلت ہذہ الآیۃ وقولہ (لا یتخذ المؤمنون) الآیۃ یعنی انصارا واعوانا (من دون المؤمنین) ای من غیر المؤمنین والمعنی لا یجعل المؤمن ولایتہ لمن ہو غیر مؤمن نہی اللہ المؤمنین ان یوالوا الکفار اویلاطفوہم لقرابۃ بینہم او محبۃ او معاشرۃ والمحبۃ فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان۔

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے غزوہ احزاب میں اُنھوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ساتھ پانسو یہودی ہیں میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر اُن سے مدد لوں اُس پر یہ آیہ کریمہ اُتری کہ مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائیں یہ مسلمانوں کو حلال نہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ رشتے خواہ یارانے خواہ نرے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا اُن سے لطف و نرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ

کے لیے محبت اور اللہ کے لیے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔

مدارک شریف پارہ ۶ میں ہے:

ای لا تتخذوھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم وتؤاخونھم وتعاشرونھم معاشرۃ المؤمنین۔

یعنی رب عزوجل فرماتا ہے کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم اُن کے معاون ہو اُن سے اپنے لیے مدد چاہو انھیں بھائی بناؤ دنیوی برتاؤ اُن کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو اس سب سے منع فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر پارہ ۶ میں ہے:

المراد ان اللہ تعالیٰ امر المسلمین ان لا یتخذ الحبیب والناصر الا من المسلمین۔

یعنی مراد آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی کو اپنا دوست و مددگار بنائیں۔

اُسی میں ہے:

لا تتخذوھم اولیاء ای لا تعتمدوا علی الاستنصار بھم والتودد الیھم۔

یعنی مراد آیت یہ ہے کہ کافروں کی مدد و یاری پر اعتماد نہ کرو۔

تفسیر ابوالسعود و تفسیر فتوحات الٰہیہ میں زیر آیہ مذکورہ ہے:

نھوا عن موالاتھم لقرابۃ او صداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ۔

یعنی مسلمان منع کیے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب اور منع کیے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

آیت نمبر ۳:

فان تولوا فخذوھم واقتلوھم — اگر کافر ایمان لانے سے منہ پھیریں تو

حیث ثقفتموھم ولا تتخذوا	اُنھیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور
منھم ولیا ولا نصیرا ۝	اُن میں کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار۔

اس آیہ کریمہ میں ولی کے ساتھ لفظ نصیر خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انھیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فان تولوا) عن الایمان (فخذوھم	اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں
واقتلوھم حیث وجدتموھم	پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور اُن میں کسی کو
ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا)	نہ دوست بناؤ نہ مددگار اور اگر وہ بالفرض
وان بذلوا لکم الولایۃ والنصرۃ	بھی تمھاری دوستداری و مددگاری
فلا تقبلوا منھم (الا الذین	بگھاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر جو اہل معاہدہ
یصلون الی قوم) ویتصلون بھم	سے ملیں یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء
والاستثناء من قولہ فخذوھم	ہے نہ دوستی سے کہ وہ تو ہر کافر سے
واقتلوھم دون الموالاۃ۔	مطلقاً حرام ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ای جانبوھم راسا ولا تقبلوا	یعنی اُن سے بالکل دور رہو اور اُن کی
منھم ولایۃ ولا نصرۃ۔	دوستی و مدد کچھ نہ قبول کرو۔

تفسیر ابو السعود میں ہے:

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولا	یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو
تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ	اور کبھی اُن کی دوستی و مدد قبول
ابدا۔	نہ کرو۔

تفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے:

ھذا مستثنی من الاخذ والقتل	یہ استثناء گرفتاری و قتل سے ہے رہی
اما الموالاۃ فحرام مطلقا لا	کافر سے موالات وہ تو مطلقاً حرام ہے
تجوز بحال۔	کسی حال جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے:

هذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاة لان موالاة الکفار والمنافقین لاتجوز بحال۔	یہ استثنا قتل کی طرف پھرتا ہے نہ موالات کی جانب اس لیے کہ کافروں اور منافقوں سے موالات تو کسی حال حلال نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے:

استثناء من مفعول فاقتلوھم لامن قوله ولا تتخذوا منھم وان کان اقرب مذکور لان اتخاذ الولی منھم حرام بلا استثناء بخلاف قتلھم۔	معاہدوں سے ملنے والوں کا استثنا اُن سے ہے جن کے بابت حکم فرمایا تھا کہ اُنھیں قتل کرو اس ارشاد سے استثنا نہیں کہ اُن میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر ہے اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف اُن کے قتل کے کہ اس سے معاہدین مستثنیٰ ہیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی لامن ولا تتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منھم حرام مطلقا۔	طیبی نے کہا دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثناء نہیں اگرچہ وہ قریب تر ہے اس لیے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ معاہد ہو۔

اقول اسی پر خود سیاق کریمہ دال کہ قتل وقتال ہی کے منع ورخصت کا ذکر ہے یونہی عموم حکم نفس استثناء کا مفاد کہ مجاہرین متصلین بالمعاہدین ومعاہدین غیر جانب دار طرفین مستثنیٰ فرماتے واللہ تعالیٰ اعلم۔

استعانت بمشرکین کی تحریم پر صحیح حدیثیں فائدہ ثانیہ: صحاح احادیث ناطق۔

حدیث نمبر ۱: ——— صحیح مسلم و سنن اربعہ و مشکل الآثار امام طحاوی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کو تشریف لے چلے سنگستان وبرہ میں (کہ مدینہ طیبہ سے چار میل ہے) ایک شخص جس کی جرأت و بہادری مشہور تھی حاضر ہوا اصحاب کرام اُسے دیکھ کر خوش ہوئے اُس نے عرض کی میں اس لیے حاضر ہوا کہ حضور کے ہمراہ رکاب رہوں اور غنیمت سے جو مال ہاتھ لگے اُس میں سے میں بھی پاؤں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اتؤمن باللہ و رسولہ۔ — کیا تو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے۔

کہا: نہ۔ فرمایا:

فارجع فلن نستعین بمشرک۔ — تو پلٹ جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ چاہیں گے۔

پھر حضور تشریف لے چلے جب ذوالحلیفہ پہنچے (کہ مدینہ طیبہ سے چھ میل ہے) وہ پھر حاضر ہوا صحابہ خوش ہوئے کہ واپس آیا وہی پہلی بات عرض کی اور حضور نے وہی جواب ارشاد فرمایا کہ کیا تو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا:

فارجع فلن نستعین بمشرک۔ — واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔

پھر حضور تشریف لے چلے جب وادی میں پہنچے وہ پھر آیا اور صحابہ خوش ہوتے اُس نے وہی عرض کی حضور نے فرمایا کیا تو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: فنعم اذن۔ ہاں اب چلو۔

حدیث نمبر ۲: ——— امام احمد و اسحٰق بن راہویہ مسانید اور امام بخاری تاریخ اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ایک غزوہ[1] کو تشریف لیے جاتے تھے میں اور میری قوم سے ایک شخص حاضر ہوئے ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ میں جائے اور ہم نہ جائیں (یہ قوم خزرج سے تھے کہ انصار سے ایک بڑا گروہ ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں مسلمان ہوئے؟ کہا: نہ۔ فرمایا:

فانا لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین۔ — تو ہم مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے۔

اس پر ہم دونوں اسلام لائے اور ہمراہ رکاب اقدس شریک جہاد ہوئے۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے یوں ہیں تنقیح میں اس کے رجال کی توثیق کی۔

حدیث نمبر ۳: ——— امام واقدی مغازی اور امام اسحٰق بن راہویہ مسند اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز احد تشریف لے چلے جب ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے ایک بھاری لشکر ملاحظہ فرمایا ارشاد ہوا یہ کون ہیں؟ عرض کی گئی: یہود بنی قینقاع قوم عبداللہ بن سلام حلفائے عبداللہ بن اُبی (یہ لفظ طحاوی ہیں اور لفظ ابن راہویہ یوں ہیں عرض کی گئی یہ عبداللہ بن اُبی ہے اپنے حلیفوں کے ساتھ کہ قوم عبداللہ بن سلام کے یہودی ہیں اور لفظ واقدی میں ہے یہ ابن اُبی کے حلیف یہودی ہیں اور لفظ طبرانی میں ہے یہ عبداللہ بن اُبی ہے چھ سو یہودیوں کے ساتھ کہ اُس کے حلیف ہیں) فرمایا: کیا اسلام لے آئے؟ عرض کی: نہ۔ وُہ اپنے دین پر ہیں۔ فرمایا:

قل لھم فلیرجعوا فانا لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین۔ — اُن سے کہہ دو لوٹ جائیں ہم مشرکوں پر مشرکوں سے مدد نہیں لیتے۔

---

[1] یہ غزوہ غزوۂ بدر ہے کما فی اسد الغابۃ ۱۲ منہ غفر لہ

[2] اقول یہ لفظ مستدرک میں ہے اور مشکل الآثار و مسند احمد میں نہیں قبل اسلام اس کا کہنا باعتبار عرف مسلمین ہوگا یا یُوں کہ اُس وقت بھی ایقان تھا اگرچہ اذعان بعد کو ہوا۔ ۱۲ منہ غفر لہ

اقول یہ حدیث بھی حسن صحیح ہے مسند امام اسحٰق میں اس کی سند یوں ہے:

اخبرنا الفضل بن موسی عن محمد بن عمرو بن علقمۃ عن سعد بن المنذر عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

فضل بن موسیٰ ومحمد بن عمرو بن علقمہ دونوں رجال جمیع صحاح ستہ سے ہیں۔ ثقہ ثبت وصدوق اور یہ سعد بن منذر بن ابی حمید الساعدی ہیں کما فی مشکل الآثار، ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا تقریب میں کہا مقبول ہیں تہذیب التہذیب میں ہے:

روی عن جدہ وحمزۃ بن ابی اسید وعنہ محمد بن عمرو بن علقمۃ وعبدالرحمٰن بن سلیمٰن بن الغسیل ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔	انہوں نے اپنے دادا حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حمزہ بن اسید سے علم حاصل کیا اور ان سے محمد بن عمرو بن علقمہ اور عبدالرحمٰن بن سلیمٰن ابن حضرت غسیل الملئکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا۔

لاجرم زرقانی علی المواہب میں ہے:

قد روی الطبرانی فی الکبیر والاوسط برجال ثقات عن ابی حمید الساعدی الحدیث[1]

حدیث نمبر ۳: ——— عبد بن حمید وابویعلی وابنائے جریر ومنذر وابی حاتم اور بیہقی شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تستضیئوا بنار المشرکین۔ مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔

امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے معنی پوچھے گئے۔ فرمایا:

---

[1] یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر ومعجم اوسط میں بہ سند صحیح ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

لاتستشیروا المشرکین فی شیٔ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذلك فی کتاب اللہ یایہا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا۔

ارشاد حدیث کے یہ معنی ہیں کہ مشرکوں سے اپنے کسی معاملہ میں مشورہ نہ لو۔ پھر فرمایا اس کی تصدیق خود کلام اللہ میں موجود ہے کہ فرمایا اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے۔

اقول یہ حدیث بھی اصول حنفیہ کرام پر حسن ہے طبری کے یہاں اس کی سند یہ ہے:

حدثنا ابوکریب ویعقوب بن ابراہیم قالا حدثنا ھشیم اخبرنا العوام بن حوشب عن الازھر بن راشد عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابوکریب سے عوام بن حوشب تک سب اجلہ مشاہیر ثقہ عدول رجال جملہ صحاح ستہ سے ہیں اور ازہر بن راشد رجال سنن نسائی وتابعین سے ہیں ان پر کسی امام معتمد سے کوئی جرح ثابت نہیں[1] اور یہ کہ اُن سے راوی صرف عوام بن حوشب ہیں جس کی بنا پر تقریب میں حسب اصطلاح محدثین مجہول کہا ہمارے نزدیک اصلا جرح نہیں خصوصاً تابعین میں، مسلم الثبوت میں ہے:

لاجرح بان لہ راویا واحدا وھو مجہول العین۔

یہ کوئی جرح کی بات نہیں کہ اس سے ایک ہی شخص نے روایت کی اسے مجہول العین کہتے ہیں۔

---

[1] اما تضعیف ابن معین فلازھر بن راشد الکاھلی لا فی ھذا البصری الراوی عن انس وقد فرق بینہما ابن معین فضعف الکاھلی لا ھذا کما بینہ الحافظ المزی فی تھذیبہ والحافظ العسقلانی فی تقریبہ واما قول الازدی منکر الحدیث فالازدی نفسہ مجروح ضعیف بشدید التعنت فی الرجال معروف ثم قولہ منکر الحدیث جرح مبہم غیر مفسر کما نصوا علیہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

فواتح الرحموت میں ہے:

وقیل لایقبل عند المحدثین وھو تحکم۔

اور بعض نے کہا ایسا راوی محدثین کے نزدیک مقبول نہیں اور یہ نری زبردستی ہے۔

فصول البدائع میں ہے:

العدالۃ فیما بین رواۃ الحدیث ھی الاصل ببرکتہ وھو الغالب بینھم فی الواقع کما نشاھدہ فلذا قبلنا مجھول القرون الثلثۃ فی الروایۃ۔

راویان حدیث میں حدیث کی برکت سے عدالت ہی اصل ہے اور مشاہدہ شاہد کہ واقع میں ثقہ ہونا ہی اُن میں غالب ہے اسی لیے قرون ثلثہ کے مجہول کی روایت ہمارے ائمہ قبول کرتے ہیں۔

بعض روایات کہ استعانت میں پیش کی جاتی ہیں اُن کا حال

فائدہ ثالثہ: بعض روایات کہ ان احادیث صحیحہ بلکہ آیات صریحہ کے مقابل پیش کی جاتی ہیں اُن میں کوئی صحیح و مفید مدعائے مخالف نہیں محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اُنھیں ذکر کرکے فرمایا:

ولا شك ان ھذہ لا تعاوم احادیث المنع فی القوۃ فکیف تعارضھا۔

کوئی شک نہیں کہ یہ روایتیں قوت میں احادیث منع کو نہیں پہنچتیں تو کیونکر اُن کے معارض ہوسکتی ہیں۔

خود ابوبکر حازمی شافعی نے کتاب الاعتبار میں حدیث صحیح مسلم دربارۂ ممانعت روایت کرکے کہا:

وما یعارضہ لا یوازیہ فی الصحۃ والثبوت فتعذر ادعاء النسخ۔

اور اس کا خلاف جن روایتوں میں آیا ہے وہ صحت و ثبوت میں اُن کے برابر نہیں تو ممانعت استعانت کو منسوخ ماننے کا ادعا ناممکن ہے۔

یہ اجمالی جواب بس ہے اور مجمل تفصیل یہ کہ یہاں دو واقعے پیش کیے جاتے ہیں جن سے احادیث
منع کو منسوخ بتاتے ہیں کہ وہ واقعہ بدر و اُحد ہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر
میں کہ اُن کے کئی برس بعد ہے بعض یہود بنی قینقاع سے یہود خیبر پر استعانت فرمائی پھر
شہ ہجری غزوۂ حنین میں صفوان بن امیہ سے اور وہ اُس وقت مشرک تھے تو اگر اُن
پہلے واقعات میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشرک یا مشرکوں کو رد فرمانا اس بنا پر تھا کہ
حضور کو رد و قبول کا اختیار تھا جب تو حدیثوں میں کوئی مخالفت ہی نہیں اور اگر اس وجہ سے تھا
کہ مشرک سے استعانت ناجائز تھی تو ظاہر ہے کہ بعد کی حدیث نے اُن کو منسوخ کر دیا یہ تمام
وکمال کلام امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ اُن سے فتح اور فتح سے ردالمحتار میں نقل
کیا اور ناواقفوں نے نہ سمجھا یہ بعینہ کتاب الاعتبار حازمی شافعی میں امام شافعی سے
مروی ہے :

حیث قال قرأت علی سردح	میں نے سردح بن بدر پر پڑھا کہ آپ کو
بن بدر اخبرك احمد	احمد بن محمد بن احمد نے اپنی کتاب میں
بن محمد بن احمد فی کتابه	ابو سعید صیرفی سے خبر دی کہ انھوں نے
عن ابی سعید الصیرفی اخبرنا	کہا ہمیں ابو العباس نے خبر دی کہ
ابو العباس انا الربیع انا الشافعی	ہمیں ربیع نے خبر دی کہ ہمیں امام شافعی
قال الذی روی مالك کما	نے خبر دی کہ وہ جو امام مالک نے روایت
روی ان رسول اللہ صلی	فرمایا وہ ویسا ہی ہے جیسا انھوں نے
اللہ تعالیٰ علیه وسلم مشرکا	روایت فرمایا۔ غزوۂ بدر میں رسول اللہ
ومشرکین فی غزاة بدر وابی	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مشرک اور
ان یستعین الا بمسلم ثم	دو مشرکوں کو واپس فرما دیا اور غیر مسلم
استعان رسول اللہ	سے استعانت کرنا قبول نہ فرمایا پھر نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے
بعد بدر فی غزوة خیبر بیهود من	بعد غزوۂ خیبر میں بنی قینقاع کے کچھ

بنی قینقاع کانوا اشداء
واستعان رسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غزوۃ
حنین سنۃ ثمان بصفوان
بن امیہ وھو مشرک فالرد
الاول انکان بان لہ الخیار
بان یستعین بمشرک وان
یردہ کما لہ رد المسلم
من معنی مخافۃ او لشدۃ
بہ فلیس واحد من الحدیثین
مخالفا للاخر وان کان ردہ
لانہ لم یران یستعین بمشرک
فقد نسخہ ما بعدہ من استعانتہ
بالمشرکین اذا خرجوا طوعاً
ویرضخ لھم ولا یسھم
لھم ولا یثبت عن
النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ
علیہ وسلم انہ اسھم
لھم انتھی۔

یہودیوں سے کام لیا کہ زور آور تھے اور
سنہ ۸ ہجری غزوۂ حنین میں نبی صلی اللّٰہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیہ سے
جس وقت میں کہ وُہ مشرک تھے کچھ امداد
لی تو پہلا رد فرما دینا اگر اس بنا پر تھا
کہ حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو اختیار تھا کہ کسی مشرک سے کام
لیں یا اُسے واپس فرما دیں جیسا اُنھیں
مسلمان کے واپس فرما دینے کا اختیار
ہے اُس پر کسی خوف یا مشقت کے
باعث جب تو حدیثوں میں باہم کچھ
اختلاف ہی نہیں اور اگر وہ واپس
فرما دینا اس بنا پر تھا کہ حضور نے
مشرک سے مدد لینا ناجائز جانا تو بعد کے
واقعہ نے مشرکوں سے کام لیا اُسے
منسوخ کر دیا اور اس میں کوئی حرج
نہیں کہ مشرکوں سے لڑنے میں مشرکوں
سے مدد لے جبکہ وُہ اپنی خوشی سے
لڑنے کو چلیں اور غنیمت میں سے اُنھیں
کچھ تھوڑا سا دیا جائے پُورا حصّہ نہ دیا جائے
اور نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت
نہیں کہ حضور نے اُنھیں پُورا حصہ دیا ہو
انتہی یہ تمام کلام امام شافعی کا ہے۔

اس کے بعد جو فقرہ فتح میں ہے وہ بھی زیر قال الشافعی داخل اور اُنھیں کا قول ہے جسے بیہقی شافعی نے اُن سے روایت کیا نصب الرایہ میں ہے :

قال الشافعی و لعله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انما رد المشرك الذی رده فی غزوة بدر رجاء اسلامه وقال وذلك واسع للامام ان یرد المشرك او یاذن له انتهی وكلام الشافعی كله نقله البیهقی عنه۔	امام شافعی نے فرمایا کہ وہ مشرک جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں واپس فرمایا تھا شاید یہ اس امید کی بنا پر ہو کہ وہ اسلام لے آئے گا اور امام شافعی نے کہا سلطان اسلام کو گنجائش ہے چاہے مشرک کو واپس کردے یا اجازت دے انتہی اور امام شافعی کا یہ سارا کلام بیہقی نے اُن سے روایت کیا۔

یہود سے استعانت کے پانچ جواب

واقعہ یہود بنی قینقاع کا جواب تو واضح ہے جو محقق علی الاطلاق اور خود حازمی شافعی نے ذکر کیا کہ وہ روایت کیا اس قابل ہے کہ احادیث صحیحہ کے سامنے پیش کی جاتے اُس کا مخرج الحسن بن عمارۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ہے قطع نظر انقطاع سے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سُنیں جن میں یہ نہیں اور امام شافعی کے نزدیک منقطع مردود ہے۔ حسن بن عمارہ متروک ہے کما فی التقریب اور مرسل زہری مروی جامع ترمذی و مراسیل ابی داؤد ایک تو مرسل کہ امام شافعی کے یہاں مہمل اوّل اور سند مراسیل میں ایک انقطاع حیوہ بن شریح و زہری کے درمیان ہے۔ تہذیب التہذیب میں امام احمد سے ہے :

لم یسمع حیوۃ من الزهری۔	حیوہ نے زہری سے کوئی حدیث نہ سُنی۔

دوسرے مرسل بھی زہری کا جسے محدثین پا بر ہوا کہتے ہیں تیسرے ضعیف بھی کمافی التقریب یوہیں بیہقی نے کہا :

اسنادہ ضعیف و منقطع۔ — اس کی سند ضعیف اور بیچ میں کٹی ہوئی ہے۔

نصب الرایہ میں ہے:

انہا ضعیفۃ۔ — یہ سب روایتیں ضعیف ہیں۔

اقول اور کچھ نہ ہو تو اس میں یہی تو ہے کہ:

اسھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقوم من الیھود قاتلوا معہ۔ — نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو جنھوں نے ہمراہ رکاب اقدس قتال کیا تھا حصہ عطا فرمایا۔

اس سے استعانت کہاں ثابت ممکن کہ انھوں نے بطور خود قتال کیا ہو اور پانچواں جواب امام طحاوی سے آتا ہے کہ سرے سے قاطع استناد ہے۔

صفوان بن امیہ سے استعانت کے روشن جواب

رہا قصہ صفوان رضی اللہ تعالٰی عنہ اُن کا قبل از اسلام غزوہ حنین شریف میں ہمراہ رکاب اقدس ہونا ضرور ثابت ہے مگر ہرگز نہ اُن سے قتال منقول نہ یہی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے قتال کو فرمایا جو صرف اس قدر ہے کہ سو زرہ خود بکتر اور ایک روایت میں چار سو اُن سے عاریت لیے اور وہ بطمع پرورش سرکار عالم مدار کہ مؤلفۃ القلوب سے تھے ہمراہ لشکر ظفر پیکر ہو لیے اُن کی مراد بھی پوری ہوئی اور اسلام بھی پختہ و راسخ ہوگیا سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غنائم سے اتنا عطا فرمایا اتنا عطا فرمایا کہ یہ بے اختیار کہہ اٹھے:

واللہ ماطابت بھذا الا نفس نبی۔ — خدا کی قسم اتنی عطائیں خوش دلی سے دینا نبی کے سوا کسی کا کام نہیں۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

امام ابن سعد طبقات پھر حافظ الشان عسقلانی اصابہ فی تمییز الصحابہ میں انھیں صفوان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

لم یبلغنا انہ غزا مع النبی صلی اللہ — ہمیں روایت نہ پہنچی کہ انھوں نے حضور اقدس

تعالیٰ علیہ وسلم۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمراہی میں جہاد کیا ہو۔

امام طحاوی مشکل الآثار میں فرماتے ہیں:

صفوان کان معہ لا باستعانۃ منہ ففی ھذا مایدل علی انہ انما امتنع من الاستعانۃ بہ و بامثالہ ولم یمنعھم من القتال معہ باختیارھم لذلک۔

یعنی صفوان خود ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لیے تھے حضور نے اُن سے استعانت نہ فرمائی اس میں دلیل ہے اس پر کہ حضور مشرکوں سے استعانت سے باز رہتے تھے اور وہ اپنے اختیار سے ہمراہی میں لڑیں اس سے منع نہ فرماتے تھے۔

اُسی میں ہے:

حدثنا ابو امیہ قال حدثنا بشر بن الزھرانی قال قلت لمالک الیس ابن شہاب کان یحدث ان صفوان ابن امیۃ سار مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فشھد حنینا والطائف وھو کافر قال بلی ولکن ھو سار معہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یأمرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ہم سے ابوامیّہ نے حدیث بیان کی کہ ہم سے بشر بن عمر زہرانی نے حدیث بیان کی کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزارش کی کیا زہری یہ حدیث نہ کرتے تھے کہ صفوان بن امیّہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس چل کر حنین و طائف کے غزووں میں بحالت کفر حاضر ہوئے فرمایا ہاں مگر وہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہو لیے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے نہ فرمایا تھا۔

علامہ جلال الدین ابوالمحاسن یوسف حنفی معتصر میں فرماتے ہیں:

لا مخالفة بين حديث صفوان وبين قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا نستعين بمشرك لان صفوان قتاله كان باختياره دون ان يستعين به النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وان الاستعانة بالمشرك غير جائزة لكن تخليتهم للقتال جائزة لقوله تعالى لا تتخذوا بطانة من دونكم والاستعانة اتخاذ بطانة وقتالهم دون استعانة بخلاف ذلك۔

یعنی حدیث صفوان اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے کچھ مخالفت نہیں کہ صفوان کا قتال کو جانا اپنے اختیار سے تھا نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے استعانت فرمائی ہو مشرک سے استعانت حرام ہے لیکن وہ خود لڑیں تو لڑنے دینا جائز ہے اس لیے کہ رب عزوجل نے فرمایا غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ مشرک سے استعانت کرنا اُسے رازدار بنانا ہے اور بلا استعانت خود اُس کے لڑنے میں یہ بات نہیں۔

استعانت جائز ہے تو صرف ذمی سے ہے حربی سے مطلقاً حرام

فائدہ رابعہ: **اقول** یہ مسئلہ کہ ذمی اگر مسلمانوں کے ہمراہ قتال کرے یا راستہ بتائے تو سلطان اُسے غنیمت سے کچھ عطا فرمائے جو مسلمانوں کے حصہ سے کم ہو اور راہ بتانے میں بقدر اجرت تمام متون مثل ہدایہ و وقایہ و تحفۃ الفقہاء و کنز و وافی و مختار و اصلاح و غرر و ملتقی و تنویر اور ان کے سوا جن کتب میں اُس کا ذکر ہے جیسے خزانۃ المفتین و الاشباہ والنظائر وغیرہا سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے حتی کہ علامہ محمد بن عبدالرحمن دمشقی نے رحمۃ الامہ اور امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان الشریعہ میں اُسے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسی قید کے ساتھ ذکر کیا رحمۃ الامہ کی عبارت یہ ہے:

اتفقوا على ان من حضر الغنيمة من مملوك او امرأة او صبي او

علماء کا اتفاق ہے کہ غلام یا عورت یا لڑکا یا ذمی جو غنیمت میں حاضر ہوں تو اُنھیں

ذمی فلھم الرضخ ۔	کچھ دیا جائے گا پورا حصہ نہیں ۔

بعض شراح نے اسی سے مسئلہ استعانت استنباط کیا۔ فتوائے شائع کردہ لیڈری نے درمختار کی یہ عبارت تو نقل کی،

مُفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ ۔	اس سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر سے مدد لینی جائز ہے ۔

اور متن کی عبارت چھوڑ دی جو ضمیر مفادہ کا مرجع بتاتی کہ یہ کاہے کا مفاد ہے وہ عبارت یہ ہے:

لا لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ورضخ لھم اذا باشروا القتال اوکانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی اودل الذمی علی الطریق۔	غلام اور لڑکے اور عورت اور ذمی کے لیے غنیمت کا حصہ نہیں ہاں کچھ دیا جائے گا اگر لڑیں یا عورت مریضوں کی تیمارداری کرے یا ذمی راستہ بتائے۔

اس کے متصل بلافصل درمختار کی وہ عبارت ہے تو کافر سے مطلقاً وہی مراد جو متن میں مذکور ہے یعنی ذمی کہ حربی ہرگز اس کے معنی میں نہیں جس کے سبب بدلیل اور دیت یا مساوات تعمیم کرلی جائے اس کی نظیر ابھی عبارت قدوری وہدایہ سے گزری جن میں لفظ کافر تھا اور تمام اکابر نے تصریح فرمادی کہ کافر سے مراد ذمی ہے ۔

ذمی میں بھی خاص کتابی سے استعانت جائز ہے مشرک سے مطلقاً حرام ہے

فائدہ خامسہ: امام اجل زینت حنفیت سیدنا احمد طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اور تخصیص فرمائی اور اسی کو حضرت سیدنا امام اعظم وجملہ ائمہ حنفیہ کا مذہب بتایا کہ مسئلہ استعانت کا کتابی سے خاص ہے ، جہاد میں وقت حاجت دبے ہوئے یہودی یا نصرانی سے مدد لے سکتے ہیں مشرک سے اصلاً جائز نہیں مشکل الآثار میں استعانت بمشرک سے ممانعت کی حدیثیں روایت فرمائیں پھر استعانت بہ یہود کی حدیث اعتراضاً وارد کی پھر اس سے جواب بیں فرمایا:

لیس فی ذلک ما یخالف شیئا	وہ حدیثیں کہ اس باب میں ہم نے ذکر

ما رويناه في هذا الباب لان	لیکن یہ روایت اُن سے کچھ مخالفت نہیں
اليهود ليسوا من المشركين	رکھتی اس لیے کہ یہود مشرک نہیں ہیں
الذين قال رسول الله صلی الله	جن کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
تعالیٰ علیه وسلم في الآثار	وسلم نے اگلی حدیثوں میں فرمایا کہ ہم اُن سے
الاول انه لا نستعين بهم	استعانت نہیں کرتے وہ بت پرست ہیں
اولئك عبدة الاوثان وهؤلاء	اور یہ کتابی ہیں اور غلبہ اُن پر ہمیں کو ہے کہ ہمیں
اهل الكتب والغلبة لنا لا لهم	اُن پر بالادست ہیں اور وہ ہمارے تابع
الاعلون عليهم وهم اتباع لنا و	ہیں اور اب بھی اکثر علماء کے نزدیک اُن کا
هكذا حكمهم الآن عند كثير من	یہی حکم ہے ازاں جملہ امام ابوحنیفہ اور
اهل العلم منهم ابو حنيفة	اُن کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ
واصحابه رضی الله تعالیٰ عنهم	فرماتے ہیں غیر کتابی کافروں کے مقابلہ میں
يقولون لا باس بالاستعانة باهل	کتابیوں سے مدد لینے میں حرج نہیں
الكتاب في قتال من سواهم اذا	جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو اور کتابیوں سے
كان حكمنا هو الغالب ويكرهون	بھی مدد لینے کو ناجائز رکھتے ہیں جبکہ
ذلك اذا كان احكامنا بخلاف	حالت اس کے خلاف ہو یعنی وہ ہمارے
ذلك ونعوذ بالله من تلك الحال۔	تابع و پیرو نہ ہوں اور اس حالت سے
	اللہ کی پناہ۔

مختصر علامہ یوسف حنفی میں ہے:

الممتنع الاستعانة بالمشرك و	مشرک سے استعانت ناجائز ہے اور
اليهود ليسوا من المشركين	یہودی مشرک نہیں امام اعظم اور اُن کے
هكذا حكمهم عند ابي حنيفة واصحابه	تلامذہ کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ ہمارا ہی
اذا كان حكمنا هو الغالب بخلاف ما	حکم غالب ہو بخلاف اس کے کہ معاذ اللہ
اذا لم يكن غالبا نعوذ بالله۔	ہمارا حکم اُن پر غالب نہ ہو۔

تحقیق مقام، استعانت کے اقسام اور ان کے احکام

فائدہ سادسہ: اقول تحقیق مقام بتوفیق منعام یہ ہے کہ یہاں استعانت کی تین حالتیں ہیں، التجا، اعتماد، استخدام۔

التجا یہ کہ قلیل گروہ اپنے کو ضعیف و کمزور یا عاجز پاکر کثیر و قوی و طاقتور جتھے کی پناہ لے اپنا کام بنانے کے لیے اُس کا دامن پکڑے یہ بداہۃً اپنے آپ کو اُن کے ہاتھ میں دے دینا ہوگا اور انھیں خواہی نخواہی اُن کے اشارے پر چلنا اُن کی پس روی کرنی پڑے گی۔

اعتماد[1] یہ کہ گروہ مساوی سے یارانہ گانٹھیں اُنھیں اپنا یاور و یار و معین و مددگار رہنا ہیں اُن کی مدد و موافقت سے اپنے لیے غلبہ و عزت و کامیابی چاہیں یہ اگرچہ اپنے آپ کو اُن کے رحم پر چھوڑ دینا نہیں مگر اُن کی ہمدردی و خیر خواہی پر اعتماد یقیناً ہے کوئی عاقل خون کے پیاسے دشمن بدخواہ کو معین و ناصر نہ بنائے گا۔ یہاں مساوات کے یہی معنی نہیں کہ ہر طرح قوت میں ہمارا ہم سنگ ہو بلکہ خود سر گروہ کہ ہمارے ہاتھ میں مجبور نہیں اور ہمارے ساتھ اظہار بدخواہی کر سکتا ہے اسی شق میں ہے کہ باوصف خودسری اُسے ناصر بنانا بے اعتماد نہ ہوگا۔ یہ دونوں صورتیں کفار کے ساتھ یقیناً قطعاً نصوص قطعیہ قرآنیہ سے حرام قطعی ہیں جن کی تحریم کو پہلی اور دُوسری دُو ہی آیتیں کافی و وافی ہیں ہرگز کوئی مسلمان انھیں حلال نہیں کہہ سکتا۔

استخدام یہ کہ کافر ہم سے دبا ہو اُس کی چُٹیا ہمارے ہاتھ میں ہو کسی طرح ہمارے خلاف پر قادر نہ ہو وہ اگرچہ اپنے کفر کے باعث یقیناً ہمارا بدخواہ ہوگا مگر بے دست و پا ہے ہم سے خوف و طمع رکھتا ہے خوف شدید کے باعث اظہار بدخواہی نہ کر سکے گا بلکہ طمع کے سبب مسلمان کے بارے میں نیک رائے ہوگا۔

الحمد للہ یہ تقریر فقیر غفرلہ القدیر نے تفقہاً لکھی تھی پھر امام شمس الائمہ سرخسی کی شرح سیر صغیر امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھی عظیم و جلیل تائید ملی فائدہ خامسہ میں امام طحاوی و

---

[1] اعتماد ہر استعانت میں ہے اور یہاں یہ مراد کہ صرف اعتماد ہے استیلا نہ اُن کا نہ اپنا ۱۲ منہ غفرلہ

علامہ یوسف حنفی کی عبارتیں سُن چکے کہ جواز اُس وقت ہے جب ہمارا ہی حکم غالب ہو اور امام ابُوجعفر کا ارشاد کہ ہمیں بلند و بالا ہوں اور وہ ہمارے تابع۔ بعینہٖ یہی شرط سیر صغیر میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے امام محمد نے سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا:

سألتہ عن المسلمین یستعینون	میں نے عرض کی کہ مسلمان اگر حربیوں پر
باھل الشرک علی اھل الحرب	مشرکوں سے مدد لیں تو کیسا ہے فرمایا
قال لا باس بذٰلک اذا کان	مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسلام ہی کا
حکم الاسلام ھو الظاھر	حکم روشن و زبردست ہو۔
الغالب۔	

مشرکوں سے ذمی مراد ہیں کہ اس سے دو ورق پہلے فرمایا ہے:

لا باس بان یستعین اھل العدل بقوم من اھل البغی واھل الذمۃ علی الخوارج اذا کان حکم اھل العدل ظاھرا۔

یہاں تو استخدام بتایا تھا مگر اس کی تعلیل وُہ فرمائی جس نے استخدام کی پوری تصویر بھی کھینچ دی اور اُس کی نوعیت بھی بتا دی کہ کس طرح کا استخدام ہو۔

ارشاد ہوا: لان قتالھم بھذہ الصفۃ لاعزاز الدین والاستعانۃ علیھم باھل الشرک کالاستعانۃ بالکلاب۔ **کافر کو کُتّا بنا کر استعانت جائز ہے جب وہ ہمارے ہاتھ میں کتّے کی طرح مسخر ہو** دو ورق پہلے فرمایا:

والاستعانۃ باھل الذمۃ کالاستعانۃ بالکلاب۔

یعنی اِس لیے کہ جب وُہ اس حالت پر ہوں تو اُن کا لڑنا ہمارے ہی دین کے اعزاز کو ہو گا اور حربیوں پر ان ذمی مشرکوں سے استعانت ایسی ہو گی جیسے شکار میں کُتوں سے مدد لیتے ہیں دُوسرے یہ کہ وُہ ہمارے ہاتھ میں کُتوں کی طرح مسخر ہوں کہ اُن کا فعل ہمارے ہی لیے ہو ہمارے ہی دین کے اعزاز کے واسطے ہو۔ کُتّے سے شکار میں

استعانت کب جائز ہوتی ہے جبکہ وُہ وقت شکار سارا کام ہمارے ہی لیے کرے اُس میں سے اپنے واسطے کچھ نہ کرے اگر شکار مارا اور راشہ بھر اُس کا گوشت کھا لیا شکار حرام ہے تو استخدام بتایا اور وہ بھی سب سے ذلیل تر یعنی جیسے کُتّے سے خدمت لیتے ہیں اور شرط فرما دی کہ وہ خودسری سے یکسر نکل کر محض ہمارے لیے آلہ بن گئے ہوں یہ نہ ہوگا مگر اُسی صورت میں کہ ہم نے منقح کی واللہ الحمد۔

ذلیل و قلیل کافروں سے استعانت کی اجازت ہوگی نہ کہ انبوہِ کثیر سے

اوّل اور اس کے لیے ضرور ہے کہ وہ معدودے چند ذلیل قلیل ہوں کہ بڑا گروہ ہُوا تو ممکن کہ میدان میں پہنچ کر کافروں کا لشکر دیکھ کر شرارت پر آتے اور پھن دکھاتے ممکن کہ یہی حکمت ہو کہ روزِ اُحد چھ سو یہود کو واپس فرما دیا کہ یہ بڑا جتھا ہُوا خصوصاً اس حالت میں کہ مسلمان صرف سات سو اور مغلطائی کی روایت میں چھ ہی سو تھے اور غزوۂ خیبر میں حسبِ روایتِ[1] واقدی صرف دس یہود کو ہمراہی کا حکم فرمایا کہ مسلمان ایک ہزار چار سو تھے اور غزوۂ حنین میں تو صفوان جیسے شتر اشتی بھی مان لیجیے تو کچھ نہ تھے کہ الٰہی لشکر بارہ ہزار تھا جس کی کثرت کا ذکر خود قرآن عظیم میں ہے اسی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے علماء ان مسائل میں ذمی و کافر بصیغۂ مفرد لکھتے ہیں نہ بصیغۂ جمع۔

استخدام کی چار صورتیں اور اُن کے احکام

کافر کو رازدار بنانا مطلقاً حرام ہے

اب چار صورتیں ہیں:

اوّل اُس سے ایسی استعانت جس میں وُہ ہمارا رازدار و دخیل کار بنے یہ مطلقاً حرام ہے جس کے لیے پہلی آیۂ کریمہ بس ہے نیز فرماتا ہے جل وعلا:

---

[1] اخرج الواقدی فی مغازیہ عن حرام بن سعد بن محیصۃ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعشرۃ من یہود المدینۃ غزا بہم اہل خیبر ۱۲ منہ غفرلہ۔

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ واللہ خبیر بما تعملون ○

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یوں چھوڑ دیے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے جہاد کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیل کار نہ بنائیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

ولہذا حدیث چہارم میں اُن سے مشورہ لینا

کافر کو محرری پر نوکر رکھنے کی ممانعت ہے

ناجائز فرمایا، تفسیر کبیر میں کریمۂ اُولیٰ کے تحت میں ہے:

ان المسلمین کانوا یشاورونہم فی امورھم ویؤانسونہم لما کان بینہم من الرضاع والحلف ظنا منہم انہم وان خالفوھم فی الدین فہم ینصحون لہم فی اسباب المعاش نہاھم اللہ تعالیٰ بھٰذہ الاٰیۃ عنہ فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المومنین فیکون ذلک نہیا عن جمیع الکفار وقال تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ومما یؤکد ذلک ما روی انہ قیل لعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لا یعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر من ذلک وقال اذن اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین۔

یعنی کچھ مسلمان بعض یہود سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے اور باہم دل بہلاتے کہ کسی سے دُودھ کی شرکت تھی کوئی کسی کا حلیف تھا یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اگرچہ دین میں ہمارے خلاف ہیں دنیوی باتوں میں تو ہماری خیرخواہی کریں گے اس آیۂ کریمہ میں رب العزۃ جل وعلا نے اُنھیں منع فرمادیا اور حکم دیا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ تو یہ نہ صرف یہود بلکہ جملہ کفار سے ممانعت ہوئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو یار نہ بناؤ اور اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جو امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوئی کہ اُن سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں

ایک نصرانی ہے اُس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اُسے محرر بنالیں۔ امیرالمؤمنین نے اُسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

روی ان ابا موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک ولہ قاتلک اللہ الا اتخذت حنیفا یعنی مسلما اما سمعت قول اللہ عزوجل یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصریٰ اولیاء قلت لہ دینہ ولی کتابتہ فقال لا اکرمھم اذ اھانھم اللہ ولا اعزھم اذ اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللہ قلت لا یتم امر البصرۃ الا بہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعد فما تعمل بعد موتہ فاعلہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین۔

یعنی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیرالمؤمنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے فرمایا تمھیں اُس سے کیا علاقہ خدا تم سے سمجھے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہ سُنا کہ اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو یار نہ بناؤ میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لیے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے فرمایا میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ اُنھیں اللہ نے خوار کیا نہ اُنھیں عزت دوں گا جبکہ اللہ نے اُنھیں ذلیل کیا نہ اُنکو قُرب دوں گا جبکہ اللہ نے اُنھیں دُور کیا میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اسکے پُورا نہ ہوگا فرمایا مر گیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرو کہ وہ مر گیا اُس کے بعد کیا کرو گے جو جب کرو گے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اُس سے بے پرواہ ہو جاؤ۔

دوم اُسے بعض مسلمانوں پر کوئی عہدہ و منصب دینا جس میں
کافر کی تعظیم حرام ہے مسلم پر اُس کا استعلا ہو مثلاً مسلمان فوج کے کسی دستے کا
افسر بنانا یہ بھی حرام ہے ابھی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد
سُن چکے کہ اللہ نے اُنھیں خوار کیا میں گرامی نہ کروں گا اللہ نے اُنھیں ذلت دی میں عزت
نہ دُوں گا کتب حدیث میں یُوں ہے کہ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے
محرری پر مقرر کیا امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنھیں فرمان میں لکھا:

لیس لنا ان نأتمنهم وقد خونهم الله ولا ان نرفعهم وقد وضعهم الله ولا ان نعزهم وقد امرنا بان یعطوا الجزیة عن ید وهم صاغرون ○	ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اُنھیں خائن بتاتا ہے یا ہم اُنھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سبحانہٗ نے اُنھیں پستی دی یا اُنھیں عزت دیں حالانکہ ہمیں حکم ہے کہ کافر ذلت وخواری کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں۔

درمختار میں ہے:

یمنع من استکتاب ومباشرة یکون بها معظما عند المسلمین وتمامه فی الفتح وفی الحاوی ینبغی ان یلازم الصغار بینه وبین المسلم فی کل شئ وعلیه فیمنع من القعود حال قیام المسلم عنده بحر ویحرم تعظیمه۔

یعنی ذمی کافر کو محرر بنانا یا اور کوئی عمل ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اُس کی توقیر ہو جائز نہیں اس کا پورا بیان فتح القدیر میں ہے حاوی میں ہے وہ مسلمان کے ساتھ ہر معاملہ میں دبا ہوا ذلیل رہے تو جب تک اُس کے پاس کوئی مسلمان کھڑا ہو اُسے بیٹھنے نہ دیں گے یہ بحر الرائق میں ہے اور اس کی تعظیم حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے:

قالوا الاحق ان لا یترکوا ان یرکبوا الا لضرورة واذا رکبوا

ضرورۃ فلینزلوا فی مجامع المسلمین -

علماء نے فرمایا: سزاوار تر یہ ہے کہ اُنھیں سوار ہونے ہی نہ دیں مگر دمرض وغیرہ
کی ناچاری سے پھر جب مجبوری کو سوار ہوں تو یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں کے مجمع میں
آترلیں -

بے تعظیمی کے ساتھ بھی کافر سے استعانت صرف وقت حاجت جائز ہے

سوم بے حاجت اُس سے استعانت کرنا یہ بھی ناجائز ہے خود فتوای شائع کردہ لیڈران میں درمختار سے ہے:

مفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ -

اس عبارت سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر (ذمی) سے استعانت جائز ہے -

ں میں ردالمحتار سے ہے:

اما بدونہا فلا لانہ لا یؤمن غدرہ -

حاجت نہ ہو تو جائز نہیں کہ کچھ اطمینان نہیں کہ وہ بدعہدی نہ کرے گا -

چہارم اب ایک صورت

فر سے صرف اس صورت کی استعانت جائز ہے یہ رہی کہ دبے ہوئے ہو کر کافر سے بشرط حاجت ایسی استعانت جس میں نہ اُسے راز دار و دخیل کار بنانا ہو نہ کسی مسلمان پر اُس کا استعلا یہ ہے وُہ جس کی ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رخصت دی پچھلی دو قیدیں تو منتظر ثبوت بلکہ محتاج بیان بھی نہیں دین متین سے ضرورۃً معلوم ہیں جن کا کچھ بیان ابھی گزرا تو اُن کی نظیر نماز کے لیے شرط وضو ہے کسی نماز کا مسئلہ بتائیے تو یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ بشرطیکہ باوضو پڑھی جائے۔ رہیں پہلی دو وہ ہمارے ائمہ کی طرح امام شافعی نے بھی بتائیں امام اجل ابو زکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد

فارجع فلن استعین بمشرك	کہ واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے استعانت
وقد جاء فی الحدیث الاٰخر	نہ کریں گے اور دوسری حدیث میں آیا ہے
ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوان
استعان بصفوان بن امیہ قبل	بن امیہ سے اس حال میں امداد لی کہ وہ
اسلامہ فاخذ طائفۃ من	ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے تو ایک جماعت
العلماء بالحدیث الاول علی	علماء نے پہلی حدیث کا مطلق حکم اختیار کیا
اطلاقہ وقال الشافعی واٰخرون	اور شافعی اور کچھ اوروں نے کہا کافر
ان کان الکافر حسن الرأی فی	اگر مسلمانوں کے حق میں نیک رائے رکھتا
المسلمین ودعت الحاجۃ الی	ہو اور اس سے استعانت کی حاجت پڑے
الاستعانۃ بہ استعین والا فیکرہ	تو کی جائے ورنہ منع ہے امام شافعی نے
حمل الحدیثین علی	ان دونوں حدیثوں کو ان دونوں حالوں پر
ھذین الحالین۔	محمول کیا۔

شرط حاجت تو صاف ذکر فرمائی اور شرط اول کا یوں اِشعار کیا کہ کسی کافر کی رائے مسلمانوں کے بارے میں اچھی ہو تو اس سے استعانت جائز ہے اسی شرط کو حازمی شافعی نے یوں ذکر کیا:

والثانی ان یکونوا ممن یوثق بھم فلا تخشٰی ثائرتھم فمتی فقد ھذان الشرطان لم یجز للامام ان یستعین بھم۔

یعنی حاجت کے ساتھ دوسری شرط یہ ہے کہ ان کافروں پر وثوق ہو کہ ان کی شرارت کا اندیشہ نہ رہے ان دونوں شرطوں میں سے کوئی کم ہوگی تو سلطان اسلام کو کافروں سے استعانت جائز نہ ہوگی۔

اقول اللہ عزوجل فرماتا ہے اور اللہ سب سے زیادہ سچا ہے لا یألونکم خبالا ودوا ماعنتم کافر تمہاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے تمہارا مشقت میں پڑنا ان کی دلی تمنا ہے تو محال ہے کہ خود سر کافر مسلمانوں کے لیے کوئی اچھی رائے رکھیں ان کی خیرخواہی پر

وثوق ہو سکے اُن کا خود سر کافر ہونا ہی اُن پر بے اطمینانی کا پورا موجب ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب المرادعۃ میں فرماتے ہیں :

لعل خوف الخیانۃ لاتمام للعلم بکفرھم وکونھم حربا علینا۔	امید یہ ہے کہ خوف خیانت آپ ہی لازم ہے کہ اُن کا کافر اور ہم سے مقاتل ہونا معلوم ہے۔

تو مسلمانوں کے خیرخواہ و قابل وثوق نہیں ہو سکتے مگر معدود چند ذلیل قلیل مجبور مقہور کافر جن کو سرکشی کی مجال نہیں ولہٰذا تمام علماء نے مسئلہ رضخ کو ذمی کے ساتھ مقید فرمایا اور اُسے بصیغہ مفرد ذکر کیا۔

ثم اقول ان شروط و قیود سے مشروط استعانت نہ اُن کو راز دار و دخیل کار بنانا ہے کہ آیت اولیٰ کے خلاف ہو نہ اُن سے عزت چاہنا کہ آیت دوم کے مخالف ہو ذلیل قلیل سے کون عزت چاہے گا نہ اُسے کوئی ولی ونصیر بنانا کہے گا کہ باقی آیات کے خلاف ہو یہ استعانت اگر ایسی نہیں جیسے کتابت بالقلم میں تو ایسی ضرور ہے جیسے لوگ چماروں کو پکڑ کر بیگار لیتے ہیں بلکہ جب اُنھیں کچھ مال دیا جاتا ہے تو ایسی جیسے چمار کو پیسہ دے کر جوتا گنٹھوا لینا کیا اِسے کوئی کہے گا کہ چمار کو ولی و ناصر بنایا لاجرم کلمات علماء مخالف آیات نہ ہوئے وللہ الحمد۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

لیڈروں نے احکامِ شریعت کو کیسا بدلا

فائدہ سابعہ : یہ تھا حکم شرعی جس کی تحقیق و تنقیح بحمدہ تعالیٰ اُس وجہ جلیل پر ہوئی کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اب لیڈران اپنی تحریفیں دیکھیں احکام دین کو کتنا کتنا بدلا شرعی مسئلہ کیسا کیسا مسلا۔

اوّلاً ذکر تھا ذمی کا لے دوڑے حربی۔

ثانیاً بروایت امام طحاوی حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد جملہ ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک جواز کتابی سے خاص تھا یہ لے دوڑے مشرک۔

ثالثاً جواز باجماع قائلین حاجت سے مقید تھا اور یہ خود اپنا جرم قبولے

لہ دربارہ استعانت احکام شریعت تو یہ تھے۔

کر ہم[1] کو احتیاج نے اتحاد برادران ہند کی جانب مائل نہیں کیا۔

رابعاً اُنھیں رازدار و دخیل کار بنانا حرام قطعی تھا یہ اُس سے بھی بدرجہا بڑھ کر اُن کے ہاتھ بک گئے اُنھیں اپنا امام و پیشوا بنا لیا اُن[2] کو اپنا رہنما بنا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال تو سرِ دست اس شعر کے موافق ہے؛ ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی

کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ۔ اللہ یوہیں چھاپ لگا دیتا ہے ہر مغرور ستمگر کے دل پر۔

خامساً اُن کی تعظیم اُنھیں مسلمانوں پر استعلاء دینا حرام قطعی تھا اُنھوں نے صرف ظاہری سجدہ کسی مصلحت سے بچا رکھا باقی کوئی دقیقہ مشرکوں کی تعظیم و اعلا میں نہ چھوڑا مسلمان کہلانے والوں نے اُن کی جیئیں پکاریں بیل بن کر گئو پتروں کی گاڑیاں کھینچیں اُن کی مدح میں غلو و اغراق کیے حتیٰ کہ گاندھی کو کہہ بھاگے ع

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست[3]

نبوت[4] ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے ایک مسلّد[5] ہزاروں کے مجمع میں اسٹیج پر چکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو (گاندھی کی طرف اشارہ کرکے) تمھارے لیے مذکِر بنا کر بھیجا ہے

---

[1] خطبہ صدارت مولوی عبدالباری ص ۵۔ ۱۲ حشمت علی غفرلہ

[2] خط مولوی عبدالباری صاحب جس کا فوٹو حسن نظامی نے چھاپا۔ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

[3] انجمن اسلامیہ بریلی کی طرف سے گاندھی کا سپاسنامہ شعر ۱۰۔ ۱۲ حشمت علی

[4] تقریر ظفر الملک در رفاہ عام لکھنؤ "اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے"۔ اخبار اتفاق دہلی ۲۷ اکتوبر و دبدبہ سکندری یکم نومبر و پیسہ اخبار ۱۰ نومبر۔ ۱۲ حشمت علی

[5] تقریر عبدالماجد بدایونی جلسہ جمیعۃ العلماء ہند دہلی فتح اخبار دہلی۔ جلد ۲ نمبر ۲۴۲۔ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف داخل کرنے کا رد

دوسرا[1] جمعہ کا خطبہ اُردو میں پڑھتا ہے نہیں نہیں خطبہ کی جگہ لیکچر دیتا ہے اور اُس میں خلفائے راشدین وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح مقدس ذات ستودہ[2] صفات وغیرہا لفظیوں کے ساتھ گاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے:

انما المشرکون نجس۔ مشرک تو نہیں مگر ناپاک۔

یہ کہیں مقدس ذات ——— اللہ فرمائے:

اولئک ھم شر البریۃ۔ وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔

یہ کہیں ستودہ صفات غرض خطبۂ جمعہ کیا تھا قرآن عظیم کا رد تھا۔ آج خطبہ میں یہ ہوا، کل نماز میں اھدنا الصراط المستقیم کی جگہ اھدنا الصراط الگاندھی پڑھیں گے اور کیوں نہ پڑھیں جبکہ جانیں کہ اس مقدس ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالیٰ نے مذکر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اُس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں تو صراط الذین انعمت علیہم میں تو گاندھی کو ضرور داخل مان چکے اللہ جسے مقدس ذات ستودہ صفات کرے اور خلق کے لیے مذکر بنا کر بھیجے اُس پر انعامِ الٰہی تام وکامل ہے۔

الذین انعم اللہ علیہم۔ وہ جن پر اللہ نے احسان کیا۔

کا بیان قرآن کریم نے

من النبیین والصدیقین و الشھداء والصٰلحین۔ وہ کون ہیں نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔

فرمایا ہے یہ سب مقدس ذات ستودہ صفات ہیں مگر لاکھوں شہداء وصالحین کو اللہ تعالیٰ نے مذکر بنا کر مبعوث نہ فرمایا تو گاندھی جی اوّل نمبر کے انعمت علیہم ہوئے مگر قرآن تو کفار پر

---

[1] اخبار مشرق گورکھپور ۱۳ جنوری ۲۱ء وعینی شہادت مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی رکن خلافت کمیٹی ۱۲ حشمت علی

[2] یہ مولوی صاحب شاہد عینی کا بیان ہے اور اخبار مشرق میں مقدس ذات پاکیزہ خیالات ہے۔ ۱۲ حشمت علی

اپنا غضب اور لعنت بتانا اور اُنھیں ہر مخلوق سے بدتر ہر ذلیل سے ذلیل تر فرماتا ہے اگر اس کا نام انعام ہے تو ضرور کفار سے بڑھ کر کوئی انعمت علیہم نہیں۔ قاتلھم اللہ انی یؤفکون ○ مشرک کو مسجد جامع میں مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے ہزارہا مسلمانوں سے اونچا کھڑا کر کے مسند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جمایا جاتا ہے کیا مسئلہ استعانت کا یہ مطلب تھا کیا درمختار میں اس کا جواز لکھا تھا اجازت تھی تو استخدام کی وہ بھی ایسا جیسے کتے سے جو پورا مسخر ہو لیا ہو تم نے اُلٹی خدمت گاری بلکہ غلامی کی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○

سادساً مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیب کلام الٰہی تھا جس کا بیان زیر آیت اولیٰ گزرا انھوں نے اعتماد درکنار قطعاً التجا کی۔ التجا و اعتماد کے جو معنی گزرے اُن کے آئینہ میں اُن کی صورتیں منقوش دیکھ لیجیے ۲۲ گر در ہندؤں کو اپنا یار و یاور بنانا کیا دلی خیر خواہی پر پورے اعتماد کے بغیر ممکن ہے بدایت عقل کو نکراتیے تو لیڈران کے گیت سن لیجیے جو مشرکین کو اپنا دلی خیر خواہ سمجھنے کے گائے ہیں اُن کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونت حق سے گریزاں تھے۔ اُن کا دستِ اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہو گئے ہیں برادرانِ وطن کو اُن کی ہمدردی کی اُجرت دے کر اُن کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے نہ ہماری لفظی شکر گزاری کی محتاج ہے ہمارے دل میں اُن کے اخلاص نے گھر کر لیا ہے۔ دیکھیے کیسی دل کھول کر قرآن کی تکذیبیں کیں اب اتنا مسلمان دیکھ لیں گے کہ یہ سچے یا اللہ واحد قہار سچا کہ لا یالونکم خبالا وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قل صدق اللہ وما للظلمین من انصار ○

سابعاً سب جانے دو اتنا تو مفتی لیڈران درباره استعانت فتوی میں لیڈران کی موت[3] کو بھی مسلم کہ اگر اُن کی طرف حاجت پڑے

---

[1] خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری صاحب صفحہ ۱۹ ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

[2] رسالہ قربانی گاؤ مولوی عبدالباری ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

[3] درباره استعانت جو فتوی شاہجہان پوریہ لیڈران نے شایع کیا اُس میں خود اُن کی موت ہے مگر لیڈران کو نہیں سُوجھتی۔

اور اُن سے غدر کا امن ہو تو استعانت درست یعنی حاجت نہ ہو تو حرام اور اُن کے غدر سے امن نہ ہو تو حرام حاجت کا انکار خود لیڈران کو ہے اور اُن کے غدر سے امن پر کیا دلیل قائم کر لی کیا نرا وعدہ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا ۱۰ — شیطان تو اُنھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

یا اُنھوں نے تمھارے خیرخواہ بنے رہنے کی قسمیں کھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انھم لا ایمان لھم اُن کی قسمیں کچھ نہیں یا تمھیں وحی آئی کہ یہ جانی دشمن یہ دینی اعدا یہ خونخوار بدخواہ یہ کبھی دغا نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیئ۔ — اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی حالانکہ اُسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی۔

اُن کے غدر سے امن کی تو ایک وہی صورت تھی کہ وہ ایسے ذلیل و قلیل ہمارے ہاتھ میں مجبور و مقہور ہوں کہ سرتابی کی قدرت ہی نہ رکھیں کیا یہ ۲۲ کرور ہندو تمھارے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں ہیہات جھوٹ جھوٹ اور پورے ۲۲ کرور جھوٹ۔ دیکھو تمھارے ہی شائع کردہ فتوے نے تمھیں گھر تک پہنچا دیا اور اس استعانت میں تم پر فرد قرار داد جرم لگا کر مرتکب حرام ٹھہرا دیا احمق اُسے شائع کرواتے اور اپنی سند ٹھہراتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ انھیں پر زد ہے اُنھیں کا رد ہے ہمارے دوست مفتی صاحب نے مروان کے خفیہ خط کی طرح متلمس کا سا صحیفہ اُن کے ہاتھ میں دے دیا جس میں اُن کی موت ہے اور یہ خوشی خوشی لیے پھرتے ہیں۔ نہیں نہیں نرے ناشخص نہیں سمجھتے ہیں مگر مقصود ہی دین کو بدلنا احکام کو کھلنا عوام کو چھلنا ہے جاہل بیچارے اتنا دیکھ لیں گے کہ دیکھو جائز لکھا ہے اب اتنی سمجھ کسے کہ جسے جائز لکھا ہے لیڈران کی استعانت کو اُس سے مس نہیں اور اُن کی جو استعانت ہے فتوے میں ہرگز اُسے جائز نہ لکھا بلکہ صاف عدم جواز کا اشعار کیا۔

مفتیوں کو ہدایت ہاں جب مفتی کو واقعہ معلوم تو فتویٰ اگرچہ بجائے خود صحت سے موسوم ایسا غلط انگیز لکھنا مذموم جسے اہل باطل اپنے باطل پر ڈھالیں اور اُس سے اپنی تقویت کی راہ نکالیں یہ سمجھ لینا کہ فتوے کا مفہوم مخالف یہ ہے اور اُن کے غدر سے اس کی صورت یہاں متصور نہیں عوام جاہلوں کو میسر نہیں عقود الدریہ میں ہے:

اذا علم المفتی حقیقۃ الامر ینبغی لہ ان لا یکتب للسائل لئلا یکون معینا لہ علی الباطل۔	مفتی کو جب اصل واقعہ معلوم ہو تو اُسے سزاوار نہیں کہ سائل کو اُس کے سوال کے موافق فتویٰ لکھدے تاکہ باطل پر اُس کا مددگار نہ ہو۔

اُسی میں اپنے شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر صفوری سے ہے:

ان بعض المبطلین اذا صار بیدہ فتوی سال بہا علی خصمہ وقال المفتی افتی لی علیک بکذا والجاہل اوضعیف الحال لا یمکنہ منازعتہ فی کون نصہ منطابقا اولا۔	بعض اہل باطل کے ہاتھ میں جب فتویٰ آجاتا ہے اپنے فریق پر اُس سے حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے مفتی نے میرے لیے تجھ پر یہ فتویٰ دیا ہے اور بے علم یا کمزور اُس سے یہ بحث نہیں کرسکتا کہ اُس کی عبارت صورت واقعہ سے مطابق بھی ہے یا نہیں۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو باطل و اعانت باطل و اختلاط اہل باطل سے بچائے اور حق پر استقامت تامہ عطا فرمائے آمین والحمد للہ رب العلمین۔

مساجد میں مشرک کے لے جانے کا رد (۱۰) لیڈران نے شریعت مطہرہ پر ایسے ہی شدید ظلم مسئلۂ دخول کافر بمسجد میں کیے ہیں۔

اوّلاً یہ مسئلہ تمام متون مثل تحفۃ الفقہاء و ہدایہ و وقایہ و کنز و وافی و مختار و اصلاح و غرر و ملتقی و تنویر اور ان کے سوا محیط سرخسی و اشباہ والنظائر و وجیز کردری و خزانۃ المفتین و فتاوی ہندیہ سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے فتواے شائع کردہ لیڈران نے

بھی یہاں عبارت درمختار میں گنجائش نہ پائی یوہیں نقل کرنی پڑی کہ:

جاز دخول الذمی مسجدا۔ ذمی کا مسجد میں جانا جائز ہے۔

سب سے اجل و اعظم خود محرر مذہب امام محمد کا جامع صغیر میں ارشاد ہے:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة لاباس بان یدخل اهل الذمة المسجد الحرام۔

یعنی امام محمد امام ابو یوسف سے راوی کہ امام اعظم نے فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ذمیوں کا مسجد حرام میں جانا مضائقہ نہیں ذمی مراد ہو اور کافر سے تعبیر کریں کیا بعید ہے ذمی بھی کافر ہی ہے اطلاق کی سندیں اوپر گزریں کہ:

اراد بالکافر الذمی۔ کافر سے ذمی مراد ہے۔

یوہیں مستامن مراد ہو اور حربی سے تعبیر کریں کیا عجب ہے مستامن بھی حربی ہے اطلاق کی سند محیط و عالمگیریہ سے گزری کہ:

اراد بالحارب المستامن۔ حربی سے مستامن مراد ہے۔

مگر ذمی بولیں اور اس سے حربی بھی مراد ہو یہ کس طرح معقول کہ اب تخصیص ذمی محض بے معنی و موجب غلط فہمی ہوگی کہ حربی ہرگز معنی ذمی میں نہیں لاجرم علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید محمد شامی محشیان درمختار کو اس میں تردد ہوا کہ مستامن کے لیے بھی جواز ہے یا نہیں پھر اس پر استدلال علماء بالحدیث سے سند لاکر بھی جزم نہ کیا اور کتب سے تحقیق کرنے کا حکم دیا دونوں کتابوں کی عبارت یہ ہے:

انظر هل المستامن و رسول اهل الحرب مثله و مقتضی استدلالهم علی الجواز بانزال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وفد ثقیف فی المسجد جوازه ویحرر۔	غور طلب ہے کہ مستامن اور حربیوں کا ایلچی بھی (کہ وہ بھی مستامن ہوتا ہے) اس حکم میں ذمیوں کے مثل ہے یا نہیں علماء کہ جواز پر اس سے دلیل لائے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفد ثقیف کو مسجد شریف میں اتارا یہ مستامن کے لیے جواز چاہتا ہے بات ہنوز تحقیق طلب ہے۔

اقول مستامن کے لیے خود قرآن عظیم سے اشارہ نکال سکتے ہیں کہ ان احد من المشرکین استجارك فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اُسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سُنے پھر اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچا دو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کوئی مجلس نہ تھی سوا مسجد کریم کے ولہٰذا وفود وہیں حاضر ہوتے اور اس میں متون کا خلاف نہیں ہدایہ سے گزرا کہ مستامن جب تک دار الاسلام میں ہے بمنزلہ ذمی ہے ذمہ مؤیدہ و موقتہ دونوں ہوتا ہے کافی امام نسفی فصل امان میں ہے:

المراد بالذمۃ العھد مؤقتا کان او مؤبدا او ذلك الامان وعقد الذمۃ۔	ذمہ سے عہد مراد ہے ایک میعاد معین تک ہو یا ہمیشہ کے لیے۔ یہ امان و عقد ذمہ ہے۔

یہیں کہہ سکتے ہیں کہ ذمی و حربی برابر ہیں یعنی مستامن کہ اُس کے لیے بھی ایک وقت تک ذمہ ہے بالجملہ جواز خاص ذمی کے لیے تھا اور یہ حربی سلے دوڑے۔

ثانیاً یہاں بھی امام بدرالدین محمود عینی وغیرہ اکابر کی روایت یہ ہے کہ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ذمیوں میں بھی جواز صرف کتابی کے لیے ہے یہ مشرک حربی سلے دوڑے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قال ابوحنیفہ یجوز للکتابی دون غیرہ واحتجم بما رواہ احمد فی مسندہ بسند[1] جید عن جابر	امام ابو حنیفہ نے فرمایا مسجد میں کتابی (ذمی) کا آنا جائز ہے اور کفار کا نہیں اور امام اس پر اُس حدیث سے سند لاتے

---

[1] **قول** الامام العینی بسند جید **اقول** ای علی اصولنا وما لنا ان نترك اصولنا الی اصول المحدثین فضلا عن قول عالم متاخر شافعی فلا علیك مما فی التقریب و ذلك ان مخرجہ اشعث بن سوار عن الحسن عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشعث من شیوخ شعبۃ و الثوری و یزید بن ھارون وغیرھم من الاجلاء وانتقاد شعبۃ فی من یأخذ عنہ معلوم قال الذھبی وحدث عن اشعث بجلالتہ شیخہ ابو اسحٰق السبیعی اھ (باقی بر صفحہ آئندہ)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال	جو امام احمد نے اپنی مسند میں کھری اسناد
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ	کے ساتھ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
وسلم لا یدخل مسجدنا ھذا	کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بعد عامنا ھذا مشرک الا اھل	نے فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس
العھد وخدمھم۔	مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے سوا
	ذمیوں اور اُن کے غلاموں کے۔

غمز العیون والبصائر میں ہے:

لا یمنع من دخول المسجد الذمی	ذمی کتابی کو مسجد میں آنے سے نہ روکا
الکتابی بخلاف غیرہ واحتج لہ	جائیگا بخلاف اور کافر کے اور اس پر
الامام بما رواہ احمد عن جابر	امام اعظم اُس حدیث سے سند لائے جو امام احمد
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ) وقد قال سفین اشعث اثبت من مجالد وقال ابن مھدی ھو ارفع من مجالد ومجالد من رجال صحیح مسلم وقال ابن معین اشعث احب الی من اسمٰعیل بن مسلم وقال الامام احمد والعجلی ھو امثل فی الحدیث من محمد بن سالم وروی ابن الدورقی عن ابن معین انہ ثقۃ وقال عثمٰن بن ابی شیبۃ صدوق وذکرہ ابن شاھین فی الثقات وقال ابن عدی لم اجد لہ فیما یرویہ متنا منکرا وقال البزار نعلم احدا ترک حدیثہ الا من ھو قلیل المعرفۃ واختلاف قول ابن معین فی رجل یکون انہ دون الثقۃ وفوق الضعیف وھذا ھو شرط الحسن قال الذھبی فی محمد بن ابی حفصۃ فیہ شیئ ولھذا وثقہ ابن معین مرۃ وقال مرۃ صالح ومرۃ لیس بالقوی ومرۃ ضعیف اھ ومحمد ھذا من رجال الصحیحین وبالجملۃ قد وثق اشعث ولم یرم بقادح قط بل لیس فیہ جرح مفسر اصلا فحدیثہ حسن ولا شک لاجرم ان حکم العینی علی اسنادہ انہ جید واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔

غایۃ البیان علامہ اتقانی کتاب القضاء میں ہے:

قال شمس الائمۃ السرخسی فی شرح ادب القاضی وقد ذکر فی السیر الکبیر ان المشرک یمنع من دخول المسجد عملا بقول اللہ تعالٰی انما المشرکون نجس۔	امام شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ امام محمد نے سیر کبیر میں فرمایا کہ مشرکوں کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے گا اس ارشادِ الٰہی پر عمل کے لیے کہ مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اگر کہیے حدیث میں تو مطلق ذمی کا استثنا فرمایا کتابی کی تخصیص کہاں ہے۔

اقول مشرکین عرب کو ذمی بنانا روا نہ تھا اُن پر صرف دو حکم تھے ا[illegible] سلام لائیں ورنہ تلوار تو وہاں ذمی نہ تھے مگر کتابی تو استثنا منقطع ہے بلکہ ہم نے مسند [illegible] دیکھا اواخر مسند جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیث اس طرح ہے کہ مذکور ہوئی اور اُس سے ۲۷ ورق پہلے یوں ہے:

لا یدخل مسجدنا ھذا مشرک بعد عامنا ھذا غیر اھل الکتاب وخدمھم۔	اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے بس کتابی اور اُن کے غلام۔

تو یہاں خود کتابی کی تصریح ہے۔

ثالثاً۔ **اقول** وللہ الحمد اس حدیث حسن نے صاف ارشاد فرمادیا کہ اس سے پہلے جو کسی مشرک یا کافر غیر ذمی کے لیے اجازت تھی منسوخ ہو گئی کہ فرمایا: بعد عامنا ھذا اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد میں نہ آنے پائے سوا ذمیوں کے۔ مخالفین جتنی روایات پیش کریں اُن کے ذمہ لازم ہے کہ اُس واقعہ کے اس ارشاد کے بعد ہونے کا ثبوت دیں ورنہ سب جوابوں سے قطع نظر ایک سیدھا سا یہی جواب بس ہے کہ وہ منسوخ ہو چکا اور وہ ہرگز اس کا ثبوت نہیں دے سکتے خصوصاً بعد عامنا ھذا کا لفظ کریم ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ ارشاد بعد نزول سورۂ برأت ہے غالباً اُس کا یہ لفظ پاک ارشاد الٰہی انما المشرکون نجس

فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا سے ماخوذ ہے تو پہلے کے وقائع پیش کرنا محض نادانی لیکن لیڈران تو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر منسوخات ہی پر عمل کر رہے ہیں کہ اس میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں وخسر ھنالک المبطلون ۔

لیڈران کی بہی خواہی اسلام

رابعاً نہ سہی اختلاف احوال زمانہ و عادات قوم کو ہمیشہ مسائل تعظیم و توہین میں دخل تام ہے پھر غیر اسلامی سلطنت اور کافروں کی کثرت میں اس کی اجازت اور اُس کی اشاعت اور مساجد کو پامالی کفار کے لیے وقف کرنا کس قدر بہی خواہی اسلام ہے حکم

اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

لیڈران کی اسلامی غیرت

خامساً واقعی بندگی بے چارگی جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری وہ تمھیں ملیچھ جانیں بھنگی مانیں تمھارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہو جائے سودا بیچیں تو دُور سے ہاتھ میں ڈال دیں پیسے لیں تو دُور سے یا پنکھا وغیرہ پیش کرکے اُس پر رکھوالیں حالانکہ بحکم قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم اُن نجسوں کو مقدس مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمھارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں اُن کے گندے پاؤں رکھواؤ مگر تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا محبت مشرکین نے اندھا بہرا کر دیا۔

لیڈران محض لغو کے لیے مسئلہ دخول مساجد کا نام لیتے ہیں انھوں نے جو کیا بالاجماع حرام قطعی ہے

سادساً ان باتوں کا اُن سے کیا کہنا جن پر حبك الشئی یعمی ویصم (تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرا کر دیتا ہے) کا رنگ پھر گیا سب جانے دو خدا کو بھی منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے جواز تھا تو یوں کہ کوئی کافر بالجا ذلیل و خوار مثلاً اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لیے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں نجس بت پرستوں کو مسلمانوں کا واعظ بنا کر مسجد میں لے جاؤ اُسے مسند مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بٹھاؤ مسلمانوں کو نیچا کھڑا کر کے اُس کا

وعظ سناؤ کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمھیں مل سکتی ہے حاشا ثم حاشا للہ انصاف کیا یہ اللہ ورسول سے آگے بڑھنا شرع مطہر پر افترا گڑھنا احکام الٰہی دانستہ بدلنا سوئر کو بکری بتا کر نگلنا نہ ہوگا ابو نعیم حلیۃ الاولیا میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصافح المشرکون او یکنوا او یرحب بھم۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں سے مصافحہ کیا جائے یا انھیں کنیت سے ذکر کریں یا آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ ادنیٰ درجہ تکریم کا ہے کہ نام لے کر نہ پکارا فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آئیے کہا اللہ اکبر حدیث اس سے بھی منع فرماتی ہے اور ائمۂ دین ذمی کافر کی نسبت وہ احکام تحقیر و تذلیل فرما چکے جن کا نمونہ ابھی گزرا کہ اُسے محروم رکھنا حرام کوئی کام ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اُس کی بڑائی ہو حرام اُس کی تعظیم حرام مسلمان کھڑا ہو تو اُسے بیٹھنے کی اجازت نہیں بیماری وغیرہ ناچاری کے باعث سواری پر ہو تو جہاں مسلمانوں کا مجمع آئے فوراً اُتر پڑے

بدایونی لیڈر بننے والے اپنے حق میں احکامِ ائمۂ کرام دیکھیں

حتیٰ کہ فتاویٰ ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر۔

اگر ذمی کو تعظیماً سلام کرے کافر ہو جائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

فتاویٰ امام ظہیر الدین و اشباہ و درمختار وغیرہا میں ہے:

لوقال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر۔

اگر مجوسی کو بطور تعظیم اے استاد کہا کافر ہوگیا۔

اور یہاں حربی مشرک کی یہ کچھ تعظیم بر کچھ مسلمانوں پر اُس کی رفعت و تقدیم ہو رہی ہے

اور پھر کفر بالائے طاق اُن کے جواز کو بھی ٹھیس نہیں لگتی اس حرام قطعی کو حلال کی کھال پہنا کر فتوے اور رسالے لکھے جا رہے ہیں۔ مجوسی کو تعظیماً زبان سے استاد کہہ دینے والا کافر ہو لیکن مشرک بت پرست کو اسٹیج پر کھڑے ہو کر کہنے والا کہ خدا نے اُن کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے ٹھیٹ مسلمان بنا رہے ہیں سبق پڑھانے والا اور سبق بھی کسی دنیوی حرفت کا نہیں بلکہ صاف کہا کہ تمہارا فرض دینی یاد دلانے کو تو استاذ علم دین بنایا اور علم دین بھی کسی مستحب وغیرہ کا نہیں بلکہ خاص فرض دینی کا معلم استاذ بنایا اور کسی کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل پہلو میں دل اور دل میں اسلام کی قدر ہو تو وہ ان لفظوں کو دیکھے کہ خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے خدا لگتی کہنا یہ رسالت سے کے سیڑھی نیچے رہا ان لیڈر بننے والوں کا اسلام کیا ہے؟ ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

کہ کسی طرح ٹوٹنا کیا اُس میں دراڑ تک نہ پڑتی وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۰

دربارہ مساجد لیڈران کا پیش کردہ شاہجہانپوری فتویٰ خود انھیں پر رد ہے

سابقاً ائمہ دین نے صاف تصریحیں فرمائیں کہ کافر کا بطور استعلا مسجد میں جانا مطلقاً حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے:

الأیة محمولة علی الحضور استیلاءً واستعلاءً۔

آیت اس پر محمول کی گئی ہے کہ وہ غلبہ و بلندی کے طور پر نہ آئیں۔

کافی امام نسفی میں ہے،

الأیة محمولة علی منعهم ان یدخلوها مستولین وعلی اهل سلام مستعلین۔

آیت کے یہ معنی قرار دیے گئے ہیں اُن کے ایسے آنے سے منع کیا جاتا ہے کہ بطور غلبہ آئیں اور مسلمانوں پر بلند ہوں۔

ل دیکھو اخبار فتح دہلی جلد ۲ نمبر ۲۲ جلسہ جمعیۃ العلماء ہند میں عبدالماجد بدایونی کی تقریر صد کالم اول ۱۱ حشمت علی

مگر ہدایہ وکافی کا اُن لوگوں کے سامنے کیا ذکر جو قرآن عظیم کے نصوص قاہرہ نہیں سُنتے ہاں یہ کہیے کہ اگر حق بائیں تو لیڈران کی خوبی قسمت ورنہ سخت ورسخت نصیبوں کی شامت کہ خود لیڈری شائع کردہ فتوے نے بحوالہ ردالمحتار یہی عبارت ہدایہ نقل کر دی کہ قرآن عظیم نے مشرک کا بطور استعلا مسجد میں آنا حرام فرمایا ہے ہمارے دوست مفتی صاحب نے یہ دوسرا متلمس کا صحیفہ مروانی خط کی طرح اُن کے ہاتھ میں دے دیا مروانی خط اور کے ہاتھ تھا اور متلمس کا صحیفہ بند۔ ان کے ہاتھ میں کُھلا ہوا فتویٰ دے دیا اور ان کو اپنی موت نہ سُوجھی اُسے شائع کراتے عوام کو بہلاتے بُھلاتے ہیں۔

مفتی کو ہدایت

ہاں اتنی شکایت دوستانہ مفتی صاحب سے بھی ہے کہ ذمی کا حکم حربیوں یا کتابی مشرکوں پر ڈھالنا درکنار صورت استعلا اگر معلوم تھی کہ تشت از بام ہے تو اسے جانتے ہوتے باطل پرستوں کے ہاتھ میں فتویٰ دینا نہ تھا جس سے وُہ عوام کو بہکائیں اور اپنے حرام قطعی بلکہ اس سے بھی اشد کو حلال کر دکھائیں پھر عجب یہ کہ بیان حکم میں عدم استعلا کی قید رہ جانے نے مطلقاً جواز کی سُنائی اگرچہ عبارت کتاب سے اطلاق پر طلاق آئی کتاب کی عربی عبارت عوام کیا سمجھیں اُنھیں گمراہ کر لینے کی لیڈروں نے راہ پائی نسأل اللہ العفو والعافیہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شریعت کے ساتھ لیڈروں کی حالت

مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی کیسا کیسا شریعت کو بدلتے مسلتے پاؤں کے نیچے کچلتے اور خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھلتے ہیں موالات مشرکین ایک، معاہدہ مشرکین دو، استعانت بمشرکین تین، مسجد میں اعلائے مشرکین چار، ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دُنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے دین الٰہی کو دیدہ و دانستہ پامال کیا ہے اور پھر لیڈر رہیں ریفارمر ہیں مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں جو اُن کی ہاں میں ہاں نہ ملاتے مسلمان ہی نہیں جب تک اسلام کو کند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں رب انی اعوذبک من ھمزٰت الشیطٰن و اعوذ بک رب ان یحضرون ۝ آہ آہ آہ انا للہ وانا الیہ راجعون ۝ ۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار ست

ضروری عرض واجب اللحاظ میں جانتا ہوں کہ میرا کلام انھیں برا لگے گا اور حسبِ معمول تحقیق حق و اظہار احکام رب الانام کا نام گالیاں رکھا جاتے گا ہمیشہ عاجزوں نے اپنا عجز یوں ہی چھپایا ہے احکام حق کو سخت بتا کر گالیاں ٹھہرا کر جواب سے گریز کا حیلہ بنایا ہے لہٰذا دست بستہ معروض کہ تھوڑی دیر بیجری تہذیب سے تنزل فرما کر وہ آیتیں کہ شروع فتویٰ میں تلاوت ہوئیں اُن پر ایمان لا کر ان مباحث علیہ و احکام الٰہیہ کو بغور سُن لیجیے اگر بفرض باطل ہماری غلط فہمی ہے حق دانصاف سے بتا دیجیے ہمیں بحمد اللہ تعالیٰ ہرگز وہ نہ پایئے گا جو سمجھ لینے کے بعد باطل پر اصرار حق سے انکار نار پر عار اختیار کر رہے ہیں اور اگر سمجھ جاؤ سمجھ کیا جاؤ گے تمھارے سمجھ دال سمجھ ہی رہے ہیں کہ دیدۂ و دانستہ حق سے اُلجھ رہے ہیں حرام کو حلال حلال کو حرام کا جامہ پہنایا اسلام کو کفر کفر کو اسلام بنا کر دکھایا ہے تو ماننے نہ ماننے کا تمھیں اختیار ہے اور جزاد حساب و کشف حجاب روز شمار۔

یوم تبلی السرائر فما له من قوة	جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی
ولا ناصر ○	تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

ترک معاملت پر ایک نظر (۱۱) حضرات لیڈر نے مسئلہ موالات میں سب سے بڑھ کر اودھم مچائی اور دں میں افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے اس میں دونوں کی رنگت رچائی افراط وہ کہ نصاریٰ سے نری معاملت بھی حرام قطعی اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ اُن کی غلامی فرض شرعی پھر بھی ان کے اس افراط و تفریط میں اتنا فرق ہے کہ دوم نے بذاتہ دین کو برباد کر دیا اور اول پر عمل میں فی نفسہ ضرر اسلام نہ تھا مُباح کو کوئی حرام جان کر چھوڑے تو اُس چھوڑنے میں حرج نہیں کہ مباح ہی تھا نہ کہ واجب ضلالت ہے تو اُس اعتقاد تحریم میں لیکن حرام قطعی کو فرض ماننا ایمان وعمل دونوں کا تباہ کن ہوا اور اپنے ہر پہلو سے اسلام کا برباد کرنے والا لہٰذا اوّل سے بحث ضرور نہ تھی حکم بتا دیا

معاندوں کا عناد اُن کے ساتھ ہے لیکن عملی حیثیت سے بھی اُس خصوص میں مسلمانوں کو بہت ضرر پہنچتے دکھائی دیتے ہیں سخت مشکلات کا سامنا ہے جن کا حل ان بزعم خود گہری نگاہ والے انجام شناس لیڈر ان الناس نے کچھ سوچ رکھا ہوگا نظر بعادات وحالات کسی طرح عقل باور نہیں کرتی کہ اُن کی چیخ پکار سے تمام ہند وسندھ و بنگال و برہما وافریقہ دجاوہ حتی کہ عدن تک کے مسلمان سب نوکریاں ملازمتیں زمینداریاں تجارتیں یکلخت چھوڑ دیں۔ یہ شور شیں تو دو دن سے ہیں صدہا[1] حرام نوکریاں پہلے ہی سے کر رہے ہیں وُہ تو چھوڑیں نہیں مباح نوکریاں اور حلال تجارتیں زمینداریاں کس طرح چھوڑ دیں گے ان جلسوں ہنگاموں تبلیغوں کہراموں سے اگر سو دو سو نے نوکریاں یا دس بیس نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے ترکوں[2] کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان غریب نادار مسلمانوں کی کمائی کا ہزارہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جا رہا ہے اور جاتے گا اور محض بے کار و نامراد جا رہا ہے اور جائے گا۔ ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر وسیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ واقامت کے پلاؤ

---

[1] مثلاً خطر کی نوکری کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے سوا کسی مسلمان بادشاہ کی بھی جائز نہیں یو ہیں خلاف ما انزل اللہ حکم کرنے کی یو ہیں جس میں سُود کا لینا دینا یا حساب کرنا ہو یا دستاویز سود کا کاتب یا شاہد بننا پڑے بالجملہ حرام کام یا خود اعانت حرام کی ملازمت کی کہ اسلامی سلطنت وریاست کی بھی حرام ہے اور بلا ملازمت ایسے کاموں کا انجام دینا اور زیادہ شرع پر جرأت یہی حال کالجوں کی ملازمت اور اُن کے تعلیم وتعلم کا ہے جہاں تعلیم مخالف شرع واسلام ہو اگرچہ اسلامی کہلاتے تعلم حرام اور اُس کی کسی طرح امداد حرام مگر جو علم ذہن رکھنے والا تعلیم دینیات پر یُوں رہے کہ طلبہ کے عقائد کی حفاظت کرے ضلالتوں کا بطلان اُنھیں بتایا کرے وہ بازار میں ذکر الٰہی کرنے والے سے بھی زائد ہوگا جسے حدیث نے فرمایا مُردوں میں زندہ کی طرح ہے۔

[2] تنبیہ۔ تنبیہ۔ تنبیہ۔ مسلمانو! ترکوں کی حمایت اماکن مقدسہ کی حفاظت سلطنت اسلامی کی اعانت یہ سب دکھانے کے دانت تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں اشتعال ہو لاکھوں روپے کا چندہ ہاتھ آئے ورنہ بڑے ساعی لیڈروں علی برادروں سے صاف منقول ہُوا کہ مسئلہ خلافت (باقی برصفحہ آئندہ)

قوم سیدھے ہو گئے اور ہوں گے اگر یہ فائدہ ہے تو ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز نو روزِ حساب ہی کھلے گا یوم تبلی السرائر ۝ فما له من قوة ولا ناصر ۝ کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اشاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا اتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اتنوں نے تجارتیں اتنوں نے زمینداریاں۔

اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے

طرفہ یہ کہ اُنکے خون گرم حامی ہمدم و محرم[1] اخبارات اس ترک تعاون پر بڑے بڑے زور لگا رہے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اب طے کر رکھو ہندوستان کی آزادی کی فکر کرو ہم ہندو قوم پرست ہیں ہمارا فرض ہے کہ اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم اُن کے خلاف تلوار اُٹھائیں ہمارا نصب العین سلطنت خود اختیاری حاصل کرنا ہے ترک موالات اُس کا ذریعہ ہے"۔ ابوالکلام آزاد سے منقول ہوا "لڑائی ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی اس وقت تک کہ ہم گنگا وجمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں"۔ مسلمانو! اب بھی تمھاری آنکھیں نہ کھلیں اور خلافت و اماکن مقدسہ کے حیلہ پر فریب کھاتے رہو تو خدا حافظ۔ حشمت علی عفی عنہ

[1] خصوصاً روزنامہ ہمدم لکھنؤ جسکے ہر پرچہ کی پیشانی پر یہ ساقط الوزن رباعی لکھی ہوتی ہے: ؎

پابند اگرچہ اپنی خواہش کے رہو   حامی نہ کسی خراب سازش کے رہو
قانون سے فائدہ اُٹھانا ہے اگر   لائل سبجکٹ تم برٹش کے رہو

اتباع ہوا کی اجازت دی جو اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہے قال تعالیٰ ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله اپنی خواہش کا پابند نہ ہو کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دے گی۔ خیر گمراہی تو ان صاحبوں کے یہاں بہت آسان بلکہ محبوب تر چیز ہے مگر پچھلے مصرع پر اپنے لیڈروں اور کمیٹی کا فتویٰ لیں جس میں کہا کہ انگریزوں کے وفادار اُن کے حکم کے نیچے چلنے والے رہو اور اتنی تاکید ہے کہ ہر پیشانی پر اسی کی تجدید ہے اس سے مغالطہ کیوں نہ فرض ہُوا اسے پارٹی بلکہ اسلام سے کیوں نہ خارج کیا ہاں شاید ساقط الوزن کرنے میں اُس نے اپنے لیے کچھ راہ نکال رکھی ہو یعنی انگریزوں کے دکھانے کو اس طرح ہو اور لیڈروں کے سنانے کو یہ کہ آپ دیکھتے نہیں اُس میں وزن ہی کہاں ہے یوں ہے ع

لائل سبجکٹ تم نہ برٹش کے رہو

حشمت علی عفی عنہ

خود اپنے اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے ان صیغوں کو تو انگریزوں سے جو گھر سے تعلقات ہیں دوسرے صیغوں کو کم ہوں گے۔ کیا اوروں کے لیے شور و فغاں اور اپنے لیے نوشجاں۔

لیڈران اوروں کو ترکِ تعاون کی طرف بلاتے ہیں اور خود اُن کا عمل اُسکے خلاف ہے

اور ایک اخباری و مطابعی کیا کریں گے بڑے بڑے لیڈر بننے والے اسی مرض میں گرفتار ہیں دیگراں رانصیحت و خود را فضیحت ؎

حیرتے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس
توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا جو اُبھارنے میں آگئے اُن مصیبت زدوں پر جو گزری گزری یہ سب اپنے جورو بچوں میں چین سے رہے۔ ہرا لگا نہ پھٹکری۔ اور ترک تعاون میں بھی کیا کسی لیڈر یا مبلغ کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں۔ نہ اُن کا کوئی انگریزی یا ریاست میں ملازم ہے پھر انہیں کیوں نہیں چھوڑتے کیا واحد قہار نے نہ فرمایا:

لم تقولون ما لا تفعلون ۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۝

کیا خدا کا سخت دشمن بننا آسان سمجھا ہے کیا تمہارے یہاں سے نہ چھپا کہ "اگر کسی مسلمان رئیس نے دباؤ یا خوشامد سے کوئی ایسی کارروائی کی جس سے ثابت ہو کہ وہ دشمنانِ اسلام کا ساتھ دیتے ہیں تو فوراً اُن کا شمار مرتدین میں ہوگا اور مرتد کی سزا اسلام کے آئین میں کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے" کیا کوئی ریاست آپ کے نزدیک اس سے بری ہے کیا اس میں سب سے

؎ دیکھو تقریر صدارت شیخ مشیر حسن قدوائی بیرسٹر ایٹ لا تعلقدار گیا مطبوعہ لکھنو صفحہ ۲۹ یہ بھی مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ان مسائل میں امام و متبوع ہیں دیکھو خطبۂ صدارت مولوی عبدالباری مطبوعہ لکھنو صفحہ ۲ "میں ان مسائل میں کبھی مشیر حسن صاحب کے خلاف مشورہ کچھ نہیں کرتا" آپ بیرسٹر بھی ہیں اور تعلقدار بھی جیسا انگریزوں سے آپ کو کیا تعلق لہذا صرف اسلامی ریاستوں کو مرتد ٹھہرایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

پیش قدم سلطنت علیہ دکن نہیں کیا اُس کے احکام اور چھپے ہوئے فرمان ملاحظہ نہ ہوئے کیا آپ کے لیڈروں میں اُس کے وظیفہ خوار نہیں کیا مدخیرات سے گیارہ گیارہ روپے یومیہ پانے والوں نے اپنا یومیہ بند کرا لیا کیا جسے اوروں کے لیے حرام بتاتے ہو آپ خوشی سے کھاتے ہو۔

بلا پس ہو ان کے منہ لگا حرام اُن سے

لیڈروں پر لیڈروں سے مقاطعہ فرض ہے نہ چھوٹا اور لیڈروں کا منہ کس نے بند کیا ان پر اُن لیڈروں سے مقاطعہ واجب تھا یا قرآن مجید بدل کر جو احکام دل سے گڑھے ہیں وہ کسی طرح لیڈروں کے لگ بھگ نہیں اوروں کے سر پڑے ہیں یہ قانون کے مستثنیات عام میں اور جب لیڈر خود ہی اپنے کہے پر عامل نہیں تو اُن کی چیخ پکار اوروں سے کیا عمل کراسکے گی ؏

او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

مانا کہ تم میں وہ بھی ہوں جو ان تینوں علتوں سے بری ہیں نہ زمینداری نہ تجارت نہ اجارت کہ مالگزاری یا ابواب یا ٹیکس یا چنگی دینی پڑے اور انگریزوں سے تعلق تعاون پیدا ہو کر حرمت قطعیہ کا حکم جڑے فرض کر دم کر خود اس سے پاک ہیں نرے مفلس محتاج بینوا ہیں پھر یہاں تو عام ذرائع رزق یہی ہیں کیمیا تو نہ بناتے ہوں گے اوروں کے سر کھاتے ہوں گے اُن کا مال انھیں وجوہ سے ہوگا جو تمہارے نزدیک علی الاطلاق حرام ہے تو حرام ہی کھایا حرام ہی کمایا ہر طرح گرفتار حرام ہی رہے نجات کی صورت بتائیے پھر ترک معاملت کی فرضیت گائیے۔ اور یہ روپیہ کہ ان جلسوں میں صرف کر رہے ہو۔ یہ بھی تو اُس حرام کا ہے سچ کہنا کیا دل میں سمجھ لیے ہو اگرچہ زبان سے نہ کہو کہ ؏

مال حرام بود بجائے حرام رفت

اور ریل تار ڈاک کیا انگریزوں سے معاملت نہیں اس میں تو سب چھوٹے بڑے مبتلا ہو اگر کہو انھیں سہولت کے لیے رکھ چھوڑا ہے تو اعلان کر دو کہ ہمارے یہاں سہولت کے لیے حرام روا ہے۔ اگر کہو کہ زمینداری و تجارت چھوڑیں تو کھائیں کیا۔ تو ملازم اگر ملازمتیں چھوڑیں تو کھائیں کیا۔ جو جواب تمہارا ہے وہ سب کا ہے غرض یہ نہ چلی نہ چل سکتی ہے نہ تم نے خود اس پر

عمل کیا نہ کر سکتے ہو۔ اس کی پوری تصویر یہی ہے کہ ع

وہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کریں گے

پھر بے معنی چیخ پکار سے کیا حاصل سوا اس کے کہ ع

مغز ما خورد و حلق خود بدرید

ہندوؤں کی دیگ موافقت سے باگی کا چاول

اور بفرض غلط و بفرض باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑ دیں تو کیا تمہارے جگری خیر خواہ جملہ ہندو بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے۔ حاشا ہرگز نہیں زنہار نہیں۔ اور جو دعویٰ کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں مکار نہیں اتحاد و وداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو منافقانہ میل پر پھولے ہو سچے ہو تو موازنہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو اُدھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت زمینداری چھوڑ دی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے۔ اگر نہیں دکھا سکتے تو کھل گیا کہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال کل دولتیں دنیاوی جمیع اعزاز جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں ہندو کہ اب انھیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف و خطر کچا ہی چبائیں۔ یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیر خواہی یہ ہے حمایت اسلام میں جانکاہی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہندو کیوں ملے ہیں اس کا راز

میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت و گاندھوی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض اصحاب نے تحریر میں لیا اُس کا اعادہ موجب افادہ مسلمانوں کا رب جل و علا فرماتا ہے: یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون ۝ اے ایمان والو کسی کافر کو اپنا ہم راز نہ بناؤ وہ تمہاری نقصان رسانی میں

گئی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا دشمنی اُن کے مونہوں سے کھل چکی ہے اور وُہ جو اُن کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے بے شک ہم نے تمھیں صاف نشانیاں بتادیں اگر عقل رکھتے ہو قرآن عظیم گواہ ہے اور اُس سے بہتر کون گواہ ومن اصدق من اللّٰہ قلیلا کہ مشرکین ہرگز ہماری خیر خواہی نہ کریں گے خیر خواہی درکنار کبھی بدخواہی میں کمی نہ کریں گے پھر انھیں یار و انصار بنانا اُن سے وداد و اتحاد منانا اُن کے میل سے نفع کی اُمید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے اور ضرور ہے ولکن لا تبصرون۔ آؤ اب ہم تمھیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور اُن کی طرف سے اس میل اور مَیل کا راز بتائیں دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے:

اوّل اُس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم یہ نہ ہو تو اُس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم یہ بھی نہ ہوسکے تو اخیر درجہ اُس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے اُن پر طے کر دیے اور اُن کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں:

اولاً جہاد کے اشارے ہوئے اُس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔

ثانیاً جب یہ نہ بنی ہجرت کا ابھارا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جاتے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں بہرحال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد و مزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً جب یہ بھی نہ بنی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترک معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو خطابات واپس کر دو امر اخیر تو صرف اس لیے ہے کہ ظاہری نام کا دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے اور پہلے تین اس لیے کہ ہر صیغہ و ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوق اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا

اندازہ کیا ہوسکتا ہے مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے ہرگز نہیں قرقیاں ہوں گی تعلیقے ہوں گے جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں یہ تیسرا درجہ ہے۔ دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

منکر پر ردّ و انکار کس حالت میں فرض ہے اور کہاں اُس کا حکم نہیں

(۱۲) منکر کا ازالہ ضرور فرض ہے اپنے مراتب ثلاثہ پر جن میں تیسرا مرتبہ کہ تغییر بالقلب ہے یعنی دل سے اُسے بُرا جاننا مطلقاً ہر حال میں فرض عین ہے اور پہلے دونوں بشرط قدرت علی الترتیب فرض کفایہ مگر دوسرا یعنی تغییر باللسان اُس حالت میں ہرگز فرض نہیں کہ مرتکب اُس کی شناعت سے خود آگاہ ہو جان بوجھ کر اُس کا مرتکب ہوا اور امید واثق نہ ہو کہ منع کیے سے باز رہے گا ایسی حالت میں اُس پر زبان یا قلم سے کہ وہ بھی ایک زبان ہے رد و انکار اصلا واجب نہیں رہتا خصوصاً جبکہ مظنۂ فتنہ وشورش ہو فتاویٰ امام قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

انما یجب الامر بالمعروف اذا علم انھم یستمعون۔	امر بالمعروف اُسی وقت واجب ہے جب یہ جانے کہ وہ کان لگا کر سُنیں گے۔

نصاب الاحتساب میں ہے:

المقصود منہ الائتمار فاذا فات ذلک لایجب۔	امر بالمعروف سے مقصود تو یہ ہے کہ لوگ مانیں جب اس کی امید نہ ہو تو وہ واجب نہیں۔

بستان امام فقیہ ابواللیث ومحیط و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

ان کان یعلم باکبر رأیہ انہ لو امر بالمعروف یقبلون ذلک منہ و یمتنعون عن المنکر	اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ مان لیں گے اور بُری بات سے باز آئیں گے تو

فالامر واجب لا یسعه ترکه ولو علم باکبر رأیه انه لو امرهم بذلک قذفوه و شتموه فترکه افضل ولو علم انهم لا یقبلون و لا یخاف منه ضربا ولا شتما فهو بالخیار والامر افضل۔

امر بالمعروف واجب ہے اُسے چھوڑنے کی گنجائش نہیں اور اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ پتھر پھینکیں گے گالی دیں گے تو اُس وقت امر بالمعروف نہ کرنا ہی افضل ہے اور اگر جانے مانیں گے تو نہیں مگر ان سے گالی کا بھی اندیشہ نہیں تو اختیار ہے چاہے امر بالمعروف کرے یا نہ کرے اور نہ کرنا بہتر ہے۔

وجیز امام کردری و عالمگیریہ میں ہے:

اللحن حرام بلاخلاف فاذا قرأ بالالحان وسمعه انسان ان علم انه ان لقنه الصواب لا یدخله الوحشة یلقنه وان دخله الوحشة فهو فی سعة ان لا یلقنه فان کل امر معروف یتضمن منکرا یسقط وجوبه۔

قرآن عظیم کا غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے تو اگر کوئی شخص غلط پڑھ رہا ہو اور دوسرا سُنے اگر یہ سُننے والا جانے کہ اُسے صحیح بتاؤں گا تو اُسے وحشت پیدا نہ ہوگی تو بتائے اور اگر بتانے سے اُسے وحشت پیدا ہو تو اُسے گنجائش ہے کہ نہ بتائے کہ جو امر بالمعروف کسی منکر کو متضمن ہو اُس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

مثلاً کون مسلمان نہیں جانتا کہ ناحق قتل یا غارت مسلم حرام و موجب عذاب نار ہے کون نہیں جانتا کہ اُس میں کسی طرح کی اعانت مطلقاً حرام و مستوجب غضب جبار ہے کون نہیں جانتا کہ زنا حرام ہے کون نہیں جانتا کہ شراب پینا سخت خبیث کام ہے اور ہزاروں لاکھوں اس کے مرتکب ہیں پھر کبھی نہ سُنا ہوگا کہ علما یا اُن کی تحریریں ہر چکلے ہر بھٹی کا گشت کریں اصلاً ہرگز تمام جہان میں کوئی عالم بلکہ کوئی عاقل اس کا قائل نہیں اور خود ان لیڈروں

ہیں جو جامۂ مولویت میں ہیں وہ بھی اس کے عامل نہیں آخر یہ اس لیے کہ وہ لوگ دانستہ مرتکب ہیں اور مظنون نہیں کہ منع سے مانیں بلکہ شورش وشر کا احتمال بیشتر ایسی جگہ جب تغییر بالید مقدور نہیں تغییر باللسان کچھ ضرور نہیں غیر ضروری اور اُس پر طرہ یہ کہ نامفید ایسا شور مچانا اور بلاوجہ شرعی شورشوں کے لیے سینہ سپر ہو جانا کون سی شریعت نے واجب مانا ایسے ہی موانع کے لیے ارشادِ الٰہی ہے:

یایھا الذین امنوا علیکم	اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو
انفسکم لا یضرکم من	سنبھالے رہو دوسروں کا گمراہ ہونا
ضل اذا اھتدیتم۔	تمھیں نقصان نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہاں اگر کسی منکر شرعی پر گمراہان گمراہ گر فرقہ بندی کریں اور اُسے بزور زبان وزور وبہتان معروف شرعی کا جامہ پہنائیں اور اُس کے لیے آیات واحادیث واقوال ائمہ کی تحریف وتصحیف سنائیں احکامِ الٰہیہ کو کایا پلٹ کر کے حرام کو حلال حلال کو حرام دکھائیں جیسا اب گاندھوی ست اور گاندھوی امت مسائل موالات مشرکین ومعاہدہ مشرکین واستعانت مشرکین ودخول مشرکین فی المساجد وغیرہا میں کر رہی ہے تو اُس وقت ان منکرات کبری وواہیات عظمٰی کا ازالہ فرض اعظم ہو گا۔ خطیب بغدادی جامع میں راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ظہرت الفتن او قال البدع	جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں
فلیظہر العالم علمہ ومن لم	تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے
یفعل ذلک فعلیہ لعنۃ اللہ و	اور جو ایسا نہ کرے اُس پر اللہ اور
الملئکۃ والناس اجمعین لایقبل	فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت
اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔	اللہ نہ اُس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

یہ سعی اُن معاندوں کے لیے نہیں جو دانستہ تغییر کلام اللہ وتبدیل احکام اللہ کر رہے ہیں بلکہ اُن شبہات کے کشف کو ہے جن سے وہ احکام الٰہیہ کو بدلتے اور عوام مسلمین کو چھلتے ہیں اس امید پر کہ مولیٰ عزوجل چاہے تو جو اُن کے دھوکے میں آگئے حق کی

طرف واپس آئیں اور جن پر ہنوز اُن کا فریب نہ چلا ہو وہ تعالیٰ حفظ و پناہ پائیں۔ وذلك علی الله لیسیر ان الله علی کل شیٔ قدیر۔ حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

والله لان یھدی الله بك	خدا کی قسم بے شک یہ بات
رجلا واحدا خیر لك من	کہ اللہ تیرے سبب سے ایک
ان یکون لك حمر النعم رواہ	شخص کو ہدایت فرما دے تیرے لیے
البخاری ومسلم عن سھل	سُرخ اُونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر
بن سعد رضی الله تعالیٰ عنه	ہے یہ حدیث بخاری نے سہل بن
جعل الله لنا السھل والسعد	سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
فی القبل والبعد وصلی الله	روایت کی۔
تعالیٰ علی سیدنا واله وصحبه	
وابنه وحزبه وبارك وسلم	
والله تعالیٰ اعلم۔	

جہاد کے احکام و اقسام کا ذکر

تنبیہ: جہاد کہ اعظم وجوہ ازالۂ منکر ہے اُسی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ جنانی ۲۔ لسانی ۳۔ سنانی

جہاد جنانی یعنی کفر و بدعت وفسق کو دل سے بُرا جاننا جو ہر کافر جنذع و عاشق ہے اور ہر مسلمان کہ اسلام پر قایم ہو کرتا ہے مگر جنھوں نے اسلام کو سلام اور اپنے آپ کو مشرکین و کفار کا غلام کیا اُن کی راہ جُدا ہے اُن کا دین غیر دین خدا ہے۔

لسانی کہ زبان و قلم سے رد وہ ابھی سُن چکے کہ الیوم یہی پر سب سے اہم و آکد ہے بحمد اللہ تعالیٰ خادمان شرع ہمیشہ سے کر رہے ہیں اور اللہ و رسول کی مدد شامل ہو تو دم آخر تک کریں گے۔ وہابیہ، نیاچرہ، دیوبندیہ، قادیانیہ، روافض، غیر مقلدین، ندویہ، آریہ، نصاریٰ وغیرہم سے کیا اور اب ان گاندھویہ سے بھی وہی برسر پیکار ہیں

حق کی طرف بلاتے اور باطل کو باطل کر دکھاتے اور مسلمانوں کو گمراہ گردوں کے شر سے بچاتے ہیں
وللہ الحمد آگے ہدایت رب عزوجل کے ہاتھ ہے۔

رہا جہاد ستانی ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ بہ نصوص قرآن عظیم ہم مسلمانان ہند کو
جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اُس کا واجب بتانے والا مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔

یہاں کے مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں اور بہکانے والے یہاں واقعۂ کربلا پیش کرتے ہیں یہ اُن کا محض اغوا ہے

واقعۂ کربلا سے لیڈران کا استناد اغوائے مسلمین اولاً اس لڑائی میں ہرگز حضرت امام
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پہل نہ تھی امام نے خبیث کوفیوں کے وعدوں پر قصد فرمایا تھا
جب ان غداروں نے بدعہدی کی قصد رجوع فرمایا اور جب سے شروع جنگ تک اُسے بار بار
احباب واعداسب پر اظہار فرمایا۔

(۱) ——— جب حر بن یزید ریاحی تمیمی رحمہ اللہ تعالیٰ اول بار ہزار سواروں کے ساتھ
حضرت امام عالیمقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاحم ہوئے امام نے خطبہ فرمایا اے لوگو! میں
تمہارا بلایا آیا ہوں، تمہارے ایلچی اور خطوط آئے کہ تشریف لائیے ہم بے امام ہیں، میں آیا
اب تم اگر عہد پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں جلوہ فرما ہوں وان لم تفعلوا وکنتم بمقدمی
کارھین انصرفت عنکم الی المکان الذی اقبلت منہ اور اگر تم عہد پر نہ رہو یا میرا تشریف
لانا تمہیں ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا وہیں واپس جاؤں، وہ خاموش رہے۔

(ب) پھر بعد نماز عصر خطبہ فرمایا اور اس کے آخر میں بھی وہی ارشاد کیا کہ ان انتم
کرھتمونا انصرفت عنکم اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو میں واپس جاؤں۔ حر نے کہا
ہمیں تو یہ حکم ہے کہ آپ سے جُدا نہ ہوں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفے نہ پہنچا دیں۔

(ج) امام نے اس پر بھی ہمراہیوں کو معاودت کا حکم دیا وہ بقصد واپسی سوار ہوئے حر
نے واپس نہ ہونے دیا۔

(د) جب نینوی پہنچے حر کے نام ابن زیاد خبیث کا خط آیا کہ حسین کو چٹیل میدان میں اتار دو
جہاں پانی نہ ہو اور یہ میرا ایلچی تمہارے ساتھ رہے گا کہ تم میرا حکم بجا لاتے ہو یا نہیں

حر نے حضرت امام کو ناپاک خط کا مضمون سنایا اور ایسی ہی جگہ اُترنے پر مجبور کیا فدائیانِ امام سے زہیر بن القین رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کی اے ابن رسول اللہ! آگے جو لشکر آنے والے ہیں وہ ان سے بہت زائد ہیں ہمیں اذن دیجیے کہ ان سے لڑیں فرمایا:

ماکنت لابدأھم بالقتال ۔ میں ان سے قتال کی پہل کرنے کو نہیں ۔

(۵) جب خبیث ابن طیب یعنی ابن سعد اپنا لشکر لے کر پہنچا حضرت امام سے دریافت کیا کیسے آئے؟ فرمایا تمھارے شہر والوں نے بلایا تھا۔

فاما اذ کرھونی فانی انصرف عنھم۔ اب کہ میں انھیں ناگوار ہوں واپس جاتا ہوں ۔

ابن سعد نے یہ ارشاد ابن زیاد کو لکھا۔ اُس خبیث نے نہ مانا قاتلہ اللہ۔

(۶) شب کو ابن سعد سے خلوت میں گفتگو ہوئی اُس میں بھی حضرت امام نے فرمایا:

دعونی ارجع الی المکان الذی اقبلت منہ مجھے چھوڑو کہ میں مدینہ طیبہ واپس جاؤں ۔

ابن سعد نے ابن زیاد کو لکھا اس بار وہ راضی ہوا تھا کہ شمر مردود خبیث نے باز رکھا۔

(۷) عین معرکہ میں قتال سے پہلے فرمایا:

ایھا الناس اذ کرھتمونی فدعونی انصرف الی مأمنی من الارض۔ اے لوگو! جبکہ تم مجھے پسند نہیں کرتے تو چھوڑو کہ اپنی امن کی جگہ چلا جاؤں۔

اشقیا نے نہ مانا غرض جب سے برابر قصد عود رہا مگر ممکن نہ ہوا کہ منظور رب یوں ہی تھا جنت آراستہ ہو چکی تھی اپنے دولھا کا انتظار کر رہی تھی وصال محبوب حقیقی کی گھڑی آ گئی تھی تو ہرگز لڑائی میں امام کی طرف سے پہل نہ تھی اُن خبیثوں ہی نے مجبور کیا اب دو صورتیں تھیں یا بخوف جان اُس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلاف قرآن وسنت ہو یہ رخصت تھی ثواب کچھ نہ تھا قال تعالیٰ:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ مگر جو مجبور کیا جائے اور اُس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔

یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی یہ عزیمت تھی اور اُس پر ثواب عظیم

اور یہی اُن کی شان رفیع کے شایاں تھی اسی کو اختیار فرمایا اسے یہاں سے کیا علاقہ۔

ثانیاً بالفرض اس بے سرو سامانی میں امام کی طرف سے پہل بھی سہی تو یہاں ایک فرق عظیم ہے جس سے یہ جاہل غافل فاسقوں پر ازالۂ منکر میں حملہ جائز اگرچہ یہ تنہا ہو اور وہ ہزاروں اور سلطان اسلام جس پر اقامت جہاد فرض ہے اُسے بھی کافروں سے پہل حرام جبکہ اُن[1] کے مقابلہ کے قابل نہ ہو مجتبیٰ و شرح نقایہ و ردالمحتار کی عبارت گزشتہ:

هذا اذا غلب علی ظنه انه یکافئهم والا فلا یباح قتالهم۔	یہ اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ اُن کے مقابلہ کے قابل ہے ورنہ اُن سے لڑنا حلال نہیں۔

کے بعد ہے بخلاف الامر بالمعروف۔ شرح سیر میں اس کی وجہ فرمائی:

ان المسلمین یعتقدون ما یأمر به فلا بد ان یکون فعله مؤثرا فی باطنهم بخلاف الکفار۔	امر بالمعروف میں مسلمانوں کو جو حکم دے گا وہ دل سے اُسے حق جانتے ہیں تو ضرور اپنے دل میں اُس کے فعل سے متاثر ہوں گے بخلاف کفار۔

ثالثاً حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

دیکھو امام نے کیا کیا اور تم کیا کر رہے ہو نام پاک لیتے ہوتے شرم چاہیے تھی، کیا

کیوں اسلام و کفر ملاتے ہو امام نزا امام اُن کے غلام اُن کے در کے کسی گتے نے معاذ اللہ مشرکوں سے مدد مانگی، کیا کسی مشرک کا دامن تھاما، کیا کسی مشرک کے پس رو بنے، کیا مشرکوں کی جے پکاری، کیا مشرکوں سے اتحاد گانٹھا، کیا مشرکوں کے حلیف بنے، کیا اُن کی خوشامد کے لیے شعار اسلام بند کرنے میں کوشاں ہوتے، کیا قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کر دی وغیرہ وغیرہ نتائج کثیرہ بہتّر تن سے بیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا۔ امام کا نام لیتے ہو تو کیا تم میں بہتّر مسلمان بھی نہیں جب ۲۲ کروڑ مشرکین تمہارے ساتھ

---

[1] اور شرط قدرت تو دفاع بلکہ کسی فرض اسلامی سے کبھی منفک نہیں بنصوص قطعیہ و اجماع امت مرحومہ۔

ہوں گے اُس وقت تم میں بہتر مسلمانوں کا عدد پورا ہوگا قرآن کو پیٹھ دینے والو! کیوں امام کا نام لیتے ہو، اسلام سے اُلٹے چلنے والو! کیوں مسلمانوں کو دھوکے دیتے ہو، دہلی میں فتویٰ چھاپ دیا کہ اس وقت جہاد واجب ہے بے سروسامانی کے جواب کو امام کی نظیر پیش ہوگئی اور حالت یہ کہ ذراسی دھوپ سے بچنے کو گوپتروں کی چھاؤں ڈھونڈھ رہے ہیں، کیا تم اپنے ہی فتوے سے نہ صرف تارک فرض و مرتکب حرام بلکہ راضی بہ غلبہ کفر و ذلت اسلام نہ ہوئے، امام کا توکل اللہ پر تھا اور تمہارا اعتماد اعداء اللہ پر۔ یقین جانو کہ اللہ سچا اللہ کا کلام سچا لا یالونکم خبالا مشرکین تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے وہ جھوٹا فتویٰ اور یہ پوچ بھروسا اور خادمان شرع پر اُلٹا غصہ کہ کیوں خاموش رہے کیوں سینہ سپر نہ ہوئے یہ ہے تمہاری خیر خواہی اسلام یہ ہیں تمہارے دل ساختہ احکام جن پر نہ شرع شاہد نہ عقل مساعد مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے تو اسلام کے دائرے میں آؤ تبدیل احکام الرحمٰن واختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اُٹھاؤ مشرکین سے اتحاد توڑو دیوبندیہ وغیرہم مرتدین کا ساتھ چھوڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پاک اپنے سایہ میں لے دنیا نہ ملے نہ ملے دین تو اُن کے صدقے میں ملے۔

یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی	اے ایمان والو! اسلام میں پورے
السلم کافۃ و لا تتبعوا	داخل ہو شیطان کے پس رو نہ بنو بیشک
خطوٰت الشیطٰن انہ لکم	وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پھر اگر روشن
عدو مبین ٥ فان زللتم	دلیلیں آنے پر بھی تمہارا قدم لغزش کرے
من بعد ما جاءتکم البینٰت	تو جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے
فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ٥	کاہے کے انتظار میں ہیں سوا اس کے
ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ	کہ گھٹا ٹوپ بادلوں میں اللہ کا عذاب اور
فی ظلل من الغمام والملئکۃ وقضی	فرشتے آئیں اور کام تمام ہو اور اللہ
الامر والی اللہ ترجع الامور ٥	ہی کی طرف سب کام پھرتے ہیں۔

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر ■ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا واغفرلنا ربنا انک انت العزیز الحکیم ٥ ربنا افتح بیننا و

بیننا قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ۵ امین یا ارحم الراحمین ۵
وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا وملجأنا ومأونا محمد واٰلہ وصحبہ
اجمعین دائما ابدالاٰبدین عدد کل ذرۃ ذرۃ الف الف مرۃ فی کل
اٰن وحین والحمد للہ رب العٰلمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ
جل مجدہ اتم واحکم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

گاؤکشی کے معاملہ میں مفصل تحقیقات اور ہندوؤں کا دفع شبہات

مسمّٰی بنام تاریخی

انفس الفکر فی قربان البقر

١٢٩٨ھ

تصنیف

مجدد مائۃ حاضرہ امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب

قادری برکاتی بریلوی دام فیضہم القوی

مکتبہ حامدیہ — گنج بخش روڈ — لاہور



مسئلہ عجیبہ از مراد آباد شوال ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مذہب حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤکشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہوجاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقد اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو ہرچند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے تو اس کے اسلام میں کوئی فرق نہ آئے گا اور وہ کامل مسلمان رہے گا۔ گاؤکشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص گاؤکشی نہ کرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا جہاں بلاوجہ اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ و فساد اور مفضی بہ ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب ہو اور عملداری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدین وجہ اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اثارت فتنہ و فساد ارتکاب اس کا واجب ہے اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی۔ بینوا توجروا۔

واللہ سبحٰنہ موفق الصدق والصواب

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل وسلم وبارك علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اللھم بك نستعین اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے دو امر ذہن نشین کرنا لازم:

اوّل یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجۂ حکمت و متانت و مراعات دقائق مصلحت میں ہے اور جو حکم عرف و مصالح پر مبنی ہوتا ہے انھیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے اور اعصار و امصار میں اُن کے تبدل سے متبدل ہوجاتا ہے اور وہ سب حکام احکامِ شرع ہی قرار پاتے ہیں مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر و نایابی فتنہ و شدت تقویٰ و قوت خوفِ خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب اور زنان مسلمین پنجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لیے حاضر ہوتیں۔ بعد حضور کے جب زمانہ کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی من النساء ما رأینا لمنعهن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساءها۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے زمانے کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے تو اُنھیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔

رواہ احمد و البخاری ومسلم۔ جب زمانۂ رسالت سے اور بُعد ہوا ائمۂ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی۔ جب اور فساد پھیلا علما نے جوان و غیر جوان کسی کے لیے اجازت نہ رکھی۔ درمختار میں ہے:

یکرہ حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان۔

فتح القدیر میں فرمایا:

عم المتأخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات۔

حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

اذا استأذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها۔	جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اُسے منع نہ کرے۔

رواہ احمد والشیخان والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

رواہ احمد ومسلم عن ابن عمر واحمد وابوداود عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

پھر ان ائمہ وعلماء کے یہ احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پاتے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت وحکمائے امت نے حکم حجاب دیا اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کر دیا۔ نہایہ میں ہے:

سدل الشیٔ علی وجہہا واجب علیہا۔

شرح لباب میں ہے:

دلت المسئلۃ علی ان المرأۃ منہیۃ عن اظہار وجہہا للاجانب بلا ضرورۃ۔

تنویر میں ہے:

تمنع من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنۃ۔

اس قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں۔ ومن القواعد المقررۃ فی شریعتنا المطہرۃ ان الحکم یدور مع علتہ۔

دوم واجبات ومحرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب وتحریم موجود ہے جیسے عبادت خدا کی فرضیت اور بت پرستی کی حرمت۔ دوسری لغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجہ کا لحاظ ان کی ایجاب وتحریم کا اقتضا کرتا ہے اگرچہ نفس ذات میں کوئی معنے اس کو مقتضی نہیں جیسے تعلم صرف ونحو کا وجوب کہ ہمارے رب تبارک وتعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر لہذا واجب کیا گیا اور افیون وبھنگ وغیرہما مسکرات کی حرمت کہ ان کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کرتا ہے جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ وشر سے بچانے والی ہے اسی قبیل سے ہے شعار کہ مثلاً انگرکھے کا سیدھا پردہ ہماری اصل شریعت میں واجب نہیں بلکہ ہمارے شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی انگرکھا

نہ پہنا نہ حضور کے ملک میں اس کا رواج تھا مگر اب کہ ملک ہندوستان میں شعار مسلمین قرار پایا اور اُلٹا پردہ کفار کا شعار ہوا تو اب سیدھا پردہ چھوڑ کر اُلٹا اختیار کرنا بلاشبہ حرام اسی طرح بوجہ عرف و قرار داد امصار و بلاد جس مباح کا فعل عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے اور اُسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے تو اعد شرعیہ بالیقین اُس سے باز رہنے کی تحریم کرتے ہیں اور مبنے اس کا وہی نظر مصالح و اعتبار عرف و مراعات اقتضائے امور خارجہ ہے جسے ہم دونوں مقدمۂ سابقہ میں بیان کر آئے۔ جب یہ امور منقح ہو لیے تو اب اصل مسئلہ کا جواب لیجیے۔ گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفس ذاتِ فعل گنہگار نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئے کا کھانا بالتعیین فرض مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب لعینہ اور اس کا ترک حرام لعینہ نہیں یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری وحتمی ہے۔ یونہیں واجبات و محرمات لغیرہا میں بھی امتثال و اجتناب اشد ضروری ہے جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں اور اُن سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکامِ وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ ہم ہر مذہب و ملت کے عقلا سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بزور مخالفین گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جاتے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائیگی کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلاوجہ اپنے لیے ایسی دناءت و ذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اُوپر ہنسوانا ہماری شرع مطہر جائز فرماتی ہے حاشا و کلا حاشا و کلا ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی

پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں۔ سائل لفظ ترک لکھتا ہے یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے اس نے ترک اور کف میں فرق نہ کیا کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی یا تنگی کر دینا ہم اہل اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لیے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک و تعالیٰ نے قرآن عزیز میں جا بجا ہم پر منت رکھی گوشت ہے قال ربنا تبارک و تعالیٰ:

ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قل ءالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین۔	اس نے تمہارے لیے بنائے اونٹ میں سے دو (نر و مادہ) اور گائے میں سے دو تم (ان کافروں سے) فرما دو کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ جو دونوں مادہ کے پیٹ میں ہیں۔

وقال تعالیٰ:

اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاما فھم لھا ملکون ○ وذللنٰھا لھم فمنھا رکوبھم ومنھا یاکلون ○ ولھم فیھا منافع ومشارب افلا یشکرون ○	کیا انھیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے چوپائے پیدا فرمائے تو وہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپاؤں کو ان کا مسخر کر دیا تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں نفع ہیں اور پینے کی چیز تو کیا شکر کریں گے۔

الیٰ غیر ذلک من الآیات اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دنیا و آخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل و بہتر فرمایا والحدیث مخرج بطرق عدیدۃ عن عدۃ من الصحابۃ الکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بیشک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر و فقیر کو دستیاب نہیں ہو سکتا خصوصاً مسلمانانِ ہندوستان کہ اُن میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤ کے نہیں اور کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے عناصر غذائے نباتات نباتات غذائے حیوانات حیوانات غذائے انسان اور بے شک اُس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قویٰ کی افزائشیں ہیں اُس کے غیر سے حاصل نہیں اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی نفیس و لذیذ کھانا جو چند روز متواتر کھانے سے طبیعت اُس سے سیر ہو جاتی ہے اور زیادہ دن گزریں تو نفرت کرنے لگتی ہے بخلاف نان گندم و گوشت کہ عمر بھر کھائیے تو اِس سے تنفر نہیں ہوتا۔
معہذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار ہا قسم کے منافع ملتے اور اُن منفعتوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں اور چند اقوام کی تجارتیں اور اُن کے رزق کے ظاہری سامان اِسی گاؤ کشی کا نتیجہ ہیں تو سائل کا یہ قول کہ کوئی فائدہ اِس فعل پر مرتب نہ ہو محض تصور غلط ہے اور اُس کی قربانی خاص ہمارے شعائر دین سے ہے ہمارا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ صریح ارشاد فرماتا ہے:

والبدن جعلنها لکم من شعائر اللہ۔	اور اونٹ اور گائے کو کیا ہم نے تمہارے لیے خدا کے شعاروں میں سے۔

اور یقیناً معلوم کہ ہمارے ملک میں اُونٹ ہماری غذا او اُتے واجب قربانی کے لیے کفایت نہیں کر سکتے اول تو سخت گراں دُوسرے بہ نسبت گاؤ نہایت قلیل الوجود اور اگر گاؤ کشی موقوف کر کے اُونٹ پر اکتفا کی جاتے تو چند روز میں اونٹ کی قیمت دہ چند ہو جائے گی اور یہ نفع عام جو ہمارے غربا کو پہنچتا ہے ہرگز متصور نہ رہے گا اور عجیب نہیں کہ رفتہ رفتہ بوجہ قلت اونٹ حکم عنقا کا پیدا کرے تو رفع حاجت دائمہ اُس سے متوقع نہیں اور بکری کا

گوشت کھانے کے لیے بھی تھوڑے لوگوں کو ملتا ہے اور قربانی کے واسطے بھی ہر شخص ایک بکری جداگانہ کرے کہ سال بھر سے کم کی نہ ہو اور اُس کے اعضا بھی عیب و نقصان سے پاک ہوں بخلاف اس غریب پرور جانور یعنی گائے کے کہ ہمارے مسئلہ شرعیہ سے اس میں سات شخص شریک ہوسکتے ہیں اور بیشک سات بکریاں ایک گائے سے ہمیشہ گراں رہتی ہیں معہذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز اور ہنود کے یہاں ممانعت ایک پلّہ میں نہیں ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود قرآن مجید میں ہے:

ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔ اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

وشرائع من قبلنا اذا قصہا اللہ تعالیٰ علینا من دون انکار شرائع لنا کما نص علیہ فی کتب الاصول اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں متاخرین نے خواہ مخواہ اس کی تحریم اپنے سر باندھ لی بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں کہ پیشوایان ہنود بھی گائے کا مزہ چکھنے سے محروم نہ گئے جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو سوط اللہ الجبار وغیرہ کتب رد ہنود مطالعہ کرے۔

علاوہ بریں ہم دریافت کرتے ہیں اس کی تحریم ہنود کے یہاں دو ہی وجہ سے معقول۔ ایک یہ کہ جانور کی ناحق ایذا اور ہتھیا ہے ہم کہتے ہیں اکثر اقوام ہنود بکری مرغی مچھلی کھاتے ہیں۔ کیا وہ جانور نہیں کیا اُن کی جان جان نہیں کیا اُن کی ایذا حرام نہیں کیا اُن کا قتل ہتھیا نہیں اور خود کتب ہنود سے جو رام و لچھمن و کرشن کا شکاری ہونا ثابت اُس ہتھیا کا کیا علاج ہے اور ایسا ہی ناراضی ہنود کا خیال کیجیے تو اگر وہ اس ہتھیا کے حکم کو عام کر دیں تو کیا شرع مطہر ہمیں ہر جانور کے ذبح و قتل سے باز رکھے گی اور سانپ کہ انسان کی جان کا دشمن اور ہندوؤں کا دیوتا ہے ہرگز نہ مارا جائے گا اور مسلمانوں کے اسباب معیشت مفقود اور انسانوں کے ابواب عافیت مسدود کر دیے جائیں گے حاشا وکلا ہماری شرع ہرگز ایسا حکم نہیں فرماتی نہ حکام وقت ان خرافات کو روا رکھیں، کیا مزے کی بات ہے ہندوؤں میں بھی تو بعض قومیں ایسی ہیں کہ مطلقاً ہر جانور کا قتل

حرام۔ اور رمنھیا جاتی ہیں بلکہ بعض کو تو اس قدر غلو و تشدد ہے کہ ہر وقت مُنہ پر کپڑا باندھے رہتے ہیں کہ کبھی یا جُھنگا حلق میں جا کر مر نہ جائے اور باقی طوائف ہنود ان لوگوں کا خیال اور ان کے مذہب کا لحاظ نہیں کرتے مزے سے بکری مرغی مچھلی وغیرہ وغیرہ نوش جان اور مسلمانوں کی دیکھا دیکھی دیگچیوں کے بگھار کا لطف اُڑاتے ہیں جب اُن کے آپس میں یہ کیفیت ہے تو ہم پر کیوں ہنود کا لحاظ اور اُن کے مذہب کا ایسا خیال واجب کر کے گاؤکشی بند کرنے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے ان ھذا الا ظلم صریح او جھل قبیح دُوسری وجہ یہ کہ گائے اُن کے یہاں معظم ہے اور اپنے معظم کا ہلاک نہیں چاہتے ہم کہتے ہیں اوّلاً گئو ماتا کی آنکھیں بند ہوتے ہی اِن سعادت مندوں کی تعظیم کا حال کھل جاتا ہے اپنے ہاتھوں چماروں کے حوالے کرتے ہیں کہ چیریں پھاڑیں اور چرسا اپنے لیے ٹھہرا لیتے ہیں کہ کھال کی جوتیاں بنا کر پہنیں جو جوتوں سے بچی وہ ڈھول پر کھنچی کہ شادی بیاہ میں کام آئے رات رات بھر تپا پچے کھائے۔ ثانیاً بفرض غلط اگر تعظیم ہے تو صرف گائے پر مقتصر ہے ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ہنود آپ بیل کی ہرگز تعظیم نہیں کرتے بلکہ اُس پر سخت تشدد کرتے ہیں ہل میں جوتیں گاڑی میں چلائیں سواریاں لیں بوجھ لدوائیں وجہ بے وجہ سخت ماریں کہ جا بجا اُن کے جسم زخمی ہو جاتے ہیں ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض ہنود نے بار برداری کی گاڑیوں میں اس قدر بوجھ بھرا کہ بیلوں کا جگر پھٹ گیا اور خون ڈال کر مر گئے تو معلوم ہُوا کہ بیل اُن کے یہاں معظم نہیں اگر یہ ممانعت بربنائے تعظیم ہے تو چاہیے کہ بخوشی بیلوں کے ذبح کی اجازت دیں ورنہ اُن کا صریح مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ اس فعل کے ارتکاب سے توران فتنہ و فساد ہو ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہا گاؤکشی کی قانوناً ممانعت ہے وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اثارت فتنہ و فساد اُس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے اور وُہ قانوناً مجرم قرار پائے گا اور اس امر کو ہماری شرع مطہر بھی روا نہیں رکھتی کہ ایسی وجہ سے مسلمانوں پر مواخذے یا اُنھیں سزا ہونے کا باعث ہونا بیشک توہین مسلم ہے جس کا مرتکب یہ شخص ہُوا نظیر اس کی سب و شتم الہۃ باطلہ مشرکین ہے کہ شرع نے

اُس سے ممانعت فرمائی اگرچہ اکثر جگہ فی نفسہ حرج متحقق نہ تھا قال تعالیٰ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثوران فتنہ و فساد ہو گا تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا اور جرم انھیں کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے اُن کے جرم کے سبب ہم اپنی رسوم مذہبی ترک کرسکتے ہیں یہ حکم بعینہٖ ایسا ہوا کہ کوئی شخص اغنیاء سے کہے تمھارا مال جمع کرنا باعث ثوران فتنہ و فساد و ایذائے خلق اللہ ہے کہ تم مال جمع کرو نہ چور چرانے آئیں نہ وہ بید وقید کی سخت سزائیں پائیں اُس احمق کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ چوری چور کا جرم ہے اُس کے سبب ہمیں جمع مال سے کیوں ممانعت ہونے لگی اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ و فساد کا شرع ہم پر واجب کرے گی تو ہر جگہ کے ہنود کو قطعاً اس رسم کے اُٹھا دینے کی سہل تدبیر ہاتھ آئے گی جہاں چاہیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بزعم جہال شرع ہم پر ترک واجب کر دے گی اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کرا دیں گے اور یہی واقعہ اُن کے لیے نظیر ہو جائے گا کہ ایسی صورت میں تم پر اپنی رسم کا ترک شرعاً واجب ہوتا ہے۔

بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے براہ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا بے شک مسلمانوں کو توہین و ذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی باز رہنا اور ہنود کی بے جا ہٹ بجا رکھنے کے لیے یک قلم اس رسم کو اُٹھا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ انھیں مضرات و مذلات کا باعث ہے جن کا ذکر ہم اول کر آئے جنھیں شرع مطہر ہرگز گوارا نہیں فرماتی نہ کوئی ذی انصاف حاکم پسند کرسکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد نقی علی خاں ۱۲۸۶
احمد رضا خاں ولد مولو

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء کا نمونہ مصداق

۱۲۹۸ ہجریہ کا ربع اخیر ہے شوال مکرم کا ماہ منیر ہے اعلیٰ حضرت خاتمۃ المحققین امام المدققین والد ماجد حضرت مصنف علام مدظلہ و قدس سرہ الشریف کے وصال کو دس مہینے ہوئے ہیں بضرورت انتظام معاش جانب جائداد چند روز ابتداءً میں توجہ کرنی ہوئی ہے حضرت مصنف مدظلہ اپنے دیہات میں تشریف رکھتے ہیں کہ وہیں یہ سوال پہنچا اُس وقت کھیتوں کا معاینہ تھا آدمی نے وہیں یہ سوال پیش کیا بنگاہ اولین اُس کے اندرونی مقصد کو پہچان لیا کہ اگرچہ یہاں بعض مسلمانوں نے بھیجا مگر اصل سائل ہنود ہیں اور فوراً معلوم کیا کہ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں اور اہل اسلام کو کیسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرتے ہیں عصر کا وقت تھا فرمایا صبح جواب دیا جائے گا دیہات میں کتابیں بھی نہ تھیں دوسرے دن یہ جواب تحریر فرما دیا جو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا جس نے بحمد اللہ تعالیٰ فریب دینے والوں کے مکر کو خاک میں ملایا والا حضرت حامی سنت حضرت مولنا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمائے رامپور نے اُس پر تصدیقیں لکھیں اور حضرت مولنا موصوف مرحوم نے مقاصد کو پہچان کر تصدیق میں تحریر فرمایا کہ المناقد بصیر یہ پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے یعنی اس کا دیدۂ بصیرت نورِ الٰہی سے منور ہے کہ مکاروں کے خفی مکر کی تہ تک فوراً پہنچ گیا اور اُس کا قلع قمع کیا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ جب جناب مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی کا فتاویٰ ۱۳۰۵ھ میں چھپا اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سوال اُسی ماہ و سال میں اُن کے پاس بھی گیا تھا۔ یہاں مرادآباد سے آیا وہاں مرزاپور سے گیا تھا اور عجب نہیں کہ مختلف مقامات سے اور علماء کے پاس بھی بھیجا ہو اوروں کا جواب تو کیا معلوم مگر جناب لکھنوی صاحب کا جواب چھپا جس سے ظاہر ہوا کہ عیاروں کا دھوکا اُن پر چل گیا اُنھوں نے غور نہ فرمایا کہ سوال کے تیور کیا ہیں اس کا سائل کون ہونا چاہیے اس سے اس کی غرض کیا ہے سیدھا سادہ پاؤں تلے کا جواب لکھ دیا کہ گاؤکشی واجب نہیں تارک گنہگار نہ ہوگا بقصد اثارت فتنہ گاؤکشی نہ چاہیے بلکہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو احتراز اولیٰ ہے قربانی اونٹ کی

بہتر ہے۔ محمد عبدالحی وہیں کے اور دو صاحبوں نے مہر کی اِس پر مسلمانوں کی ضرورت ہُوئی کہ اہل افتا کو ہوشیار کریں اُنھیں دنیا کی حالت ملک کی رنگت دکھائیں خود اپنے جواب کو صحیح معنے کی طرف پھیرنے کی راہ بتائیں لہٰذا اِس پر دو سوال ہُوئے۔

سوال اوّل حضرات علمائے جن کی مواہیر اس پرچہ پر ثبت ہیں استفسار ہے کہ جواب میں آپ کی مراد اس جملہ سے آیا یہ ہے کہ ابتدائے فتنہ اہل اسلام کی طرف سے نہ ہو یعنی جہاں عملداری ہنود کی ہو وہاں بقصد فتنہ انگیزی گاؤکشی نہ کریں یا یہ کہ بلاد ہند وغیرہ ہیں جہاں ہمیشہ سے اہل اسلام گائے ذبح کرتے آئے اور کبھی اُن کو مقصود فتنہ انگیزی نہ ہُوئی بلکہ اجرائے حکم شریعت اب اگر مسلمان ان بلاد میں گائے ذبح کرے اور ہنود بنظر تعصب منع کریں تو مسلمان اُس سے باز رہے۔ طبیعت میں حق کی طرف رجوع کا مادہ تھا اس سوال سے تنبّہ ہُوا اور حضرات علماء نے یہ **جواب** تحریر فرمایا:

گائے ذبح کرنا اگرچہ مباح ہے واجب نہیں مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ یا بلاد خاص میں اس کا رواج ہو بلکہ یہ طریقہ قدیمہ ہے زمان آنحضرت صلعم[1] و صحابہ و تابعین و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد و امصار میں اور اُس کی اباحت پر اجماع ہے تمام اہلِ اسلام کا۔ ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں تو مسلمان کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں اہل اسلام پر واجب ہے کہ اُس کے ابقا و اجرا میں سعی کریں اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہگار ہوں گے اور مقصود اُس جملہ میں جو جواب سابق میں ہے یہ ہے کہ بقصد برانگیختہ کرنے فتنہ و فساد کے گاؤکشی نہ چاہیے مثلاً جہاں عملداری ہنود کی ہو وہاں مسلمان بقصد ابتدائے مردم آزاری خواہ مخواہ ذبح کریں یا عید الضحےٰ میں کسی ہندو کے مکان کے قریب جاکے بایں خیال ذبح کریں کہ فتنہ قائم ہو ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہیے بلکہ ایسی حالت میں ترک اولیٰ ہے اور بلاد ہندوستان وغیرہ میں ترک اولیٰ نہیں بلکہ اُس کے ابقا میں سعی واجب ہے۔

محمد عبدالحی ابوالحسنات

سوال تو پہلے بھی بلاد ہندوستان ہی سے آیا تھا مگر اُس وقت غور نہ فرمایا گیا۔

---

[1] استغفراللہ بلکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ کاتب

فی الواقع اُن بلاد میں مسلمانوں کو گاؤکشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے اور مراد اُس فقرہ سے یہ ہے کہ جہاں عملداری خاص ہنود کی ہے اور گاؤکشی وہاں زنہار نہیں ہوتی اُس جگہ باعلان گاؤکشی کرنا بنظر فتنہ اولے نہیں۔

محمد عبدالوہاب

فی الواقع مقصود جملہ سابق سے یہ ہے کہ بارادہ برانگیختہ کرنے فساد کے عملداری خاص ہنود میں جہاں گائے ذبح نہ ہوتی ہو گاؤکشی باعلان نہ چاہیے یا ہندو کے ہمسایہ میں علانیہ ذبح کرنا بارادہ فساد نہ چاہیے جن بلاد و مواضعات ہند میں رواج گاؤکشی چلا آیا ہے اب کوئی ہندو بپاس تعصب مانع ہے مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی ابقائے گاؤکشی میں کوشش بلیغ لازم ہے زنہار ترک نہ کریں گاؤکشی شعار مسلمانی ہے احتمال فساد ہو تو بذریعہ حکام رفع کرنا اُس کا بابقائے رواج قدیم واجب ہے بخوف فساد ہنود ذبح گائے سے زنہار باز نہ رہیں۔

ابوالحیا محمد عبدالحلیم

ذبح گاؤ شعائر اسلام سے ہے اہمال اس کا بلاوجہ وجیہ جائز نہیں ہاں ابتداءً اثارت فتنہ نہ چاہیے اور یہی معنے ہیں فقرہ جواب سابق کے پس جن بلاد میں ذبح گاؤ مروج ہے منع کرنا ہنود کا ان کی جانب سے اثارت فتنہ و فساد ہوگا اُس کو دفع کرنا مسلمانوں کو ضرور ہے۔

ابوالغنا محمد عبدالمجید ۱۰۹۳

سوال دوم از جاگل پور شوال ۱۲۹۰ھ۔ اگر مسلمان گائے کی قربانی یا واسطے کھانے کے گائے ذبح کرنا چاہے وہنود بوجہ تعصب یا بنظر توہین اسلام روکیں تو مسلمانوں کو گائے کی قربانی یا گائے کے ذبح سے رُکنا چاہیے یا کیا کرے اگر از جانب ہنود فساد کا احتمال ہے مگر اُس کا دفع بذریعہ حکام ممکن تو صرف بلحاظ فتنہ مذکور باز آنا چاہیے یا کیا کرے یہ امر ظاہر ہے کہ اونٹ ان ملکوں میں کم ہیں اگر دستیاب بھی ہوتے تو بہت قیمت سے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سات بھیڑ کی قیمت ایک گائے سے زیادہ ہوتی ہے اور اگر ہنود کہیں تم گائے مت کرو اونٹ بھیڑ قربانی کرو تو اُس کو مان لینا واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب گائے ذبح کرنے کا جواز قرآن و حدیث سے ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] اور صحابہ نے زمانہ آنحضرت ﷺ میں اور بعد آنحضرت صلعم[2] کے اس کو ذبح کیا ہے

[1] اقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ لکاتبہ

[2] اقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ لکاتبہ

اس کے گوشت حلال اور ذبح جائز ہونے پر خواہ بروز عید ہو یا اور روز اتفاق ہے تمام مسلمانوں

کا تو مسلمان کو باز آنا نہیں درست ہے اور ہندو کی ممانعت تسلیم کر لینا نہیں جائز ہے تسلیم

کرنا موجب اُن کے اعتقاد باطل کی تقویت و ترویج کا ہو گا یہ کسی طرح شرعًا جائز نہیں اونٹ

اگرچہ گائے سے اولی ہے مگر کوئی شخص اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا علی الخصوص جب ہنود

بغرض تعصب کہیں کہ خواہ مخواہ اُونٹ یا بکری کرو مسلمانوں کو ضرور ہے کہ قول ہنود تسلیم نہ کریں

اور گاؤکشی کو کہ اسلام کا طریقہ قدیم ہے ترک نہ کریں احتمال فساد ہنود گائے ذبح کرنے سے

رُکنا نہ چاہیے۔ | محمد عبدالحی ابوالحسنات | ابوالحیا محمد عبدالحلیم |

قربانی گائے کی شعار اسلام ہے اُس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود معصیت ہے

| عبدالوہاب | ابوالغنا محمد عبدالمجید | ابوالاحیا محمد نعیم | ابوالکرم محمد اکرم | یہ مجموعہ فتاوی جلد دوم

طبع اول صفحہ ۱۴۰ تا صفحہ ۱۵۵ کا اقتباس ہے الحمد للہ کہ آخر میں وہی سمجھنا پڑا جو حضرت مصنف

مدظلہ نے بنگاہِ اولین خیال فرما لیا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ان فتاوے کی نقل سے یہ بھی مقصود ہے کہ حضرت مصنف مدظلہ کے حکم وجوب کی بعض تائیدات

واضح ہوں کہ بعض عوام کو زیادت اطمینان ملے وباللہ التوفیق۔

کتبہ ابوالعلا امجد علی الاعظمی

عفی عنہ بمحمدٍ النبی الامی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ از مجلس داد خواہی مسلمانان بریلی ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

دعوی قربانی کے جواب میں ہنود نے اپنا یہ بیان پیش کیا ہے کہ قرآن شریف میں اس فعل

کی اجازت نہیں بنیاد مذہب مدعی کی اوپر قرآن شریف کے ہے کتاب مذکور میں قربانی گاؤ کی

ہدایت نہیں ہے۔ مدعی خلاف اُس کے بحیلہ مذہب بغرض دل دُکھانے مذہب ہنود کے کہ جس

میں دھرم شاستر بسخت ممانعت ہے یہ فعل خلاف استحقاق کرنا چاہتا ہے فقط۔

چونکہ یہ بیان اُن کا متعلق قرآن شریف و مسائل مذہب کے ہے لہذا علما کی خدمت

میں استفتا ہے کہ یہ بیان ہنود صحیح ہے یا غلط۔

الجواب

بیان ہنود سراسر غلط ہے مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید اور ہمارے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سے قربانی گاؤ کی اجازت بخوبی ثابت ہے۔

ا ——— اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے سترھویں پارے بائیسویں سورت سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے:

والبدن جعلنها لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر کذلک سخرنہا لکم لعلکم تشکرون ۝

اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے تمھارے لیے اُن میں بھلائی ہے تو اللہ کا نام لو اُن پر کھڑے ہوئے پھر جب اُن کی کروٹیں گر جائیں تو خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ یوں ہم نے اُن جانوروں کو تمھارے بس میں کر دیا ہے کہ تم احسان مانو۔

قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں۔ تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی اے نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کرا کر اپنے مطبع میں چھ بار چھاپی ہے اُس کی جلد دوم طبع ششم سطر اخیر صفحہ ۹، وسطر اول صفحہ ۸۰ میں آیت کے ان لفظوں کا ترجمہ یوں لکھا والبدن اور اونٹ اور گائے جو قربانی کے واسطے ہانک لیے جاتے ہیں جعلنہا لکم کر دیا ہم نے انھیں یعنی اُن کے ذبح کو تمھارے واسطے من شعائر اللہ دین الٰہی کے نشانوں میں سے اور بے شک ہم حنفی مذہب والوں کے تینوں امام یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور اُن کے سب پیروؤں کا یہی مذہب ہے کہ (بدن) یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور میں اونٹ اور گائے دونوں داخل ہیں انھیں اماموں کا مذہب ہندوستان کے تمام شہروں میں جاری ہے

اور یہاں انھیں کے مذہب پر فتوے وعمل ہوتا ہے ہدایہ درمختار قاضی خاں عالمگیری وغیرہا مشہور کتابیں اسی مذہب کی ہیں درمختار مطبع ہاشمی صفحہ ۵۰۴ سطر ۱ میں ہے:

بدنۃ ھی الابل والبقرۃ سمیت بہا لضخامتہا۔	بدنہ اونٹ اور گائے ہے ان کے ڈیل ڈول دار ہونے کے سبب ان کا یہ نام ہوا۔

ہدایہ مطبع علوی جلد اول صفحہ ۱۵۲ میں ہے:

البدنۃ ھی الابل والبقر وقال الشافعی من الابل لنا ان البدنۃ تنبئ عن البدانۃ وھی الضخامۃ وقد اشترکا فی ھذا المعنی ولھذا یجزئ کل واحد منہما عن سبعۃ اھ ملخصاً۔	اونٹ اور گائے دونوں بدنہ ہیں اور شافعی نے کہا اونٹ ہماری دلیل یہ ہے کہ بدنہ ڈیل ڈول دار ہونے سے خبر دیتا ہے اور اس بات میں اونٹ اور گائے برابر ہیں اسی لیے وہ دونوں سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرتے ہیں۔

فتاوی عالمگیری مطبع احمدی جلد اول ص۹۴ میں ہے:

البدن من الابل والبقر۔	بدنہ اونٹ اور گائے دونوں سے ہے۔

اور یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ عنقریب مذکور ہوگی۔

۲ ——— اللہ تعالیٰ اسی رکوع کے شروع میں فرماتا ہے:

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام۔	اور ہر گروہ کے لیے ہم نے مقرر کر دی قربانی کہ اللہ کا نام لیں چوپاؤں کے ذبح پر جو اللہ نے انھیں دیے۔

یہاں فرمایا کہ چوپاؤں کو اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لیے بنایا ہے اور آٹھویں پارہ چھٹی سورت سورۃ انعام کے سترھویں رکوع میں چوپاؤں کی تفصیل یہ بیان فرمائی:

ثمنیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین (الی	چوپائے آٹھ نر و مادہ ہیں بھیڑ سے دو اور بکری سے دو اور اونٹ سے دو

قولہ تعالیٰ (ومن الابل اثنین	اور گائے سے دو تو کہہ کیا اللہ نے دونوں
ومن البقر اثنین قل ءٰ الذکرین	نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا وُہ
حرم ام الانثیین اما اشتملت	جسے اپنے پیٹ میں رکھا۔ دونوں مادہ
علیہ ارحام الانثیین۔	نے۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اُونٹ گائے بکری بھیڑ سب کی قربانی اللہ تعالےٰ نے بتائی ہے اسی لیے تفسیر مذکور فرانسی منشی نولکشور کی جلد مسطور صفحہ ۸، سطر ۱۱ و ۱۲ میں چوپاؤں پر اللہ کا نام لینے کی تفسیر میں لکھا بے زبان چار پاؤں میں سے یعنی اونٹ گائے بکرا اس سے قربانی مراد ہے کہ خدا کے نام پر ذبح کریں اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے بیل بچھیا بچھڑا سب کا کھانا حلال ہے جس کی حلت خود قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے۔

۳ —— اللہ تعالیٰ پہلے پارہ دوسری سورت سورۂ بقرہ کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے:

واذ قال موسٰی لقومہٖ ان اللہ	اور جب کہا موسٰی نے اپنی قوم سے بیشک
یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔	اللہ تمھیں حکم فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اور ساتویں پارہ چھٹی سورت سورۂ انعام کے دسویں رکوع میں موسٰی و ہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ذکر کرکے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:

اولئك الذین ھدی اللہ	یہ وُہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ٹھیک راستے
فبھدٰھم اقتدہ۔	چلایا تو تُو انھیں کی راہ چل۔

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا وہی ہمارے لیے بھی ہے جب تک ہماری شریعت اُسے منسوخ نہ فرمادے تو گائے قربانی کرنے کی ہمیں اجازت یوں بھی ثابت ہُوئی اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں بلکہ اگلی شریعتوں سے چلا آتا ہے تفسیر مذکور فرانسی نولکشور جلد اول کے صفحہ ۱۷ سطر اخیر و صفحہ ۱۸ سطر اول میں اس حکم الٰہی ذبح گاؤ کی حکمت یُوں لکھی اُس کے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا کہ گوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو۔ اُنھیں دکھا دیا کہ جسے تم نے پُوجا وُہ ذبح

کرنے کے قابل ہے عبادت اور مدح کے لائق نہیں۔

۴ ـــــــــ ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجیے کہ قرآن مجید میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف اُنھیں احکام پر نہیں رکھی جن کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آ چکا بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ — جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے روکے اُس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ — جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوٰی ۝ ان ھو الا وحی یوحٰی۔ — یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ تو صرف خدا کا حکم ہے جو اُسے بھیجا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود گائے قربانی کی اور مسلمانوں کو ایک ایک گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا مذہب اسلام میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں سب سے زیادہ مشہور ہیں جنھیں صحاح ستہ کہتے ہیں ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے صحیح بخاری شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا:

ضحی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے :

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نشترک فی الابل والبقر کل سبعۃ منا فی بدنۃ۔	ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

صحیح مسلم شریف میں انھیں سے روایت ہے :

اشترکنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحج والعمرۃ کل سبعۃ منا فی بدنۃ فقال رجل لجابر ایشترک فی البقر مایشترک فی الجزور فقال ماھی الا من البدن۔	حج وعمرہ میں ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے کسی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا گائے کی قربانی میں بھی اُتنے ہی آدمی شریک ہو سکتے ہیں جتنے اونٹ میں فرمایا گائے بھی بدنہ ہی میں داخل ہے۔

ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے :

قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فحضر الاضحی فذبحنا البقرۃ عن سبعۃ۔	ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ بقرعید آئی تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

سبحان اللہ جو کام خود ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور ہمیں اُس کا حکم دیا اُسے مذہب اسلام کے خلاف جاننا یا مذہب اسلام میں اُس کی اجازت و ہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

۵ —— اس بیان میں ایک بڑی ناانصافی یہ ہے کہ ہماری تو صرف کتاب

آسمانی سے ثبوت چاہا جو ہم روشن طور پر ادا کر چکے اور اپنے لیے شاستر کا دامن پکڑا وید کا نام کیوں نہ لیا جسے اپنے نزدیک کتاب آسمانی بتاتے ہیں اگر سچے ہیں تو اب اپنے وید سے قربانی گاؤ کی ممانعت ثابت کریں اور شاستر پر بنائے مذہب رکھتے ہیں تو ہماری بھی کتب فقہ کو بناتے مذہب جانیں ہدایہ درمختار قاضی خاں عالمگیری وغیرہا ہزار دس ہزار کتابیں جو چاہیں دیکھ لیں جس میں قربانی کا باب مذکور ہے اُن سب میں قربانی گاؤ نہایت صریح طور پر مسطور ہے تو اُسے خلافِ مذہب بتانا صریح دھوکا دینا ہے۔

۶ ——— یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کر دیا کہ مورتی پوجن اور بتوں کے آگے گھنٹا بجانا سنکھ پھونکنا مہادیو پر پانی ٹپکانا ہولی دوالی وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں کہ ہنود نے اپنی مذہبی ٹھہرا رکھی ہیں جن کا ذکر اُن کے وید میں نہیں سب اُن کے خلاف مذہب ہیں کہ جس کتاب پر بنیاد مذہب ہنود ہے اُن کا پتا نہیں دیتی پچھلے ہنود نے محض براہ حیلہ اُنھیں مذہبی بنا رکھا ہے۔

۷ ——— سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہب ہنود کی بنیاد ہے خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے اخبار پانیر صفحہ ۶ کالم ۴ مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی اُس میں وید سے نقل کیا اے اگنی یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں اور تمنا ہے کہ یہ سانڈ اور گہنیاں تجھے پسند آئیں رگ وید ۶ : ۱۶ - ۴۷ میں تہ دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی خالق کی جسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل اور گہنیاں اور مست کے مینڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا رگ ۱۰ : ۹۱ - ۱۴۔ اسی اخبار میں ہرہمتہ پران اور اورستیبارتہ پرکاش اور ترہتا جلد ۲ باب ۸ اور منو کی سامرتھی ۵ : ۱۴ وغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے۔ اسی طرح یہ امر مہابھارت وغیرہ سے بھی ثابت فیصلۂ ہائی کورٹ مقدمۂ قربانی نمبری ۶۰۰ میں تاریخ ہنود زمانہ پیشین سے حکامِ ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں گو میدھ یعنی گائے کی قربانی کیا کرتے تھے اور متقدمین حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی تو ثابت ہوا کہ ہنود

لہ بقول آریہ

اپنے وید اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف بغرض دکھانے مسلمانوں کے جن کے مذہب میں قربانی گاؤ کی صاف صریح اجازت ہے امر مذہبی میں مزاحمت بیجا خلاف استحقاق کرنا چاہتے ہیں جس کا عقلاً عرفاً قانوناً کسی طرح اُنھیں اختیار نہیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفٰی احمد رضا خان

مسئلہ از مسلم لیگ ضلع بریلی مرسلہ سید عبدالودود جائنٹ سکرٹری لیگ مذکور جمادی الاولی ۱۳۲۹ھ

نحمدہ ونصلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہنود کی طرف سے نہایت سخت کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤکشی کی رسم موقوف کرا دی جائے اور اس غرض سے اُنھوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لیے تیار کی ہے جس پر کروروں باشندگان ہندوستان کے دستخط کرائے جا رہے ہیں بعض نا عاقبت اندیش مسلمان بھی اس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سننے سے دستخط کر رہے ہیں ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے اور اس مذہبی رسم کے جو شعار اسلام میں سے ہے بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عنداللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں۔ بینوا الجواب بالتفصیل واللہ یہدی من یشاء الی سواء السبیل۔

الجواب

گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے قال تعالیٰ:

والبدن جعلنھا لکم من شعائر اللہ۔ — اور اونٹ گائے بیل ہم نے اُن کو کیا تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے

مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز و

حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔



کتبہ عبید النبی نواب مرزا
عفی عنہ بجاہ المصطفیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فی الواقع گاؤ کشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ



اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

شرائع من قبلنا اذا قصہا اللہ تعالیٰ لنا ولم ینکر علیہا شرائع لنا کما نص فی کتب الاصول زراعت کے بہانے سے ہنود ہماری مذہبی رسم میں نہ صرف دست اندازی بلکہ اس کا پورا انسداد چاہتے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس پر مذہبی آزادی سے استناد کرتے ہیں کیا مذہبی آزادی کے یہ معنے ہیں کہ ایک فریق کے خیالات کو کامیاب کرنے کے لیے دوسرے فریق کی دینی مذہبی رسوم بند کر دی جائیں ہندوستان میں روزانہ ہزاروں گائے ذبح ہوتی ہیں آج تک زراعت کو کون سا نقصان پہنچا جو آئندہ پہنچنے کی امید ہے قدرت کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کی مانگ زیادہ ہوتی ہے اسے زیادہ پیدا فرماتی ہے گاؤ کشی بند ہونے سے زراعت کو

تو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا سو اس کے کہ کھیت میں پڑ کر یا رکھیت کو کھا جانے والے
اب وسل ہیں تو جب تنو ہوں گے باں گوشت کو نقصان عظیم پہنچے گا مسلمان اور عیسائی بلکہ
ہنود کی بعض اقوام بھی طبعی طور پر غذائے گوشت کے عادی ہیں اُسے بند کر کے صرف دال
ساگ پر اُنھیں قانع کرنا ضرور اُن کی عافیت میں خلل انداز ہوگا اور ہرگز ان کی صحت جسمانی ٹھیک
نہیں رہ سکتی اور اُس کے سوا عام حاجتوں کو سخت نقصان پہنچے گا مثلاً جوتا ہے کیا ہنود اس کے
محتاج نہیں کم لوگ ہیں کہ نری استر کا پہنتے ہوں اور جب ادھوڑی استر کا بند ہو جائے گا تو غربا
تو پہن ہی نہ سکیں گے اور امراد کے لیے چہار چند قیمت ہو جاتے گی اور اس کے علاوہ ہزاروں
کام جن پر چمڑے کے کارخانوں کی بنا ہے اور لاکھوں روپے کی تجارت ہے اور ہزاروں آدمیوں
کا رزق اور گورنمنٹی خزانے کے لیے لاکھوں کا محصول یہ سب امور یکسر بند ہو جائیں گے اور ملک
کی رفاہ و آسائش میں عام انقلاب واقع ہوگا جس کا ضرر نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام اقوام کو
پہنچے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذلک کذلک

مصطفی رضا خان قادری ۱۳۲۸
آل الرحمٰن محمد عرف
ابوالبرکات محی الدین جیلانی

کتبہ ابو العلا امجد علی الاعظمی
عفی عنہ بمحمد النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة

تصنیف

مجدد المأۃ حاضرہ مؤید الملت الطاہرہ حضرت الشیخ مولینا المولوی الحاج
محمد احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ

مترجم و محشی

استاذ الاساتذہ علامہ حافظ محمد احسان الحق قادری رضوی مدظلہ العالی۔ لائلپور

مکتبہ حامدیہ ـــــ گنج بخش روڈ ـــــ لاہور

سنہ ۱۹۶۹ء کے عربی کے سالانہ امتحان کے ساتویں پرچے کے لیے اورینٹل کالج یونیورسٹی پنجاب میں ایڈٹ کیا۔
پروفیسر محمد صدیق اکبر گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ۔

فہرس

الرسالة الثانیه من الرسائل الاربع التی صنفها وهو حل بالبلد الحرام الرحلة القرم الکرام الذی شهد له علماء الحرمین الکرام بانه السید الفرد الامام مجدد المائة الحاضرة موید الملة الطاهرة حضرة الشیخ مولانا المولوی الحاج محمد احمد رضا خان متع الله المسلمین ببقائه۔

واسمها التاریخی

الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة

سـ ۱۳۲۴ ـہ

وهی الاجازات التی کتبها فی الحرمین زادهما الله شرفا وتکریما حین سأله علماؤهما الاعاظم وعظماؤهما الاکارم اجازة الحدیث و سائر مرویاته من قدیم وحدیث طبعت علی نفقة ذی الفضل والجاه مولانا الحاج محمد انوار الاسلام الرضوی مالک

مکتبه حامدیه فی المطبع
فی بلدة لاهور

یہ دوسرا رسالہ ہے ان چار رسالوں میں سے جنہیں مکہ مکرمہ میں اس عالم دین نے تصنیف فرمایا جن کی بارگاہ میں دور دور سے لوگ چل کر حاضر ہوتے ہیں جو اہل علم کے سردار اور فیض رساں ہیں، جن کے حق میں حرمین طیبین کے علمائے کرام نے شہادت دی کہ آپ سید العلماء ہیں، یگانہ اور پیشوا ہیں، مأتہ حاضرہ (چودھویں صدی) کے مجدد اور ملت طاہرہ کے مؤید ہیں، یعنی حضرت الشیخ مولانا المولوی الحاج محمد احمد رضا خاں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا)

اس کا تاریخی نام

الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ

ہے۔ اس میں وہ اجازتیں درج ہیں جنھیں آپ نے حرمین محترمین (زادہما اللہ شرفاً وتکریماً) میں اس وقت لکھا جبکہ وہاں کے عظیم المرتبت اعاظم و اکارم علماء نے آپ سے حدیث کی اور دیگر مرویات قدیمہ وجدیدہ کی اجازتیں طلب کیں۔

مولانا الحاج محمد انوار الاسلام الرضوی مالک مکتبہ حامدیہ نے مطبع میں چھپوایا۔

تمہید رسالۃ

الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ

لنجل المصنف العلام الفاضل الجلی الشان مولینا محمد
القادری المعروف بالمولوی الحاج حامد رضاخان سلمہ المنان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما ھـذا الحبیب المرتجی والشفیع المصطفٰی وآلہ وصحبہ اولی الصدق والوفا والنور والصفا وعلینا معھم یا من وعد فوفی واوعد فعفا اما بعد فان المولٰی سبحانہ وتعالٰی یختص برحمتہ من یشاء ویمن علیہ بجلیل الالاء ویختار لہ من النعم العظام مایحتار فیہ العقول والافہام بل لایقدر قدرہ الاوھام وذلک بمن یمن جمال کمال نعم افضال حبیبہ الکریم الغنی المغنی الجواد المعطی ابی القاسم قاسم اقسام النعیم علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ افضل صلاۃ واکمل تسلیم فانہ ھو الوسیلۃ العظمٰی والخلیفۃ الاعلٰی واعطی المفاتح دنیا واخری جعل المولٰی خزائن رحمتہ طوع یدیہ فلا ینقل خیر الامنہ ولایسند عطاء الا الیہ ورحم اللہ القائل واجزل

رسالہ

"الاجازات المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ" کی تمہید

جسے مصنفِ رسالہ (علیہ الرحمہ) کے فرزند حجۃ الاسلام العلامۃ الحاج الفاضل صاحب الشان المولوی محمد حامد رضا خاں القادری نے لکھا۔ (سلامتی والا رب انہیں سلامتی کے گھر (جنت) میں داخل فرمائے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کو ہیں اور وہ کافی ہے۔ سلام اللہ کے ان بندوں پر جنہیں اس نے چنا، خاص کر اس محبوب پر جو امید گاہ شفاعت کنندہ اور انتخاب فرمودہ ہیں، نیز آپ کی آل و اصحاب پر جو صدق و وفا اور نور و صفا والے ہیں اور ان کے ساتھ ہم پر بھی (سلامتی آتار) اے وہ ذات جس نے وعدہ کیا تو پورا کیا اور دھمکی دی تو معاف فرمایا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد! حقیقت یہ ہے کہ مولا سبحانہ وتعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرماتا ہے اور اپنی جلیل الشان نوازشوں کے ساتھ اس پر احسان کرتا ہے اور اس کے لیے ایسی بڑی بڑی نعمتیں پسند فرماتا ہے جن سے عقلوں اور فہموں کو حیرت ہوتی ہے بلکہ ان کی قدر و منزلت کا اندازہ وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے۔ اور ان سب الطاف کا اصل سبب حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہ بابرکت احسان ہے جو آپ کی فضیلت والی نعمتوں کے کمال حسن کا کرشمہ ہے۔ وہ حبیب جو غنی ہیں دوسروں کو غنی کرتے ہیں، سخی ہیں دوسروں کو دیتے ہیں، ابوالقاسم ہیں دوسروں میں نعمتوں کی تمام قسمیں بانٹتے ہیں (آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر افضل درود اور اکمل سلام اترے) کیونکہ آپ ہی بندوں کے لیے سب سے بڑے وسیلہ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے خلیفہ و نائب ہیں۔ دنیا میں اور آخرت میں سب خزانوں کی کنجیاں آپ ہی کو عطا ہوئی ہیں۔ مولا تعالیٰ نے اپنی رحمت کے خزانے آپ کے دست کرامت میں رکھ دیئے ہیں۔ تو کوئی بھلائی کسی کی طرف نہیں جاتی مگر آپ کے پاس سے ہو کر۔ اور کوئی عطیہ کسی کو نہیں پہنچتا مگر آپ سے نسبت پاکر۔ ان اشعار کے قائل پر اللہ تعالیٰ

له الاجرالكامل ؎

الا بابي من كان ملكا وسيدا
وادم بين الماء والطين واقف
اذا رام امراً لا يكون خلافه
وليس لذاك الامر في الكون صارف

ورضى الله عن سيدى العارف بالله الامام ابى الحسن محمد البكري الصديقي حيث يقول ؎

ما ارسل الرحمن او يرسل
من رحمة تصعد او تنزل
في ملكوت الله او ملكه
من كل ما يختص او يشمل
الا وطه المصطفى عبده
نبيه مختاره المرسل
واسطة فيها واصل لها
يعلم هذا كل من يعقل

لاسيما نعم الدين من اول يوم الى الدين فالامر فيها واضح مبين وذلك قول رب العلمين واخرين منهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز الحكيم ٥ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ٥ والحمد لله رب العلمين ٥ وان من اجل اولئك الاخرين الاولين سبقا في الآخرين والاسبقين فضلا في اللاحقين الذى انعم عليه نبيه الاول الآخر الباطن الظاهر الفاتح الخاتم اول الكائنين وخاتم النبيين صلوات الله وسلامه عليه وعلى اله وصحبه اجمعين

رحمتیں اتارے اور اجر کامل بخشے۔

(ترجمہ اشعار) "سنتے ہو! باپ قربان ہو ان پر جو اس وقت بھی بادشاہ اور سردار تھے جبکہ حضرت آدم پانی اور مٹی میں تھے۔ وہ جب کسی امر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کا خلاف نہیں ہو سکتا سارے جہان میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو آپ کے ارادے کو بدل سکے۔"

عارف ربانی سیدی ابوالحسن محمد البکری الصدیقی الامام سے خدا راضی ہو وہ کیا خوب فرماتے ہیں:

(ترجمہ اشعار) "جتنی رحمتیں اللہ رحمان نے بھیجی ہیں یا بھیجے گا وہ چڑھتی ہوں یا اُترتی۔ ملکوت میں ہوں یا ملک میں۔ خاص ہوں یا عام، سب میں واسطہ اور اصل آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جو طٰہٰ بھی ہیں اور مصطفیٰ بھی، اللہ کے بندے بھی ہیں اور نبی بھی، مختار بھی ہیں اور رسل بھی، یہ ایسی حقیقت ہے جسے ہر عقلمند جانتا اور مانتا ہے۔"

بالخصوص دین کی نعمتیں! وہ روز اوّل سے روز آخر تک جتنی بھی ہیں سب حضور (علیہ السلام) کے واسطے سے ہیں۔ اس امر کی دلیل واضح ہے اور وہ رب العالمین کا یہ ارشاد ہے:

(ترجمہ الآیتیں مع التفسیر بین الہلالین)

(میرے رسول اپنی امت کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا کرتے ہیں) اور ان میں سے اوروں کو بھی (جو قیامت تک آئیں گے) پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے (بعد میں پیدا ہوئے) اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (سورۃ الجمعہ، رکوع نمبر ۱) اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین ہی کو ہیں۔

اس آیت میں قیامت تک آنے والے جن اوروں کا ذکر ہوا ہے ان میں فضل و کمال کے اندر سبقت لے جانے والوں میں ایک ایسا عظیم الشان جلیل المرتبت شخص بھی ہے جس کو اس کے مقدس پیغمبر نے بے اندازہ نعمتیں بخشی ہیں ۔ وہ پیغمبر جو اوّل بھی ہیں آخر بھی، باطن بھی ہیں ظاہر بھی، فاتح بھی ہیں خاتم بھی، کائنات میں (من حیث الخلقت) پہلے بھی ہیں اور نبیوں میں (من حیث البعثت) پچھلے بھی (صلوات اللہ وسلام علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین) اور ان کی

بنعم لایقدر قدرها ولا ینزف غمرها ولا یحصی دالله العظیم عددها و لا ینفذان شاء الکریم امدها ولا ینقطع بعون المصطفی مددها فان الکریم اذا بدأ اعاد واذا عود ادام ولا یقطع عوائد صوائد الفضل والانعام ومن مثل هذا الحبیب المرتجی الحمیم الجود العظیم المرجا صلی الله تعالٰی علیه وعلی اٰله دائما ابدا فی الفضل والکرم والجود والندی ہ

حاشاه ان یحرم الراجی مکارمه
او یرجع الجار منه غیر محترم

صلی الله تعالٰی علیه وعلی اله وسائر المتعلقین باذیاله قدر جوده ونواله ونعمه وافضاله وجاهه وجلاله وحسنه وجماله وفضله وکماله سیدنا الوالد الامجد الاماجد امام

اهل السنة السنیه والجماعة السنّیه مجدد المائة الحاضرة مؤید الملة الطاهرة اسنام نور الایمان حضرة المولی الحاج الشیخ احمد رضا خان افاض الله علینا من شآبیب نیصر المدارة ماترنم الهزار فوق الازهار

فانه اتم الله نوره وادام جوده لما من علیه الحبیب العتریب المجاب المجیب صلی الله تعالٰی علیه وسلم وعلی اله وصحبه وشرف وکرم بالحج مرة اخری احسن من الاولی امطر علیه امطار الکرم وادام علیه دیم النعم فقربه تقریبا

وجعله الی الکرام حبیبا و
احله من القلوب المحل
الجلیل

بخشی ہوئی نعمتیں سمندر کی طرح بے اندازہ ہیں جس طرح اس کا پانی تمام نکالا نہیں جا سکتا،
یونہی وہ نعمتیں ختم نہیں ہو سکتیں اللہ عظیم کی قسم وہ گنی نہیں جا سکتیں۔ رب کریم نے چاہا تو کسی
حد پہ نہ رکیں گی، مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد سے ان میں اضافہ نہیں
رکے گا کیونکہ کریم جب دینے لگتا ہے تو دیتا ہی جاتا ہے اور جب کسی کو اپنے آستانۂ کرم سے
لینے کا عادی بناتا ہے تو لینے دینے کی یہ رسم برقرار رکھتا ہے اس کے فضل و انعام کے دسترخوان
کی مہربانیاں منقطع نہیں ہوا کرتیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس حبیب جیسا فضل وکرم میں جود وسخا
میں دوسرا کون ہے، آپ امید گاہ ہیں، آپ کی سخاوت عام ہے، آپ کی ذات سے بڑی امیدیں
وابستہ ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ دائماً ابداً)۔

(ترجمہ شعر) آپ اس عیب سے پاک ہیں کہ امیدوار کرم آپ کی کرم نوازیوں سے محروم کر دیا جائے
یا آپ کی پناہ میں آنے والا ناکام واپس جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے دامنِ رحمت سے لپٹنے والوں پر درود و
رحمت نازل فرمائے بمقدار آپ کی بخشش اور نوال کے، نعمت اور افضال کے، مرتبہ اور
جلال کے، حسن اور جمال کے، فضل اور کمال کے۔

اس جلیل المرتبت شخص سے مراد میرے والد محترم ہیں جو بزرگی والوں کے بزرگ،
روشن سنت اور سنی جماعت کے امام، اس چودھویں صدی کے مجدد، پاکیزہ ملت کے مددگار
اور نور ایمان کے بلند نشان ہیں یعنی حضرت مولانا الحاج الشیخ احمد رضا خاں۔ (اللہ تعالیٰ
ہم پر ان کے ابر فیض بار کی بارشیں نازل فرمائے جب تک کہ کلیوں پر بلبلیں چہکیں)

ہوا یوں کہ حضرت والد ماجد (اللہ تعالیٰ آپ کے نور فیض کو کامل اور پیشوائی کو دائم فرمائے)
پر جب بموقع حج ثانی جو پہلے حج سے احسن ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب نے احسان
فرمایا (وہ حبیب جنہیں حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہے، جن کی سب دعائیں قبول ہوتی ہیں، جو
دوسروں کی التجائیں منظور فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ وشرف وکرم) اور
آپ پر بارانِ کرم کو اتارا، نعمتوں کی وہ بارشیں لگاتار نازل فرمائیں کہ مقرب بارگاہ کر دیا اور
اہلِ کرم کا محبوب بنا دیا اور اہل حرم کے دلوں میں باعزت و باعظمت جگہ مرحمت فرما دی کر دیا

فاجلّه الاجلّة یا جل تبجیل ولا وحق الحق لم یطلب دالدی
شهرة فی الخلق ولم یبغ طریقا الی تلک المسالک ولم
یلق بالا الی تسبب فی ذلک ولکن اراد المصطفی ومراد المصطفی
لا یری تخلفا فان مراده مراد الله وتری ربه یسارع
فی هواه فمع حب دالدین العزلة والخمول وضع الله له
فی ارضه القبول فکانما نودی فی مکة یا اهل
الصفا اهرعوا فقد جاء عبد المصطفی فراینا العلماء الیه
مهرعین واکابر العظماء الی اعظامه مسرعین فمنهم من
یقتبس من انوار علمه وضیاء ومن یلتمس البرکة فی
لقاء محیاه وهذا جاء فسأل واستفتی وهذا جلیل یعرض
علیه ماکان افتی حتی ان الجلة الجلیلة الممتازة طلبوا
منه برکة الاجازة ودخل کبار فی بیعة الطریقة وقام
مخدوموا کرام بخدمته الانیقة حتی ان شیخا جلیلا اماما
مطاعا مهابا کبیر الشان عظیم المکان من اجلة علماء البلد
الحرام المشار الیه بالاصابع بین الکرام سمعناه یقول له فی
محاورته لما اهوی الی لمس رکبته بل انا اقبل ارجلکم و
نعالکم کثر الله فی الامة امثالکم فراینا بحمد الله
رأی العین ما اخبر عن نبیه

رب
المترفین اذ یقول و
اخرین
منهم لما یلحقوا بهم و
هو العزیز الحکیم ٭

کی بہت بڑی جلیل القدر شخصیتوں نے آپ کی بہت بڑی تعظیم و توقیر کی۔ حق تعالیٰ کی قسم کہ حضرت والد ماجد کو مطلوب شہرت نہ تھی۔ انہوں نے اس کے حصول کا کوئی طریقہ اختیار نہ کیا اپنے دل کو اس کے سبب کی جانب مائل نہ ہونے دیا لیکن بایں ہمہ حضرت جناب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے آپ کو مشہور کرنے کا ارادہ فرمالیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد متخلف نہیں ہوسکتی کیونکہ حضور کی مراد اللہ کی مراد ہے اور حضور کا چاہا اللہ کا چاہا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ حضور کا رب حضور کی مراد پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) فبناءً علیہ والد ماجد نے اگرچہ گوشہ نشینی اور گمنامی کو پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں آپ کی مقبولیت رکھ دی گویا کہ حرم میں کارکنانِ قضاو قدر سے منادی کروا دی گئی کہ اے اہلِ صفا! جلدی چلو مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا غلام آیا ہوا ہے" تو ہم نے وہاں کے علمائے کرام کو آپ کی جانب تیز تیز آتے اور اکابر علماء کو آپ کی تعظیم و توقیر میں جلدی کرتے دیکھا، بعض آپ کے علمی انوار حاصل کرنے کے لیے آئے۔ بعض صرف برکت ملاقات کی غرض سے پہنچے، کسی نے آکر مسئلہ پوچھا اور فتویٰ طلب کیا۔ کسی بزرگ نے اپنا لکھا ہوا فتوےٰ دکھایا (اور تصدیق و تقریظ چاہی) یہاں تک کہ باعزت لوگوں، ممتاز شخصیتوں نے آپ سے برکتِ اجازت چاہی اور بڑی شان والے اکابر بیعت طریقت میں داخل ہوئے اور اہل کرم مخدوم عمدہ خدمات بجالانے لگے تا آنکہ ہم نے خود سنا کہ ایک دفعہ ایک بزرگ "بلند مرتبہ، پیشوا، فرمانروا، باہیبت، کبیر الشان، عظیم المکان، معزز علماء حرم، اہل کرم میں اتنے مسلّم کہ ان کی جانب انگلیوں سے اشارے ہوتے ہیں" نے گفتگو کرتے وقت جبکہ حضرت والد ماجد نے ادباً ان کے گھٹنے کو چھونا چاہا تو وہ بولے "انا اقبل ارجلکم ونعالکم کثر اللہ فی الامۃ امثالکم" "میں آپ کے قدموں اور جوتوں کو بوسہ دوں۔ اللہ تعالیٰ اس امت میں آپ جیسے علماء بکثرت پیدا کرے" لے

تو ہم نے بحمدہ تعالیٰ اپنی آنکھوں سے (والد صاحب کی وسعت علمی کا) وہ منظر دیکھا جس کی خبر "رب المشرقین" نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت قرآن مجید میں دی۔

(ترجمہ آیت) (میرے رسول اپنی امت کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں) اور ان میں سے اوروں کو بھی (جو قیامت تک آئیں گے، پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے (بعد میں پیدا ہوئے) اور وہی عزت و حکمت

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ٥ وان اول
من اتاه للاستجازة طالبا منه نعمة الاجازة محدث المغرب جليل
المنصب السيد الفاضل العالم الكامل مولنا السيد عبد الحی ابن
السيد الكبير الشريف عبد الكبير الكتانی الفاسی ذو فضل مبين له ستون
مصنفا فی علم الحديث وغيره من علوم الدين جاء الى مكة حاجا
فارسل الى سيدنا الوالد الانقى من دون سبقة تعارف اصلا فضلا عن
لقاء لاربع بقين من ذی الحجة سنة الف وثلثمائة وثلث وعشرين
انی اريد الاتيان اليكم لاقتبس من نوركم المبين وقد كان ابی
مشتغلا فی هذا النهار ردا على الوهابية بكتابة كتاب الدولة
المكية بالمادة الغيبية وكان واعد العلماء الكرام ان يتمه تصنيفا
وتبييضا فی ثلثة ايام فخاف ان يتاخر فتنصل واعتذر ورد اليه
الجواب ان سيتم غدا الكتاب ان شاء الملك الوهاب فانا بنفسی اتی اليكم بعد
غد فارسل السيد المغربی حفظه الاحد انی غدا ذاهب الى المدينة
المنيرة وقد اكتريا الابل وتعين الرواح بعد الظهيرة فاذن ابی وتوكل
فی اتمام شأنه على الفتاح ففرح السيد واتاه من الغد بعد الاصباح
فاستجاز فی الحديث اولا وسمع ماجاء بالاولية مسلسلا ثم طلب اجازة
سلاسل الاولياء الكبار فكتب ابی كل ما اقترح وطال المجلس
الى نصف النهار ثم توجه السيد من فوره بعد الصلاة الاولى الى مدينة
المصطفى وكان معه شاب صالح من طلبة العلم الكريم يدعى حسين
جمال بن عبد الرحيم فتخلف ساعة عن السيد واتى مستجيزا الى حضرة
الوالد وقد اذن رحيلهم الى الحبيب مكان فاجازه والدی اجازة باللسان
واذن له ان يكتب نسخة باسمه من عند السيد على نحو رسمه فكانت هذه
نسخة اولى ومع تلك الطفرة وعود الحمی اتم الله الكتاب

والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (سورۃ الجمعہ ؍ رکوع ۱)
والد صاحب کی خدمت میں نعمت اجازت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے جو مستجیز حاضر ہوئے
ان کا نام مولانا السید عبد الحی بن السید الکبیر الشریف عبد الکبیر الکتانی الفاسی ہے۔ موصوف محدث
المغرب جلیل المنصب سردار فاضل عالم کامل صاحب فضل مبین ہیں، علم حدیث میں اور اس کے
علاوہ دیگر علوم دینیہ میں ساٹھ کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ آپ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے آئے
ہوئے تھے انہوں نے بغیر کسی سابق تعارف و سابق ملاقات کے والد ماجد کی خدمت میں ۲۹ ذی الحجہ
۱۳۲۳ھ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کے نور علم سے مقتبس ہونے کے لیے آنا چاہتا ہوں اس دن
والد محترم "وہابیوں" کے رد میں "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" نامی کتاب لکھنے میں مصروف تھے
اور تین دن میں کتاب کی تصنیف و تبییض کے مکمل کرنے کا علماء کرام سے وعدہ فرما چکے تھے۔ بوجہ
ملاقات کتاب کی تکمیل میں تاخیر کا خوف تھا اس لیے آپ نے سید صاحب (حفظہ الاحد) کی
خدمت میں معذرت پیش کی اور جواب ارسال کیا کہ کل تک (ان شاء الملک الوہاب) کتاب مکمل
ہو جائے گی تو میں پرسوں خود حاضر ہو جاؤں گا۔ سید صاحب نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ کل مدینہ منورہ
جا رہا ہوں۔ کرایہ کے اونٹ لے لیے ہیں کل دوپہر کے بعد روانگی کا پروگرام بن چکا ہے تو حضرت
والد ماجد نے کتاب کی تکمیل خدائے فتاح کے سپرد کی اور سید صاحب موصوف کے تشریف لانے کی
اجازت دے دی۔ سنتے ہی سید محترم خوش ہوتے اور صبح کے وقت تشریف لے آئے۔ انہوں نے
آتے ہی والد ماجد سے اجازت حدیث حاصل کی اور حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا، پھر
اولیاء کبار کے سلاسل طریقت کی اجازتیں لیں والد ماجد نے تمام اجازتیں ان کی منشاء کے مطابق
لکھ کر مرحمت فرمائیں۔ یہ مجلس دوپہر تک رہی، پھر سید صاحب نماز ظہر کے فوراً بعد مدینۃ المصطفیٰ (صلی اللہ
علیہ وسلم) کی جانب روانہ ہو گئے۔ موصوف کے ساتھ ایک جوان صالح علم دین کا طالب "حسین جمال
بن عبدالرحیم" بھی تھا اس نے سید صاحب سے کچھ پیچھے رہ کر اپنے لیے اجازت حدیث طلب کی
چونکہ مدینہ طیبہ کی جانب ان حضرات کی روانگی کا وقت قریب تھا اس لیے والد ماجد نے اسے
زبانی اجازت دے کر فرمایا کہ سید صاحب کے نسخے کی نقل لے کر اپنا نام لکھ لینا یہ اجازات کا پہلا
نسخہ ہے۔ اس تاخیر کے ساتھ ساتھ والد صاحب کو بخار بھی دوبارہ ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ نے وقت

قبل الميعاد وارسل مبيضا الى العلماء الامجاد ثم من غدا عنى للیلتين بقيتا من ذى الحجة الحرام اتاه زائرا اجل العلماء الا ماثل الكرام حضرة مولنا الشيخ صالح كمال مع بعض اخرين اهل العلم والافضال من بيت دحلان بيت الفضل والكمال فاستجازوا فاجازلهم باللسان ولم يزل متوقفا فى كتابة الاجازة لذلك العلامة الجليل الشان اجلالا لشانه وتعظيما لمكانه والشيخ كلمه يلفى يطلب ويتقاضى حتى انشاله نسخة اخرى حافلة كبرى وسماها الاجازة الرضوية لمبجل مكة البهية "جمع فاو مى وذكرا لشيخ باحسن الذكرى فكانت نسخة ثانية اسماء غانية ثم ان المولى سبحنه وتعالى قدكان الفى بين حضرة الوالد والسيد الماجد العلامة النبيل الفهامة الجميل مولنا السيد اسمعيل خليل حافظ كتب الحرم الجليل بآول اللقيا وتراكى المحيا حبا فى الله فوق العادة لان الارواح جنود مجندة وكان السيد سأله الاجازة فبهذه النسخة الجامعة اجازه مع اخيه السيد مصطفى خليل ادامهم الله بالعز والتبجيل وكتب لهما عند ذكر الاسماء ما يليق بهما من ثناء وسناء ثم كتب نسخة ثالثة للعالم العامل الحاوى الشيخ احمد الحضراوى ثم تتابع الناس فكتب نسخة رابعة مختصرة جامعة وجيزة نافعة واستنسخ منها عدة نقول بترك البياض

مكان اسم المجاز

فكلما اتى عالم يستجيز

كتب اسمه واعطاه نسخة

سے پہلے کتاب مکمل فرمادی اور والد صاحب نے مسودہ صاف فرما کر (حسبِ وعدہ) علماءِ امجاد کے پاس بھیج دی۔

پھر اگلے دن یعنی بتاریخ ۲۰ ذی الحجہ والد صاحب کی زیارت کے لیے حضرت مولانا الشیخ صالح کمال تشریف لائے جو برگزیدہ علماء کرام کے سردار ہیں۔ ان کے ساتھ فضل و کمال کے گھرانے "دحلان" کے دیگر اہل علم اور اصحاب فضیلت بھی تھے۔ انہوں نے بھی اجازتیں مانگیں آپ نے سب کو زبانی اجازتیں بخشیں اور جلیل القدر علامہ (صالح کمال) کی جلالت شان اور عظمت مکان کے پیش نظر ان کے لیے سند اجازت لکھنے میں کافی توقف فرمایا۔ وہ جب ملتے سند کا مطالعہ فرماتے اور تقاضے پر تقاضا کرتے۔ یہاں تک کہ ان کی خاطر سند کا الگ بڑا نسخہ ارشاد فرمایا جس کا تاریخی نام "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ" تجویز کیا اس نسخے کو اجازات کا جامع اور پوری طرح کامل بنایا۔ اس میں "شیخ" کا ذکر بڑے حسین الفاظ میں کیا۔ تو نسخہ ثانیہ ایسا حسین ہوگیا کہ ہر زیبائش سے مستغنی نظر آنے لگا پھر مولیٰ سبحانہ، وتعالیٰ نے والد ماجد کے درمیان اور سید، بزرگ، علامہ، دانشمند، کثیر الفہم، باجمال، مولانا السید اسماعیل خلیل محافظ کتب حرم شریف کے درمیان پہلی ملاقات میں چہرے پر نگاہ پڑتے ہی فوق العادۃ "محبت فی اللہ" پیدا فرمادی کیونکہ (بمطابق حدیث مشکوٰۃ ص ۴۲۶) روحیں متعلق بالاجسام ہونے سے پہلے جمع کیے ہوئے لشکر کی صورت ہوا کرتی ہیں (تو جو عالم ارواح میں متعارف ہوں وہ عالم اجسام میں بھی متعارف و مانوس ہو جاتی ہیں) بعد از ملاقات سید صاحب نے بھی سند مانگی تو والد ماجد نے ان کو بھی اور ان کے بھائی سید مصطفیٰ خلیل کو بھی وہی نسخہ ثانیہ جامعہ مرحمت فرمایا (اللہ تعالیٰ ان سب کو عزت و عظمت بخشے) البتہ ان کے ناموں کے ساتھ ان کی شان کے لائق کلمات مدح وثنا لکھے۔ پھر آپ نے تیسرا نسخہ باعمل عالم حاوی فروع واصول شیخ احمد خضراوی کے لیے لکھا۔ ازاں بعد مستجیزین کا تانتا بندھ گیا۔ سندیں طلب کرنے والے علماء و مشایخ پے در پے بکثرت آنے لگے تو حضرت والد ماجد نے ان کے لیے سند کا چوتھا نسخہ تالیف فرمایا، جو مختصر بھی ہے اور جامع بھی۔ اور تھوڑے الفاظ پر مشتمل ہونے کے باوجود نافع بھی۔ اور آپ نے مجاز کے نام کی جگہ خالی چھوڑ کر اس نسخے کی متعدد نقلیں کروالیں۔ جب کوئی عالم دین سند لینے آتے تو والد ماجد خالی جگہ ان کا نام لکھ کر یہ نسخہ ان کے حوالے کر دیتے

فاوجزوا اجازتكن عدة لم رماء طلبوا مع ذلك النسخة الكبرى وكانوا بذلك احق واحرى فنهم من احاله على حضرة الشيخ صالح كمال كي يتنسخوها من عنده لتخف الاثقال ومنهم من وعده الارسال اليه من عنده بعد الوصول الى وطنه وبلده فهاتان النسختان اعني الثانية الكبرى والرابعة الجامعة الصغرى كان كل منهما على عدة اعلام لعلماء واعلام فذكر في محل الاسم ما اختلفت العبارات وتم كل ما ذكر في اخره من تاريخ الاثبات ثم كتب نسخة خامسة للشيخ عبد القادر الكردي تلميذ الشيخ العلامة صالح كمال وولده السعيد عبد الله فريد لما كتب اليه يطلب منه الاجازة له ولشيخه العلامة ذي الافضال ثم كتب نسخة سادسة للسيد محمد عمر المطوف ابن السيد الجليل ابي بكر الرشيدي المرحوم بكرم المتعال ثم سار الى حضرة المدينة المنورة فتلقاه علماؤها الكرام كعلماء مكة بالاكرام والاجلال حتى قال له الشيخ الصالح السيد المولوي محمد كريم الله الفنجابي مجاور الحرم المدني تلميذ حضرة الشيخ العلامة الاجل مولينا الشيخ محمد عبد الحق الاله ابادي مجاور الحرم المكي انني اني مقيم بالمدينة الامينة منذ سنين ويأتيها من الهند الوف من العلميين فيهم علماء وصلحاء اتقياء رأيتهم يدورون في سكك البلد لا يلتفت اليهم من اهله احد وارى العلماء والكبار العظماء اليك مهرعين وبالاجلال مسرعين ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم وقد طلب هنالك عدة من العلماء الاجازة فاجاز باللسان اكثر من اجازة لان عبد المصطفى في حضرة المصطفى عليه افضل صلوات الله في شغل بشاغل عمن سواه ولبعضهم وعد ان يرسل من البلد كالفاضل الكامل مولانا الشيخ عمر بن حمدان المحرسي المدرس بالحرم النبوي السوي والسيد الشريف اللطيف النظيف

اس طرح اختصار کے ساتھ اجازت بخشنے۔ لیکن بایں ہمہ متعدد اہل کرم نے بڑا نسخہ مانگا اور وہ اس "نسخہ کبری" کے لائق و حقدار تھے، والد ماجد نے بوجہ ہلکا کرنے کے لیے ان حضرات میں سے بعض کو جناب شیخ صالح کمال کے سپرد کیا کہ ان کے پاس سے لکھوالیں اور بعض سے وعدہ فرمایا کہ وطن پہنچ کر بھیجیں گے تو دوسرا نسخہ جو بڑا ہے اور چوتھا نسخہ جو چھوٹا ہے مگر جامع! یہ دونوں علماء اعلام کے ناموں کی گنتی کے مطابق مرتب کیے گئے۔ تو ہم مختلف ناموں کے محل میں مختلف عبارات ذکر کریں گے اور ان کے ساتھ تاریخ اثبات بھی لکھیں گے جو آخر میں ذکر کی گئی۔ پھر آپ نے حضرت علامہ صالح کمال کے شاگرد شیخ عبدالقادر الکردی کے لیے اور ان کے سعادت مند لڑکے عبداللہ فرید کے لیے پانچواں نسخہ مرتب کیا جبکہ انہوں نے عریضہ بھیج کر اپنے لیے اور اپنے استاد علامہ صاحب افضال (صالح کمال) کے لیے اجازت نامہ طلب کیا۔ پھر چھٹا نسخہ سید محمد عمر المطوف بن سید جلیل ابوبکر الرشید (المرحوم بکرم المتعال) کے لیے لکھا۔ ازاں بعد آپ عالی بارگاہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں کے علماء کرام نے بھی مکہ مکرمہ کے علماء کی طرح آپ کا استقبال پورے اکرام و اجلال کے ساتھ کیا، یہاں تک کہ علامہ اجل حضرت مولانا الشیخ محمد عبدالحق الہ آبادی مجاور حرم مکہ معظمہ کے صالح اور سعادت مند تلمیذ حضرت مولانا محمد کریم اللہ الفنجابی مجاور حرم مدینہ منورہ نے ایک دن حضرت والد ماجد سے کہا میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں ہندستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں ان میں اہل علم، اہل اصلاح، اہلِ تقویٰ سب ہوتے ہیں انہیں دیکھتا کہ وہ بلدہ مبارکہ کی گلیوں میں گھومتے ہیں کوئی ان کی طرف دھیان نہیں کرتا لیکن آپ کی مقبولیت کی عجیب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علماء عظماء آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں اور تعظیم بجا لانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ اور مدینہ منورہ میں بھی متعدد علماء کرام نے اجازتیں مانگیں آپ نے اکثر کو صرف زبانی اجازتیں دیں۔ کیونکہ "غلام مصطفیٰ" بارگاہ مصطفیٰ (علیہ افضل صلوات اللہ) میں ایسا مشغول ہو گیا کہ ما سوائے مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی بناء پر بعض علمائے سے وعدہ فرمایا کہ وطن جا کر سند اجازت بھیجیں گے۔ یہ وعدہ فاضل کامل حضرت مولانا عمر بن حمدان محرسی مدرس حرم نبوی کے لیے اور صاحب سیادت و شرافت لائق لطافت و نظافت

مولنا السید مامون المبری الا السید الجلیل السخید الحمید مولنا
الشیخ محمد سعید شیخ الدلائل ذا الشرف والفضائل فکتب له
نسخة سابحة عین وقت الرحیل من البلد الجمیل و وعدان
یرسل من الوطن التفصیل ؔولما رجع الی الوطن ؔو اشتغل بتصنیف
کتب ودفع فتن ؔوقع التاخیر ؔفاتت الکتب من الحرمین با
لتاخیر ولنذکر ملخص تلک الصحائف مع کتاب اٰخر من سید
جلیل مشحون بالطائف لیعلم الانام وصلاً بحمد الله الوداد وحسن
الاتحاد بین سیدنا الوالد ؔوذلک السید

کتاب الشیخ عبد القادر الکردی المکی

حضرۃ مولنا الفاضل ؔقدوۃ الرجال الاماثل سیدی
عبد المصطفی احمد رضا دامت حیاته وفضائله
امین اما بعد السلام علیکم ورحمة الله تعالی وبرکاته
فقد بلغنی من السید عمر الرشیدی عزمکم علی السفر
فی غد یوم الخمیس فارجوکم سیدی انجاز ما
وعدتم به من الاجازات العمومیة لی ولولدی
عبد الله فرید کذلک حضرۃ الاستاذ الشیخ صالح کمال
یروم منکم الاجازۃ التی عهدتم الیه بها ونسختی
الجوابات من علم الغیب والشوط۔ ؔوان تم عزمکم
علی السفر فی غد افیدونا حتی نتودع منکم و شرفونا
یا سیدی بما یلزم لکم من الاغراض والخدم حفظکم الله و
الطافکم واسبغ علیکم جزیل النعم ؔودمتم فوق ما رمتم

من سنة ١٣٢٤ محبکم الداعی عبد القادر کردی

مولانا سید مامون البری کے لیے تھا۔ ہاں سید جلیل الشان سعادت مند، صاحب ستائش موصوف بالشرف والفضائل مولانا الشیخ محمد سعید شیخ الدلائل کے لیے ساتواں نسخہ اس وقت قلمبند فرمایا جبکہ بلدۂ جبیلہ سے کوچ کرنے کا وقت آگیا اور ان سے وعدہ کیا کہ وطن پہنچ کر تفصیل بھیجوں گا، پھر جب وطن پہنچے تو کتابیں لکھنے فتنے مٹانے میں ایسے معروف ہوگئے کہ سندیں بھیجنے میں دیر لگ گئی اس پر کئی خطوط بطور یاد دہانی حرمین طیبین سے بریلی تشریف لائے۔ اب ہم وہ خطوط مختصراً ذکر کرتے ہیں اور ایک دوسرا خط بھی ذکر کریں گے جو خوبیوں سے بھرے ہوئے جلیل الشان سید صاحب کی طرف سے آیا تھا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت والد ماجد کے درمیان اور سید صاحب موصوف کے درمیان (بحمد اللہ الودود) کتنا مضبوط رابطہ اور کیسا حسین اتحاد تھا۔

شیخ عبدالقادر کردی کا مکتوب

حضرت مولانا، فاضل، فضیلت والوں کے پیشوا سیدی عبدالمصطفیٰ احمد رضا (آپ کی حیات اور فضائل کو دوام نصیب ہو آمین) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش ہے کہ سید عمر رشیدی سے پتہ چلا کہ آپ کل بروز جمعرات جا رہے ہیں تو اے میرے آقا! میں امید رکھتا ہوں کہ مجھ سے اور میرے لڑکے عبداللہ فرید سے اجازات عمومیہ کی سندوں کا جو آپ نے وعدہ فرمایا تھا اسے روانگی سے پہلے پورا فرمائیں گے۔ یونہی استاذ محترم شیخ صالح کمال بھی وہ سند مانگتے ہیں جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے نیز استاد محترم آپ کی تصنیف کردہ دو کتابیں بھی مانگتے ہیں ایک وہ جس میں علم غیب سے متعلق اور دوسری وہ جس میں نوٹ (کاغذی سکہ) سے متعلق کیے گئے سوالوں کے جوابات ہیں اور اگر آپ نے کل جانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو افادہ فرمایئے تاکہ ہم رخصت کرنے حاضر ہوں اور اے میرے آقا! آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو اور جو خدمت درکار ہو اس کے لیے ہم حاضر ہیں عزت بخشیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، نفع بخشے اور بڑی بڑی نعمتیں مرحمت فرمائے (اور آپ تا عمر اپنی پسند سے بہتر حالت پر رہو)۔

۹-ص ۱۳۲۴ھ

آپ کا محب و دعاگو عبدالقادر کردی

كتاب العلامة الجليل السيد اسمعيل حافظ كتب الحرم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده شيخ
الاسلام بلا مدافع ووحيد العصر بلا منازع شيخنا و
استاذنا و ملاذنا وقدوتنا وعمدتنا اليومنا ومحـ.. دنا
المولوى الشيخ احمد رضا خان سلمه الله الحنان المنان
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته اولاً سؤالنا عن الذات
الزكية وما حوته تلك الطلعة الرضوية المرضية نرجو البارى
ان تكونوا ومن لديكم بخير وعافية ونعم من المولى علينا و
وعليكم وافية كافية ثانياً تفضل علينا سيدنا بعدة
اوراق من فتاويه انموذجة نرجو الله عز شانه ان يسهل
ويقاعب لكم الاوقات لاتمامها فى اقرب حين فانها حرية بان
يعتنى بها جعلها الله تعالى لكم ذخر اليوم المعاد والله اقول
والحق اقول انه لو رأها ابو حنيفة النعمن لأقرت عينه ولجعل
مؤلفها من جملة الاصحاب بيدانى متاسف على ما فاتنا من
تعريب الالفاظ الغير العربية فيا سيدى اقسم عليك بالله
العظيم والتشمع بجيبه الكريم ان تقوا فضلكم واحسانكم علينا
وعلى كل نعمانى المذهب بتعريبها فما كان منها يسيرا يوضع
على الهامش وما يسم بتحمله الهامش يوضع فى ورقة ثم
تجعل بين الصحيفتين جعل الله سعيكم مشكورا وعملكم
مبرورا هذا وعدتم الحقير واخاه بارسال الاجازة
بمرويا تكم فلم تات فكان اقرب الناس اليكم
ابعدهم اذ كنا نسيا منسيا

علامہ جلیل سید اسماعیل محافظ کتب حرم کا مکتوب

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اکیلا ہے اور درود و سلام ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ شیخ الاسلام جن کا کوئی مزاحم نہیں۔ یگانۂ روزگار جس میں اختلاف نہیں۔ ہمارے شیخ، استاد، جائے پناہ، قائد، دنیا و آخرت میں سہارا دینے والے الشیخ احمد رضا خاں (خدائے مہربان و احسان کنندہ آں موصوف کو باسلامت رکھے) السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'۔

اولاً ہم آپ کی ستھری ذات کی اور ہر اس کی خیریت پوچھتے ہیں جو پیاری طلعت رضویہ کے گھیرے میں ہے۔ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ بھی اور آپ کے حلقے کے تمام افراد بھی بخیر و عافیت ہوں گے ہم کو اور آپ کو مولا تعالیٰ وافی کافی نعمتیں بخشے۔

ثانیاً اے ہمارے سردار! آپ نے بطور نمونہ اپنے فتاویٰ کے چند اوراق عطا کیے تھے ہم اللہ عز شانہ' سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کو فتویٰ نویسی میں مزید سہولتیں بخشے گا اور فتاوے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اوقات میں برکت فرمائے گا کیونکہ یہ فتاویٰ اعتناد و اہتمام کے لائق ہے (اللہ تعالیٰ اسے آپ کے لیے توشۂ آخرت بنائے) قسم بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ اگر امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مولف کو (آپ کو) اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔ مگر اس پر افسوس ہے کہ فتاویٰ کے وہ الفاظ ہم نہیں سمجھ سکے جو غیر عربی ہیں اور ان کا عربی میں ترجمہ نہیں ہوا۔ اے میرے سردار! میں آپ کی خدمت میں اللہ عظیم کی قسم دے کر بوسیلہ حبیب کریم (علیہ التحیۃ والتسلیم) عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنا فضل و احسان ہمیں اور ہر نعمانی المذہب (حنفی) پر مکمل فرمائیں اور غیر عربی الفاظ کا عربی میں ترجمہ کر دیں۔ پھر اگر ترجمہ تھوڑا ہو تو صرف حاشیہ پر لکھا جائے اور اگر حاشیہ کی برداشت سے باہر تو الگ کاغذ پر لکھ کر اسے دو صفحوں کے درمیان رکھ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش مشکور اور عمل مقبول فرمائے آپ نے مجھ حقیر سے اور میرے بھائی سے وعدہ فرمایا تھا کہ اپنی مرویات کی سند بھیجوں گا وہ سند ابھی تک نہیں پہنچی۔ تو کیا جو آپ سے زیادہ قریب تھے وہ زیادہ دور ہو گئے ابھی بالکل تو

وتحريراتكم التي على حاشية ابن عابدين لا يخفى جنابكم اشق من المحتاجين اليها جعلكم الله من المحسنين ويسلم عليكم سيدي الوالد والاخ مصطفى وبلغوا سلامنا على نجليكم الشيخ حامد والشيخ مصطفى ومن عندنا يسلم عليكم الشيخ اسعد واخوه الدهانان والشيخ بكر رفيع وارجوا البارى المعبود ان يديم لنا بقاءكم بجاه النبى الحامد المحمود وان يحفظكم ومن لديكم من كل خائن وحسود وصلى الله على سيدنا محمد واله وصحبه وسلم حرر فى ١٧ ذى الحجة سنه ١٣٢٥ الداعى ولدكم

حافظ كتب الحرم المكى السيد اسماعيل بن خليل

كتاب اخر منه ادام الله تعالى معاليه

بسم الله الرحمٰن الرحيم

وبه نستعين الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده عمدة العلماء الافاضل قدوة الفقهاء الاماثل شيخ المحدثين على الاطلاق وسيد المحققين فى السبع الطباق سيدى وسندى وعمدتى واعتمادى وشيخى وملاذى وذخرى ، ليومى ومعادى سيدى المولوى الشيخ احمد رضا خان سلمه الرب المنان السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته اولا السوال عنكم ومن عزيز خاطركم نرجوا الله تعالى انكم ومن لديكم بخير وعافية ونعم من المولى علينا وعليكم وافية كافية ثانيا وصلنا عزيز مشرفكم على طراز تقاريظ علماء المدينة المنورة على صاحبها افضل الصلاة والسلام فقراءناه والسرور والحبور متزايدات وتلوناه ولد موع

بھلا دیا گیا ہے۔ نیز حضرت کو معلوم ہے کہ میں ان تحریرات کا محتاج ہوں جو آپ نے "حاشیہ ابن عابدین" پر افادہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محسنین میں شامل فرماتے، سیدی والد ماجد اور بھائی مصطفیٰ سلام پیش کرتے ہیں۔ ہماری جانب آپ کے صاحبزادگان شیخ حامد رضا اور شیخ مصطفیٰ رضا کی خدمات میں سلام۔ یہاں سے شیخ اسعد دھان اور ان کے بھائی نیز شیخ بکر رفیع سلام عرض کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ معبود برحق سے امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے لیے آپکی عمر دراز فرمائے اپنے اس نبی کے طفیل جو حامد بھی ہیں اور محمود بھی۔ اور یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گرد وپیش کے تمام احباب کو ہر خائن اور ہر حاسد کے شر سے بچائے۔ آمین اور اللہ تعالیٰ درود بھیجے سلام اتارے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

دعا گو آپ کا فرزند محافظ کتب حرم السید اسماعیل بن خلیل

موصوف کا دوسرا مکتوب

(اللہ تعالیٰ ان کی بزرگیاں برقرار رکھے)

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربانی رحمت والا ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے۔

سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں جو اکیلا ہے۔ درود و سلام ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ افاضل علماء کے بھروسہ، اماثل فقہاء کے پیشوا، بلاتخصیص جملہ محدثین کے استاذ، ساتوں طبقوں میں محققین کے سردار، میرے آقا، سید، بھروسہ با اعتماد، استاذ، جائے پناہ، آج دنیا میں کل حشر میں میرے ذخیرہ، سیدی المولوی الشیخ احمد رضا خاں (رب منان آپ کو با سلامت رکھے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ اولاً آپ کی طبیعت مبارکہ کی خیریت مطلوب ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ اور آپ کے پاس کے تمام احباب بخیر و عافیت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی کافی وافی نعمتیں ہم پر اور آپ پر اترتی رہیں۔

ثانیاً: مدینہ منورہ (علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام) کے علماء کی خوشنما تقاریظ پر آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ پڑھا تو خوشیاں اور مسرتیں بڑھتی گئیں۔ تلاوت کی تو آنسوؤں

والزفرات متتابعات فما علمنا هل ذلك لشدة الاشتياق ام لعدم حصول الوصال والتلاق فراجعنا النفس وليتناها بأن قد حصل لها بعض مناها ببلوغ المطلوب والمقصود لسيدى وسندى من الرب المعبود ذات الاتجاه به هاصل فما هذا القلق الحاصل فحينئذ اطمأنت وطابت وقرت فالله سبحانه عز شانه لا يحرمنا من تلك الطلعة السنيه بجاه سيد البريه الحمد لله قبل امس وصلنا عثمان عبد الستار الميمنى التاجر بجده واخبرنا بان الوابور الذى ذهبتم فيه قد وصل الى بمبئ بموجب تلغراف وصل اليه وبذلك حصل لنا المأمول والامانى فناديت النفس بشراك قد حصل التهانى وأسأله سبحانه طول بقائكم مع العافيه بالنبى والسبع المثانى هذا واخبركم سيدى من يوم مواد عتنا لجنابكم مصحوبين السلامة وتصحبكم ان شاء الله تعالى ذهبت الى الشيخ احمد ابى الخير برسالة الانواط وابقيتها عنده وبعد ثلاث ذهبت اليه فوجدته طربا بها الى الغاية ويقول الحمد لله على وجود مثل هذا الشيخ فانى لم ار مثله فى العلم والفصاحة وسعة الباع مع حسن سبك العبارة ثم قال يا ولدى ان الشيخ قد نحى فى رسالته نحو الصواب بلا شك فيه ولا ارتياب ومن طالعها لم يبق له فيها شبهة ولا مرية وسيدى الشيخ صالح كمال ما من مجلس الا ويذكر كمالاتكم وبحمد الله قد بنيتم بارض الحرم عمودين اى عمودين عظيمين وان شاء الله شاع

اور لمبے لمبے سانسوں کا سلسلہ دراز ہوتا گیا معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سب کچھ شدتِ اشتیاق کی وجہ سے ہے یا اس لیے کہ بوقت مطالعہ آپ کے وصال وملاقات سے محرومی تھی۔ ہم نے بے قرار جانوں کو سمجھایا اور تسلی دی کہ تمہاری آرزو پوری ہو چکی ہے کہ با اعتماد آقا (مولانا احمد رضا) اپنے ربِ معبود سے جو مطلوب و مقصود (حاضری مواجہ عالیہ) چاہتے تھے وہ پورا ہو چکا ہے (کہ ایں نیز مراد ماست) اور اس وقت ان کی توجہ بھی حاصل ہے (کہ ان کا رسالہ مکتوب زیر مطالعہ ہے) تو پھر اس قدر بیقراری کیوں؟ اس پر بے قرار جانیں مطمئن ہوئیں انہیں خوشی اور قرار نصیب ہوا۔ اللہ عز سبحانہ سے دعا ہے کہ سید البریہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل ہمیں آپ کے پُر نور چہرے کی زیارت سے زیادہ دیر محروم نہ رکھے۔ الحمد للہ کہ پرسوں جدہ کے تاجر عثمان عبدالستار میمنی نے آکر بتایا کہ جس جہاز سے آپ روانہ ہوئے تھے وہ بخیریت بمبئی پہنچ گیا ہے انہیں یہ خبر بذریعہ ٹیلی گراف معلوم ہوئی تھی۔ بخیریت پہنچنے کی خبر سے جب ہماری مراد وآرزو پوری ہوئی تو ہیں نے اپنی ذات کو ندا کر کے خوشخبری سنائی اور مبارک باد دی۔ حق سبحانہ سے سوال ہے کہ نبی کریم (علیہ التحیۃ والتسلیم) اور سورۃ الفاتحہ کے طفیل آپ کو تادیر با عافیت رکھے۔ یہ لو۔ اس کے بعد۔ اے آقا! ہماری خبر یہ ہے کہ آپ کو رخصت کرنے کے دن سے سب سلامتی کے ساتھ ہیں امید کہ آپ بھی بمشیۃ تعالیٰ با سلامت ہوں گے۔ مسئلہ "نوٹ" کے متعلق آپ کا رسالہ (کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم) شیخ احمد ابو الخیر کی خدمت میں لے گیا اور وہیں چھوڑ آیا، پھر تین دن بعد ان کے پاس گیا تو انہیں رسالہ کی بابت از حد خوش پایا۔ وہ حمدِ الٰہی بجالاتے ہیں کہ اس زمانہ میں آپ جیسا عالمِ دین موجود ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے آج تک "مولانا احمد رضا" جیسا عالم فصیح معلومات میں وسیع الباع، ستھری اور عمدہ تحریر والا شخص نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا: بیٹا! بے شک شیخ (احمد رضا) نے رسالہ میں بالکل صحیح و درست طریقہ اختیار کیا ہے اگر کوئی مبتلائے شبہات ان کے رسالہ کا مطالعہ کرے گا تو اس کے دل میں کوئی شبہ نہ رہے گا اور سیدی شیخ صالح کمال تو ہر مجلس میں آپ کے کمالات بیان کرتے رہتے ہیں الحمد للہ کہ آپ نے سرزمینِ حرم میں دو (علمی) ستون قائم فرما دیے، وہ ستون کیسے عظیم الشان ہیں (۱۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ۲۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم) خدا تعالیٰ نے چاہا تو آپ کا چرچا

ذكركم في سهل الارض وعاليها واقصى البلاد ودانيها
فان بلدتنا ام البلاد وليست الام كالاولاد ويسلم
عليكم والدنا السيد خليل افندي واخونا مصطفى
والشيخ مولنا عبد الحق ومولنا الشيخ صالح كمال والشيخ
اسعد الدهان واخوه الشيخ عبد الرحمن والسيد محمد
المرزوقي والشيخ بكر رفيع والكل يطلبوا منكم الدعاء
وسلموا لنا على اخويكم الاكرمين واخينا المكرم الشيخ
حامد واخيه المحترم الشيخ مصطفى وابن اخيكم الاجل
فتح الله علينا وعليهم ورزقنا التقوى واياهم ويرحم الله
عبدا قال امينا وارجوكم سيدي العزيز لاتنسونا من
دعواتكم الصالحة فاني ابنكم الثالث كما هو لكم منا بل
واجب علينا عند بيت الله الحرام والمشاعر العظام والسلام ودمتم
فوق ما رمتم وطول عمركم

وما الفضل الا خاتم انت فصّه
وعفوك نقش الفص فاختم به عذرى

ودمتم والسلام حرر ١٢ رجب سنة ١٣٢٤ ولدكم حافظ كتب زاده

كتاب لسيد الجليل مولنا السيد مامون البرى المدنى

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلاة على رسول الله الى الاستاذ العلامة
البارع والملاذ الفهامة اللامع صاحب القلم
الاسحار والكلم الفائق لطفها نسيم الاسحار
ذا الكمالات العالية التى

عام ہوگا۔ ہموار و ناہموار زمین کے باشندے اور دور و نزدیک والے سب آپ کے فضل و کمال سے آگاہی پائیں گے کیونکہ ہمارا شہر (مکہ مکرمہ) تمام شہروں کے لیے ماں (اصل) ہے اور ماں اولاد کی طرح (ناقدرشناس) نہیں۔ والد محترم سید خلیل آفندی، بھائی مصطفیٰ، حضرت مولانا عبد الحق، مولانا شیخ صالح کمال، شیخ اسعد دھان، ان کے بھائی شیخ عبد الرحمٰن، سید محمد المرزوقی، شیخ بکر رفیع سب سلام عرض کرتے ہیں اور آپ کی دعا کے طلبگار ہیں، ہماری طرف سے آپ کے دونوں کرم فرما بھائیوں کو ہمارے مکرم برادر شیخ حامد رضا کو ان کے محترم برادر شیخ مصطفیٰ رضا کو آپ کے جلیل القدر بھتیجے کو سلام (اللہ تعالیٰ ان سب کو اور ہم کو فتوحات بخشے، تقویٰ مرحمت فرمائے اور ہماری اس دعا پر "آمین" کہنے والے پر رحمتیں اتارے) اور اے عزت والے آقا! میں آپ سے پُرامید ہوں کہ نیک دُعاؤں کے وقت مجھے نہ بھولیں گے کیونکہ میں آپ کا تیسرا فرزند ہوں۔ جس طرح کہ ہم بوقتِ دُعا آپ کو نہیں بھولتے بلکہ کعبہ معظمہ میں اور مشاعر عظام میں آپ کے لیے دعا کرنا ہم پر لازم ہے والسلام (اپنی پسند سے بہتر حالت پر رہو اور لمبی عمر پاؤ)

(ترجمہ شعر) فضیلت انگشتری ہے۔ آپ اس کے نگینہ ہیں۔ آپ کا معافی دینا نگینے کا نقش ہے تو اس انگشتری کے ساتھ میرا عذر قبول کرنے کی مہر لگا دیجئے۔

ودمتم والسلام۔

۱۲ رجب ۱۳۲۴ھ میں لکھا گیا۔

آپ کا فرزند، محافظ کتب حرم سید اسمٰعیل بن سید خلیل

جلیل القدر سردار مولانا سید مامون البری المدنی کا مکتوب

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں اور درود اس کے رسول پر۔ یہ خط ان کی طرف لکھا جاتا ہے جو استاذ ہیں۔ یکتا علامہ ہیں، جائے پناہ بہت سمجھدار اور تیز فہم ہیں، جن کا قلم جادو کی طرح فریفتہ کرتا ہے جن کی باتوں کا لطف نسیم سحر پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ ایسے کمالات عالیہ کے مالک ہیں کہ ہم ان کی

لا نتصور كنهما برسم او حد فهو الحقيق بان يقال انه
فى عصره اوحد كيف وفضله اشهر من نار على علم والمنبه
على عالى همه عند الامم المنشد لسان حاله ـ
الخيل والليل والبيداء تعرفنى
والسيف والرمح والقرطاس والقلم
اعنى به حضرة الجناب المكرم المحترم وحيد الاوان
الشيخ سيدى احمد رضا خان ابقى الله عزه وجلاله
عن الزوال ما مؤنا وعن آفات الدهر مصونا امين
بجاه سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم سلاما بعد
سلام ازهى من زهر الربى والطف من نسيم الصبا وثناء يضا
هى الافق زهره ويباهى الرياض زهره لما تشرفنا بزيارة
اخيكم الفاضل النبيل والمحترم الجليل سألناه من حضرتكم
فاخبرنا صحتكم وعافيتكم فسررنا سرورا يجل عن الحد وطلبنا
دوام ذلك من الواحد الاحد هذا وقد وقع منكم الوعد
عند وصولكم الى المدينة الطيبة بان تمنحوا من فضلكم الاجازة
فى علم الحديث والتفسير وغيرهما للفقير والفقير منتظر انجاز ذلك
الوعد وكتابته وارساله آنجز حر ما وعد وسمح حنال
اذ وعد ونرجو ايضا من حضرتكم ان ترسلوا الينا بعضا من
تاليفكم العربيه ومصرفه من الفقير هذا ونسلم على نجلكم الفاضل
وعلى كل من انتسب اليكم وحل لديكم ونرجوكم ان لا تخرجونى
من خاطركم العالى ونظركم الغالى ونحن يا سطوت اكفنا للدعاء
لحضرتكم السلام محبكم الفقير الجانى السيد محمد مامون
الازرنجانى ثم المدنى محرم سنه ١٣٢٦

کنہ کا تصور نہ بذریعہ رسم کر سکتے ہیں نہ بذریعہ حد۔ وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ ان جیسا فی زمانہ کوئی نہیں کیونکہ ان کا فضل و کمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جاتی ہے (تاکہ دُور سے نظر آ کر مسافروں کی رہنمائی کرے) یہ شعر ان کی مسلسل بلند ہمتی پر تنبیہ کرتا ہے جسے ان کی زبان حال پڑھتی رہتی ہے۔

(ترجمہ شعر) مجھے (یہ سب چیزیں) پہچانتی ہیں۔ گھوڑے بھی (کہ میں شہسوار ہوں)، راتیں بھی (کہ ان میں جاگ کر یادِ خدا کرتا ہوں)، بیابان بھی (کہ انہیں تلاشِ محبوب میں قطع کرتا ہوں)، تلوار اور نیزہ بھی (کہ ان سے جہاد کرتا ہوں)، کاغذ و قلم بھی (کہ عقاید اسلامیہ اور مسائل شرعیہ لکھتا ہوں)۔

ان سے میری مراد حضرت جناب مکرم محترم یگانۂ اقران سیدی احمد رضا خاں ہیں (اللہ تعالیٰ آپ کی عزت و جلال کو زوال سے اور دہری آفات سے محفوظ رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں جو بلند ٹیلوں کی شگفتہ کلیوں سے زیادہ خوشنما اور نسیم صبا سے زیادہ پُرلطف ہے اور ایسی تعریف کرتے ہیں جو ستارہ زہرہ کی طرح چمکتی اور چمنستان کی نازک کلیوں پر فخر کرتی ہے۔ جب ہم آپ کے فضیلت والے، عقل والے، عزت والے، قدر والے بھائی کی زیارت سے مشرف ہوئے تو ان سے حضرت کے حالات دریافت کیے انہوں نے صحت و عافیت کی خبر دی تو ہم از حد خوش ہوئے۔ رب تعالیٰ کی واحد و یگانہ ذات سے آپ کی عافیت کے دوام کی طلب ہے۔ جب آپ مدینہ طیبہ کے عالی دربار میں حاضر ہوئے تھے تو مجھ فقیر پر بنا بر فضل و کرم وعدہ فرمایا تھا کہ حدیث، تفسیر وغیرہ علوم دینیہ کی سند دوں گا۔ فقیر اس کا منتظر ہے آپ حسبِ وعدہ سند اجازت لکھ کر ارسال فرمائیں کیونکہ کریم جب وعدہ کرتا تو اسے پورا کرتا ہے اور سحابِ رحمت جب گرجتا ہے تو برستا ہے۔ نیز آپ کی بارگاہ سے امید ہے کہ اپنی بعض عربی تالیفات ارسال فرمائیں گے اور بس۔ آپ کے فاضل فرزند کو اور آپ سے نسبت رکھنے والے اور مجلس میں حاضری دینے والے ہر شخص کو سلام۔ آپ سے اس کرم کی بھی امید ہے کہ خاطر عالی سے اور بلند قیمت نگاہ سے ہمیں دُور نہ ہٹائیں گے۔ ہم ہاتھ پھیلا کر آپ کی خیریت کی دعا کرتے ہیں۔ والسلام آپ کا محب فقیر عاصی سید محمد مامون البلا زنجانی ثم المدنی۔ محرم ۱۳۲۶ھ

وها انا اذکر نسخ الاجازات

حامد الرب واهب العطیات واترك فی النسخة الثانیة بیا منا بعد ذکر الاسماء لمن عسی ان یطلبها من المستحقین والعلماء وصلی الله تعالی علی سیدنا واله وصحبه اجمعین والحمد لله رب العالمین

النسخة الاولی

بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله احد من لا احد له وسند من لا سند له وافضل الصلاة واکمل السلام علی سید الکرام وسند الانام منتهی سلاسل الانبیاء العظام وعلی اله وصحبه رواة علمه ودعاة ادبه وبعد فقد تفضل علی المحدث الفاضل العالم العامل السید النسیب الحسیب الاریب مجمع الفضائل منبع الفواضل مولنا السید الشیخ محمد عبدالحی ابن الشیخ الکبیر السید عبد الکبیر الکتانی الحسنی الادریسی الفاسی محدث الغرب بل محدث العجم والعرب ان شاء الوهب وانا حل بالبلد الحرام لثلث بقین من ذی الحجة سنة ثلث وعشرین بعد الالف وثلثمائة فاتانی وسمع منی الحدیث المسلسل بالاولیة وهو اول حدیث سمعه من هذ العبد الضعیف کما سمعته من مولای ومرشدی وسیدی وسندی وکنزی وذخری لیومی وغدی سیدنا الشاه ال رسول الاحمدی رضی الله عنه بالرضی السرمدی وهو اول حدیث سمعته منه عن محدث الهند المشهور فی العرب والسند مولنا الشاه عبدالعزیز الدهلوی وهو اول حدیث سمعه منه عن شیخه وابیه الشاه ولی الله الدهلوی وهو اول حدیث سمعه منه وسلسلته مشهورة وفی کتابه المسلسلات مسطورة وسالنی اجازته واجازة جمیع ما ارویه عن مشایخی الکرام سیدنا ومرشدنا السابق ذکره الکریم وسیدی ووالدی وولی نعمتی ختام المحققین وامام المدققین حامی السنة ماحی الفتنة ذی التصانیف الباهرة والحجة القاهرة والمحجة الزاهرة حضرة المولوی محمد نقی علی خان

اپنے رب بخشش کنندہ عطیات کی حمد و ثنا بجالاتے ہُوئے اب اجازات کے مختلف نسخے ذکر کرتا ہُوں اور نسخۂ ثانیہ میں ذکر اسماء کے بعد بیاض چھوڑ دوں گا کہ حقدار علماء میں سے کوئی اور صاحب طلب کریں وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدُ للہ رب العٰلمین۔

پہلا نسخہ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہُوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں۔ وہ اس کا ہے جس کا کوئی نہیں۔ اس کو سہارا دیتا ہے جس کا کوئی سہارا نہیں۔ افضل درود اور اکمل سلام ان پر جو نبیوں کے سردار اور ساری مخلوق کے سہارا ہیں جو عظمت والے پیغمبروں کے سلسلوں کی نہایت ہیں۔ آپ کی آل واصحاب پر بھی جو آپ کے علم کے راوی اور اچھی روشن و پاکیزہ دانش کے حافظ ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ محدث، فاضل، عالم، کامل، سید، نسب وحسب والے، ماہر، فضیلتوں کے مجمع، عزتوں کے منبع، حضرت مولانا سید محمد عبدالحی بن شیخ کبیر سید عبدالکبیر الکتانی الحسنی الادریسی الفاسی، مغرب کے محدث بلکہ بمشیتہٖ تعالیٰ عجم وعرب کے محدث، میرے پاس بتاریخ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ تشریف لاتے، میں اس وقت مکہ مکرمہ میں تھا۔ انہوں نے آکر مجھ سے حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا اور یہ پہلی حدیث ہے جو انہوں نے اس عبد ضعیف سے سُنی۔ جس طرح میں نے یہ حدیث اپنے مولیٰ، اپنے مرشد، اپنے سردار، اپنے بھروسہ، اپنے خزانہ، دنیا وآخرت میں اپنے ذخیرہ سیدنا الشاہ آل رسول الاحمدی (رضی اللہ عنہ بالرضی السرمدی) سے سب حدیثوں سے پہلے سُنی ——— اور انہوں نے یہ حدیث اپنے شیخ اپنے باپ الشاہ ولی اللہ دہلوی سے سب حدیثوں سے پہلے سُنی اور انہوں نے یہ حدیث محدث ہند، مشہور در عرب وسند مولانا الشاہ عبدالعزیز الدہلوی سے سب حدیثوں سے پہلے سُنی۔ ان کا سلسلۂ سند مشہور اور ان کی کتاب مسلسلات میں مذکور ہے۔ سید عبدالحی موصوف نے مجھ سے اس حدیث کی اور اس کے علاوہ ان تمام مرویات کی اجازت مانگی جن کی روایت کا میں درج ذیل (۹) مشایخ کرام کی طرف سے مجاز ہوں:

۱۔ ہمارے آقا و مرشد جن کا ابھی ذکر شریف ہوا۔

۲۔ سیدی والد ماجد میری نعمت کے والی، اہل تحقیق کے خاتم، اہل تدقیق کے امام، حامیِ سنت، ماحیِ فتنۂ بدعت، عمدہ تصانیف، غالب حجہ، روشن طریق والے حضرت مولانا محمد نقی علیخاں

القادری البرکاتی البریلوی قدس سرہ القوی المتوفی سنہ ۱۲۹۷ھ من ابیہ
الکریم العارف باللہ سیدنا المولوی رضا علیخان قدس سرہ د
شیخ العلماء بالبلد الامین الامام المحدث الفقیہ الامین سیدنا المولی
السید احمد بن زین دحلان المکی قدس سرہ المکی عن الشیخ
عثمان الدمیاطی ومولنا الامام الھمام سراج اللہ فی البلد الحرام عبدالرحمن
ابن المولی عبداللہ السراج مفتی الحنفیۃ بمکۃ المحمیہ رحمھما اللہ
تعالی عن المولی جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی الاحناف ومولنا السید
الصالح حسین صالح جمل اللیل شیخ الخطباء وامام الشافعیۃ بالبلدۃ
الحرمیۃ رحمہ اللہ تعالی عن المولی عابد السندی ومولنا حقیبد
مرشدی وصاحب سجادتنہ الکریمۃ ذی السیادۃ الجلیلۃ والسعادۃ
الجمیلۃ والمقامات العظیمۃ سیدنا الشاہ ابی الحسین احمد النوری
ادام اللہ تعالی تنویرہ بالنوری المعنوی والصوری من الشاہ علی حسین
المراد آبادی ذالعبد الحقیر ما کان ھنالک ولا اھلا لذلک سہ

وکان علی ان اتیہ لکن
تقدم والتقدم للکرام

بید ان المامور معذور ولا سیما امر مثل ھذا السید
المشھور مع رجاء ان تشملنا جمیعا برکۃ صاحب الحوض
المورود والمقام المحمود بالاتصال الی حضرتہ بالطریق
المعھود علیہ من الصلوات افضلھا ومن التسلیمات
اکملھا ومن التحیات اجملھا ومن البرکات
اجزلھا وذالک ان السید من اھل بیت
الرسالۃ واھل
البیت مکرمون

صاحب القادری البرکاتی البریلوی قدس سرہ القوی (المتوفی، ۱۲۹۷ھ)۔ وہ اپنے والدِ گرامی عارف ربانی سیدنا المولوی رضا علی خاں (قدس سرہٗ) کی طرف مجاز ہیں۔

۳۔ امن والے شہر مکہ مکرمہ کے شیخ العلماء، امام، محدث، فقیہہ، امانت دار، سیدنا المولوی سید احمد بن زین دحلان المکی (قدس سرہ الملکی)۔ وہ حضرت عثمان دمیاطی کی طرف سے مجاز ہیں۔

۴۔ بلند ہمت امام، حرمت والے شہر میں اللہ کے روشن چراغ مولانا عبدالرحمٰن بن المولوی عبداللہ السراج مکرمحمیۃ میں حنفیوں کے مفتی (رحمہما اللہ تعالیٰ)۔ وہ مولوی جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی الاحناف کی طرف سے مجاز ہیں۔

۵۔ نیک سردار شیخ الخطباء مکہ محترمہ میں امام الشافعیہ مولانا حسین صالح جمل اللیل (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔ وہ مولیٰ عابد السندی کی طرف سے مجاز ہیں۔

۶۔ میرے مرشد کے پوتے، ان کے سجادہ نشین، سیادت جلیلہ، سعادت جمیلہ کے صاحب اور مقاماتِ علیہ کے مالک، سیدنا مولانا الشاہ ابوالحسین احمد النوری (اللہ تعالیٰ ان کے نور معنوی اور نورِ صوری کی تنویر برقرار رکھے)۔ وہ شاہ علی حسین مراد آبادی کی طرف سے مجاز ہیں۔ عبدِ حقیر خود کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ سید صاحب جیسے مقتدا مجھ سے سندِ حدیث حاصل کرتے اور میرے پاس چل کر تشریف لاتے۔

(ترجمہ شعر، سروری تھا کہ میں جاتا مگر وہ آ گئے پہلے
کرم والے نوازش میں ہمیشہ پہل کرتے ہیں

مگر حقیقت مامور معذور ہوتا ہے خاص کر وہ مامور جسے اتنے بڑے شہرت یافتہ سردار نے امر فرمایا ہو۔ یہاں تو یہ امید بھی ہے کہ حوضِ مورود کے ساقی اور مقامِ محمود کے مالک حضرت جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکتیں ہم سب کو شامل ہوں گی کیونکہ طریق معہود پر دی گئی سندِ اجازت کے سبب ایک جدید اتصال بارگاہِ رسالت (علیہ السلام) سے پیدا ہو جائے گا (درودوں میں افضل درود، سلاموں میں اکمل سلام۔ تحیات میں حسین تحیہ اور برکات میں بڑی برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو)۔ اس لیے کہ سید محترم اہل بیت رسالت سے ہیں اور اہل بیت کو

دنیا و اخری بنظر عنایة ذی الجلالة فمن حصلت بینه و بینهم
وصلة یرجی له بفضل الله و نعمة رسوله صلی الله تعالی
علیه وسلم کل برکة و نحلة فلاجل هذا الرجاء الجمیل
و امتثال امر السید الجلیل اجزته به و بکل ما تصح لی
روایته عن المشایخ الکرام الممدوحین و التمست منه ان
لا ینسی من دعائه الصالح هذا العبد الحقیر المهین و اخوانه
و ذریته و المحبین و اعظم الرجاء بحول ملك الارض و السماء
یوم یلقی جده الکریم سید الانبیاء علیه و علیهم افضل
الصلاة و التسلیم اللّٰهم یا مرسل هذا الحبیب رحمة و
نعمة صل و سلم و بارك علیه عدة ما لك من علم و کلمة
و بجاهه عندك اصلح اعمالنا و حقق امالنا و خفف اثقالنا
و حسن احوالنا و اخر دعونا ان الحمد لله رب العلمین و الصلاة و السلام
علی سید المرسلین محمد و اله و اصحابه اجمعین قاله بفمه
و رقمه بقلمه الفقیر احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری
البرکاتی غفر الله له ما مضی من ذنوبه و ما یاتی امین و
کذلك اجزته بجمیع مؤلفاتی التی بلغت الی الان مائتین
و ما عسی ان یفتح لی بتوفیق ربی و منها الفتاوی المسماة بالعطایا النبویة
فی الفتاوی الرضویة و هی الی الان فی سبع مجلدات بحذف المکررات
و نرجوا المزید من فضل ربنا المجید و کذلك اجزته بجملة سلاسل
الطریقة التی انا مجازبها من الطریقة العلیة العالیة القادریة
البرکاتیة الجدیدة و القدیمة و القادریة الاهدلیة
و القادریة المنوریة و الچشتیة القدیمة
و الچشتیة الجدیدة

رب ذوالجلال کی نظرِ عنایت سے دنیا میں بھی عزتیں دی گئی ہیں اور آخرت میں بھی۔ تو جسے ان کے ساتھ تعلق ہوگا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کرم سے ہر برکت اور ہر نعمت کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

اس حسین آرزو کی خاطر اور اس جلیل الشان سیدِ محترم کے امتثالِ امر کے لیے میں نے انہیں حدیث مسلسل بالاولیت کی اور ان تمام مرویات کی اجازت دی جن کی مجھے اپنے قابلِ ستائش مشائخِ کرام سے اجازت ہے سید صاحب سے التماس ہے کہ اپنی نیک دعا کے وقت اس حقیر و کمزور بندے کو نیز اس کے بھائیوں، بیٹوں اور دوستوں کو نہ بھولیں اور بڑی امید اس دن ہے جب کہ بقول تعالیٰ (میدانِ حشر میں) اپنے جدِ کریم سید الانبیاء (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم) سے ملاقات کریں گے۔ اے اللہ! اس حبیب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو رحمت و نعمت بنا کر بھیجنے والے! آپ پر درود و سلام اور برکتیں اس قدر نازل فرما جس قدر تیرا علم اور تیرے کلمات ہیں، اور تیری بارگاہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مرتبہ ہے اس کے طفیل ہمارے اعمال سنوار، آرزوؤں کو پورا، بوجھوں کو ہلکا اور حالات کو درست فرما۔ ہماری آخری دعا یہی ہے کہ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں اور درود و سلام رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و تمام اصحاب پر۔

یہ الفاظ اپنے منہ سے کہے اور قلم سے لکھے فقیر احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی نے اللہ تعالیٰ گزشتہ اور آئندہ تمام گناہوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

اور میں نے سیدِ محترم کو اپنی تمام تصانیف کی بھی اجازت دی جو اس وقت دو سو تک پہنچ چکی ہیں اور رب تعالیٰ کی توفیق سے اور بھی لکھی جائیں گی۔ ان میں ایک فتاویٰ بنام "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" بھی ہے جس کی مکررات کے علاوہ سات جلدیں مرتب ہو چکی ہیں اور رب مجید کے فضل و کرم سے مزید جلدوں کی امید ہے۔ میں نے انہیں طریقت کے ان تمام سلسلوں کی بھی اجازت دی جن کی مجھے اجازت ہے۔

۱۔ طریقۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ
۲۔ قادریہ قدیمہ
۳۔ قادریہ اہدلیہ
۴۔ قادریہ منوریہ
۵۔ چشتیہ قدیمہ
۶۔ چشتیہ جدیدہ

والسهروردية القديمة والسهروردية الجديدة والنقشبندية العلائية
نسبة الى المولى السيد الكريم ابى العلا الاكبرابادى
والسلسلة البديعية والعلوية المنامية ومصافحته
بالمصافحات الاربع الخضرية والجنية والمعمرية
والمنامية وكذلك اجزت بجميع مروياتى ومصنفاتى
اولاد هذا السيد الجليل واحفاده وعقبه من يولد منهم
الى اخر الدهر بشرطها المعروف عند اهل هذا الامر والحمد
الحمد فى كل ورد وصدر وصلى الله تعالى على شفيع
الحشر المخصوص بطيب المنشر واله وصحبه وامته وحزبه
امين وهذه سلسلتى فى الطريقة العلية القادرية
البركاتيه الفقير احمد رضا عن المولى السيد الشاه
آل الرسول الاحمدى المارهرى عن ابى الفضل شمس
الملة والدين السيد آل احمد اچھے میاں عن ابيه
السيد الشاه حمزة عن ابيه السيد الشاه آل
محمد عن ابيه صاحب البركات والدرجات
السيد الشاه بركة الله عن السيد الجليل
فضل الله الكالفوى عن ابيه السيد احمد
عن ابيه السيد محمد عن الشيخ جمال الاوليا
الجهان آبادى عن القاضى ضياء الدين النيوتنوى
عن الشيخ محمد بهكارى نظام الدين القارى
عن السيد ابراهيم الايرجى عن
الشيخ
بهاء الملة والدين

۷۔ سہروردیہ قدیمہ　　　　۸۔ سہروردیہ جدیدہ

۹۔ نقشبندیہ علائیہ (جو حضرت سید کریم ابوالعلاء اکبرآبادی کی طرف منسوب ہے)

۱۰۔ سلسلہ بدیعیہ　　　　۱۱۔ علویہ منامیہ

اور میں نے ان سے چار مصافحے بھی کیے:

۱۔ مصافحہ خضریہ

۲۔ مصافحہ جنیہ

۳۔ مصافحہ معمریہ

۴۔ مصافحہ منامیہ

ان جلیل الشان سید صاحب موصوف کی طرح اپنی تمام مرویات و مصنفات کی ان کے بچوں اور پوتوں کو بھی اجازت ہے اور آخر زمانہ تک پیدا ہونے والی ان کی اولاد در اولاد کو بھی (جو علم دین حاصل کریں) ہر ایک کے لیے وہی شرط ہے جو اہل علم کے ہاں معروف ہے۔ اور اللہ کو حمد ہے ہر علمی گھاٹ میں اترتے وقت بھی اور سیراب ہو کر واپس ہوتے وقت بھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود نازل ہو ان پر جو بروز محشر شفاعت فرمائیں گے اس دن اپنے کرم کی پاکیزہ خوشبوئیں آپ ہی بکھیریں گے۔ آپ کی آل و اصحاب پر بھی اور آپ کی امت و گروہ پر بھی۔ آمین۔

سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں میرا شجرۂ طریقت یہ ہے:

الفقیر احمد رضا نے شرف بیعت حاصل کیا اپنے مرشد السید الشاہ آل رسول الاحمدی ہری سے ـــ انہوں نے شمس الملۃ والدین ابوالفضل سید آل احمد اچھے میاں سے ـــ انہوں نے اپنے والد السید الشاہ حمزہ سے ـــ انہوں نے اپنے والد سید الشاہ آل محمد سے ـــ انہوں نے اپنے والد صاحب البرکات والدرجات سید الشاہ برکت اللہ سے ـــ انہوں نے سید جلیل الشان فضل کالپوی سے ـــ انہوں نے اپنے والد سید احمد سے ـــ انہوں نے اپنے والد سید محمد سے ـــ انہوں نے حضرت جمال الاولیاء جہان آبادی سے ـــ انہوں نے قاضی ضیاء الدین نیوتنوی سے ـــ انہوں نے محمد بھکاری نظام الدین القاری سے ـــ انہوں نے سید ابراہیم الایرجی سے ـــ انہوں نے حضرت بہاء الدین [illegible] سے ـــ انہوں نے

عن[15] السید احمد الجیلانی عن[16] السید حسن عن[17] السید موسی عن[18]
السید علی عن السید[19] محی الدین ابی نصر عن السید[20] القاضی الامام
ابی صالح هبة الله عن[21] ابیه السید الامام الاجل ابی بکر
تاج الملة والدین عبد الرزاق عن[22] ابیه قطب الارشاد و
مرجع الافراد و امام الاوتاد و برکة البلاد و الرحمة
علی العباد و اهب المراد باذن الجواد غوث الثقلین
و غیث الکونین و غیاث الدارین و مغیث الملوین
سیدنا الامام ابی محمد عبد القادر الحسنی الحسینی
الجیلانی القطب الصمدانی و النور الربانی عن[23] الامام ابی
سعید المخزومی عن[24] شیخ الاسلام و المسلمین ابی
الحسن علی القرشی الاموی الهکاری عن[25] الامام ابی الفرج
الطرطوسی عن[26] الامام ابی الفضل عبد الواحد عن[27] الامام
ابی بکر الشبلی عن[28] سید الطائفة العلیة ابی القاسم جنید
البغدادی عن[29] خاله المولی الامام السری السقطی عن[30] الامام
معروف الکرخی عن[31] السید الاجل ابن رسول الله صلی الله
تعالی علیه وسلم الامام علی الرضا ابن الامام موسی الکاظم
ابن الامام جعفر الصادق ابن الامام عالم اهل البیت محمد
الباقر ابن الامام السجاد زین العابدین ابن الامام السعید
الشهید ریحانة رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ابی عبد الله
الحسین ابن الامام زوج البتول واخی الرسول علی المرتضی کرم
الله تعالی وجوههم ورضی عنا بهم احسن الرضی عن ابیه[32] عن جده[33]
عن جد[34] ابیه عن جد[35] جده عن ابی[36] جد جده عن جد[37] جد جده عن[38]
خاتم النبیین و سید المرسلین قائد الغر المحجلین وسیلتنا

سیدنا احمد الجیلانی سے ۔۔۔ انہوں نے سیدنا حسن سے ۔۔۔ انہوں نے سید موسیٰ سے ۔۔۔ انہوں نے سیدنا علی سے ۔۔۔ انہوں نے سید محی الدین ابوالنصر سے ۔۔۔ انہوں نے السید القاضی الامام ابوصالح ہبتہ اللہ سے ۔۔۔ انہوں نے اپنے والد جلیل القدر الامام تاج الملتہ والدین سید ابوبکر عبدالرزاق سے ۔۔۔ انہوں نے اپنے والد ماجد، قطب الارشاد، افراد کے مرجع، اوتاد کے امام آبادیوں کی برکت، بندوں پر رحمت، باذنہ تعالیٰ مراد پوری کرنے والے، جن وانس کی فریاد کو پہنچنے والے، دونوں جہان میں بارانِ رحمت، دنیا و آخرت میں مددگار، دن رات میں فریادرس، امام محمد سیدنا عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی، قطب صمدانی، نور ربانی سے ۔۔۔ انہوں نے الامام ابوسعید مخزومی سے ۔۔۔ انہوں نے شیخ الاسلام والمسلمین ابوالحسن علی القرشی الاموی الہکاری سے ۔۔۔ انہوں نے الامام ابوالفرح الطرطوسی سے ۔۔۔ انہوں نے الامام ابوالفضل عبدالواحد سے ۔۔۔ انہوں نے الامام ابوبکر الشبلی سے ۔۔۔ انہوں نے سید الطائفہ العلیتہ ابوالقاسم جنید البغدادی سے ۔۔۔ انہوں نے اپنے ماموں حضرت الامام السری السقطی سے ۔۔۔ انہوں نے الامام المعروف الکرخی سے ۔۔۔ انہوں نے سیدنا اجل ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الامام علی الرضا سے جو فرزند ہیں الامام موسیٰ الکاظم کے جو فرزند ہیں امام جعفر الصادق کے جو فرزند ہیں عالم اہل البیت الامام محمد الباقر کے جو فرزند ہیں الامام السجاد زین العابدین کے جو فرزند ہیں صاحب سعادت، صاحب شہادت، ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوعبداللہ الامام الحسین کے جو فرزند ہیں سیدہ بتول زہرا کے شوہر پاک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر الامام علی المرتضیٰ کے (اللہ تعالیٰ ان سب کے وجوہ مبارکہ کو عزتیں بخشے اور ان سب کے طفیل ہم سب سے اچھی طرح راضی ہو) ۔۔۔ انہوں نے اپنے والد ماجد موسیٰ الکاظم سے ۔۔۔ انہوں نے الامام علی الرضا کے دادا (جعفر الصادق) سے ۔۔۔ انہوں نے الامام علی الرضا کے باپ کے دادا (الامام الباقر) سے ۔۔۔ انہوں نے الامام علی الرضا کے دادا کے دادا (الامام زین العابدین) سے ۔۔۔ انہوں نے الامام علی الرضا کے دادا کے دادا کے باپ (الامام الحسین) سے ۔۔۔ انہوں نے الامام علی الرضا کے دادا کے دادا کے دادا (المولیٰ علی شیر خدا) سے ۔۔۔ انہوں نے نبیوں کے خاتم، رسولوں کے سردار، چمکتی پیشانی چمکتے ہاتھ پاؤں والوں کے قائد سے جو دین و دنیا میں ہمارے وسیلہ ہیں،

فی الدنیا والدین المبعوث رحمة للعالمین سیدنا ومولنا وشفیعنا وحبیبنا وعوثنا ومغیثنا وغوثنا ومغیثنا ابی القاسم قاسم خزائن الآلاء والمکارم محمد رسول رب العالمین صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اٰله وصحبه وعلیهم جمیعا وعلینا بهم ولهم وفیهم ومعهم آمین اله الحق آمین والحمد لله رب العالمین ۲۰ ذی الحجة سنة ۱۳۲۳ھ وقد تقدم ذکر الاجازة بهایا القول لصاحبه الشیخ حسین جمال بن عبدالرحیم عم الله الجمیع بحسن الختام وجمال الایمان والرحم المقیم امین

النسخة الثانیة

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله المسلسل احسانه المتصل انعامه غیر منقطع ولا مقطوع فضله واکرامه ذکره سند من لا سند له واسمه احد من لا احد له وافضل الصلوات العوالی النزول واکمل السلام المتواتر الموصول علی اجل مرسل کشاف کل معضل العزیز الاعز المحسن الحبیب الخرذ فی وصل کل غریب فضله الحسن مشهور مستفیض وبالاستناد الیه یعود صحیحا کل مریض وقد جاء جوده المزید فی متصل الاسانید بل کل فضل الیه مسند عنه یروی والیه یرد فسموط فضائله الحلیة مسلسلات بالاولیة وکل درجته

جنہیں سارے جہانوں پر رحمت فرمانے کے لیے بھیجا گیا ہے جو ہمارے سردار، ہمارے مولیٰ، ہمارے شفاعت فرمانے والے، ہمارے محبوب، ہمارے مددگار، ہمارے معین، ہمارے غوث، ہمارے فریادرس ہیں جو نعمتوں اور بزرگیوں کے خزانوں کے قاسم ہیں یعنی سیدنا ابوالقاسم محمد رسول رب العالمین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور سلسلہ عالیہ کے تمام مشائخ پر اور ان کے سبب سے ان کی خاطر ان کے زمرے میں شامل کرکے ان کی معیت میں لے کر ہم پر۔ آمین، اے سچے معبود آمین۔ اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں ——

۲۷ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ —— اس سے پہلے یہ بات مذکور ہو چکی ہے کہ سید صاحب کے ساتھی جناب حسین جمال بن عبدالرحیم نے زبانی اجازت لی تھی۔

اللہ تعالیٰ سب کا خاتمہ اچھا کرے اور سب کو جمال ایمان اور دائمی رحمت سے نوازے آمین۔

دُوسرا نسخہ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں جس کا احسان قایم رہتا ہے اور انعام ختم نہیں ہوتا اس کا فضل وکرم نہ رکتا ہے نہ روکا جاتا ہے اس کا ذکر بے سہاروں کا سہارا اور اس کا نام بے لبسوں کا بس ہے۔ اونچی شان والے نیچے اترنے والے درودوں میں سے افضل درود اور لگاتار پہنچنے والے سلاموں میں سے اکمل سلام ان پر جو رسول معظم ہیں، آپ ہر قسم کی دشواریاں دور فرماتے ہیں، نادر الوجود ہیں۔ عزتوں کے مالک بھی ہیں اور عزتوں کے بخشنے والے محبوب بھی۔ ہر مسافر کو منزلِ مقصود تک پہنچانے میں یگانہ ہیں۔ آپ کا حسین فضل شہرت و وسعت والا ہے آپ سے سہارا لے کر ہر بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ آپ کی سخاوت کی زیادہ بارشیں انہی پر اترتی ہیں جنہوں نے آپ سے روابط و تعلقات قائم رکھے ہیں بلکہ ہر فضیلت آپ ہی کی طرف منسوب ہے آپ ہی سے دوسروں کی طرف جاتی ہے پھر آپ ہی کے حضور لوٹ کر آتی ہے۔ آپ کے عالی فضائل (کے موتیوں) کی لڑیاں روز اول سے پروئی ہوئی ہیں اور ہر ستھرا موتی آپ کے

من بحره مستخرج وكل منه رجود فى ساشليه مدرج
فهو المخرج من كل حرج وهو الجامع لدلائه الجوامع
علمه مرفوع وحديثه مسموع ومتابعه مشفوع
والامر عنه موقوف وغيره من الشفاعة قبله ممنوع
عاليه الاسناد فى محشر الصفوف وامر اسمو تعف على رايته
موقوف حوضه المورود لكل وارد معدود فيا فوز
من هو منه منهل ومعلول فيه كل علة من
محل نزول حزبه المعتبر والشذوذ منه منكر
وطريق الشاذ الى شواظ سقر حافظ الامة من الامور
المدلهمة الذاب عن كل تلبيس وتدليس وعن
الجابر لقلب باش مضطرب من عذاب بئيس الحاكم
الحجة الشاهد البشير محتجم فى مدحه كل
بيان وتقرير مسكوه لايدرك وما عليه مستدرك
مقبوله يقبل ومتروكه يترك تعدد طرق
الضعيف اليه فمن سننه الصحاح التعطف عليه فيجبر
باعتضاده قلبه الجريح ويرتقى من ضعفه الى درجة
الصحيح مدار اسانيد الجود والاكرام منتهى سلاسل
الانبياء الكرام صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم
ملأ آفاق السماء واطراف العالم وعلى اله وصحبه وكل
صالح من رجاله وحزبه رواة علمه ودعاة شرعه
ودعاة ادبه وعلى كل من له وجادة ومناولة
من افضاله الواصلة الدائرة المتواصلة بحسن ضبط
محفوظ النظام من دون وهم ولا ايهام

ہی بحرِ فیض سے نکلا ہے ۔ جود و سخا کی بارشیں برسانے والے آپ کے بھکاریوں میں داخل ہیں ۔ تمام تنگیوں سے آپ ہی نکالتے ہیں ۔ آپ ہی میں سب خوبیاں پائی جاتی ہیں، جو کلمات بولنے میں مختصر اور مفہوم میں وسیع ہوں وہ آپ ہی کو نصیب ہوئے ہیں ۔ آپ کا جھنڈا بلند ہے ۔ آپ کی بات[۱۳] مقبول اور آپ کے متبع کے حق میں شفاعت منظور ہے ۔ آپ سے ہر قسم کا بوجھ ہٹایا گیا ہے اور دوسروں کو آپ سے پہلے شفاعت کرنے سے روکا گیا ہے[۱۴] ۔ بروزِ محشر لوگوں کی تمام صفیں آپ ہی پر بھروسہ[۱۵] کریں گی ۔ اس دن آپ ہی کی مرضی[۱۶] کے مطابق کام ہوگا ۔ آپ کا حوض ہر نیک بخت پیاسے کے لیے گھاٹ ہے جہاں سے تشنگی بجھے گی تو وہ شخص کسی درجہ فائز المرام ہوگا ۔ جو اس گھاٹ سے بار بار پیئے گا تو ہر دُکھ سے نجات پائے گا ۔ آپ کے فرمانبرداروں کا گروہ ہی قابلِ اعتبار ہے ۔ ان سے الگ رہنا بہت بُرا ہے ۔ جو الگ ہوا اس کا راستہ جہنم کی بھڑکتی آگ کی خالص لپٹ کی طرف جاتا ہے ۔ آپ ہی امت کو کالے گھُپ اندھیروں سے بچاتے ہیں ۔ آپ ہی ہم سے ہر مکر و فریب کو زائل کرتے ہیں ۔ بڑے عذاب سے غمگین ہونے والے پریشان دل کی پریشانیاں آپ ہی دور فرماتے ہیں ۔ حاکم، حجت، شاہد، بشیر جیسی صفات سے آپ ہی موصوف ہیں ۔ آپ کی کماحقہ مدح و ثنا کرنے میں ہر بیان عاجز اور ہر تقریر گونگی ہے ۔ آپ کی رفعتِ شان ادراک سے بالاتر ہے ۔ اس پر اضافہ ناممکن ہے ۔ آپ جسے قبول فرمالیں وہ مقبول بارگاہ اور جسے چھوڑ دیں وہ راندۂ درگاہ ہوجاتا ہے ۔ کمزور شخص ادھر ادھر سے پھر پھرا کر آپ کی طرف آتا ہے تو آپ اپنی عادت مبارکہ کی بدولت اسکے حال پر رحم فرماتے ہیں تو اُس کا زخمی دل آپ سے قوت پاکر بھر جاتا ہے اور کمزوری و ناتوانی سے نکل کر صحت و توانائی تک ترقی کرجاتا ہے ۔ آپ جود و اکرام کے تمام سہاروں کے مرکز اور انبیاء کرام کے سلسلہ کے ختم کرنے والے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اور ان سب انبیاء پر اس قدر درود و سلام نازل فرمائے جس سے آسمان کے کنارے اور جہاں کے اطراف بھر جائیں اور آپ کی آل و اصحاب پر اور آپ کے گروہ کے ہر لائق شخص پر جو آپ کے علم کا راوی، شریعت کا داعی اور ادب کا محافظ ہے اور اس پر بھی جو آپ کے احسانات کے ملنے سے تونگر ہوا ۔ وہ احسانات جو تعلقات کو جوڑتے ہیں تعداد میں زیادہ ہیں اور ایک محفوظ نظام و حسین ضابطے کے تحت مربوط ہیں جن میں نہ وہم کو دخل ہے نہ ابہام کو

ولا اختلاط بالاعداء اللئام متأودى خير دكدى
اجازة وغلب حقيقة الكلام مجازة آمين
امابعد فاسمع يا سعد جعلنى الله واياك واحبابنا
ممن رزق السعدة سبق له من ربه حسن الوعد قبل
خلق السماء وصوت الرعدة نصر فى الدين او فر من عدة
كل ذى وفرة وذات جعدة خذل عداى وعداك من
عدا منهم ومن لم يعدة وهو يريد العدوان من بعد
رياحينة الزمان وبركة الآوان يا طيب الوجود وطيّب
الجود ومن وجهه انضر من روض مجود وفيضه اجود من
جود يجود اماجيد المجيد الجيد الجاشد مردى
الاماردة مجدى الاماجد يا صالح الافعال وصديق الاقوال
يا ابا الافضال وابن الكمال الايا سامعين هل عرفتم
الاسم وان لم تعرفوا فهذا نظم خذوا منه رؤس الشطور
تنبئى باسم مبين النور

صلحت قلوب العارفين فاصلحت
اعضاءهم فى طاعة الفضال
لا غرو ان بحسن احوال الملك
حسنا لملك الملك فى الاحوال!
كم عالم فى عالم الدنيا بدا
ما علمه الا شقا شق قال
العلم قل وبعد فيه تكثر
كن عليك بما لح لكمال

يا اهل مكة والبلدة المباركة انتم تعلمون هذا الذى سميت وهذا

نہ برے دشمنوں کی آمیزش کو۔ یہ درود و سلام اس وقت تک نازل ہوں جب تک
خبر مروی اجازت حاصل اور مجاز پر حقیقت غالب ہوتی رہے۔ آمین

حمد و صلوٰۃ کے بعد، اے سعادت مند! سن۔ اللہ تعالیٰ مجھے تجھے اور تیرے میرے احباب کو ان میں سے کرے جنھیں سعادت ملی اور ان کے لیے رب تعالیٰ کی طرف سے آسماں کے پیدا ہونے اور بادل کے گرجنے سے پہلے اچھا وعدہ ہوا اور انہیں دین میں اتنی امدادیں ملیں جو تعداد میں ان سے زیادہ ہیں جن کے بال لمبے یا گھونگریالے ہیں نیز اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے سب دشمنوں کو بے مدد کرے جنہوں نے سرکشی کی یا سرکشی کے ارادے پر تا ہنوز قائم ہیں۔

(اے زمانے کی نکوئی، اے وقت کی برکت، اے وجود کے ستھرے، اے سخاوت کے اچھے، اے وُہ جن کا چہرہ عمدہ باغ سے زیادہ تر و تازہ اور جن کا فیض تیز بارش سے زیادہ فیاض ہے، اے بزرگ گرامی قدر، ستھرے کردار والے، موسلادھار باران کرم، اے خبیثوں اور سرکشوں پر تباہیاں ڈالنے والے، اے شریفوں اور معززوں کو عطائیں دینے والے، اے صالح افعال اور سچے اقوال والے۔ اے صاحبِ فضل اور صاحبِ کمال۔ سننے والو! کیا تمہیں ان کا نام معلوم ہے جن سے میں مخاطب ہوں۔ معلوم نہ ہو تو درج ذیل نظم کے ہر مصرعے کا پہلا حرف لے کر جوڑ لو تو یہ حروف نور بیان کرنے والے کا نام ظاہر کر دیں گے (ص ا ل ح ک م ا ل: صالح کمال)۔

ترجمۂ نظم: ۱۔ پہلے اہلِ عرفان کے دل سنورتے ہیں پھر وہ دل ان کے تمام اعضاء کو سنوار کر اس ذات کی عبادت پر لگا دیتے ہیں جو کثیر الفضل ہے۔

۲۔ اس پر تعجب نہیں کیونکہ بادشاہ کے اپنے احوال جب ستھرے ہو جائیں تو اس کے پورے ملک کے احوال ستھرے ہو جاتے ہیں۔

۳۔ اس دنیا میں کئی علماء ایسے بھی اُبھرے ہیں جو اُونٹ کے بلبلانے کی سی آوازوں کے سوا کچھ نہیں جانتے (ان کے پاس زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں ہوتا)

۴۔ علم کم ہو گیا ہے اور دعویٰ علم دور تک پہنچ گیا ہے تو تجھ پہ (ان دریں حالات) ان کا دامن تھامنا لازم ہے جو کمال کے صالح ہیں (صالح کمال کا)

مکہ والو! اے مبارک شہر کے باشندو! کیا تم نہیں جانتے میں نے کس کا نام لیا اور یہ

الخطاب لمن نميت الیس اماکم والقائد امامکم
علم العلماء الاعلام المشتهر کالرکن بالبلد الحرام
الیس هذا الابیض اذا دم واسود ومستلم الید کالرکن
الاسود سید مسوّد جید مجود آلا فاعرفوا الحق من
الاباطیل ومیزوا الصادق من المخزی جمیل فرب
احمق سفیه یقال له فقیه فقیه ما فیه درب
شحب او شعیب من شعاب الضلال یدعی جل الفضائل
والافضال هذا وحب حبی قد حبی قلبی قبل ان القاه
واحیی محیاه لفضل طار الی الهند ریاه فلما
تواجهنا توافقنا وتصادقنا تقابل تماشقنا فان الارواح
جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف بل صار کنفس
واحدة وهو الذی نصرنی وواتانی قبل ان یلقانی
وبغیب رعانی وبعد ما رآنی وذلک انه محب السنن و
ناصر اربابها وذات الفتن وکاسر اصحابها جزاه
الله عنی وعن الدین کل خیر وحمی حماه
عن کل ضر وضیر ولقاه سرورا وواتاه
شرورا آمین یا من کان عزیزا غفورا ،
ولقد طال بنا المجالس وحصل بها
الانس التشمس فتذاکرنا العلوم
ونحا درسنا الفهوم قرأت الاعیان
ووعت الاذان فوق ما کان فی تصور
الاذهان فما زاد احدا منا طول الجلوس
الا الودعة فی القلوب وشوقا فی

گفتگو کس کے لیے بڑھائی کیا وہ تمہارے امام، قائد، پیشرو نہیں۔ کیا وہ تمہارے بڑے بڑے علماء کے سردار نہیں۔ کیا وہ سرزمین حرم میں رکن اسود کی طرح مشہور نہیں۔ کیا وہ وہ نہیں جن کا رنگ گورا ہے، جو سب سے آگے ہو کر چلتے ہیں اور سب سے بزرگ و گرامی قدر جانے جاتے ہیں، جن کے ہاتھوں کو حجرِ اسود کی طرح چوما جاتا ہے جن کی بزرگی و شرافت سب کو مسلم ہے، جن کی عمدگی و خوب صورتی انتخاب فرمودہ ہے۔ سنتے ہو! حق کی شناخت کرو۔ لغویات سے بچے رہو، سچ کو جھوٹ سے اور حق کو باطل سے ممتاز رکھو، کیونکہ کچھ احمق و پاگل ایسے بھی ہیں جنہیں خواہ مخواہ فقیہہ کہا جاتا ہے اور گمراہی و بے دینی کی کچھ وادیاں ایسی بھی ہیں جنہیں فضیلتوں و شرافتوں کے پہاڑ کہنے کی جسارت کی جاتی ہے (العیاذ باللہ) یہ لو۔

چونکہ پیارے ممدوح کے فضل و کمال کی فراوانی ہندوستان تک پرواز کر چکی تھی اس لیے ملاقات کرنے اور چہرے پر نگاہ پڑنے سے پہلے ہی ان کی محبت دل نشین ہو گئی تھی، پھر جب روبرو ہوئے تو عقاید میں موافق محبت میں صادق بلکہ ایک دوسرے کے جاں نثار ثابت ہوئے۔ کیونکہ (بمطابق حدیث مشکوٰۃ ص ۴۲۶) تمام روحیں عالمِ ارواح میں جمع کیے ہوئے لشکر کی طرح ہوتی ہیں جو عالم ارواح میں ایک دوسرے سے شناسا ہوئے، وہ یہاں آکر بھی آپس میں الفت کرتے ہیں بلکہ ایک جان کی مانند ہو جاتے ہیں (بنا بریں) حضرت صالح کمال نے ملاقات سے پہلے بھی میری مدد فرمائی اور دشمنوں کے شر سے بچایا، غیب ہونے کی صورت میں بھی میرے حال کی رعایت کی اور یہ سلسلہ ملاقات کے بعد بھی جاری رکھا۔ کیونکہ وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) سنتوں کے محب ہیں اور اہل سنت کے مددگار ہیں۔ فتنہ ہائے بدعات کو دفع کرتے ہیں اور اور ان کے بانیوں وحامیوں کی کمریں توڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں میری طرف سے اور دین اسلام کی طرف سے ہر خیر کی جزا دے اور ان کی حمایت میں آنے والے تمام افراد کو ہر نقصان اور ہر تکلیف سے بچائے اور انہیں بوقت ملاقات شر بخشنے اور شر و فساد سے محفوظ رکھے۔ اے عزت والے بخشنے والے رب! یہ دعا قبول فرما۔ میری ان کی طویل مجلسیں منعقد ہوئیں جن سے طرفین مانوس ہوئے، ہم نے علمی مذاکرے کیے سوال کیے اور جواب دیئے تو میری اور ان کی آنکھوں نے نیز میرے اور ان کے کانوں نے اس سے زیادہ دیکھا اور سنا جس کا ذہنوں میں تصور رہتا تو ان مجلسوں نے ہمارے دلوں میں محبت کی سوزش اور جانوں میں

النفوس وانشا فی لسانی ما انشاه جنانی

فیا لیتها طالت ونحن مضی تقضا

بان مدی وصل الحبیب تصیر

وکیف وذا نجل الکمال وانتی

اخوا النقص حظی فی الکمان یسیر

وارجو لقا دار الهنا وکأن قد

تداسعد بختی ماتفا سیصیر

فیا من من بمن منه علینا بهذا اللقیا کلما رویتا

ظمینا فزدنا السقیا واجمع بیننا یا قریب المجیب علی

حوض الحبیب وفی دار التقریب صلی الله تعالی علیه وسلم

وعلی اله وصحبه وبارك وکرم سبحن الله مالی غبت

غب ان خاطبت ولذة الخطاب بغیة الاحباب نعم فیا

عالم العلام یا علامة یامن علمه علم غنی عن علامة

فعلام تطلب علام علامه رفعك الله کم تتواضع و

هذا مسکك فانما یتضوع امثلی یوازیك بل هل

یدانیك فتسأل منه اجازة الحدیث وسائر مرویاتی

ومحویاتی من قدیم وحدیث نعم فهمت الامران

اسمی رضا وصرت عینی فانت عین الرضا ؎

وعین الرضا عن کل عیب کلیلة

فتحسب مثلی ما لها الکمال

ومالی صلاح للکمال کمالها

کما لاقذی فی صالح بن کمال

ولطالما سوفت ؛ وفی نعم وبلا

شوق کی لذت کے سوا کچھ نہ بڑھایا اور میری زبان نے وہ اشعار کہے جنھیں میرے دل نے انشاء کیا۔

(ترجمہ اشعار) کاش کہ یہ علمی مجلسیں اور طویل ہوتیں لیکن کیا کریں۔ تقدیر کا فیصلہ ہے کہ محبوب کا وصل بہت جلد انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

یہ تمنا کس طرح پوری ہو میرا ممدوح تو کمال کی نسل سے (ہونے کی وجہ سے کمال مجسم) ہے اور میں ناقص ہوں تو مجھے کمال سے تھوڑا حصہ ہی مل سکتا ہے۔

مگر دارالھنا (جنت) میں ملنے کی امید اس قدر قوی ہے گویا اس کا وقوع ہو گیا تو یہ میری خوش بختی ہے جو عنقریب مجھے اس جانب بلائے گی۔ اے وہ ذات جس نے بسبب اپنے کرم کے ہم پر اس ملاقات کے ذریعے ایسا احسان فرمایا کہ ہم نے جب جب دیدار کا شربت پیا، پیاس بڑھی، تو اے قریب رہنے والے، اے دعاؤں کے سننے والے! ہماری اس سیرابی میں اضافہ فرما، اپنے محبوب (علیہ السلام) کے حوض پر بھی اور دار التقریب (جنت) میں بھی ہمیں جمع فرما (اللہ تعالیٰ آپ پر بھی اور آپ کی آل و اصحاب پر بھی درود و سلام، برکت اور کرم نازل فرمائے۔

سبحان اللہ! مجھے کیا ہو گیا کہ (حضرت صالح کمال سے) خطاب کرتے کرتے مخاطبت ترک کر دی اور غیبوبت اختیار کر لی، حالانکہ خطاب کی لذت دوستوں کو مرغوب ہوا کرتی ہے۔ تو ہاں اے عالموں کے عالم، اے علامہ، اے وہ جن کا علم اونچے پہاڑ کی طرح علامت سے مستغنی ہے آپ اپنے علامہ ہونے کی نشانی (سند) کیوں طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید رفعتیں بخشے۔ آپ کتنی تواضع کر رہے ہیں۔ یہ دیکھو آپ کے علم و فضل کی کستوری مہکتی اور پھیلتی جا رہی ہے۔ کیا مجھ جیسا آپ کے برابر ہو سکتا ہے یا آپ کے قریب پہنچ سکتا ہے؛ کہ آپ مجھ سے حدیث شریف کی اور میری پرانی و نئی تمام مرویات و محویات کی اجازت طلب کریں۔ ہاں اصل بات معلوم ہو گئی کہ میرا نام "رضا" ہے اور آپ میری عین (آنکھ) کی مانند ہو جانے کی وجہ سے عین الرضا ہوئے۔

(ترجمہ اشعار) اور عین الرضا عیب نہیں دیکھ سکتی بنا بریں آپ نے مجھے (عیب سے دور) کمال کا صالح سمجھ لیا۔ حالانکہ عین الرضا کی طرح مجھ میں کمال کی صلاحیت نہیں عین الرضا (عیب بینی سے)، اس طرح پاک ہے جس طرح صالح بن کمال (عیبوں کے) خس و خاشاک سے میں عربیت تک مثال مثول کرتا اور نعم و بلی (ہوں

ايا ما صرفت لعلمى بقصر ذراعى و قصور باعى و لحيائى من فضلك ان اعد مجيزا لفاضل مثلك و لكن كلما تلجلجت طال تقاضاك و مالى بد من طلب رضاك فالحقير ما مور و المامور معذور و الله العذر مقبول عند الصدور فهاك على بركة الله و بركة رسوله)

وكتب لحضرة مولنا السيد اسمعيل واخيه الجميل مكان العبارة الواقعة بين الهلالين من ص٢٣ الى هنا هكذا

يا سلالة نسل اسمعيل يا خليل الجليل يا ابن الخليل عليهما الصلاة والسلام بالتبجيل يا محمود نحال تجل من شكرى وطلعة آسمالها اسمى إسمٰعيل بها صبرى يا منشئ خطب منابر الهمم بل حافظ كتب حرم الكرم الايا سامعين هل عرفتم الاسم وان لم تعرفوا فهذا نظم خذوا منه رؤس الشطور تنبئ باسم مبين النورسه

الله ارسل للخلال خليلا
سدا لخلال ولم يخل خليلا
منحت بنوه خلال خير طبقة
عن طبقة وتعم جيلا جيلا

ہاں) میں دن گزارتا رہا کیونکہ میں اپنے بازوؤں کو چھوٹا اور ہاتھوں کے پھیلاؤ کو کوتاہ سمجھتا تھا اور آپ کی فضیلت کے پیشِ نظر شرم آتی تھی کہ ایسے فاضل کو سندِ حدیث دینے والاں میں شمار کیا جاؤں؛ لیکن میں نے جس قدر پس و پیش کی آپ کا تقاضا بڑھتا گیا۔ آخر مجھے آپ کی خوشنودی ہی مطلوب ہے اور چونکہ حقیر مامور ہے اور مامور معذور ہوتا ہے اور برگزیدہ لوگ عذر قبول کیا کرتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کو اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت پر اجازت دیتا ہوں، لیجیے۔)

ص۴۲ سے یہاں تک دو ہلالوں کے درمیان والی عبارت کی بجائے حضرت مولانا سیّد اسمٰعیل اور ان کے برادرِ جمیل کے لیے یہ عبارت لکھی

اے حضرت اسمٰعیل کی اولاد کے خلاصہ، اے ربِ جلیل کے دوست، اے حضرت خلیل کے فرزند (علیہما الصلاۃ والسلام بالتبجیل)، اے ستھرے کردار والے جو اس سے برتر ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرسکوں، اے چمکتے چہرے والے جس کا استعمال شدہ بوسیدہ لباس بابرکت و بلند رتبہ ہے اس کی دید سے قرار پاتا ہوں ورنہ بے صبری بڑھتی ہے؛ اے ان خطبوں کے انشاد کنندہ جو حوصلوں کے منبروں پر پڑھے جاتے ہیں بلکہ اے حرم محترم کے کتب خانہ کے نگران۔ سُننے والو! ان کا نام جانتے ہو جن کا میں نے ذکر کیا؟ اگر معلوم نہیں تو درج ذیل نظم کے ہر مصرعے کا پہلا حرف لے کر جوڑ لو۔ وہ حروف نورِ ہدایت کے پھیلانے والے کا نام بتادیں گے۔

ترجمۂ نظم:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت برآری کے لیے اپنا خلیل (علیہ السلام) بھیجا۔ انہوں نے رخنے بند کیے اور کسی محتاج کو اپنے کرم سے محروم نہ رکھا۔

۲۔ ان کی اولاد کو بھی بہترین خصلتیں عطا ہوئیں اور وہ خصلتیں ہر قبیلہ تک پہنچیں۔

يا عز بيت جاء فيه المصطفى
المصطفى الحق الجليل أنيلا
خلت القرون وما خلا ذا البيت من
لطف الاله ولن يرى تحويلا
يمن الخليل مع الحبيب توافقا
بيديه الرب الجليل جليلا

الا هو الذي شد عضدي وسد مددي ونصر وما
قصر ورد الفساد وسد فساد وبدد العدى وكل من
عدا ورد عليهم فاستدوا بردى آذنابذوا الهدى
ونبذوا التقى ونهضوا بالهوى فهوى من غوى في
هوة الهوان بما قد حوى، وأتى ما أتى على من
عتا وعثا وعصى وأراد تنقيص شان المصطفى صلى
الله تعالى على مصطفاه وآله وصحبه ومن والاه والحمد
لله قد رضاه ولكن احببته فالانسان عبد الاحسان
وقد فاز فحاز حسن الخُلق والخَلق وهما ماهما
في جلب قلب الخلق ولكن لا ادري لم احبني و من
عنده ذنبني ماذ بتني ما في شئ يوجب
ودا أو يجلب نظرا أو يسلب ردا وقد اعتللت من غرة
السنة الى شهر تام فاهتم لي كل الاهتمام
فما مر يوم الا اتاني مع بعد منزله من مكاني
ولما خف المرض وتاهب للرحيل ما قد عرض
مرنهار ان فما اتفق الاتيان فاشتقت
اليه اشتياقا

۳۔ کس قدر بزرگی والا ہے وہ گھرانہ جس میں محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور ہوا۔ بڑی عزت تو مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے مخصوص ہے۔

۴۔ صدیاں گزر گئیں اس گھرانے پر ہمیشہ اللہ کا لطف و کرم رہا اور آئندہ بھی اس کی مہربانیاں ان سے نہ پھریں گی۔

۵۔ خلیل کی برکت حبیب کے ساتھ موافقت کیے ہوئے ہے تاکہ رب جلیل اسے ہمیشہ کے لیے بڑے مرتبے پر رکھے۔

سنتے ہو! یہ وہی ہیں جنہوں نے میرا بازو مضبوط کیا، قوت بڑھائی اور کمی نہ کی۔ فساد کو رد کیا اور دوبارہ سر اٹھانے سے روکا تو سیادت میں سب پر غالب آئے۔ دشمنوں کو ہٹایا، سرکشوں کو متفرق کیا اور مخالفین کو ایسے جواب دیے کہ وہ تباہی کے خوف سے بھاگ نکلے۔ کیونکہ انہوں نے ہدایت کی مخالفت کی خوفِ خدا کو پس پشت ڈالا اور نفسانی خواہش سے مقابلہ کے لیے کھڑے ہوئے تھے، پھر کیا ہوا؟ تمام گمراہ اپنی جمع کی ہوئی سکیموں سمیت رسوائی کے گہرے کھڈ میں جا گرے اور ان پر ذلت کا وہ زبردست عذاب آیا جو آیا۔ یہ عذاب ہر اس شخص پر مسلط تھا جس نے سرکشی کی، فساد پھیلایا، نافرمانی کی اور مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان گھٹانے کا ارادہ کیا (اللہ تعالیٰ اپنے مصطفیٰ پر اور ان کی آل و اصحاب پر اور جملہ محبین پر رحمتیں نازل فرمائے اللہ تعالیٰ کے لیے اسی قدر تعریف ہے جسے وہ پسند فرمائے) اگر میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو اس کا سبب ظاہر ہے کیونکہ انسان نیکی (کرنے والے) کا غلام ہوتا ہے اور میرا ممدوح نیکی کرنے میں کامیاب ہوا کہ اس نے حسن خلق بھی اور حسن خلق بھی دونوں خوبیاں حاصل کیں، اور یہ دو خوبیاں مخلوق کی دلکشی میں عجب کمال رکھتی ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ مجھ سے کیوں محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے از خود میری اس قدر کیوں حمایت فرمائی مجھ میں وہ کونسی خوبی ہے جو دوستی کی موجب نظر کی جالب اور ازالۂ اعتراضات (بدگو ہراں) کی باعث ہے۔ میں ابتداء سال پورا مہینہ بیمار رہا انہوں نے میری خاطر بڑا اہتمام فرمایا ہر روز تشریف لاتے باوجودیکہ ان کا دولت خانہ میری قیام گاہ سے دور تھا، اور جب مرض ہلکا ہوا اور بیماری کا عارضہ کوچ کرنے لگا تو دو دن نہ آتے اس پر میرے دل میں ان کی زیارت کا

الظمآن بماء بارد في يوم صائف

فكتبت اليه بكيمايساعف

هذان يومان ما فزنا بطلعتكم ــه

ولو قدرنا جعلنا رأسنا قدما

قالوا القا خليل للعليل شفا

الا تحبون ان تبرو الناسقما

عودتمونا طلوع الشمس كل ضحى

وهل سمعتم كريما يقطع الكرما

تمادو عادة جادوا جاد حفظه الجواد في كل خلوة

ونادو لعمري ما دريت من امرى ما يوجب هذا الاكرام

والاحسان التام منه ومن ابيه النبيه الشريف

الوجيه السيد الجليل سيدنا و مولينا افندى

خليل ادامه الله تعالى بالتبجيل فمع عدم تعارف

سابق ولا فضل في يلايم ويوافق ما تم لي قيام

اب رحيم وكيف لا واسمه خليل وهو من آل الخليل

ابرهيم وما معنى ابرهيم الا الاب الرحيم ثم من

آل من هو بالمؤمنين رؤف رحيم عليه وعلى الخليل

والهما افضل الصلاة واكمل التسليم فلا اقسم برب

اكرم هذا البيت الكريم وانه لقسم لو تعلمون

عظيم انى آنست فيهما بوارق تبرق وشوارق تشرق

من لمعات اشعة شمس تجلت بعبق من

افق شفق انك تحمل الكل وتكسب

المعدوم وتعين على نوائب الحق

شوق اس قدر غالب ہوا جیسے گرمیوں میں پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی طلب ہوتی ہے تو میں نے انہیں متوجہ کرنے کے لیے تین اشعار لکھ بھیجے:

(ترجمہ اشعار):

۱۔ ان دو دنوں میں آپ کے چمکتے چہرے کی زیارت نہ ہو سکی۔ اگر ہم قادر ہوتے تو سر کے بل چل کر خود پہنچتے۔

۲۔ کہتے ہیں مخلص دوست کی ملاقات سے بیمار تندرست ہو جاتا ہے۔ کیا آپ کو پسند نہیں کہ ہماری بیماری آپ کے ہاتھوں دور ہو۔

۳۔ ہر روز بوقتِ چاشت آفتابِ علم و عرفان کی زیارت کا آپ ہی نے عادی بنایا تھا۔ تو کیا آپ نے کسی کریم کی بابت سُنا ہے کہ اس نے سلسلۂ کرم منقطع کر دیا ہو۔

پھر کیا تھا، خط پڑھتے ہی تشریف لائے، عیادت فرمائی، اکرم کیا اور خوب کیا (رب کریم تنہائیوں میں اور مجلسوں میں ان کی حفاظت فرمائے)۔ زندگی دہندہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اس اکرام و احسان کا اصل سبب کیا ہے۔ یہ حسنِ سلوک نہ صرف انہوں نے کیا بلکہ ان کے ابا جان سیدنا و مولانا آفندی خلیل نے بھی — جو شہرت، شرافت، وجاہت، سیادت، جلالت کے مالک ہیں (اللہ تعالیٰ موصوف کو عظمت و بزرگی کے ساتھ دوام بخشے) — میرا ان سے کوئی سابق تعارف نہ تھا اور نہ ہی مجھ میں ان کے ذوق کے مطابق کوئی نمایاں خوبی تھی۔ بایں ہمہ وہ میرے لیے مہربان باپ کی طرح کھڑے ہو گئے۔ اسی طرح کیوں نہ کرتے ان کا نام خلیل ہے۔ حضرت خلیل ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور ابراہیم کے معنے "مہربان باپ" کے ہیں، پھر وہ ان کی آل سے ہیں جو مومنوں پر رؤف بھی ہیں اور رحیم بھی۔ (ان پر اور جناب خلیل پر اور دونوں کی آل پر افضل درود اور اکمل سلام اترے) ——— قسم ہے اس رب کی جس نے کعبہ معظمہ کو عزت بخشی اگر تم جانو تو بے شک یہ قسم بڑی ہے، میں نے دونوں باپ بیٹا کی پیشانیوں میں (سعادت ابدی کی) ایسی روشنیاں چمکتی دیکھی ہیں جو اِنَّكَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ کے افق کی خوشبوؤں میں طلوع ہونیوالے

جزاهما الله عني وعن السنة كل خير وفضل ونعمة ومنة ووقاهما ما يكرهان في كل حين وكل آن اسمع واستجب يا رحمن ؛ آمين آمين يا حنان لوجهك الحمد وعليك التكلان – فمالي نبث عتب ما خاطبت قلذة الخطاب بغية الاحباب نعم فيا حبي وحبيبي وطبي وطبيبي ولبي ولبيبي يا قرة عيني ودرة زيني وتاج رأسي وبهجة نفسي شالتني انت واخوك النجيب الحبيب النسيب اللبيب الاريب اخو الوفا والصدق والصفا السيد مصطفى اعطاه الله من الحلم والمنى والغنا والهنا فوق ما نتمنى اجازة الحديث وسائر مروياتي من قديم وحديث وما انا الا اذل الخليقة بل لاشئ في الحقيقة ولكن الكرام حسان الظنون وبحسن الظن يعرف الصالحون فامركما على الرأس والعين فلاجد وجها للخلاف ولايدين فها كما على بركة الله وبركة رسوله الاجازة وارسله على يد بعض الاصدقاء لما اتوجه الى الحجة ١٧ شوال سنة ١٣٢٦ الف وثلثمائة وست وعشرين رجاء الوصول على حسب المامول والحمد لله رب العلمين

وكتب لحضرة السيد مامون البري المدني هكذا

يا مامون السريرة مصون السيرة غرس دوح الشرف والسيادة عرف روح الظرف والسعادة العالم الاجل الكامل الابجل مورد الفضل السني ذو الفيض الهني والقلب الغني حضرة سيدي السيد مامون البري المدني

آفتاب کی کرنوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ دونوں کو میری طرف سے اور تمام اہلسنت کی طرف سے جزائے خیر دے اور فضل ونعمت ونکوئی بخشے اور دونوں کو ہر آن مکروہات سے بچائے اے رحمٰن! سن اور قبول فرما۔ آمین آمین۔ اے حنّان! تیری ذات کو حمد ہے اور تجھی پر بھروسہ ہے، مجھے کیا ہو گیا، میں نے ممدوح سے مخاطب ہونے کے بعد ان کا ذکر الفاظ غیب سے کیوں شروع کر دیا۔ حالانکہ خطاب کی لذت تو اہل محبت کو مرغوب ہوا کرتی ہے۔ ہاں تو اے میرے پیارے، میرے حبیب، میری مراد، میرے طبیب، میری عقل، میرے ہوشمند، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میری زیبائش کے موتی، میرے سر کے تاج، میری جان کی رونق، آپ نے اور آپ کے بھائی سید مصطفیٰ نے جو نجابت وشرافت کے حسب ونسب کے عقل اور دانائی کے مالک اور وفاداری، صدق شعاری، صفا پسندی سے موصوف ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں دولت علم سے آرزوؤں کے پورا ہونے سے خوشگوار دولتمندی سے ہماری تمنا سے زیادہ مرحمت فرمائے)۔ (آپ دونوں) نے مجھ سے حدیث کی اور نیز دیگر اپنی جملہ مرویات کی اجازت طلب کی ہے حالانکہ میں خود کو مخلوق میں ادنیٰ سمجھتا ہوں بلکہ محض لاشئی جانتا ہوں مگر آپ جیسے اہل کرم اچھے گمان کرلیتے ہیں اور اچھے گمانوں سے ہی نیک لوگ پہچانے جاتے ہیں اور چونکہ آپ کا حکم میرے سر اور آنکھوں پر ہے، نہ اس سے منہ پھیر سکتا ہوں نہ ہاتھ روک سکتا ہوں لہٰذا آپ دونوں کو اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت پر اجازت دیتا ہوں، لیجئے ـــــــ یہ سند اجازت بتاریخ ۱۰ شوال ۱۳۲۹ھ بعض مخلصوں کے ہاتھ روانہ فرمائی جبکہ وہ حج کے لیے روانہ ہوئے اور اس کی وصولی کی اطلاع بھی حسب منشا آگئی۔ الحمد للہ رب العٰلمین۔

اور حضرت سید مامون البری المدنی کے لیے سند اجازت اس طرح لکھی

اے پاک باطن، پاک سیرت، شرافت وسیادت کے شجر عظیم، دانائی وسعادت کی خوشبوئے دلنشیں، جلیل القدر، عظیم المرتبت، باکمال عالم دین، بلند فضیلت والے، مبارک فیض والے، غنی دل والے حضرت سیدی السید مامون البری المدنی (اللہ تعالےٰ

جعلك الله مامن الدين مامون اليقين امان الطالبين سألتني بحسن ظنك بتبل لطيف منك اجازة الحديث وسائر مروياتي من قديم وحديث وما انا في عير العلم ولا نفير الفنون لكن الكرام حسان الظنون فها ك على بركة الله تعالى وبركة رسوله وارسله على يد بعض العلماء من اهل فنجاب حين توجه الى لثم تلك الاعتاب الليال خلون من شوال السنة المذكورة فان وصل والاسير سل المطبوعة المنظورة

وكتب لعلماء عشرة كرام بررة من مكة المطهرة

مولنا السيد ابي حسين المرزوقي امين الفتوى ومكين التقوى وحسنة الزمان مولنا الشيخ اسعد الدهان واخيه النبيه الشيخ عبد الرحمن والفاضل العلامة حضرة الشيخ عابد بن حسين مفتي المالكية واخيه مولينا الشيخ على بن حسين ذي القريحة الزكية وابن اخيهما الشيخ جمال بن محمد الامير ومولنا الشيخ عبد الله ابن الجهبذ الكبير والعلم الشهير ابي الخير الكثير والسيد الجليل المزدان مولنا الشيخ عبد الله دحلان والشيخ المنيح مولنا ابكر رفيع ومولنا الشيخ حسن العجمي حفظهم الله جميعا بلطفه السمي

آپ کو دین کے لیے جائے پناہ یقین کے لیے حفاظت گاہ دین کے طالبوں کے لیے امن گاہ بنائے ، آپ نے اچھا گمان رکھنے بلکہ بھلائی کا ارادہ فرمانے کی بنا پر مجھ سے حدیث شریف کی اور میری نئی و پرانی تمام مرویات کی اجازت طلب کی ہے حالانکہ میں قافلۂ علم اور گروہ شیوخ میں خود کو شمار نہیں کرتا لیکن چونکہ اہلِ کرم اچھے گمان رکھا کرتے ہیں اس لیے آپ کو اللہ اور رسول ... صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت پر اجازت دیتا ہوں ، لیجئے :

یہ سندِ اجازت بعض علماء پنجاب کے ہاتھ شوال ۱۳۲۶ ... میں روانہ فرمائی جبکہ وہ ان مقدس چوکھٹوں کو چومنے کی خاطر متوجہ ہوئے اگر پہنچ گئی تو بہتر ورنہ دوبارہ مطبوعہ نظر ثانی شدہ بھیجی جائے گی

مکہ پاک کے درج ذیل دس نیک علماء کرام

۱۔ مولانا سید ابوحسین المرزوقی جو فتوٰی دیتے ہیں امین اور تقوٰی اختیار کرنے میں پختہ ہیں۔
۲۔ اور حضرت مولانا اسعد الدہان جنہیں زمانے کی نکوئی حاصل ہے۔
۳۔ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن جو نہایت سمجھدار ہیں اور اسعد الدہان کے بھائی ہیں۔
۴۔ اور حضرت الشیخ عابد بن حسین جو فاضل علامہ ہیں اور مالکی فقہ کے مفتی۔
۵۔ اور حضرت مولانا علی بن حسین جو شیخ عابد کے بھائی ہیں اور طبعاً پختہ ہیں۔
۶۔ اور شیخ جمال بن محمد الامیر جو ان دونوں کے برادر زادہ ہیں۔
۷۔ اور بہت بڑے نقادِ علم میں مشہور اور مضبوط مولانا ابوالخیر صاحب خیر کثیر کے فرزند مولانا الشیخ عبداللہ۔
۸۔ اور حضرت مولانا عبداللہ دحلان جو سید ہیں اور جلیل الشان۔
۹۔ اور مولانا بکر رفیع جو علم و عمل میں مضبوط ہیں
۱۰۔ اور حضرت مولانا حسن العجمی

(اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا لطف عظیم محیط فرمائے ،

(ان دسوں) کے لیے وہ عمدہ اوصاف مع ان کے سند اعلیٰ اور اصل ناموں کے

ماسیاتی فی النسخۃ الرابعۃ من الاوصاف الرائقۃ مع
اسمائہم الجمیلۃ الجلیلۃ النصاب بیدان الکلام
ھھنا محول من الغیبۃ الی الخطاب

وکتب لفلذۃ کبد المدینۃ المنورۃ

مولنا السید محمد سعید شیخ الدلائل من
العترۃ الطاھرۃ ایضا مثل مایجی مع اسمہ المغنی

وکتب لذی الفضل السنی مولنا الشیخ عمر المحرسی المدنی

ایھا الفاضل الکامل حسن الشمائل غصن دوح الفضائل
الطیب الزکی الفطن الذکی مولنا الشیخ عمر بن حمدان
المحرسی المالکی حرسہ مالکہ بالفیض الملکی ویرسل ان شاء العلی
الاکبر لہؤلاء العلماء الاثنی عشر بعد الطبع لعموم النفع

والکتابۃ الجدیدۃ فی تاریخ ۱۳ھ

واخرکل

سالتنی اجازۃ الحدیث وسائر مرویاتی من القدیم والحدیث وما انا اھلا
لذلک ولا من فرسان تلک المعارک ولکن حسن ظن منک وحسن الظن احسن
المسالک وبہ یدرک اعلی المدارک فھاک

ثم اتفقت العبارات

علی برکۃ اللہ وبرکۃ رسولہ واحمد رضاہ وکمال قبولہ اولاً اجازۃ جمیع ماقراتہ
اوجنتہ علی اساتذتی وبھذا الوجہ الاعلی صحت لی عنھم روایتی من القران العظیم
واحادیث النبی الکریم علیہ وعلی الہ افضل الصلاۃ والتسلیم وکتب الحدیث
من صحاح وسنن ومسانید وجوامع ومعاجیم واجزاء وکتب اصولہ
علی مسلک محدثین وطریقۃ ائمتنا محققین

تحریر فرمائے جونسخو رابعہ میں آرہے ہیں۔ مگر یہاں غیب سے خطاب کی طرف کلام کا رُخ پھیرا گیا ہے۔

اور مدینہ منورہ کے جگر گوشہ مولانا السید محمد سعید (جو شیخ الدلائل ہیں اور اہل بیت ؑ طہارت سے ہیں)، کے لیے بھی وہ اوصاف لکھے جو ان کے روشن نام کے ساتھ مذکور ہوں گے۔

اور حضرت مولانا عمر الحرسی المدنی (جو فضیلت والے ہیں) کے لیے اس طرح تحریر فرمایا:

اے فاضل کامل، اچھی خصلتوں والے، شجرۂ فضیلت کی شاخ، پاک، صاف، دانا، تیز فہم مولانا عمر بن حمدان الحرسی (مالک الملک ملک فیض کے ساتھ ان کی حفاظت فرمائے)۔ ——— وبلندی والے رب نے چاہا تو عموم نفع کی غرض سے ان بارہ علماء کے پاس بعد از طبع سندِ اجازت بھیجی جائے گی اور کتابت جدیدہ کی تاریخ یہ ہے ۱۲ھ)

سب کے آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں

آپ نے مجھ سے حدیث کی اور میری نئی و پرانی مرویات کی اجازت طلب کی ہے حالانکہ میں (بخیال خود) اس کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی ان معرکوں کا شہسوار ہوں لیکن آپ نے میری بابت اچھا گمان کیا ہے اور (مومن کے متعلق) اچھا گمان بہترین طریقہ ہے اس کے ذریعہ اعلیٰ مدارک حاصل ہوتے ہیں۔

ازاں بعد سب کی عبارتیں متفق ہیں

تو اللہ و رسول (جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت پر اجازت لیجئے۔ میں آپ کو اللہ کی رضا کی اور اس کے کمال قبول کی حمد کرتے ہوئے:

اوّلاً: ان تمام علوم کی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے اساتذہ کرام پر پڑھا ——— اور اس اعلیٰ وجہ کی بنا پر میرے لیے اساتذہ سے قرآن عظیم کی روایت اور نبی کریم (علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کی احادیث کی روایت صحیح اور ثابت ہے اور کتب حدیث کی ان تمام قسموں کی بھی جنہیں صحاح، سنن، مسانید، جوامع معاجیم، اجزاء کہا جاتا ہے ——— نیز مسلک محدثین کے مطابق اور ہمارے جلیل القدر اماموں کے روشن طریقہ کے

الاجلاء الغراء البيضاء والفقه الحنفي الحقي الوفي الصافي الصفي المنتهي سنده الى امام الائمة كاشف الغمة سراج الامة مالك الازمة شافعي وشافع مقلديه بنص احمد من عرفاء الله وواجديه من اصله ثابت وفرعه نابت وفضله ثابت سيدنا الامام الاعظم ابي حنيفة النعمن بن ثابت عن الامام حماد بن سليمن عن الامام ابرهيم النخعي اوحد الزمان فى بحري العلوم والمكرمة سيدينا اسود وعلقمة عن كنيف ملئ علما وعد من اهل بيت الرسالة المحظي من رضي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لامته مارضي وكره لامته ما كره لها هذا الرضي وهو سيدنا عبد الله بن مسعود رضي عنه وعنهم الكريم الودود عن سيد المرسلين شارع الشرع المبين مفيض الاحكام على ائمة الدين بتمامها سبهم ومن لهم من المقلدين صلى الله تعالى عليه وعليهم اجمعين عن امين الوحي جبريل عليه الصلاة بالتبجيل عن الملك الجليل العزيز الجميل جل جلاله وعم نواله وكتب الفقه من كل مذهب واصول الفقه والجدل المهذب والتفسير والعقائد والكلام المحدث للرد والتقريب والنحو والصرف والمعاني والبيان والبديع والمنطق والمناظرة والفلسفة المدلسة والتكسير والهيأة والحساب والهندسة فهذه احد وعشرون علما اخذت جلها بل كلها عن امام العلماء خاتمة المحققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد وسائر المشايخ شرفوا بنعمة الاجازة فلنعم مجيزون ولنعمت الاجازة

موافق جتنی اصول حدیث کی کتابیں ہیں ان کی روایت بھی میرے لیے صحیح اور ثابت ہے۔ ——— اور فقہ حنفی کی روایت بھی ——— یہ فقہ پیاری بھی ہے اور پوری بھی، صاف ستھری بھی ہے اور فقہوں میں چنی ہوئی بھی۔ اس کی سند اماموں اماموں کے کاشف اُمت کے چراغ از منہ تحقیق کے مالک سیدنا احمد کی تصریح کے مطابق میری اور اپنے جملہ مقلدین کی شفاعت فرمانے والے، اللہ کے عارف اور اس کی بارگاہ کے مقرب، جن کے علم و عمل کی اور فضل و کمال کی جڑ قائم ہے اور اس کی شاخیں اُگتی اور پھیلتی رہتی ہیں یعنی سیدنا الامام الاعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک پہنچتی ہے ——— پھر آپ امام حماد بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں ——— وہ یکتائے زمان امام ابراہیم النخعی سے ——— وہ علم وسخا کے دو دریاؤں یعنی سیدنا اسود اور سیدنا علقمہ سے ——— وہ ان سے جو علم سے بھری ہوئی گٹھڑی ہیں اور رسالت عظمیٰ کے اہل بیت میں شمار کیے گئے ہیں جن کی پسند و ناپسند کو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنی امت کے لیے پسند و ناپسند قرار دیا یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ وعنہم الکریم الودود) ——— وہ ان سے جو رسولوں کے سردار اور شرع مبین کے بانی ہیں اور ائمہ دین پر ان کی شان کے لائق اور ان کے مقلدین پر احکام شرعیہ کا افاضہ فرماتے رہتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین) ——— آپ وحی کے امین حضرت جبریل سے (علیہ الصلوٰۃ بالتبجیل) ——— آپ اللہ تعالیٰ سے جو جلال، عزت اور جمال کا بادشاہ ہے (جل جلالہ وعم نوالہ) علم قرآن[1]، علم حدیث[2]، اصول حدیث[3]، فقہ حنفی[4] کی طرح درج ذیل علوم کی روایت بھی میرے لیے صحیح اور ثابت ہے: کتب فقہ جملہ مذاہب[5]، اصول فقہ[6]، جدل مہذب[7]، علم تفسیر[8]، علم العقاید والکلام[9] (جو مذاہب باطلہ کے رد و ابطال کے لیے ایجاد ہوا)، علم نحو[10]، علم صرف[11]، علم معانی[12]، علم بیان[13]، علم بدیع[14]، علم منطق[15]، علم مناظرہ[16]، علم فلسفہ مدلسہ[17]، علم تکسیر[18]، علم ہیئت[19]، علم حساب[20]، علم ہندسہ[21]۔ یہ اکیس علوم ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا (جو علماء کے امام اور محققین کے خاتم ہیں) اور باقی مشایخ نے بھی نعمت اجازت بخشی۔ تو کتنے اچھے ہیں اجازت دینے والے اور کتنی عمدہ ہے ان کی دی ہوئی اجازت۔

وثانیا اجازة مالی اجازته من الجهابذة مما دمت قرأة
املاء على الاساتذة یکن تریحتی فیه لاشذه
یکون ما تعلمت مغنیا عن تعلمه او یجری العادة
مغنیا فی تفهمه حتی التصوف اعنی قدرما الیه
سبیل التعرف بالتعلم الظاهر او معان النظر
وحسن التدبر وانعام الفکر والا فمحناه طور وراء
الحفول لا طریق الیه قبل الوصول رزقنا المولی
حظا وافرا منه بجاه الرسول علیه وعلی اله
الصلاة والسلام المقبول آمین وتلك العلوم عشرة
کاملة القراءة والتجوید والتصوف والسلوك والاخلاق
واسماء الرجال والسیر والتواریخ واللغة والادب بفنونه
على الاطلاق فاجزت علم بقسمی هذه العلوم
الجلائل بما فیها من المتون والشروح والحواشی
والرسائل للعلماء المتقدمین والمتاخرین
من کل ما ارویه من مشایخی الاکرمین لحضرة
مولائی ومرشدی وسیدی وسندی
وکنزی وذخری لیوم هی
وغدی مجمع الطریقین
ومرجع الفریقین من العلماء والعرفاء
الاطهر امام الحق
الاصم اف
با الاکابر سیدنا الشاه
ال الرسول الاحمدی

ثانیاً: (آپ کو) ان علموں کی بھی اجازت دیتا ہوں جنھیں میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔ (بفضلہ تعالیٰ) میری طبیعت پڑھے ہوئے علموں کی پناہ میں آنے کی وجہ سے غلطیوں کے حملوں سے محفوظ ہے میں نے جتنا پڑھا ہے اس نے مجھے ان علموں کے پڑھنے سے مستغنی کر دیا ہے یا حسبِ عادت ان کی صحیح سمجھ حاصل کرنے میں پوری پوری کفائت کی ہے۔ یہاں تک کہ علم تصوف، کہ اس کی انتہائی حد اگرچہ احاطۂ عقل میں آنے سے ورا ہے اور واصل الی اللہ ہونے کے بغیر وہاں تک نہیں پہنچا جا سکتا لیکن تعلّم ظاہری کی بدولت یا نظر و فکر میں کوشش کرنے کے سبب یا حسن تدبر اور صحیح سوچ بچار کے ذریعہ جتنا تصوّف حاصل ہو سکتا ہے اتنا حاصل ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے رسول مقبول (علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام) کے طفیل اس کا وافر حصہ ہم کو مرحمت فرمائے، آمین ——— اور وہ پورے دس علم ہیں:

۱۔ قرأت	۲۔ تجوید
۳۔ تصوف	۴۔ سلوک
۵۔ اخلاق	۶۔ اسماء الرجال
۷۔ سیر	۸۔ تواریخ
۹۔ لغت	۱۰۔ ادب مع جملہ فنون

تو میں آپ سب کو ان علوم جلیلہ کی دونوں قسموں کی اجازت دیتا ہوں ——— ان علوم میں جتنے "متن"، جتنی "شرحیں"، جتنے "حواشی" اور جتنے رسائل علماء متقدمین اور متاخرین نے تصنیف کیے ہیں ان سب کی اجازت ہے ——— میں ان سب کی اپنے ان مشائخ کرام سے روایت کرتا ہوں:

۱۔ مثلاً میں اپنے مولیٰ، اپنے مرشد، اپنے سردار، اپنے سہارا، اپنے خزانہ، دنیا و آخرت میں اپنے ذخیرہ سے راوی ہوں جو شریعت و طریقت کے جامع اور پاک لوگوں کی دونوں جماعتوں یعنی عالموں و عارفوں کے مرجع ہیں جن کی توجہ اصاغر کو اکابر بنا دیتی ہے یعنی سیدنا الشاہ آل الرسول الاحمدی (اللہ تعالیٰ انہیں

رضی اللہ تعالی عنہ بالرضی السرمدی عن شیوخ اجلاء
منھم الشاہ عبدالعزیز الدھلوی عن ابیہ الشاہ
ولی اللہ المحدث المکثر القوی وکحضرۃ ابی و
رحمۃ ربی و ولی نعمتی ومالک رقی ورقبتی ختام المحققین
وامام المدققین حامی السنن ماحی الفتن ذی التصانیف
الباھرۃ والحجۃ القاھرۃ والمحجۃ الظاھرۃ سیدنا
المولوی محمد نقی علی خان القادری البرکاتی
البریلوی قدس سرہ القوی عن ابیہ الکریم العارف
باللہ ذی الفضائل والجاہ سیدنا المولوی محمد
رضا علی خان قدس اللہ سرہ ومثواہ عن المو لی
خلیل الرحمن المحمد آبادی عن الفاضل محمد اعلم
السندیلی عن ملک العلما بحرالعلوم ابی العیاش
محمد عبد العلی اللکنوی وکشیخ العلماء بالبلد
الامین الامام المحدث الفقیہ الرزین المولی السید
احمد بن زین بن دحلان المکی قدس سرہ
الملکی عن الشیخ عثمن الدمیاطی وغیرہ من
الفائقین المعاطی وکالمولی الاجل الفقیہ الابجل
درۃ التاج وبدر الداج مفتی الحنفیہ بمکۃ المحمیہ
سیدنا الشیخ عبد الرحمن السراج ابن المفتی الاجل
عبد اللہ السراج الوھاج عن جمیل الاتصاف بجمال
الاوصاف مولنا جمال بن عبد اللہ بن عمر المکی
مفتی الاحناف وکالشیخ المبارک الصالح السید
حسین بن صالح جمل اللیل المکی کلاھما عن الشیخ المحدث الرحلۃ عابد السندی المدنی

وائی رضا بخشے) ـــــ وہ اپنے جلیل القدر مشایخ سے روایت کرتے ہیں جن میں شاہ عبدالعزیز صاحب الدہلوی بھی ہیں۔ وہ اپنے والد الشاہ ولی اللہ سے جو کثیر العلم، قوی الفہم محدث ہیں۔

۲۔ اور مثلاً میں اپنے والد ماجد سے راوی ہوں جو میرے لیے رب تعالیٰ کی رحمت ہیں، اور میری نعمت کے والی، میری ذات اور گردن کے مالک، محققین کے خاتم اور مدققین کے پیشوا، سنتوں کے حامی اور فتنوں کے ماحی، عمدہ تصانیف، غالب حجۃ اور روشن طریق والے ہیں یعنی سیدنا مولانا محمد نقی علی خاں القادری البرکاتی البریلوی (قدس سرہ القوی) ـــــ وہ اپنے کریم باپ، عارف ربانی، صاحب فضیلت و وجاہت سیدنا المولوی محمد رضا علی خاں (قدس اللہ سرہٗ و مثواہ) سے ـــــ وہ مولانا خلیل الرحمٰن محمد آبادی سے ـــــ وہ الفاضل محمد السندیلی سے ـــــ وہ عالموں کے بادشاہ، علموں کے سمندر ابو العیاش محمد عبد العلی لکھنوی سے۔

۳۔ اور مثلاً میں امن والے شہر مکہ مکرمہ کے شیخ العلماء، محدث، پختہ رائے والے، فقیہہ، مولا سید احمد بن زین بن دحلان المکی (قدس سرہ الملکی) سے راوی ہوں ـــــ وہ شیخ عثمان الدمیاطی وغیرہ سے جو عطائے کثیر والوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

۴۔ اور مثلاً میں جلیل القدر مولا، عظیم الشان فقیہہ، "تاج علم کے گوہر کبیر، شب دیجور میں بدر منیر، مکہ معظمہ میں احناف کے مفتی سیدنا الشیخ عبدالرحمٰن السراج سے راوی ہوں جو مفتی اجل عبداللہ السراج الوہاج کے صاحبزادے ہیں ـــــ وہ اوصاف جمیلہ سے اچھی طرح موصوف ہونے والے مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر المکی مفتی الاحناف سے۔

۵۔ اور مثلاً میں صاحب برکت صاحب صلاح حضرت سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی سے راوی ہوں ـــــ یہ دونوں الشیخ عابد السندی المدنی سے جو ایسے محدث ہوتے ہیں کہ مستفیدین دور دور سے چل کر ان کے پاس آتے تھے۔

وكـ حفيده مرشدي وصاحب سجادته ووارث علمه وسيادته وسعادته السيد الشاه ابى الحسين احمد النوري نور الله مرقده بنوره المعنوي والصوري وغيرهم رحمهم الله الجميع كل مساء وصبيح آمين وثالثاً اجازة جميع علوم ما اخذتها من احد اسناداً لا قراءة ولا اسماعاً ولا مذاكرة بها نستفاد ولا كان فيها قراءت غنى عنها او لها اعدادولا جرت العادة اصلاً في الاقران والانداد ان يحصلوا هذه العلوم من دون تعليم ولا ارشاد وانما تفضل القدير على هذا العاجز الفقير ان حللتها بمحض نظري في كتبها واعمال فكري من دون استناد ما الى احد غيري فكان ابو عذرتها واول داخل في حجرتها وهذه اربعة عشر علماً الارثماطيقي والجبر والمقابلة والحساب الستيني واللوغارثمات وعلم التاقيت والمناظر والمرايا وعلم الاكر والزيجات والمثلث الكروي والمثلث المسطح والهيأة الجديدة والمربعات ونبذ من علمي الجفر والزائرجه مما للذهن اليه سبيل ولو بالمعالجة فشان ما ابرز من الصدور الى السطور وبريا وجزا بجملة ازاد اغمض الغشاء يمحض كشفه ولو بالتدبر وامعان التفكر

۶۔ اور مثلاً میں اپنے مرشد پاک کے پوتے، ان کے سجادہ نشین، ان کے علم کے نیز انکی سیادت اور سعادت کے وارث الشاہ سید ابو الحسین احمد النوری سے راوی ہوں۔

(اللہ تعالیٰ ان کے نور معنوی اور صوری سے ہمیں منور فرماتے)

ان کے علاوہ دیگر مشایخ کرام سے بھی راوی ہوں۔ (اللہ تعالیٰ ان سب پر صبح و شام رحمتیں نازل فرمائے۔

ثانیاً: ان علموں کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے کسی افادہ بخش استاذ سے حاصل نہیں کیا نہ پڑھ کر نہ سُن کر نہ باہمی گفتگو سے اور حاصل کردہ علوم ان علموں کی تحصیل سے نہ مستغنی کر سکتے ہیں نہ ان کی استعداد دے سکتے ہیں اور مجھ جیسے ہر زمان ایسے علموں کو تعلیم و تعلم کے بغیر حاصل کرنے کے عادی بھی نہیں مگر اس عاجز فقیر پر رب قدیر نے ایسا فضل فرمایا کہ میں نے انہیں محض کتب بینی سے اور نظر و فکر کے استعمال سے حل کر لیا کسی پر اعتماد کرکے اس کے حضور زانوتے تلمذ تہ کرنے کی ضرورت نہ پڑی گویا اپنے اقران میں ان علوم کا موجد ہوں اور ان کی گردیں مجھ ہی کو بیٹھنا نصیب ہوا ہے۔ یہ علوم تعداد میں چودہ ۱۴ ہیں:

۱۔ ارثماطیقی	۲۔ جبر و مقابلہ
۳۔ حساب سینی	۴۔ لوغارثمات
۵۔ علم التوقیت	۶۔ مناظر و مرایا
۷۔ علم الاکر	۸۔ زیجات
۹۔ مثلث کروی	۱۰۔ مثلث مسطح
۱۱۔ ہیئاۃ جدیدہ	۱۲۔ مربعات
۱۳۔ حصہ جفر	۱۴۔ حصہ زائرجہ

یہ چودہ علوم ایسے ہیں کہ ان تک بذریعہ کوشش ذہن کی رسائی ہو سکتی ہے کیونکہ جو علم سینوں سے تحریر کی جانب منتقل کیا جاتے اگرچہ اس کی تحریر میں انتہائی اختصار اور حد درجہ کی پیچیدگی اختیار کی گئی ہو تو وہ تدبر اور گہرے تفکر کے ذریعہ معلوم و مکشوف ہو سکتا ہے

اما ما لم يذكر اصلا والبقى فى الصدر ولم يوم
اليه فى ورد ولا صدر فكيف ينبش ما فى القبور
وهل من سبيل الى ذات الصدور ولقد صدقوا
ان صدور الاحرار قبور الاسرار جعلنا الله منهم
بالحبيب المختار عليه الصلاة والسلام الدائم
المدرار فالى ههنا جاءت العلوم خمسة
واربعين سبحنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك
انت العليم الحكيم المبين المعين ولى فى كلها
او جلها تحريرات وتعليقات من زمن طلبى الى هذا
الحين فان قلما قرءت كتابا او طالعت وكان
فى ملحى حين اطلعت آلاولى عليه بعض الحواشى
اما بالاعتراض او برفع الغواشى واكثر ذلك على
مسلم الثبوت فى اصول الحنفى والنصف الاول من صحيح البخارى
وعلى صحيح مسلم وجامع الترمذى وشرح الرسالة القطبية للسيد
الزاهد الهروى وحاشية على الامور العامة من شرح المواقف للجرجانى
والشمس البازغة للجونفورى وحل ذلك زمن طلبى حين مطالعتها لاجل
سبقى وعلى التيسير شرح الجامع الصغير للمناوى وشرح ملخص
الهيئاة للجغمينى والتصريح شرح تشريح الافلاك للاملى وثلث مقالات
من تحرير اقليدس للطوسى والزيج الاجد ورد المختار للعلامة الشامى
واخر انطل اكثر اسكل ارجوات لو جردت تعليقاتى من هوامشه بلغت مجلدين
او اكثر مع ان فيها ما هى ابداعات وحوالات على اسفارى او على فتاوى وتحريراتى الاخر
بيدانى منذ فرغت عن الدرس وعدا امى فى المحصلين او ذلك لمنتصف شعبان سنه ۱۲۸۶ الف
مائتين وست وثمانين وانا اذ ذاك ابن ثلثة عشر عاما وعشرة اشهر وخمسة ايام وفى هذا
التاريخ فرضت على الصلاة وتوجهت الى الاحكام ودخن المقال بحمد ذى الجلال

ہاں وہ علم جسے نہ زبان سے بیان کیا جائے نہ قلم سے ——— اور جوں کا توں سینے میں محفوظ رکھا جاتے اور اس کی طرف کسی کلام میں خفیف سا اشارہ بھی نہ ہو، اس کا معلوم کرنا بڑا دشوار ہے کیونکہ ما فی القبور کو کریدا نہیں جا سکتا اور ما فی الصدور کی جانب رسائی نہیں ہو سکتی۔ بزرگوں نے سچ فرمایا کہ احرار کے سینے اسرار کی قبریں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو اصحاب اسرار کے زمرے میں داخل فرماتے بطفیل حبیب مختار (آپ پر مسلسل اور لگاتار درود و سلام نازل ہو)۔ تو یہاں تک پینتالیس علوم ہوئے۔ اے اللہ! پاکی ہے تجھے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا، بیشک تو ہی علم و حکمت والا ظاہر کرنے اور مدد فرمانے والا ہے، اور میں نے ان جملہ علوم کی بڑی بڑی کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں حاشیہ نویسی کا سلسلہ زمانۂ طالب علمی سے اب تک جاری ہے کیونکہ اس وقت میرا یہ دستور رہا کہ جب کوئی کتاب پڑھی اگر وہ میری ملک میں ہے تو اس پر حواشی لکھ دیے اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو اعتراض لکھ دیا اور اگر مضمون پیچیدہ ہے تو اس کی پیچیدگی دور کر دی ——— حنفی اصول فقہ کی کتاب مسلم الثبوت پر صحیح بخاری کے نصف اول پر صحیح مسلم اور جامع ترمذی پر شرح رسالہ قطبیہ پر حاشیہ امور عامہ پر اور شمس بازغہ پر اکثر حواشی اس وقت لکھے جبکہ طلب علم کے زمانہ میں اپنے سبق کے لیے مطالعہ کرتا تھا۔ علاوہ ازیں تیسیر شرح جامع صغیر پر شرح چغمینی اور تصریح پر اقلیدس کے تین مقالوں اور الزیج الاجد پر اور علامہ شامی کی ردّ المحتار پر بھی حواشی لکھے۔ ان سب میں پچھلی یعنی رد المحتار کے حواشی سب سے زیادہ ہیں، مجھے امید ہے کہ اگر انہیں کتاب سے الگ کر دیا جاتے تو دو جلدوں سے بڑھ جائیں گے حالانکہ ان میں اپنی دوسری کتابوں اپنے فتاویٰ اور اپنی تحریرات کا حوالہ دے کر اشارات بھی کیے گئے ہیں ——— مگر میں نے جب پڑھنے سے فراغت پائی اور میرا نام فارغ التحصیل علماء میں شمار ہونے لگا۔

اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸۶ھ کا ہے اس وقت میں تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کا تھا اسی روز مجھ پر نماز فرض ہوئی تھی اور میری طرف شرعی احکام متوجہ ہوئے تھے ——— اور یہ نیک فال ہے کہ بحمدہ تعالیٰ میری

ان کلمة التاریخ غفور[١٢٨٩] دبالزبر والبینات تعویذ[١٢٨٩] فارجوا
الغفوران یغفرلی ویقینی کل مکروه ویعیذ کما ان
تاریخ ولادتی المختار[١٢٧٢] فلعل الکریم یتقبل ذیختار
وذلك ان ولادتی یوم السبت وقت الظهر عاشر شوال سنة
اثنتین وسبعین بعد الالف والمائتین من هجرة
سید الثقلین ووسیلتنا فی الدارین علیه وعلی اله
الصلاة والسلام الی تعاقب الملوین وکان الطالع
بحساب صور الکواکب الزهر فیما حاسبت منزل
غفر فلعل الغفور عفا وغفر وآلفال الحسن فی الشرع
معتبر) فمذذاك ترکت الفلسفه لانی لم ارفیها
الازخرفة ورایت ظلمتها تاتی بالرین وتجلب الشین
وتسلب الزین فخفت منها علی الدین خوف الدّیْن
المقل من ثقل الدّیْن واشتغالی بالهیأة والهندسة
والزیج واللوغارثمات وفنون الریاضی لیس لیکون
فیه ارتیاضی بل انما التوجه ترویحا للقلب علی
جهة التفکه نعم ربما اقصدها العلم التاقیت وتحدید
الاوقات نفعا للمسلمین فی الصوم والصلوات اما
فنونی التی اتابها ولها وزرقت بحبها
شغفا وولها فاحد ثلثة وللنعمت
الثلثة اول الکل واولی الکل
واعلی الکل واغلی الکل
حمایة جانب سید المرسلین
صلوات الله تعالی وسلامه علیه وعلیهم اجمعین

تاریخ فراغت کلمہ "غفور" ۱۲۸۶ھ (بخشنے والا) اور "تعویذ" ۱۲۸۶ھ (پناہ میں لینا)
ہے۔ بخشنے والے رب سے اُمید کی جاتی ہے کہ وُہ مجھے بخشے گا اور ہر مکروہ
سے بچا کر اپنی پناہ میں لے گا ——— یونہی میری ولادت کی تاریخ "المختار" ۱۲۷۲ھ
(پسندیدہ) ہے۔ امید ہے کہ رب کریم مجھے مقبول اور پسندیدہ فرمائے گا
کیونکہ میری ولادت بروز ہفتہ بوقت ظہر ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ میں ہُوئی تھی
سن ہجری ان کی طرف منسوب ہے جو ثقلین کے سردار ہیں اور دارین میں ہمارے
وسیلہ ہیں (آپ پر اور آپ کی آل پر درود وسلام اس وقت تک نازل
ہو جب تک دن رات کے آنے جانے کا سلسلہ قائم ہے) اور میں نے
چمکدار تاروں کی صورتوں کے حساب سے معلوم کیا ہے کہ میری ولادت
منزل "غفر" میں ہُوئی تھی۔ امید ہے کہ بخشنے والا پروردگار معافی دے گا
اور بخشے گا کیونکہ اچھی فال شرعاً معتبر ہوتی ہے۔

تو اس وقت میں نے فلسفہ ترک کر دیا کیونکہ اس میں دھوکے اور ملمع سازی کے سوا کچھ
نظر نہیں آیا، میں نے دیکھا کہ اس کے ظلمانی اصول دل کو زنگ آلود کرنے اور برائی کو
ہانک کر لانے اور آراستگی کو دُور کرنے کا اثر رکھتے ہیں۔ اس سے دین کی بابت مجھے
ایسا خوف پیدا ہُوا جیسا کہ تنگدست دیندار کو قرض کے بوجھ کا ہوتا ہے ——— علم ہیئاۃ، ہندسہ،
زیچ، لوغار ثمات اور فنون ریاضی میں میری مشغولیت حصول مہارت کے لیے نہیں
ہوتی بلکہ محض تفریح طبع کے طور پر ہُوا کرتی ہے ہاں بعض دفعہ صوم وصلوٰۃ کے اوقات
کی تحدید کے لیے اور مسلمانوں کے فائدہ کی خاطر نظام الاوقات مرتب کرنے کے لیے
فنون مذکورہ کی جانب بالقصد متوجہ ہو جاتا ہوں ——— میرے وہ فنون جن کے ساتھ
مجھے پوری دلچسپی حاصل ہے جن کی محبت عشق وشیفتگی کی حد تک نصیب ہُوئی ہے
وہ تین ہیں اور تینوں بہت اچھے ہیں:

۱۔ سب سے پہلا، سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ، سب سے قیمتی فن یہ ہے کہ
رسولوں کے سردار (صلوات اللہ وسلام علیہ وعلیہم اجمعین) کی جناب پاک کی

من اطالة لسان كل وهانى
مهين بكلام مهين وهذا هو
حسبى ان تقبل ربى هذا هو ظنى
برحمة ربى وقد قال انا عند
ظن عبدى بى ثم نكاية بقية
المبتدعين ممن يدعى الدين
وما هو الا من المفسدين ثم
الافتاء بقدر الطاقة على المذهب
الحنفى المتين المبين فهذه
موئلى وعليها معولى وما ابرء على
صدرى ان اكون لها وتكون لى و
حسبنا الله ونعم الوكيل نعم
المولى ونعم المولى ويدخل فى
عداد هذه العلوم الاربعة عشر التى
حصلت للفقير بمجرد الفكر خمسة
علوم اخر وهى علم الفرائض والحساب
والهيئة والهندسة والتكسير فانى
ما تعلمت منها على الاستاذ الكريم الا
ما هو شيئ يسير فعلمنى فى صباى
حصص الفرائض وطريق التقسيم لا فى
الكتاب بل فى ساعة واحدة بلسانه
الكريم ومن الحساب اربع قواعد
فحسب الجمع والتفريق والضرب والتقسيم

حمایت کے لیے اس وقت کربستہ ہو جاتا ہوں جب کوئی کمینہ وہابی گستاخانہ کلام کے ساتھ آپ کی شان میں زبان دراز کرتا ہے میرے پروردگار نے اسے قبول فرمالیا تو وُہ میرے لیے کافی ہے مجھے اپنے رب کی رحمت سے امید ہے کہ وُہ قبول فرمائے گا کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ میرا بندہ میری بابت جو گمان رکھتا ہے میں اس کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں۔

۲۔ پھر دُوسرے نمبر پہ وہابیوں کے علاوہ ان تمام بدعتیوں کے عقاید باطلہ کا رد کر کے انہیں گز ند پہنچاتا رہتا ہوں جو دین کے مدعی ہونے کے باوجود دین میں فساد ڈالتے رہتے ہیں۔

۳۔ پھر تیسرے نمبر پر بقدر طاقت مذہب حنفی کے مطابق فتوے تحریر کرتا ہوں وُہ مذہب جو مضبوط بھی ہے اور واضح بھی۔ تو یہ تینوں میری پناہ گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں انہی پر میرا بھروسہ ہے۔ میرا ان کے لیے مستعد رہنا اور ان کا میرے ساتھ مخصوص ہونا میرے سینے کو خوب ٹھنڈا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے وہ بہترین کارساز بہترین مولیٰ، بہترین والی ہے۔

وُہ چودہ علوم جو فقیر کو محض نظر و فکر سے حاصل ہوئے ہیں ان کے ساتھ یہ پانچ بھی شامل ہیں:

۱۔ فرائض
۲۔ حساب
۳۔ ہیئت
۴۔ ہندسہ
۵۔ تکسیر

کیونکہ میں نے ان کی معمولی سی ابتدائی باتوں کے علاوہ کسی کرم فرما استاذ سے کچھ نہیں پڑھا، بچپن میں استاذ محترم نے "علم فرائض" میں وارثوں کے حصے اور ان کی تقسیم کا طریقہ بتایا تھا وہ بھی زبان مبارک سے، کتاب کے بغیر، صرف ایک گھڑی کے اندر، اور حساب کے صرف چار قاعدے سکھائے تھے:

۱۔ جمع
۲۔ تفریق
۳۔ ضرب
۴۔ تقسیم

وذلك ايضاً للحاجة اليها في الفرائض التي هي نصف علوم الدين العظيم و من الهيأة عدة اوراق الى دائرة الارتفاع من شرح ملخص الهيأة للچغميني و من الهندسة الشكل الاول من تحرير اقليدس للنصير الطوسي ولا ادري ما رأى مني سيدي الوالد قدس الواجد سره الماجد حتى قال لي حين قرأت عليه الشكل الاول لا حاجة لك الى اطالة العمل في حله بفكرك وذهنك فاشغل بالك بعلوم دينك وقد شاهدت بركة مقاله الكريم رأى العين والحمد لله تبارك شانه في العلوين رفع الله في الجنان درجاته ولا اخلانا من بركاته ومن التكسير بعض طرق المثلث والمربع ثم الفقير بفتح القدير غاص فيما اجمع وعلم الاصحاب وتأنقها وحقائقها على قدر التيسير و اقرأهم كتبها بالتنقيه والتنقير فكانها ثلاثة عشر علماً ما علمنيها الا فيض السماء وكذلك انشاء النظم والنثر في العربية والفارسية والهندية وكلا الخطين النسخ والنستعليق ما علمني الاستاذ الا الصور الحرفية وكذلك تلاوة الكتاب المجيد بما يؤثر المولى سبحنه وتعالى من التجويد ثم العلم المنحصة من علم فكانت ثمانية وعشرين فنا من محض فيض الملهم وحاشا لله ما قلته فخراً وتمدحاً بل تحدثاً بنعمة الكريم المنعم ولا اقول اني ما هو جيد فيها ادني غيرها فما اجويها وانما اقصارى ادعي مشاركة نسأل الله ان يجعلها مباركة و انا اعلم ان لا ابتل الطلبة في كل شئ على غلبة وكن المولى سبحنه وتعالى يرفع من يشاء و يضع من يشاء

ان قاعدوں کی تعلیم اس لیے دی تھی کہ علم فرائض میں جو علوم وغیرہ کا نصف ہے ان کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اور علم ہیئت سے شرح چغمینی کے چند اوراق دائرۃ الارتفاع تک پڑھائے تھے ---- اور علم ہندسہ سے نصیر طوسی کی تحریر اقلیدس کی صرف شکل اوّل کی تعلیم دی تھی ---- میں نے جب سیدی والد (قدس الواحد سرہ الماجد) سے شکل اوّل تک پڑھا تو خدا معلوم انہوں نے مجھ میں کیا دیکھا کہ زیادہ پڑھنے سے روک دیا اور فرمایا اس میں اپنا وقت ضائع نہ کر تو اپنی فکر اور ذہن کے ذریعہ خود ہی اس سب کو حل کرلے گا۔ اپنے آپ کو صرف علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل میں مشغول رکھ میں نے ان کے اس ارشاد گرامی کی برکت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی ہے۔ سب تعریفیں دن رات کے اندر صرف اللہ تبارک شانہٗ کو ہیں۔ (اللہ تعالیٰ جنتوں میں حضرت والد ماجد کے درجات بلند فرماتے اور ہمیں ان کی برکتوں سے خالی نہ کرے) اور علم تکسیر سے مثلث و مربع کے بعض طرق سکھاتے۔ ازاں بعد فقیر نے قدرت والے رب کی مدد سے ان تمام علوم و فنون میں غواصی کی اور ان کے دقایق و حقایق آسان کرکے ان کے اصحاب کو سکھاتے اور ان کی کتابیں پوری چھان بین اور تنقید کے ساتھ پڑھائیں ---- تو گویا یہ انیس ۱۹ علوم ایسے ہیں جن کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی یونہی نظم عربی[۱]، نظم فارسی[۲]، نظم ہندی[۳]، نثر عربی[۴]، نثر فارسی[۵]، نثر ہندی[۶] کا انشاء، خط نسخ[۷]، خط نستعلیق[۸]، اور مولیٰ تعالیٰ کے آسان فرمانے سے قرآن مجید کی تلاوت مع التجوید[۹] کی تعلیم بھی کسی استاذ سے حاصل نہیں کی ---- مجھے استاذ نے دونوں خطوں کی صرف حرفی صورتیں سکھائی تھیں اور بس ---- پہلے ۱۹ اور یہ ۹ کل ۲۸ فنون بنتے ہیں جنہیں میں نے محض رب تعالیٰ کے الہامی فیض سے حاصل کیا ہے ---- اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمت کا ذکر کیا ہے۔ میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ ان میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر ہوں۔ میں تو اپنی انتہائی کوشش یہ سمجھتا ہوں کہ ان علموں سے کچھ حصہ نصیب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ مزید برکت فرمائے ---- میں سمجھتا ہوں کہ ہر فن کے معمولی طالب علم کو مجھ پر غلبہ ہے لیکن مولیٰ سبحانہٗ و تعالیٰ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے جسے چاہتا ہے گراتا ہے۔ یونہی

و یمنح من یشاء و یمنع من یشاء لا معقب لحکمه
ولا راد لفضله ونعمه ان الله یفعل ما یرید
و الحمد لله العلی المجید ورابعاً اجازة
جمیع مؤلفاتی التی کانت الماتین و
عسی ان یقع لی بتوفیق ربی الی حین الحین
منها فتاوای الملقبة بالعطایا النبویه
فی الفتاوی الرضویه وهی الآن مع حذف المکررات
فی سبع مجلدات وارجو المزید من فضل ربنا
المجید وکذلك اجزت بهذه الاربع اولادکم
و اخوانکم و احفادکم ومن احببتم
له بشرط المعلوم عند ائمة هذه
العلوم وخامسا اجزتکم بجمیع
سلاسل الطریقة الانیقة التی
انا مجاز بها و ماذون فیها
بالاستخلاف لارشاد الخلیفة
للخلیفة وهی الطریقة العلیة
العالیة القادریة البرکاتیة الجدیدة
والقادریة الابائیة القدیمة والقادریة
الاهدلیة والقادریة الرزاقیة و
والقادریة النوریة والجشتیة النظامیة العتیقة
والجشتیة المحبوبیة الجدیدة والسهروردیة الواحدیة
والسهروردیة الفضلیة والنقشبندیة العلائیة
الصدیقیة -

جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے نہ اس کے حکم کو کوئی پھیر سکتا ہے نہ اس کے فضل اور نعمتوں کو کوئی روک سکتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں جو بلندی اور بزرگی والا ہے۔

رابعاً : اپنی تمام مولفات کی بھی اجازت دیتا ہوں جو دو سو سے بڑھ چکی ہیں اور رب تعالیٰ کی توفیق سے آخری دم تک اور بھی لکھی جائیں گی۔ ان مولفات میں ایک فتاویٰ بھی ہے جو "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے نام سے موسوم ہے جس کی اس وقت مکررات کے علاوہ سات جلدیں مرتب ہو چکی ہیں اور رب مجید کے فضل سے اور جلدوں کے مرتب ہونے کی امید ہے ——

اور یونہی ان چاروں کی اجازت آپ کے بیٹوں، بھائیوں، پوتوں اور نواسوں کو بھی دیتا ہوں اور ان کو بھی جنھیں آپ حضرات چاہیں ہر ایک کے لیے وہی شرط ہے جو علوم مذکورہ کے ائمہ کے ہاں معلوم و مسلم ہے۔

۵ : طریقت کے ان تمام و پسندیدہ سلسلوں کی بھی اجازت دیتا ہوں جن کی مجھے اجازت حاصل ہے جن میں کسی کو اپنا قائم مقام و جانشین کرنے کا صاحب خلافت کے ارشاد کے مطابق میں ماذون ہوں۔ وہ سلاسل طریقت یہ ہیں :

۱۔ طریقہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ
۲۔ قادریہ آبائیہ قدیمہ
۳۔ قادریہ اہدلیہ
۴۔ قادریہ رزاقیہ
۵۔ قادریہ منوریہ
۶۔ چشتیہ نظامیہ عتیقہ
۷۔ چشتیہ محبوبیہ جدیدہ
۸۔ سہروردیہ واحدیہ
۹۔ سہروردیہ فضلیہ
۱۰۔ نقشبند علائیہ صدیقیہ

والنقشبندية[11] العلائية العلوية نسبة الى السيد الكريم
الهادى المولى ابى العلا الاكبرآبادى والسلسلة[12] البديعية و
العلوية[13] المنامية و هذه اقرب سلاسلى فى البيعة
الى النبى الاكرم صلى الله تعالى عليه وعلى آله و
صحبه وسلم فانى بايعت على يد شيخى ومرشدى السيد ال الرسول
الاحمدى بايع على يد الشاه عبد العزيز الدهلوى فى هذه السلسلة
وحدها للزتوى نحن من منهل قربها الروى بايع فى رؤياه
الصالحة على يد امير المؤمنين و مولى المسلمين
على المرتضى كرم الله تعالى وجهه الاسنى بايع
على يد من يده يد الله وبيعة بيعة الله سيدنا
و مولانا محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه و
على اله وصحبه واهله وحزبه وبارك وسلم و
شرف وكرم فهذا والحمد لله سند ثلاثى من العبد
الذليل الى المولى الجليل عليه افضل الصلاة والسلام
بالتبجيل و ثانيا على سند فى صحيح البخارى و يفتح لكم
يا حبيبنا الشيخ رباعيا كاعلى سند فى صحيح مسلم عليهما
رحمة البارى و للشيخ عبد العزيز فى شرح رؤياه هذه رسالة
لطيفة وكراسة منيفة والحمد لله على آلائه الشريفة ونعمائه
اللطيفة وسادسا اجازة جميع ما اجازنى به مشايخى
الكرام ببركاتهم السنية من خواص القرآن العظيم و
الاسماء الالهية و دلائل الخيرات و الحصن الحصين
والقصر المتين والاسماء الاربعينية
و حزب البحر و حزب البحر

۱۱۔ نقشبند علائیہ علویہ (جو حضرت سید کریم ہادی مرلی ابو العلاء اکبر آبادی کی جانب منسوب ہے)

۱۲۔ سلسلہ بدلیعیہ

۱۳۔ علویہ منامیہ ـــــــ یہ آخری سلسلہ بیعت میرے تمام سلسلوں میں نبی کریم سے زیادہ قریب ہے۔ (اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر درود وسلام بھیجے)

کیونکہ میں نے اپنے شیخ اپنے مرشد سید آل الرسول الاحمدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انہوں نے صرف اس سلسلہ میں الشاہ عبد العزیز الدہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی تاکہ ہم قریب والے چشمے سے سیراب ہو کر پئیں جو بہت سیراب کرتا ہے ـــــ انہوں نے اپنے سچے خواب میں اہل ایمان کے امیر اہل اسلام کے مولیٰ سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی (اللہ تعالیٰ ان کے پُر نور چہرے کو عزتیں بخشے) ـــــ انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور جن کی بیعت اللہ کی بیعت ہے یعنی ہم سب کے آقا ہم سب کے مولیٰ حضرت جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دستِ حق پرست پر۔ (اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور آپ کے سب گھر والوں اور سارے لشکر پر درود وبرکت سلام اتارے اور شرافت وکرامت بخشے) تو بحمدہ تعالیٰ صحیح بخاری کی اعلیٰ سند کی طرح یہ سند بھی ثلاثی ہے جو اس عاجز بندے سے جلیل الشان آقا تک صرف تین واسطوں سے پہنچتی ہے (علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بالتبجیل) ـــــ تو اے میرے پیارے مستجیز آپ حضرات کے لیے یہ سند بواسطہ فقیر رباعی ہوگی، جس طرح صحیح مسلم کی اعلیٰ سند رباعی (چار واسطوں والی) ہے حضرت شاہ عبد العزیز (علیہ الرحمت) نے چھوٹا مگر شاندار پمفلٹ بھی اس خواب کی شرح میں لکھا ہے (سب تعریفیں اللہ کو ہیں اس کی شریف ولطیف نعمتوں پر)۔

سادساً: درج ذیل ادعیہ وغیرہا کی بھی اجازت دیتا ہوں مجھے ان سب کی میرے مشائخ کرام نے مع اپنی برکات سنیہ کے اجازت بخشی ہے:

۱۔ قرآن عظیم کے خواص ۔ ۲۔ اسماء الحسنیٰ
۳۔ دلائل الخیرات ۔ ۴۔ حصن حصین
۵۔ قصر متین ۔ ۶۔ اسماء اربعینہ
۷۔ حزب البحر ۔ ۸۔ حزب البر

وحزب النصر و سائر احزاب الحضرة الشاذلية و حرز مائة الف و اربعة من الاولياء و حرز الاميرين و الحرز اليمانى و الدعاء المغنى و الدعاء الحيدرى و الدعاء العزرائيلى و الدعاء السريانى و القصيدة الخمرية الملقبة بالغوثية و الصلوة الغوثية المدعوة بصلوة الاسرار المجربة لنجاح الحاجات باذن الغفار و قصيدة البردة و دعاء بشمخ و تكبير عاشقان و نسيم تكبير و ارسال الهواتف و اشياء كثيرة من هذا الجنس عسى ان لاتدخل تحت وصف واصف بشرط ان لايدعى بها لقطيعة رحم ولا بما اثم ولا على سنى صحيح العقيدة وان ظلم كما هو بحمد الله تعالى داب هذا الحقير وداب مشايخى بجميل الهمم فانا اذا ظلمنا واذانا احد من اخواننا اهل السنة لاناخذ السيف قط بايدينا وانما نجتزى بالجنة ثم نشاهد بحمد الله تعالى ان المولى قد كفانا كل شى بجميل المنة و معلوم ان هذه السيوف اشد واحد من صوارم الحديد فمن قتل بهذه كمن قتل بتلك وان لم يقتص منه فى الشرع المجيد لحكمه بالظاهر و ثمه يوم تبلى فيه السرائر فجميل الصبر على كل حال جميل و حسبنا الله ونعم الوكيل و ما ينتظر الصابرون فى الدنيا الا فرجا له اقتراب و لا فى الاخرة الا اجرا بغير حساب و سابعها اجازة جميع الاذكار و الاشغال و الاوفاق و الاعمال ما وصلنى من مشايخى

۹۔ حزب النصر ۱۰۔ سلسلہ شاذلیہ کے تمام احزاب

۱۱۔ ایک لاکھ چار ولیوں کا حرز ۱۲۔ حرز الامیرین

۱۳۔ حرز یمانی ۱۴۔ دعاء مغنی

۱۵۔ دعاء حیدری ۱۶۔ دعاء عزرائیلی

۱۷۔ دعاء سریانی ۱۸۔ قصیدہ خمریہ جس کا مشہور نام قصیدہ غوثیہ ہے۔

۱۹۔ صلوٰۃ غوثیہ جسے صلوٰۃ الاسرار کہا جاتا ہے جو بخشنے والے رب کے اذن سے حاجت برآری کیلئے مجرب المجرب ہے۔ ۲۰۔ قصیدہ بردہ

۲۱۔ دعاء بشیخ ۲۲۔ تکبیر عاشقاں

۲۳۔ نیم تکبیر ۲۴۔ ارسال الہواتف

ان کے علاوہ اسی قسم کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جو احاطۂ تصنیف میں شاید نہ آسکیں۔ اجازت کی شرط یہ ہے کہ مندرجہ دعائیں قطع رحمی اور ناجائز کام کے لیے نہ پڑھی جائیں اور ان سے کسی صحیح العقیدہ سنی کو نقصان نہ پہنچایا جائے اگرچہ اس نے ظلم کیا ہو — بحمدہ تعالیٰ اس عبد حقیر کی اور میرے عالی ہمت مشایخ کی یہی عادت ہے کہ اگر سنی بھائیوں میں کوئی ہم پر ظلم کرے یا ایذا پہنچاتے تو ہم اپنے ہاتھوں میں ان دعاؤں کو تلواریں بنا کر نہیں پکڑتے بلکہ انھیں بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں پھر ہم بحمداللہ تعالیٰ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کفایت فرمادی اور اپنی قدرت جمیلہ کے سبب ہر شر سے بچا لیا — ویسے یہ امر یقینی ہے کہ ان دعاؤں کی تلواریں لوہے کی تلواروں سے زیادہ سخت اور زیادہ تیز ہیں تو جس نے ان سے قتل کیا وہ اتنا ہی مجرم و گنا ہگار ہوگا جتنا مجرم ان سے قتل کرنے والا ہوتا ہے۔ اگرچہ شریعت مطہرہ میں ایسے شخص سے قصاص نہیں لیا جاتا کیونکہ شرعی حکم کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے۔ لیکن ایک دن ایسا آنے والا ہے جس میں نتیجۃً پربھی گرفت ہوگی بلکہ ہر حال میں صبر کرنا بہتر ہے داگرچہ غیر سنی نے ایذا پہنچائی ہو، ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے وہ بہترین کارساز ہے۔ صبر والے دنیا میں اس کشادگی کے منتظر رہتے ہیں جو قریب ہے اور آخرت میں اس اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں جو بے حساب ہے۔

بعداً: ان تمام اذکار، اشغال، اوفاق اور اعمال کی بھی اجازت دیتا ہوں جو مجھ تک میرے استاذوں

و اسیادی و ما استخرجت منها بفکری و اجتهادی
فوجدتها بحمد الله حسب مرادی و فوق مرادی
هذا و قد سمعتم منی الحدیث المسلسل بالاولیة
و ما انا اصافحکم بالمصافحات الاربع الخضریة
والجنیة و المعمریة و المنامیة المتصلات
منی الی حضرة الرسالة و الخلیفة الاعظم لذی
الجلالة جل جلاله و صلی الله تعالی علیه و سلم
و علی اله و صحبه و بارك و کرم امین یا ارحم
الراحمین هذا و رجائی منکم ان لا تنسوا هذا
العاجز الفقیر المحتاج الحقیر ذا القلب الکسیر
و الذنب الکثیر و ذریة و اخوانه و محبیه
و خلانه من دعواتکم الصالحة المتوافرة
بالعفو و العافیة فی الدین و الدنیا و الاخرة
و تمام العافیة و دوام العافیة و الشکر علی العافیة
و ان یکون رحمته لنا کافیة و لاسقامنا الظاهرة و الباطنة
شافیة و لاعدائنا عنا دافعة نافیة بجاه من لم یخف عنه خافیة
علیه و علی اله الصلوات الصافیة و التسلیمات الکثیرة الوافیة و
ان ینصرنا و یعیننا و یکرمنا و لا یهیننا و یمرنا بالدین بتاة
یمن علینا بمن جلته بما من علی عبد صالح صدیق رزق من
سبه کمال التوفیق و کان عند الله مرتضی و وجده عبد المصطفی احمد
رضا صلی الله علی نبی نقی و علی ارضی و بارك و سلم الی یوم القضا بجد
ما یأتی و ما مضی و لاحاجة الی ابمالکم بصرف الاوقات فی نکایة الفتن و اهانة
اصحابها و حمایة السنن و اعانة اربابها لانه بحمد الله دیدنکم المبین لکن ذکری

آقاؤں کی جانب سے پہنچے ہیں یا جنھیں میں نے اپنی فکر اور کوشش سے استخراج کیا ہے اور بحمدہ تعالیٰ اپنی مراد کے موافق بلکہ اس سے بڑھ کر پایا ہے —— یہ لو —— آپ حضرات نے مجھ سے حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کر لیا اب آپ کو چاروں مصافحوں کے شرف سے بھی نوازتا ہوں:

۱۔ مصافحہ خضریہ   ۲۔ مصافحہ جنیہ

۳۔ مصافحہ معمریہ   ۴۔ مصافحہ منامیہ

مجھے ان چار مصافحوں کے سبب رب ذوالجلال کے خلیفہ اعظم کی بارگاہِ رسالت سے متصل ہونے کا شرف نصیب ہوا ہے (جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وکرم آمین یا ارحم الراحمین) یہ لو —— آپ سب سے اُمید ہے کہ اس عاجز فقیر محتاج حقیر، ٹوٹے دل والے، کثیر لغزش والے کو اور اس کی اولاد بھائیوں، محبوں اور دوستوں کو اپنی نیک دعاؤں کے وقت فراموش نہ کریں گے اور دین و دنیا و آخرت کے عفو و عافیت کی اور عافیت کے تمام و دوام کی اور عافیت پر شکر بجا لانے کی اور ہمارے لیے اللہ کی رحمت کے کافی ہونے کی اور ہماری ظاہری باطنی بیماریوں کے شفا پانے کی اور دشمنوں کے ہم سے دُور ہونے کی دعائیں بکثرت کرتے رہیں گے ان کے وسیلہ سے جن سے کوئی شئے مخفی نہیں۔

(آپ پر اور آپ کی آل پر صاف ستھرے درود اور حق ادا کرنے والے بہت سلام نازل ہوں) اور یہ بھی دُعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نصرت و امداد فرمائے اور ہمیں عزت بخشے، ذلت سے بچائے، دین کے ساتھ ہماری اور ہمارے ساتھ دین کی مدد فرمائے —— اور ہم پر اپنی حسنِ تدبیر سے ایسا احسان کرے جیسا احسان کہ اس نے اپنے اس بندے پر کیا جو صالح دوست ہیں (صالح بن کمال) جنھیں ان کے رب نے توفیق میں کمال بخشا ہے جو اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بسیار حمد کنندہ اور رضا جوئندہ تسلیم کیے گئے ہیں (وہ نبی جو ستھرے ہیں اُونچا مقام رکھتے ہیں، بے شمار عطاؤں کے ملنے پر بہت راضی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اس قدر درود و برکت اور سلام قیامت تک اُتارے جس قدر ساعتیں آئیں گی اور جس قدر آ کر گزر گئیں) اس کی حاجت نہیں کہ میں آپ کو وصیت کروں کہ ہر وقت فتنوں کے مٹانے اور اہل فتنہ کی سرکوبی کرنے، سنتوں کے بچانے اور اہل سنت کی مدد کرنے میں مصروف رہیں کیونکہ یہ کام تو بحمدہ تعالیٰ آپ کی واضح عادت میں داخل ہے۔ ہاں یاد دلاتا ہوں

والذكرى تنفع المؤمنين فان ذلك اعظم القرب وارضى مرضاة
للنبى والرب جل جلاله تعالى وتكرم وصلى الله تعالى عليه
وسلم اللهم يا مرسل هذا الحبيب رحمة ونعمة ،
صل وسلم وبارك عليه عدد ما لك من علم وكلمة و
بجاهه عندك استر عوراتنا وآمن روعاتنا وكفر عنا
سيأتنا وتقبل مناحسناتنا واقض لنا بالخير جميع حاجاتنا واصلح اعمالنا
وحقق آمالنا وخفف أثقالنا وحسن احوالنا واجعلنا يا مولنا مع حبيبك
صلى الله تعالى عليه وسلم كالكلب مع مولاه يا اكل من فضلتهم وينعم بنعمتهم
ويفديه بمهجته ويحمى حماه واجعل آخر مقالنا لسانا
وجنانا وتصديقا وايمانا واقرارا واعلانا نشهد ان
لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا و
مولانا محمدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق
ارسله صلى الله تعالى وسلم عليه الى يوم الدين وعلى اله
وصحبه واوليائه وعلمائه وامته اجمعين وآخر
دعوانا ان الحمد لله رب العلمين وكانت الاجازة
للبلدتين بقيتا من ذى الحجة بمكة المحمية سنة
الف وثلثمائة وثلث وعشرين من الهجرة النبوية
عليه وعلى آله افضل الصلاة واكمل التحية لاجل هذا سميتها الاجازة
الرضوية لمبجل مكة البهية وانفقت الكتابة لتسويف
الاجابة كما تقدم لست مضين من صفر وتم التبييض لتسع
خلون ونرجو من الله البركة والعون والصلاة والسلام
بعد كل شخص ولوت على امام الانام وسيد الكون الذى بدل
لامته الصرو الهون بالعز والهون وعلى آله واصحابه وهم المصطفون

اور یاد دلانا مسلمانوں کو نفع دیتا ہے کہ فتنوں کو مٹانا اور سنتوں کو بچانا بہت بڑی عبادت ہے اور قُربِ الٰہی کا بہت بڑا ذریعہ۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی اور نبی کریم کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے (جل جلالہٗ تعالیٰ وتکرم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ اے اللہ! اے وہ ذات جس نے اس محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رحمت ونعمت بنا کر بھیجا ہے آپ پر درود وسلام اور برکتیں اس قدر نازل فرما جس قدر تیرا علم اور تیرے کلمات ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیری بارگاہ میں جو بلند مرتبہ ہے اس کے طفیل ہمارے عیب چھپا، خوف سے بچا، لغزشیں مٹا، نیکیاں قبول فرما اور جملہ حاجات بخیریت پوری فرما ہمارے اعمال کی اصلاح کر، آرزوؤں کو پورا اور بوجھوں کو ہلکا کر اور ہمارے اعمال کو حسن بخش۔ اور اے ہمارے ولی ہمیں اپنے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسی معیت مرحمت فرما جیسی معیت کہ کتے کو اپنے آقا سے ہوا کرتی ہے۔ کتا اپنے آقا کا پس خوردہ کھاتا ہے اس کے انعامات سے نوازا جاتا ہے اسکی راہ میں جاں نثاری کرتا ہے اور اس کے گرد وپیش کا محافظ وپہریدار بنا رہتا ہے۔ اور ہمیں تا دم واپسیں ایسا کر دے کہ ہم بوقت موت دل سے ساتھ تصدیق کریں اور زبان کے ساتھ اقرار واعلان کریں اور گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، وہ اکیلا اور لاشریک ہے اور یہ بھی گواہی دیں کہ ہمارے آقا حضرت جناب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب اور آپ کی اُمت کے اولیاء وعلماء پر اور سب امت پر درود وسلام نازل فرماتے۔ ہماری آخری دعا یہی ہے کہ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں۔ (انھیں زبانی اجازت تو بتاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مکہ مکرمہ میں دی گئی تھی (جس نبی برحق کی طرف سن ہجری منسوب ہے ان پر اور ان کی آل پر افضل درود اور اکمل تحیہ) اسی بنا پر میں نے اس سند کا تاریخی نام "الاجازۃ الرضویۃ لمبجل مکۃ البہیۃ" ۱۳۲۳ رکھا ہے۔ لیکن بسبب اس تاخیر کے جس کا ذکر ہو چکا ہے سند اجازت کی کتابت ۹ صفر کو اور اس کی تبلیغ ۹ صفر کو مکمل ہوئی)۔ ہم اللہ تعالیٰ کی برکت اور مدد کی آرزو رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جتنے شخص اور جتنے رنگ پیدا ہوئے ہیں اتنے درود اور اتنے سلام ان پر نازل ہوں جو مخلوق کے امام اور جہان کے سردار ہیں جنھوں نے اپنی امت کی حسرت اور ذلت کو عزت اور وقار سے بدل دیا اور آپ کی آل واصحاب پر جو چنے ہوئے ہیں۔ درود وسلام اس شان کے

بحیث یدفعان عنا حلل مین ومون ویبدلان لنا بالعزیمه حلل بین وبون ویوجبان لنا فی الدنیا والآخرة الحفظ والصون آمین آمین یا ارحم الراحمین قاله بفمه ونمقه بقلمه عبد المصطفی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی غفر الله له ما مضی من ذنوبه وما یأتی آمین والحمد لله رب العلمین

النسخة الثالثة

الشیخ الجلیل البرئ عن المساوی مولینا الشیخ احمد الخضراوی المکی اتی زائرا واحضر کتاب تذکرة له واستکتب علی بعض صحائفه الاجازة فلم یبق عندنا نسخة وکانت بالغة فی الوجازة

النسخة الرابعة

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله احد من لا احد له وسند من لا سند له وافضل الصلاة واکمل السلام علی سید الانام منتهی سلاسل الانبیاء العظام وعلی اله وصحبه رواة علمه ودعاة ادبه وبعد فقد سألنی

تنوع العبارات بحسب الاجازات

(۱) الفضل الجلیل السید الجمیل جامع الفضائل الانسیة قامع الرذائل الدنسیة الفقیه الوجیه النبیل النبیه مولنا الشیخ السید ابو الحسین محمد المرزوقی سلمه الله تعالی ابن السید العالم الکبیر عبد الرحمن المکی رحمه الله تعالی

اثر یں کہ وُہ دونوں ہم سے ہر جھوٹ اور ہر بوجھ کو دُور کر دیں اور ہر جدائی و دُوری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے بدل دیں اور دنیا و آخرت میں ہماری حفاظت وصیانت کو ثابت کریں آمین آمین یا ارحم الراحمین۔

عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی نے یہ باتیں اپنے منہ سے کہی ہیں اور قلم سے لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ گزشتہ اور آئندہ تمام کوتاہیوں کی مغفرت فرمائے آمین والحمد للہ رب العالمین۔

تیسرا نسخہ

جلیل القدر بزرگ۔ برائیوں سے محفوظ مولانا الشیخ احمد الخضراوی المکی زیارت کو آئے اور اپنی یادداشت کی کتاب حاضر کی کہ اس کے کسی صفحے پر اجازت لکھ دیجیے۔ اس وقت چونکہ سندوں کی نقلیں ختم ہو گئی تھیں اس لیے انھیں مختصر سند لکھ کر دی گئی۔

چوتھا نسخہ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہُوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں جو یکتا ہے جس کا کوئی نہیں اس کا وُہ ہے۔ جس کا کوئی سہارا نہیں اس کا وہ سہارا ہے افضل درود اور اکمل سلام ان پر جو مخلوق کے سردار ہیں۔ جن پر عظمت والے پیغمبروں کے سلسلے ختم ہوتے ہیں اور آپ کی آل و اصحاب پر جو آپ کے علوم کے راوی اور آپ کی اچھی روش و پاکیزہ دانش کے محافظ ہیں ——— حمد و صلوٰۃ کے بعد ——— مجھ سے سند مانگی۔

مختلف اجازات کے سبب قسم قسم کی عبارتیں

۱۔ فاضل جلیل سید جمیل۔ انسانی فضیلتوں کے جامع، گندی برائیوں کے قامع (نابود کنندہ) باوجاہت فقیہہ، نامور دانا حضرت مولانا سید ابوالحسین محمد المرزوقی نے (اللہ تعالیٰ انھیں سلامتی بخشے) جو عالم کبیر السید عبدالرحمٰن المکی (رحمۃ اللہ علیہ) کے صاحبزادے ہیں۔

واوائل صفر سنہ ۱۳۲۳ھ بمکۃ المکرمۃ) (۲) ذو القدر المنیع والفخر البدیع مولینا
الفاضل بکر رفیع المکی حفظہ اللہ تعالیٰ (وکان ذلک لثلاث خلون من صفر
سنہ ۱۳۲۳ھ فی مکہ المکرمہ) (۳) الشیخ الاسعد الامجد الاوحد الارشد
المتفطن من الفنون الحائز بین الاصول والفصول مولینا الشیخ اسعد الدھان
ابن العالم العامل الفاضل الکامل الولی العارف باللہ الرحمن حضرۃ الشیخ المرحوم
بکرم اللہ تعالیٰ احمد الدھان (۴) مولینا الفاضل اخو الفضائل وابن الافاضل
وابو الفواضل المتفنن فی العلوم والمتمکن فی الفهوم مولینا الشیخ عبد الرحمن
الدھان ابن العالم العلامۃ والفاضل الفهامۃ الولی العارف باللہ الرحمن
حضرۃ الشیخ المرحوم بکرم الحنان احمد الدھان (۸ صفر سنہ ۱۳۲۳ھ فی مکۃ
المحمیۃ) (۵ و ۶ و ۷) الفاضل الاجل الکامل الابجل الاوحد الامجد بحر
العلوم الاصلیۃ والفرعیۃ مفتی المالکیۃ سابقا وابن مفتی المالکیۃ بالاحکام
الشرعیۃ مولینا الشیخ محمد عابد ابن العلامۃ المرحوم بکرم اللہ تعالیٰ الشیخ
حسین المکی و اخوہ الفاضل الفقیہ الجلیل الکامل النبیہ النبیل ذو التصانیف
البہیۃ فی العلوم النقلیہ والعقلیۃ مولینا الشیخ علی بن حسین المرحوم
وابن اخیہ الفاضل مولینا الشیخ محمد جمال ابن الشیخ محمد امیر
ابن الشیخ حسین سلمھم اللہ تعالیٰ وابقاھم وعن الشر والضیر وقاھم امین
(۹ صفر سنہ ۱۳۲۳ھ یوم الاربعاء بمکۃ المحمیۃ) ثم سألونی الاجازۃ الکبیرۃ التی
کتبتھا للفاضل العلامۃ الکامل الفہامۃ مفتی الحنفیۃ سابقا حضرۃ الشیخ
صالح کمال حفظہ ذو الجلال فاجزتھم بھا بارک اللہ تعالیٰ لھم جمیعا فیھا
فلیتنسخوا نسختھا من عندہ واللہ ینعم علینا جمیعا برفدہ امین (۸) الفاضل الکامل
العالم العامل الصفی الوفی امام المقام الحنفی مولینا الشیخ عبد اللہ میرداد ابن
العلامۃ الاجل الاوحد الابجل الزاھد العابد المورع التقی النقی من کل
شین وضیر حضرۃ مولینا الشیخ احمد

(اوائل صفر ۱۳۲۴ھ در مکہ مکرمہ)

۲۔ مضبوط طاقت والے، نادر فضیلت والے مولانا الفاضل بکر رفیع المکی نے (اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے)۔ (۳ صفر ۱۳۲۴ھ در مکہ مکرمہ)

۳۔ حضرت صاحب سعادت یکتا بزرگ ہدایت یافتہ فنون علمیہ میں مضبوط، اصول و فروع کے جامع مولانا الشیخ اسعد الدہان نے جو باعمل عالم باکمال فاضل اللہ رحمٰن کے ولی و عارف حضرت الشیخ احمد الدہان (المرحوم بکرم تعالیٰ) کے صاحبزادے ہیں۔

۴۔ مولانا الفاضل، خوبیوں والے، فضل و کمال والوں کے فرزند، اصحاب فضیلت کے باپ، علموں میں ماہر، فہموں میں مضبوط مولانا عبدالرحمٰن الدھان نے جو عالم، علامہ، فاضل، فہامہ، اللہ رحمٰن کے ولی و عارف حضرت الشیخ احمد الدہان (المرحوم بکرم الحنان) کے صاحبزادے ہیں۔

۵۔ فاضل جلیل القدر کامل عظیم المرتبت یکتا بزرگ علوم اصلیہ و فرعیہ کے سمندر مالکی فقہ کے سابق مفتی حضرت مولانا محمد عابد نے ———— جو مفتی المالکیہ در احکام شرعیہ الشیخ العلامہ حسین المکی (المرحوم بکرم اللہ تعالیٰ) کے فرزند ہیں۔

۶۔ اور ان کے بھائی فقیہ جلیل کامل نامور دانا علوم عقلیہ و نقلیہ میں خوبصورت تصانیف والے حضرت مولانا علی بن حسین (المرحوم) نے۔

۷۔ اور ان کے برادر زادہ فاضل مولانا الشیخ محمد جمال بن الشیخ محمد امیر بن الشیخ حسین نے۔ اللہ تعالیٰ تینوں کو سلامتی و بقا بخشے اور ضرر و نقصان سے بچائے۔ (۹ صفر بروز بدھ ۱۳۲۴ھ در مکہ مکرمہ)

ازاں بعد ان تینوں نے بڑی سند بھی طلب کی جو فاضل علامہ کامل فہامہ احناف کے سابق مفتی حضرت الشیخ صالح کمال کو عطا کر دی تھی۔ (رب ذوالجلال ان کی حفاظت فرمائے) تو میں نے انھیں اجازت دی اور کہا کہ حضرت صالح کمال کی سند اجازت کی نقلیں لے لو۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس سند اجازت کی برکتیں بخشے۔ اور ہم سب پر اپنی بخشش کے سبب انعام فرمائے۔ آمین

۸۔ فاضل کامل عالم عامل باصفا باوفا مصلی حنفی کے امام مولانا الشیخ عبداللہ میر داد نے، جو اجل علامہ یکتا بزرگ زاہد عابد متقی پرہیزگار پاک از عیب و نقص مولانا الشیخ احمد

ابی الخیر میرداد حفظهما الملک الجوادرق کل خلوة وناد (وکان ذلک لاول عقد خلا من صفر لآخلا من خیر ولا صفر من ظفر آمین بحرمة سید البشر صلی الله تعالی وسلم علیه وعلی اله وصحبه الغرر (۹) الفاضل الجلیل النبیه النبیل مولنا الشیخ حسن العجیمی المکی ابن القاضی الفاضل الشیخ عبد الرحمن المرحوم من اولاد العلم الشهیر والعلامة الکبیر صاحب التصانیف الغرر والتالیف الزهر آلابهی من الدر حضرة الشیخ الاجل مولنا حسن بن علی العجیمی المکی قدس سره الملکی (وکان ذلک لاول عقد خلا من صفر لآخلا من ظفر سنه ۱۳۲۳ بمکة المحمیة (۱۰) العالم السالم البار مولنا السید سالم بن عیدروس البار العلوی الحضرمی الله تعالی یسلمه عن کل ضر وحیمی (۱۱ صفر سنه ۲۳) (۱۱) الوالد الصالح الشاب المفلح بکرم الله تعالی ملتزم العلم فی الحرم الکریم السید علوی بن حسن الکاف الحضرمی رزقه الله العلم النافع الجلیل السمی (۱۲) السید ابوبکر بن سالم البار العلوی الحضرمی رلا اتذکر هل کتب له او احیل علی ما کتب لابیه) (۱۳) الفاضل الجلیل الکامل النبیل غرس دوح الفضل والنبیل ذو العلم والعرفان مولنا السید عبدالله دحلان ابن اخی العلامة الکبیر آلامام الشهیر سیدنا وشیخنا السید احمد بن زین دحلان تغمده الله بالرحمة والرضوان (۲۲ صفر سنه ۱۳۲۳) (۱۴) السید محمد بن عثمن دحلان وکانت هذه الاجازت یوم الرواح من مکة الامینة الی المدینة السکینة واکبر ظنی ان هذا السید آحیل علی الاجازة قبلها او بالارسال وعل (۱۵) الفاضل الکامل ذو المفاخر والفضائل الشاب الصالح المستقیم علی الدین القدیم والصراط القویم جامع اسباب الفضل والشرف مولنا الشیخ محمد یوسف حفظه الله عن موجبات التلهف مدرس مدرسة مولینا رحمة الله

ابوالخیر میرداد کے صاحبزادے ہیں (اللہ تعالیٰ کریم بادشاہ ان دونوں کی خلوۃ وجلوۃ میں حفاظت فرمائے)، ۱۰ صفر - اللہ تعالیٰ اس مہینے کو خیر وظفر سے خالی نہ کرے آمین بطفیل سید البشر (اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر اور چمکنے والے صحابہ پر درود وسلام بھیجے)

۹۔ فاضل جلیل، نامور عقلمند حضرت مولانا حسن العجیمی المکی بن القاضی حضرت مولانا عبدالرحمن (المرحوم) نے — جو علم شہیر، علامہ کبیر، چمکتی مصنفات والے، خوبصورت مولفات والے جو کہ موتیوں سے زیادہ خوشنما گئی ہیں حضرت الشیخ الاجل مولانا حسن بن علی العجیمی المکی کی اولاد سے ہیں (در مکہ مکرمہ ۱۸ صفر ۱۳۲۴ھ اللہ تعالیٰ اسے خالی از ظفر نہ کرے)،

۱۰۔ علم والے، سلامتی والے، نیکی والے مولانا السید سالم بن عیدروس نیک العلوی الحضرمی نے اللہ تعالیٰ انھیں ہر نقصان سے بچائے اور حمایت فرمائے۔ ۱۱ صفر ۱۳۲۴ھ

۱۱۔ فرزند صلاح والے، جوان فلاح والے، حرم شریف میں بکرر تعالیٰ تحصیل علم کا التزام کرنے والے الکریم السید العلوی بن حسن الکاف الحضرمی نے۔ (اللہ تعالیٰ انھیں نفع بخش جلیل الشان بلند پایہ علم بخشے۔

۱۲۔ سید ابوبکر بن سالم البار العلوی الحضرمی نے (یاد نہیں کہ ان کے لیے الگ کتابت ہوئی تھی یا انھیں ان کے والد صاحب کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

۱۳۔ فاضل جلیل کامل عقلمند، شجرۂ فضیلت وعظمت کی شاخ صاحب علم وعرفاں مولانا السید عبداللہ دحلان نے جو علامہ کبیر امام شہیر ہمارے آقا ہمارے شیخ السید احمد بن زین دحلان کے برادرزادہ ہیں (اللہ تعالیٰ انھیں رحمت ورضا میں چھپائے، ۲۲ صفر ۱۳۲۴ھ)

۱۴۔ السید محمد بن عثمان دحلان نے (یہ اجازت اس وقت دی جبکہ ہم امن والے شہر مکہ مکرمہ سے رخصت ہو کر سکون والے شہر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہونے والے تھے غالباً سید صاحب موصوف کو پہلے اجازت نامہ میں شریک کر لیا تھا یا ان سے وعدہ ہوا تھا کہ پھر لکھ کر بھیجیں گے،

۱۵۔ فاضل کامل فضیلتوں اور بزرگیوں والے نیک جوان سیدھے راستے اور پرانے دین پر قایم رہنے والے فضل وشرافت کے اسباب کے جامع مولانا رحمت اللہ (علیہ رحمۃ تعالیٰ)،

عليه رحمة الله (٢٣ صفر الخير ١٣٢٣هـ)

ثم اتفقت العبارة

وانا حل بالبلد الحرام اجازة مروياتی عن مشايخی الكرام وما كنت اهلا لذلك ولا من فرسان تلك المحارك ولكن الصالحون حسان الظنون وحسن الظن نفع مزيد فالله سبحنه وتعالى عند ظن العبيد فاجزته على بركة الله تعالى بجميع ما تصح لی روايته من القران العظيم واحاديث النبی الكريم عليه افضل الصلاة والتسليم وكتب الحديث من صحاح وسنن ومسانيد وجوامع ومعاجيم واجزاء وشروح وكتب اصوله واسماء رجاله والفقه والتفسير والقراءات والتجويد والكلام واصول الفقه والسير والتواريخ والادب والنحو والصرف واللغة والمعانی والبيان والبديع والمنطق والحكمة والهندسة والهيئة والزيجات وسائر كتب المقاصد والالات من كل ما اروية من مشايخی الاكرمين لحضرة مولای ومرشدی وسيدی وسندی وكنزی وذخری ليومی وغدی مجمع الطريقين ومرجع الفريقين من العلماء والعرفاء الاطاهر ملحق الاصاغر بالاكابر سيدنا الشاه ال الرسول الاحمدی رضی الله تعالى عنه ارضی السرمدی عن شيوخ اجلاء منهم الشاه عبد العزيز الدهلوی عن ابيه الشاه ولی الله المحدث الدهلوی ولحضرة ابی ورحمة ربی وولی نعمتی ومالك رقی ورقبتی ختام المحققين وامام المدققين حامی السنن ماحی الفتن ذی التصانيف

الباهرة

والحجة القاهرة

والمحجة الزاهرة

کے مدرسہ کے مدرس مولانا الشیخ محمد یوسف نے (اللہ تعالیٰ انھیں اسباب غم سے بچائے۔

۲۴ صفر ۱۳۲۲ھ)

ایک عبارت برائے جملہ مستجیزین

جبکہ میں مکہ محترمہ میں حاضر تھا کہ میں انھیں ان تمام مرویات کی روایت کی اجازت دوں جن کی روایت کی مجھے میرے مشایخ کرام سے اجازت ہے حالانکہ میں بخیال خود اس کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی ان معرکوں کا شہسوار ہوں۔ لیکن نیک لوگوں کے گمان نیک ہوتے ہیں۔ اور نیک گمان بہت مفید ثابت ہوئے ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ، وتعالیٰ بندوں کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ اس بنا پر میں انھیں علی برکتہ تعالیٰ درج ذیل کتب وعلوم وفنون کی اجازت دیتا ہوں جن کا میں مجاز ہوں ۔ قرآن مجید[۱] نبی کریم (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کی احادیث مبارکہ کی کتب، صحاح[۲]، سنن[۳]، مسانید[۴]، جوامع[۵]، معاجم[۶]، اجزاء[۷]، شروح[۸]، کتب اصول حدیث[۹]، کتب اسماء الرجال[۱۰]، فقہ[۱۱]، تفسیر[۱۲]، قراٰت[۱۳]، تجوید[۱۴]، کلام[۱۵]، اصول فقہ[۱۶]، سیر[۱۷]، تواریخ[۱۸]، ادب[۱۹]، نحو[۲۰]، صرف[۲۱]، لغت[۲۲]، معانی[۲۳]، بیان[۲۴]، بدیع[۲۵]، منطق[۲۶]، حکمت[۲۷]، ہندسہ[۲۸]، ہیات[۲۹]، زیجات[۳۰] اور مقاصد وآلات کی باقی کتابیں جن سب کی مجھے ان کرم فرما مشایخ سے اجازت ہے اور ان سے روایت کرتا ہوں۔ مثلاً:

۱۔ میں اپنے مولیٰ، اپنے مرشد، اپنے سردار سے راوی ہوں جو میرے لیے سہارا بھی ہیں اور خزانہ بھی اور دنیا و آخرت میں ذخیرہ بھی، جو شریعت وطریقت کے جامع بھی ہیں اور پاک لوگوں کی دونوں جماعتوں عالموں عارفوں کے مرجع بھی۔ جن کی توجہ اصاغر کو اکابر بنا دیتی ہے۔ یعنی سیدنا الشاہ آل الرسول الاحمدی (اللہ تعالیٰ انھیں دائمی رضا مرحمت فرمائے) ۔ وہ اپنے جلیل القدر مشائخ سے جن میں الشاہ عبدالعزیز دہلوی بھی ہیں۔ وہ اپنے والد الشاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی سے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۲۔ میں اپنے والد صاحب سے راوی ہوں جو میرے لیے رب تعالیٰ کی رحمت ہیں اور میری نعمت کے والی ہیں۔ میری ذات اور گردن کے مالک ہیں۔ محققین کے خاتم اور مدققین کے پیشوا ہیں۔ سنتوں کے حامی اور فتنوں کے ماحی ہیں۔ عمدہ تصانیف غالب حجۃ اور روشن طریق والے ہیں۔

سیدنا المولوی محمد نقی علی خان القادری البرکاتی البریلوی
قدس سرہ القوی عن ابیہ الکریم العارف باللہ ذی الفضائل والجاہ
سیدنا المولوی محمد رضا علی خان قدس اللہ سرہ ومثواہ عن
المولی خلیل الرحمن المحمد آبادی عن الفاضل محمد اعلم
السندیلی عن ملک العلماء بحر العلوم ابی العیاش محمد عبد العلی اللکنوی
وکشیخ العلماء بالبلد الامین الامام المحدث الفقیہ الرزین المولی
السید احمد بن زین دحلان المکی قدس سرہ الملکی عن الشیخ
عثمان الدمیاطی وغیرہ وکمولانا الھمام العلام سراج اللہ فی البلد
الحرام المولی عبد الرحمن ابن الشیخ عبد اللہ سراج مفتی الحنفیہ
بمکۃ المحمیہ عن المولی جمال بن عبد اللہ بن عمر مفتی الاحناف
عن المولی عابد السندی المدنی وکالسید الصالح حسین بن
صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ عابد السندی وکحفید
مرشدی وصاحب سجادتہ وارث علمہ وسیادتہ وسعادتہ
السید الشاہ ابی الحسین احمد النوری دام تنویرہ بالنور
المعنوی والصوری وغیرھم رحمہم اللہ الجمیع علی مساء
وسطیح وکذلک اجزتہ بجمیع مؤلفاتی التی نافت
الماتین وما عسی ان یفتح لی بتوفیق ربی الی حین
الحین منہا فتاوای الملقبۃ بالعطایا النبویۃ
فی الفتاوی الرضویہ وھی الان مع حذف المکررات
فی سبع مجلدات ونرجو المزید من فضل
ربنا المجید وکذلک اجزت بہا اولادہ و
احفادہ واخوانہ ومن احب ھولہ بشرطہ المعلوم
عند ائمۃ ھذہ العلوم

یعنی سیدنا مولانا محمد نقی علی خاں القادری البرکاتی البریلوی (قدس سرہ القوی) — وہ اپنے کریم باپ عارف ربانی صاحبِ فضیلت و وجاہت سیدنا المولوی محمد رضا علی خاں (قدس اللہ سرہٗ و مثواہ) سے، وہ المولیٰ خلیل الرحمٰن محمد آبادی سے، وہ الفاضل محمد اعلم السندیلی سے، وہ عالموں کے بادشاہ، علموں کے سمندر ابو العیاش محمد عبد العلی اللکھنوی سے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۳۔ میں امن والے شہر مکہ مکرمہ کے شیخ العلماء الامام المحدث پختہ رائے والے فقیہ المولیٰ سید احمد بن زین دحلان المکی (قدس سرہ المکی) سے راوی ہوں۔ وہ الشیخ عثمان الدمیاطی وغیرہ سے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

۴۔ میں مولانا بلند مرتبت علامہ مکہ محترمہ میں اللہ تعالیٰ کے روشن چراغ المولوی عبد الرحمٰن سے راوی ہوں، جو مکہ مکرمہ میں احناف کے مفتی الشیخ عبد اللہ سراج کے صاحبزادے ہیں، وہ مولا جمال بن عبد اللہ بن عمر مفتی الاحناف سے، وہ المولا عابد السندی المدنی سے۔

۵۔ میں نیک سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی سے راوی ہوں، وہ الشیخ عابد السندی سے۔

۶۔ میں اپنے مرشد پاک کے پوتے، ان کے سجادہ نشین، ان کے علم سیادت، سعادت کے وارث السید الشاہ ابو الحسین احمد النوری سے راوی ہوں (اللہ تعالیٰ ان کے معنوی اور صوری نور کو برقرار رکھے۔

علاوہ ازیں دیگر مشایخ کرام سے بھی راوی ہوں (اللہ تعالیٰ ان سب پر صبح و شام رحمتیں نازل فرمائے)

اور میں انہیں اپنی تمام مولفات کی بھی اجازت دیتا ہوں جو دو سو سے بڑھ چکی ہیں اور بتوفیقہ تعالیٰ آخری دم تک مزید لکھی جائیں گی۔ ان میں ایک فتاوٰی بھی ہے جو "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے نام سے موسوم ہے جس کی علاوہ مکررات کے سات جلدیں مرتب ہو چکی ہیں اور رب مجید کے فضل سے مزید جلدوں کے مرتب ہونے کی امید ہے۔ اور موصوف کی طرح ان کے بیٹوں، پوتوں، نواسوں اور بھائیوں کو بھی اجازت دیتا ہوں اور اُن کو بھی جنھیں وُہ پسند کریں۔ ہر ایک کے لیے وہی شرط ہے جو علوم مذکورہ کے ائمہ کے ہاں معلوم و مسلم ہے۔

وكذلك اجزته بجميع سلاسل الطريقة التى انا مجازبها وماذون فيها كالطريقة العلية العالية القادرية البركاتية الجديدة والقادرية الآبائية القديمة والقادرية الاهدلية والقادرية الرزاقية والقادرية المنورية والجشتية النظامية القديمة والجشتية الجديدة والسهروردية الواحدية والسهروردية الفضيلة والنقشبندية العلائية نسبة الى المولى السيد الكريم ابى العلاء الاكبرآبادى والسلسلة البديعية والعلوية المنامية وهذه اقرب سلاسلى فى البيعة الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فانى بايعت على يد شيخى ومرشدى السيد ال الرسول الاحمدى بايع على يد الشاه عبد العزيز الدهلوى بايع فى رؤيا صالحة على يد امير المومنين و مولى المسلمين على المرتضى كرم الله تعالى وجهه الاسنى بايع على يد من يده يد الله وبيعته بيعة الله سيدنا ومولانا محمد رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى اله وصحبه واهله وحزبه وبارك وسلم وشرف وكرم وله رحمه الله فى شرح رؤياه هذه رسالة لطيفة وكراسة منيفة وايضا صافحته بالمصافحات الاربع الخضرية والجنية والمعمرية والمنامية المتصلات منى بخمد ربى الى حضرة الرسالة والخليفة الاعظم

میں انھیں طریقت کے ان تمام سلسلوں کی بھی اجازت دیتا ہوں جن کی مجھے اجازت ہے اور خلیفہ بنانے کا اذن ہے۔ وہ سلاسل طریقت یہ ہیں:

۱۔ طریقہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ	۲۔ قادریہ آبائیہ قدیمہ
۳۔ قادریہ اصدیہ	۴۔ قادریہ رزاقیہ
۵۔ قادریہ منوریہ	۶۔ چشتیہ نظامیہ قدیمہ
۷۔ چشتیہ جدیدہ	۸۔ سہروردیہ واحدیہ
۹۔ سہروردیہ فضلیہ	۱۰۔ نقشبندیہ علائیہ (جو حضرت سید کریم ابو العلاء اکبرآبادی کی طرف منسوب ہے)

۱۱۔ سلسلہ بدیعیہ

۱۲۔ علویہ منامیہ

یہ آخری سلسلہ بیعت میرے تمام سلسلوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ میں نے اپنے شیخ اپنے مرشد السید آل الرسول الاحمدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انھوں نے الشاہ عبدالعزیز الدہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انھوں نے اپنے سچے خواب میں اہل ایمان کے امیر اہل اسلام کے مولیٰ سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی (اللہ تعالیٰ ان کے پُرنور چہرے کو زینت بخشے)۔ انھوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی جن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور جن کی بیعت اللہ کی بیعت ہے یعنی ہم سب کے آقا، ہم سب کے مولیٰ حضرت جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دستِ حق پرست پر (اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر، اور آپ کے سب گھر والوں اور سارے لشکر پر درود و برکت سلام اتارے اور شرافت وکرامت بخشے) الشاہ عبدالعزیز علیہ الرحمتہ نے چھوٹا مگر شاندار پمفلٹ بھی اس خواب کی شرح میں لکھا ہے۔ میں انھیں مصافحات اربعہ سے بھی نوازتا ہوں:

۱۔ مصافحہ خضریہ	۲۔ مصافحہ جنیہ
۳۔ مصافحہ معمریہ	۴۔ مصافحہ منامیہ

مجھے بحمدہ تعالیٰ ان چار مصافحوں کے ذریعہ رب ذوالجلال کے خلیفۂ اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ رسالت تک متصل ہونے کا شرف حاصل ہے (اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل کریم پر درود وسلام

لذی الجلالة صلی الله تعالی علیه وسلم وعلی الــه الکرام و اوصیته ان لاینسی هذا العاجز الفقیر المحتاج الحقیر ذ القلب الکسیر و الذنب الکثیر وذریته واخوانه و محبیه دخلائه من دعوته الصالحة المتوافرة بالعفو والعافیة فی الدین والدنیا والاخرة وان یصرف اوقاته فی نکایة الفتن واهانة اصحابها وحمایة السنن واعانة اربابها فان ذلك اعظم القرب و ارضی مرضاة للنبی والرب اللهم یا مرسل هذا الحبیب رحمة ونعمة صل وسلم وبارك علیه عدد مالك من علم و کلمة وبجاهه عندك استر عوراتنا و آمن روعاتنا وکفر سیاتنا و اقض لنا بالخیر جمیع حاجاتنا واصلح اعمالنا وحقق اٰمالنا وخفف اثقالنا و حسن احوالنا و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین و الصلوٰة والسلام علی سید المرسلین محمد و اله واصحابه اجمعین امین قاله بفمه وامر برقمه الفقیر عبد المصطفی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی غفر الله له ما مضی من ذنوبه وما یاتی امین والحمد لله رب العلمین

النسخة الخامسة

بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله علی ما انعم وعلم وصلی الله تعالی علی الحبیب وسلم وعلی اله وصحبه وبارك وكرم اما بعد فانی الفاضل ذو الهمم وحسن التمیم النافع المجدی مولنا الشیخ عبد القادر الکردی حفظه الله

بھیجے)۔ انہیں ان اجازتوں کے ساتھ دو وصیتیں بھی کرتا ہوں:

پہلی وصیت: اس عاجز فقیر محتاج حقیر ٹوٹے دل والے کثیر لغزش والے کو اور اس کی اولاد، بھائیوں، محبوں اور دوستوں کو اپنی نیک دعاؤں کے وقت نہ بھولیں بلکہ دین و دنیا اور آخرت کی عافیت اور عفو کی دعائیں بکثرت کرتے رہیں۔

دوسری وصیت: فتنوں کے مٹانے اور سنتوں کے پھیلانے میں اہل فتنہ کی اہانت اور اہل سنت کی اعانت میں ہمہ وقت مصروف رہیں کیونکہ یہ بڑی عبادت ہے اس سے اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) بہت راضی ہوتے ہیں۔

اے اللہ! اے وہ ذات جس نے اس محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رحمت اور نعمت بنا کر بھیجا ہے آپ پر درود وسلام اور برکتیں اس قدر نازل فرما جس قدر تیرا علم اور تیرے کلمات ہیں اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تیری بارگاہ میں جو بلند مرتبہ ہے اس کے طفیل ہمارے عیب چھپا، خوف سے بچا، لغزشیں مٹا اور جملہ حاجات بخیریت پوری فرما، ہمارے اعمال کی اصلاح فرما، آرزوؤں کو پورا کر، بوجھوں کو ہلکا فرما، حالات کو حسن بخش — اور ہماری آخری دعا یہی ہے کہ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں اور درود وسلام رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، اور آپ کی آل و اصحاب سب پر۔ آمین۔

الفقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی نے یہ باتیں اپنے منہ سے کہیں اور ان کے لکھنے کا حکم دیا (اللہ تعالیٰ گزشتہ اور آئندہ تمام گناہوں کی مغفرت فرمائے) آمین والحمد للہ رب العالمین۔

پانچواں نسخہ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں اس کے انعام فرمانے اور تعلیم دینے پر۔ اللہ تعالیٰ درود وسلام بھیجے اور برکت و کرم اتارے اپنے محبوب پر اور آپ کی آل و اصحاب پر ——— حمد و صلوٰۃ کے بعد ——— باہمت، نیک سیرت، نفع دینے والے، بخشش فرمانے والے فاضل مولانا الشیخ عبد القادر الکردی (اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی

ومحفوظه مما يروى دانا حل بالبلد الحرام اجازة ما تصح لى روايته من مشايخى الكرام فانعمت فلما مول وزدت على المسئول لانى تفرست فى ولده الصغير عمر الكبير ان شاء الله قدرا عبد الله فريد حفظه كالدر الفريد آثار السعادة والحسنى وزيادة فانه كما اخبرنى ابوه فى عمره هذا احفظ عشرة متون واجازة الصغار امر معروف قد مضى عليه العلماء العاملون لانهم اذا كبروا رزقوا علما يحصل لهم القرب والعلو من الحبيب صلى الله تعالى عليه وسلم الدنو فاجزتهما معا بما تصح لى روايته من حديث وفقه وتفسير وغيرها وتصانيفى التى فاقت على الماشين والله رزقنا جميعا النور واليهما آمين وكان ذلك لعشر خلت من صفر الخير سنه ١٣٢٥ فى البلد الامين والحمد لله رب العلمين ۰

النسخة السادسة

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لانبى بعده وعلى اله وصحبه المكرمين عنده اما بعد فلما سالنى السيد الاجل الابجل المعظم المفخم المعرم ذو المجد والكرم ومعالى الهمم مولينا السيد محمد عمر ابن السيد الجليل القدر الجميل الفخر المرحوم بكرم الله تعالى السيد ابى بكر الرشيدى جعل الله كل يوم من ايام عمره محفوظا بالسرور العيدى اجازة الحديث وغيره مما تصح لى روايته من العلوم والمدارك نجاء ان يرزقه الله سبحنه وتعالى سلوك تلك والمرء يوجر على نيته ونية المومن خير من عمله و من اراد حسنة

پناہ میں آنے والوں کو اپنی حفاظت میں لے) نے مجھ سے بایام قیام مکہ مکرمہ ان حدیثوں کی روایت کی اجازت مانگی جن کی روایت کی اجازت مجھے میرے کرم فرما مشائخ سے حاصل ہے۔ تو میں نے ان کی مراد پوری کی بلکہ اس پر اضافہ کیا کہ ان کا بچہ "عبداللہ فرید" (اللہ تعالیٰ اسے یکتا موتی کی طرح محفوظ رکھے) جو عمر میں چھوٹا اور قدر و منزلت میں ان شاء اللہ بڑا ہے۔ اس میں مجھے آثار سعادت نظر آئے اور زیادہ یہ کہ کوئی معلوم ہوئی بچے کے والد صاحب سے پتہ چلا کہ بچے نے اس عمر میں دس کتابوں کے متن حفظ کر لیے ہیں چونکہ بچوں کو اجازت دینا بھی مشہور و معروف ہے اور باعمل علماء کے معمول میں داخل ہے کیونکہ بڑے ہو کر دولت علم سے نوازے جانے کے بعد پیشتر اجازت حاصل ہونے کی صورت میں ان کو حبیب اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قرب اور ان کی سند کو علو حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر میں نے باپ بیٹا دونوں کو حدیث، فقہ، تفسیر اور ان تمام علوم کی اجازت دی جن کی روایت کا میں مجاز ہوں۔ اور دونوں کو اپنی تمام تصانیف کی بھی اجازت دی جن کی تعداد اس وقت دو سو سے اوپر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نور علم اور اس کی رونق و زیبائی عطا فرمائے ——— یہ سند اجازت ۔ اصفر الخیر ۱۳۹۴ھ مکہ مکرمہ میں مرتب ہوئی اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں)

چھٹا نسخہ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں جو اکیلا ہے اور درود و سلام ان پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں، اور آپ کی آل و اصحاب پر جو اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں ——— حمد و صلوٰۃ کے بعد ——— جب مجھ سے سوال کیا جلیل القدر سردار صاحب شرافت لائق عظمت رفیع المرتبت صاحب عزت عالی ہمت مولانا السید محمد عمر نے۔

جو بلند شان والے سردار، صاحب جمال و افتخار، مورد رحمت پروردگار سید ابوبکر الرشیدی کے فرزند ہیں (اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کے ہر دن کو عید جیسے سرور سے بھرپور فرمائے) ——— (سوال یہ تھا) کہ میں انھیں حدیث شریف کی اور ان تمام علوم مدارک کی سند اجازت دوں جن کی روایت کا میں مجاز ہوں۔ بایں امید کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ انہیں ان علمی راستوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آدمی کو اس کی اچھی نیت پر بھی ثواب ملتا ہے اور مومن کی اچھی نیت خالی عمل سے بہتر ہوتی ہے جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے

وسعى لها سعيها فالله سبحنه مبلغه لامله وقد جرت سنة العلماء بالاجازة لمن سيولد فضلا عمن يوجد فاجبت مسئوله وحققت ماموله واجزته بالقران والحديث والفقه والاصول وسائر مايتوجه اليه من فنون المعقول والمنقول بشرطه المقرر عند الائمة الغرر ودعوت الله تعالى ان يرزقه ولدا صالحا عالما عاملا مفلحا معززا فى الدنيا والدين فاذا ولد وتوجه الى العلم المبين فقد اجزته ايضا ليكون فى السند من العالين والحمد لله رب العلمين وقد كان نوى السيد نجاء البركة بحسن ظنه الجيد ان المولى تعالى ان رزقه ولدا مرتضى يسميه باسم هذا الفقير احمد رضا فقلت بل سموه عثمن ان شاء الرحمن ليكون السيد عثمن ابن السيد عمر ابن السيد ابى بكر وكان اذ ذاك العلامة الجليل مولنا الشيخ صالح كمال حاضرا فى مجلسى فافاد ان سموا الاول عثمن واذا رزقتم ولدا ثانيا فسموه كما نويتم احمد رضا وعلى ذلك تم الامر نرجو المولى سبحنه وتعالى ان يحقق الآمال ويأتى فى الشاهد بما تصوره الخيال آمين.

وكان ذلك لاحدى عشرة خلت من صفر الخير ليلة الجمعة المباركة فى البلد الحرام مكة سنة ۱۳۲۴ واتفقت الكتابة لليلتين بقيتا من صفر فى جدة دانا على جناح سفر الى حضرة المدينة الامينة ذات الرحمة والسكينة صلى الله تعالى على من طيبها وبارك وسلم وعلى آله وصحبه وشرف وكرم آمين.

النسخة السابعة

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده

اور اس کے لیے کوشش کرتا ہے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اس کی آرزو پوری فرماتا ہے۔ اور علماء کے معمولات میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ بعض دفعہ استقبال قریب میں پیدا ہونے والے بچے کو بھی اجازت دے دیتے ہیں تو جو موجود ہے اور اس نے ابھی تحصیل علم سے فراغت نہیں پائی اسے اجازت دینا بطریق اولیٰ درست ہے اس بناء پر میں نے سید محترم کی بات مانی ان کی مراد پوری کی۔ میں انہیں قرآن مجید کی حدیث شریف کی فقہ و اصول کی معقول و منقول کے ان تمام فنون کی اجازت دیتا ہوں جن کی جانب وہ توجہ فرمائیں۔ یہ اجازت اسی شرط کے ساتھ ہے جو ائمہ کرام کے ہاں مقرر و مسلم ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ سید محترم کو نیک لڑکا عطا فرمائے جو عالم بھی ہو اور کامل بھی۔ دین و دنیا میں کامیاب بھی ہو اور معزز بھی۔ تو جب ان کے ہاں بچہ متولد ہو اور وہ (بڑا ہو کر) علم مبین کی تحصیل کی طرف توجہ کرے تو اسے بھی میری طرف سے اجازت ہے۔ پیدا ہونے سے پہلے بچے کو اجازت اس لیے دی جاتی ہے تاکہ وہ بھی عالی سند والوں میں شمار کیا جائے۔ سید محترم نے بنا بر حسن ظن بغرض حصول برکت یہ نیت کی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں فرزند دلپسند مرحمت فرمائے تو وہ اس کا نام اس فقیر کے نام پر "احمد رضا" رکھیں گے۔ میں نے انھیں مشورہ دیا کہ بچے کا نام عثمان رکھنا تاکہ باپ دادا کے ناموں کے ساتھ مل کر اس کا نام اس طرح ہو جائے "سید عثمان بن سید عمر بن سید ابوبکر"۔ اس مجلس میں جلیل الشان علامہ مولانا صالح کمال بھی تھے انہوں نے افادہ فرمایا کہ جب پہلا بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عثمان رکھنا پھر جب دوسرا بچہ عطا ہو تو اس کا نام حسب نیت "احمد رضا" رکھنا۔ یہ مجلس اس گفتگو پر ختم ہوئی۔ ہمیں امید ہے کہ مولیٰ سبحانہٗ و تعالیٰ آرزوؤں کو پورا فرمائے گا اور متصور فی الخیال کا مشاہدہ کرائیگا۔

یہ گفتگو جمعہ کی شب بتاریخ ۱۱ صفر الخیر ۱۳۲۴ھ مکہ محترمہ میں ہوئی اور سندِ اجازت بتاریخ ۲۸ صفر جدہ میں لکھی گئی جبکہ میں اس امن والے رحمت والے چین و سکون والے شہر مدینہ منورہ کی حاضری کو تیار تھا۔

(جنہوں نے مدینہ منورہ کو اپنی خوشبوؤں سے مہکایا ان پر اور ان کی آل و اصحاب پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے برکت فرمائے سلام نازل کرے شرافت و کرامت بخشے۔ آمین)

ساتواں نسخہ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں

ونصلي على رسوله الكريم الحمد لله احد من لا احد له وسند من
لا سند له وافضل الصلاة واكمل السلام على سيد الكرام
وسند الانام منتهى سلاسل الانبياء العظام وعلى آله و
صحبه رواة علمه ودعاة ادبه وبعد فلما من علي ربي بجاه نبيي
وحبيبي صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه بتقبيل هذه
العتبة العلية النبوية على صاحبها وآله افضل الصلاة و
التحية سنة ١٣٢٤ تفضل المولى الفاضل العالم العامل المتورع
البارع الفرع الفارع من اصل النبوة ودوح الكرام والفتوة
قرة عين الشريعة الامينة وفلذة كبد المدينة السكينة
شيخ الدلائل ومرجع الجلائل وجامع الفواضل ومنبع الفضائل
مولانا السيد الشيخ محمد سعيد ابن السيد الاجل العلامة
الاكمل الشهير في مشارق الارض ومغاربها والحائز لمقاصد الشريعة
ومآربها مولانا السيد محمد المغربي تغمده الله بالفضل الموهوبي

وكان علي ان آتيه لكن
تقدم والتقدم للكرام

ولما تشرفت بحضور بركته سمع مني الحديث المسلسل بالاولية وهو
اول حديث سمعه مني وسألني اجازة جميع ما اجازني به مشايخي الكاملون
وما كنت اهلا لذلك ولكن الكرام حسان الظنون فما كان لي بد لامتثال امره
الشريف والائتمار بحكمه المنيف فاجزته بجميع ما تصح لي روايته وبتصانيفي
التي نافت المائتين وبجميع سلاسل الطريقة الواصلة الي وهي ثلثة
عشر من القادرية والچشتية والسهروردية والنقشبندية وغيرها
والآن أن الرحيل وسأرسل الى السيد بعض التفصيل
بعد الوصول الى بلدي

اور اس کے رسول کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں جو یکتا ہے جس کا کوئی نہیں اس کا وُہ ہے، جس کا کوئی سہارا نہیں اس کا وُہ سہارا ہے۔ افضل درود اور اکمل سلام ان پر جو سخیوں کے سردار ہیں۔ ساری مخلوق کو جن پر بھروسہ ہے جن پر عظمت والے پیغمبروں کے سلسلے ختم ہوتے ہیں اور آپ کی آل واصحاب پر جو آپ کے علوم کے راوی اور آپ کی اچھی روش و پاکیزہ دانش کے محافظ ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد۔ جب میرے رب نے میری کفایت فرمانے والے میرے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم) کے طفیل مجھ پر احسان کیا کہ ۱۲۲۴ھ میں آستانہ عالیہ نبویہ (علیٰ صاحبہا وآلہٖ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ) کے چومنے کی سعادت بخشی، تو اس وقت مولانا السید الشیخ محمد سعید صاحب جو فضیلت والے آقا، باعمل عالم، یکتا متقی، شجرۂ نبوت کی حسین شاخ، کرم و سخا کے شجر عظیم، امن والی شریعت کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ سکون دینے والے شہر مدینہ کے جگر گوشہ ہیں جو دلائل الخیرات کی اجازتیں بخشتے ہیں جن کی جانب اصحاب مراتب لوٹ لوٹ کر آتے ہیں جو عزتوں کے جامع، فضیلتوں کے منبع ہیں —— اور سید اجل علامۂ اکمل زمین کے مشارق و مغارب میں شہرت پانے والے، شریعت کے مطالب و مقاصد کے جمع کرنے والے مولانا السید محمد المغربی (اللہ تعالیٰ انہیں اپنے وہبی فضل میں چھپائے) کے فرزند ہیں میرے پاس تشریف لائے۔

(ترجمہ شعر) ضروری تھا کہ میں جاتا مگر وہ آ گئے پہلے

کرم والے نوازش میں ہمیشہ پہل کرتے ہیں

میں جب ان کی آمد کی برکت سے مشرف ہوا تو انہوں نے مجھ سے حدیث مسلسل بالاولیت کا سماع کیا اور وُہ پہلی حدیث ہے جو انہوں نے مجھ سے سُنی۔ انہوں نے وہ تمام اجازتیں بھی طلب کیں جو مجھے اپنے باکمال مشائخ سے ملی تھیں۔ اگرچہ میں بخیالِ خود اس قابل نہیں مگر اہل کرم حسن ظن کے عادی ہوتے ہیں چونکہ تعمیل ارشاد کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا اس لیے ان کے امر شریف و حکم منیف کو بجالاتے ہوئے انہیں تمام علوم و فنون کی روایت کی اجازت دیتا ہوں جن کی روایت کا میں مجاز ہوں اور اپنی تمام تصانیف کی بھی —— جن کی تعداد (اس وقت) دو سو سے اوپر ہے —— اور طریقت کے تمام سلسلوں کی بھی جو مجھ تک پہنچے ہیں اور تعداد میں تیرہ ۱۳ ہیں بالخصوص سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ —— اور اب چونکہ کوچ کا وقت آچکا ہے اس لیے وطن جانے کے بعد سید محترم کے لیے بعونہٖ تعالیٰ

بعون الملک الجمیل وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین وافضل الصلوٰۃ والسلام علی ھذا الحبیب الکریم وآلہ وصحبہ وذویہ اجمعین آمین تاسع شہر ربیع الآخر یوم السبت سنۃ ۱۳۲۴ھ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ کتبہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

سند الحدیث المسلسل بالاولیۃ

لہ عند شیخنا السید الاجل رضی اللہ تعالی عنہ طریقان احدھما من جہۃ الشیخ المحقق مولانا الشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی والاخری من جہۃ الشاہ عبد العزیز الدھلوی

غفر لھما المولی القوی

طریق الشیخ المحقق عبد الحق المحدث قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحبہ اجمعین اما بعد فقد حدثنی السید الامام الہمام قطب الزمان حضرۃ الشیخ رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال حدثنی السید السند رحلۃ زمانہ آمام اوانہ عمی وشیخی ومولای ومرشدی السید آل احمد الملقب با چھی میاں صاحب المارھروی قدس اللہ سرہ العزیز وھو اول حدیث سمعتہ منہ عن السید النقی الامام المتقی الورع الکامل البارع الفاضل العارف باللہ الاحد السید الشاہ حمزۃ ابن السید آل محمد البلجرامی الحسینی الواسطی وھو

قدرے تفصیل لکھ بھیجوں گا۔

ہماری دعا کا خاتمہ اس پہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کو ہیں اور افضل درود و سلام کرم فرمانے والے حبیب پر اور آپ کی آل و اصحاب پر اور آپ کے تمام خویش و اقارب پر۔ آمین

۹ ربیع الآخر ۱۲۹۴ھ بروز ہفتہ

اسے لکھا اللہ کے گنہگار بندے احمد رضا البریلوی نے

اللہ تعالیٰ نبی امی حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے طفیل معاف فرمائے۔

حدیث "مسلسل بالاولیت" کی سند

یہ حدیث ہمارے پیر و مرشد سید اجل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دو سندوں کے ساتھ حاصل ہوئی ہے۔ ایک سند الشیخ المحقق مولانا عبد الحق المحدث الدہلوی کی طرف سے ہے اور دوسری الشاہ عبد العزیز الدہلوی کی طرف سے۔ (قوت والا مولیٰ دونوں کی مغفرت فرمائے)

الشیخ المحقق عبد الحق المحدث قدس سرہٗ کی سند

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ سب تعریفیں اللہ کو ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر ــــ حمد و صلوٰۃ کے بعد ــــ مجھ سے حدیث بیان کی سید، پیشوا، بلند ہمت، قطب زمان، حضرت الشیخ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ) نے اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ــــ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی با اعتماد سردار، مرجع اہل زمان، وقت کے امام میرے چچا، میرے شیخ، میرے آقا، میرے مرشد، سید آل احمد ملقب بہ اچھے میاں المارہروی (قدس اللہ سرہ العزیز) نے ــــ اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ــــ انہوں نے روایت کی سردار پاکیزہ پیشوا، پرہیزگار، کامل پارسا، فاضل یکتا، عارف باللہ السید الشاہ حمزہ بن السید آل محمد بلگرامی الحسینی الواسطی سے۔ اور وہ

اول حدیث سمعه منه قال حدثنی السید طفیل محمد الاترولوی و هو
اول حدیث سمعته منه قال حدثنی السید السند البارع الاکمل
الافضل وحید زمانه السید مبارک فخر الدین البلجرامی رحمة الله
تعالی علیه و هو اول حدیث سمعته منه قال حدثنی الشیخ العالم
العامل حاج الحرمین الشریفین استاذی الشیخ ابو الرضا بن الشیخ
اسمعیل الدهلوی احد احفاد الشیخ عبد الحق الدهلوی سلمه
ربه و رحمة الله تعالی علیه و هو اول حدیث سمعته منه قال
حدثنا جدی و استاذی و شیخی افضل المحدثین الشیخ عبد الحق
الدهلوی رحمه الله علیه و هو اول حدیث سمعته منه قال
حدثنا الشیخ الصالح الموفق عبد الوهاب بن فتح الله البروجی
احد فقراء سیدی الشیخ عبد الوهاب المتقی رحمة الله تعالی
علیه و هو اول حدیث سمعته منه قال حدثنا الشیخ الکبیر
محمد بن افلح الیمنی و هو اول حدیث سمعته منه قال
حدثنا شیخنا الامام وجیه الدین عبد الرحمن بن ابراهیم
العلوی و هو اول حدیث سمعته منه ثنی شیخنا الامام شمس الدین
السخاوی القاهری و هو اول حدیث سمعته منه ثنی جماعة
کثیرون اجلهم علماً و عملاً شیخ الاستاذ الحجة الناقد
شیخ مشایخ الاسلام حافظ العصر الشهاب ابو الفضل احمد
بن علی بن العسقلانی عرف بابن حجر رحمه الله تعالی سماعاً من
لفظه و حفظه و هو اول حدیث سمعته منه قال حدثنی به
جماعة کثیرون منهم حافظ الوقت الزین ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی و هو
اول حدیث سمعته منه ح و اخبرنی به عالیاً الشیخ شمس الدین ابو عبد الله
محمد بن احمد التزمری اجازة و هو اول حدیث رویته عنه قال هو
و العراقی حدثنا به الصدر ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراهیم المیدومی اجازة

پہلی حدیث ہے جو انہوں نے ان سے سنی۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی سید طفیل محمد الاترولوی نے اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی با اعتماد سردار، کمالات و فضائل میں یکتا، زمانے کے بے ہمتا سید مبارک فخر الدین بلگرامی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے۔ اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی شیخ عالم عامل حرمین شریفین کے حاجی میرے استاذ شیخ ابو الرضا بن الشیخ اسماعیل الدہلوی نے جو الشیخ عبد الحق الدہلوی کے نواسے ہیں اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم سے حدیث بیان کی میرے نانا میرے استاذ میرے شیخ افضل المحدث بن الشیخ عبد الحق الدہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے، اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا کہ ہم سے حدیث بیان کی الشیخ الصالح صاحب توفیق عبد الوہاب بن فتح اللہ البروجی یکے از فقرائے سیدی عبد الوہاب المتقی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا کہ ہم سے حدیث بیان کی الشیخ الکبیر محمد بن افلح الیمنی نے اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ہمارے شیخ، پیشوا وجیہ الدین عبد الرحمٰن بن ابراہیم العلوی نے اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی ہمارے شیخ، پیشوا، شمس الدین السخاوی القاہری نے اور وہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی محدثین کی بڑی جماعت نے جن میں وہ بھی ہیں جو علم و عمل میں ان سب سے اعلیٰ ہیں یعنی میرے شیخ استاذ حجۃ ناقد مشائخ اسلام کے سردار حافظ العصر الشہاب ابو الفضل احمد بن علی العسقلانی معروف بہ ابن حجر (رحمہ اللہ تعالیٰ) میں نے ان کے لفظ و حفظ سے حدیث کا سماع کیا اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی محدثین کی بڑی جماعت نے جن میں حافظ الوقت صاحب زینت ابو الفضل عبد الرحیم بن حسین العراقی بھی ہیں۔ اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔ سند دیگر۔ اور مجھے خبر دی الشیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد التدمری نے بھی اور اجازت دی اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے روایت کی —— انہوں نے اور العراقی دونوں نے فرمایا کہ ہم سے حدیث بیان کی صدر ابو الفتح محمد بن محمد بن ابراہیم المیدومی نے اور اجازت دی

وهو اول حديث قال العراقي سمعته منه وقال التدمري حضرته عنده ثنا به النجيب ابو الفرج عبد اللطيف بن عبد المنعم الحرانی وهو اول حديث سمعته منه ثنا به الحافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بالجوزی وهو اول حديث سمعته منه ثنا به ابو سعيد اسمعيل بن ابی صالح احمد بن عبد الملك النيسابوری وهو اول حديث سمعته منه ثنا به والدی ابو صالح احمد بن عبد الملك المؤذن وهو اول حديث سمعته منه ثنا ابو طاهر محمد بن محمد بن محمش الزيادی وهو اول حديث سمعته منه ثنا به ابو حامد احمد بن محمد بن يحيی بن بلال البزار وهو اول حديث سمعته منه ثنا به عبد الرحمن بن بشر بن الحكم وهو اول حديث سمعته منه ثنا به سفين بن عيينه وهو اول حديث سمعته من سفين عن عمرو بن دينار عن ابی قابوس مولی عبد الله بن عمرو بن العاص عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالی عنهما ان رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم قال الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك وتعالی ارحموا من فی الارض يرحمكم من فی السماء ⁂

طريق الشاه عبد العزيز الدهلوی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين و الصلاة و السلم علی رسوله محمد و اله و اصحبه اجمعين اما بعد فقد حدثنی السيد الامام الهمام قطب الزمان حضرة الشيخ رضی الله تعالی عنه و ارضاه و هو اول حديث سمعته منه قال

حدثنی استاذی

علم المحدثين

العراقی نے کہا کہ یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سُنی اور التدمری نے کہا کہ یہ پہلی حدیث ہے جس کے درس کے وقت میں ان کے پاس حاضر تھا —— انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی النجیب ابوالفرج عبداللطیف[16] بن عبدالمنعم الحرانی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔ انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن[17] بن علی الجوزی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ابوُسعید[21] اسماعیل بن ابی صالح احمد بن عبدالملک النیشاپوری نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سُنی —— انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی میرے والد ابوصالح[19] احمد بن عبدالملک المؤذن نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ابوطاہر[20] محمد بن محمد بن محمش الزیادی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ابوحامد[21] احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال لبزار نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے بدالرحمٰن[22] بن بشر بن الحکم نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا ہم سے ریث بیان کی سفیان[23] بن عیینہ نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے سفیان[24] ن عمرو بن دینار سے روایت کی —— انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کے مولی ابوقابوس[25] سے —— انہوں نے عبداللہ[26] بن عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رب رحمان تبارک و تعالیٰ رحم فرماتا ہے تم ان پر رحم کرو جو زمین پر ہیں تو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان پر ہے۔

الشاہ عبدالعزیز الدہلوی کی سند

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحمت والا ہے سب تعریفیں اللہ کو ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور درود و سلام اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر —— حمد و صلوٰۃ کے بعد —— مجھ سے حدیث بیان کی سیدا پیشوا، بلند ہمت، قطب زماں حضرت الشیخ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ) نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے استاذ علم المحدثین

مولنا عبد العزیز الدهلوی رحمة الله تعالی علیه وهو
اول حدیث سمعته منه عن ابیه ذی الفضل والجاه
مولنا ولی الله رحمة الله تعالی علیه وهو اول حدیث
سمعته منه قال حدثنی السید عمر من لفظه تجاه
قبر النبی صلی الله تعالی وسلم وهو اول حدیث سمعته منه
قال حدثنی جدی الشیخ عبد الله بن سالم البصری وهو
اول الخ قال حدثنا الشیخ یحیی بن محمد الشهیر
بالشاوی وهو اول حدیث سمعناه منه قال اخبرنا به الشیخ
سعید بن ابرهیم الجزائری المفتی الشهیر بقدورة
قال وهو اول حدیث سمعته منه قال اخبرنا به الشیخ
المحقق سعید بن محمد المقری قال وهو اول الخ عن
الولی الکامل احمد حجی الوهرانی قال وهو الخ عن شیخ
الاسلام العارف بالله تعالی سیدی ابرهیم التازی قال
وهو اول الخ قال قرأته علی المحدث الربانی ابی الفتح
محمد بن ابی بکر بن الحسین المراغی قال وهو
اول حدیث قرأته علیه قال سمعت من لفظ شیخنا
زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی قال و
هو اول حدیث سمعته منه قال حدثنا ابو الفتح
محمد بن محمد بن ابرهیم البکری المیدومی قال
وهو الخ ربمثل الحدیث سنداً ومتناً) قلت ولی فی
الحدیث طریق ثالث عال جداً حدثنی مولانا الاجل
السید الشاه ابو الحسین احمد النوری نورنا الله
بنوره المعنوی والصوری قال حدثنا

مولانا الشاہ عبدالعزیزؒ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۔ اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ——— انہوں نے یہ حدیث اپنے باپ صاحب فضل وجاہ مولانا ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کی۔ اور یہ پہلی حدیث ہے جو انہوں نے ان سے سنی ——— انہوں نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی سید عمرؒ نے اپنے لفظ سے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے روضہ منورہ کے سامنے۔ اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ——— انہوں نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے جد امجد الشیخ عبداللہؒ بن سالم البصری نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ——— انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی یحییٰؒ بن محمد نے جو شاوی کے نام سے مشہور ہیں اور یہ پہلی حدیث ہے جو ہم نے ان سے سنی۔ انہوں نے فرمایا خبر دی ہم کو الشیخ سعید بن ابراہیم الجزائری المفتی نے جو قدورہ کے نام سے مشہور ہیں اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ——— انہوں نے فرمایا ہم کو خبر دی الشیخ المحقق سعیدؒ بن محمد المقری نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ——— انہوں نے یہ حدیث ولی کامل احمد حجی الوھرانی سے روایت کی اور فرمایا کہ یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ——— انہوں نے یہ حدیث شیخ الاسلام العارف باللہ سیدی ابراہیمؒ التازی سے روایت کی اور فرمایا کہ یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ——— انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث المحدث الربانی ابوالفتح محمدؒ بن ابوبکر بن الحسین المراغی کے حضور پڑھی اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان پر پڑھی ——— انہوں نے فرمایا میں نے یہ حدیث اپنے شیخ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی سے سنی اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی ——— انہوں نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے ابوالفتح محمدؒ بن محمد بن ابراہیم البکری المیدومی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔ (از آں بعد سند اور متن وہی ہے جس کا طریق اوّل میں ذکر ہوا)۔

تیسری سند جو بہت عالی ہے

میںؒ نے کہا کہ حدیث مسلسل بالاوّلیت کی یہ تیسری سند بھی مجھے حاصل ہے جو بہت عالی ہے۔ مجھ سے حدیث بیان کی ہمارے جلیل القدر آقا السید الشاہ ابوالحسینؒ احمد النوری نے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے معنوی اور صوری نور سے منور فرمائے) ——— انہوں نے فرمایا ہم سے

افضل العلماء و اورع الاتقياء مولنا احمد مولنا احمد حسن الصوفی
المراد آبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال
حدثنا حدیث الرحمۃ المسلسل بالاولیۃ الشیخ الناسک احمد بن
محمد الدمیاطی المشهور بابن عبدالغنی وھو اول حدیث سمعتہ منہ
بحضرۃ جمع من اهل العلم قال ثنا بہ المعمر محمد بن عبدالعزیز وھو اول
حدیث سمعتہ واجازۃ بجمیع مروياتہ فقال حدثنا بہ الشیخ المعمر ابوالخیر بن عموس
الرشیدی وھو اول حدیث سمعتہ منہ واجازۃ بجمیع مروياتہ
فی ربیع الاول سنۃ اثنین بعد الألف قال حدثنا بہ شیخ الاسلام
الشرف زکریا بن محمد الانصاری وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال
ثنا بہ خاتمۃ الحفاظ الشهاب ابوالفضل احمد بن علی بن حجر
العسقلانی وھو اول حدیث سمعتہ منہ قال اخبرنا بہ الحافظ
زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی وھو اول حدیث
سمعتہ منہ (الی آخر الحدیث سندا و متنا) .

المصافحات الاربعہ

سند المصافحۃ الجنیہ

صافحت حضرۃ الشیخ رضی اللہ عنہ قال صافحت الشیخ عبدالعزیز صافح
اباہ قال صافحت السید عبید اللہ بن عیدروس بن الشیخ علی العیدروسی
قال صافحت السید جعفر الصادق بن السید المصطفی العیدروسی و
قال صافحنی جنی اسمہ غانم سنۃ ثمان وتسعین بعد الالف بعد ان
صلی العصر مع والدی قدس سرہ فی المسجد ذات یوم وامرہ والدی
ان یصافحنی حین اخبرہ انہ صافحہ جنی کان
من النفر الذین ذکرھم اللہ تعالی فی سورۃ الجن وتد

حدیث بیان کی افضل العلماء اورع الاتقیاء مولانا احمد حسین الصوفی المراد آبادی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا رحمت والی حدیث جو مسلسل بالاولیت ہے ہم سے بیان کی شیخ عبادت گزار احمد بن محمد الدمیاطی نے جو ابن عبد الغنی کے نام سے مشہور ہیں اور یہ پہلی حدیث ہے جو ایک جماعت اہل علم کی موجودگی میں میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی لمبی عمر والے محمد بن عبد العزیز نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی اور انہوں نے تمام مرویات کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی لمبی عمر والے الشیخ ابو الخیر بن غموس الرشیدی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— اور انہوں نے اپنی تمام مرویات کی ربیع الاول ۱۰۰۱ھ میں اجازت دی —— اور فرمایا ہم سے حدیث بیان کی شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔ انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی خاتمۃ الحفاظ الشہاب ابو الفضل احمد بن حجر العسقلانی نے اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی —— انہوں نے فرمایا خبر دی ہم کو حافظ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم بن الحسین العراقی نے۔ اور یہ پہلی حدیث ہے جو میں نے ان سے سنی۔

(از اں بعد سند اور متن وہی ہے جس کا پہلے ذکر ہوا)

چار مصافحے

مصافحہ جنیہ کی سند میں نے حضرت الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحہ کیا —— انہوں نے فرمایا میں نے الشیخ عبد العزیز سے مصافحہ کیا —— انہوں نے اپنے والد سے مصافحہ کیا —— انہوں نے فرمایا میں نے السید عبد اللہ بن عیدروس بن الشیخ علی العیدروسی سے مصافحہ کیا —— انہوں نے فرمایا میں نے سید مصطفیٰ العیدروسی کے صاحبزادے سید جعفر الصادق سے مصافحہ کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے ۱۰۹۸ھ میں "غانم" نامی ایک جن سے مصافحہ کیا۔ اس جن نے ایک دن مسجد میں نماز عصر میرے والد (قدس سرہ) کے ساتھ پڑھی نماز کے بعد والد صاحب نے حکم دیا کہ وہ مجھ سے مصافحہ کرے کیونکہ اس جن نے والد صاحب کو بتایا تھا کہ "سورۃ الجن" میں اللہ تعالیٰ نے جنوں کی جس جماعت کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک ایسے جن

تخمر اکثر من سبعمائة سنة و هو صافحه رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم
والحمد لله

سند المصافحة الخضریة

وبه الی الشاه ولی الله قال صافحنی السید عمر ابن بنت الشیخ
عبد الله بن سالم البصری المکی وشد علی یدی و قال المراد بهذا
الشد الاشتداد فی تاکید الصحبة قال صافحنی جدی الشیخ
عبد الله کذلک کما صافحه شیخه الشیخ محمد بن محمد بن
سلیمن کما صافحه شیخه ابو عثمن سعید بن ابراهیم
الجزائری المعروف بقدورة کما صافحه شیخه ابو سعید بن احمد
المقری القریشی کما صافحه شیخه سیدی احمد حجی الوهرانی
کما صافحه شیخه سیدی سالم التازی کما صافحه شیخه الشیخ
صالح الزوادی کما صافحه الفقیه الصالح حافظ عصره سیدی عبد الله
بن محمد بن موسی الحیدروسی وحدثه بها عن شیخه الاستاذ
ابی عبد الله محمد بن جابر الغسانی عن الامام الربانی ابی عبد الله محمد
بن علی ن المراکشی شهرته بابن علیوات عن ابی عبد الله الصدفی
عن الامام العالم ابی العباس احمد بن البنا عن ولی الله تعالی ابی
عبد الله الهزمیری عن ابی العباس الخضر عن رسول الله
صلی الله علیه وسلم

سند المصافحة المعمریه

وبه الیه قال صافحنی ابو طاهر و صافحه الشیخ احمد النخلی قال صافحنی العارف
الکبیر الشیخ تاج الدین الهندی النقشبندی قال صافحنی الشیخ عبد الرحمن
الشهیر بحاجی رمزی قال صافحنی الشیخ حافظ علی الاوبهی قال صافحنی الشیخان

نے اس سے مصافحہ کیا ہے جس نے سات سو سال سے زیادہ عمر پائی اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ (اور سب تعریفیں اللہ کو ہیں)

مصافحہ خضریہ کی سند مصافحہ خضریہ کی سند الشاہ ولی اللہ تک وہی ہے جس کا ذکر مصافحہ جنیہ میں ہوا — الشاہ ولی اللہ نے فرمایا شیخ عبداللہ بن سالم البصری المکی کے نواسے ابید عمر نے مجھ سے مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ اچھی طرح دبایا اور فرمایا یہ دبانا تاکید محبت کے لیے ہے — انہوں نے فرمایا مجھ سے میرے نانا الشیخ عبداللہ نے یونہی مصافحہ کیا — ان کے استاذ الشیخ محمد بن محمد بن سلیمان نے ان سے یونہی مصافحہ کیا — ان کے شیخ ابوعثمان سعید بن ابراہیم الجزائری معروف بقدورۃ نے ان سے یونہی مصافحہ کیا — ان سے ابوسعید بن احمد المقری القریشی نے یونہی مصافحہ کیا — ان سے ان کے شیخ سیدی احمد حجی الدھرانی نے یونہی مصافحہ کیا — ان سے ان کے شیخ سیدی سالم التازی نے یونہی مصافحہ کیا — ان سے ان کے استاذ شیخ صالح الزواوی نے یونہی مصافحہ کیا — ان سے فقیہ، صالح، حافظ العصر سیدی عبداللہ بن محمد بن موسیٰ العبدروسی نے یونہی مصافحہ کیا — اور انہوں نے مصافحہ کرنے کی روایت اپنے شیخ استاذ ابوعبداللہ بن محمد بن جابر الغسانی سے بیان کی — انہوں نے الامام الربانی ابوعبداللہ محمد بن علی المراکشی مشہور با بن علیوات سے — انہوں نے ابوعبداللہ الصوفی سے — انہوں نے الامام العالم ابوالعباس احمد بن البنا سے — انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ولی ابوعبداللہ الہزمیری سے — انہوں نے سیدنا ابوالعباس الخضر سے — انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

مصافحہ معمریہ کی سند مصافحہ معمریہ کی سند الشاہ ولی اللہ (علیہ الرحمۃ) تک وہی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا — انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا ابوطاہر نے — ان سے مصافحہ کیا شیخ احمد النخلی نے — انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا عارف کبیر الشیخ تاج الدین الہندی النقشبندی نے — انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا شیخ عبدالرحمٰن نے جو حاجی رمزی کے نام سے مشہور ہیں — انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا الشیخ حافظ علی الاوبھی نے — انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا دو بزرگوں نے

الشیخ محمودؒ الاسفرائنی والسید امیرعلی الھمدانی قال صافحنا ابوسعیدؒ الحبشی الصحابی المعمر قال صافحنی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

سند المصافحۃ المنامیۃ

و بالسار فی الحضر یۃ الی صالح الزوادی عن عزالدین بن جماعۃ عن الشیخ محمد شیرین عن الشیخ سعد الدین زعفرانی عن والدہ محمودؒ الزعفرانی عن ابی بکرؒ السواسی وتام الدین علی بن ابی بکر ذی النون الملیطی وھما عن محمد بن اسحٰق القونوی عن الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی من الشیخ احمد بن مسعود شداد ن المقری الموصلی عن الشیخ علی بن محمد ن الحاشکی الباھری عن الشیخ ابی الحسن الباخوزائی قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی المنام فشبکت اصابعہ باصابعی وقال یا علی شابکنی فمن شابکنی دخل الجنۃ و مازال یعد حتی وصل الی سبعۃ ثم استیقظت واصابعی فی اصابع رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال الشیخ التازی کذا ینبغی من شابک احدًا ان یقول شابکنی فمن شابکنی دخل الجنۃ ؛

اللھم ارزقنا وجمیع اھل السنہ آمین

شیخ محمود الاسفرائنی اور سید امیر علی الہمدانی نے ـــــ ان دونوں نے فرمایا ہم سے مصافحہ کیا معمر صحابی ابو سعید الحبشی نے ـــــ انہوں نے فرمایا مجھ سے مصافحہ کیا نبی اکرم سید عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے۔

مصافحہ منامیہ کی سند

جو تفصیل مصافحہ خضریہ میں صالح الزوادی تک گزری وہی یہاں ہے ـــــ انہوں نے مصافحہ منامیہ کی روایت کی عزالدین بن جماعۃ سے ـــــ انہوں نے شیخ محمد شیرین سے ـــــ انہوں نے شیخ سعدالدین الزعفرانی سے ـــــ انہوں نے اپنے والد محمود الزعفرانی سے ـــــ انہوں نے ابوبکر السواسی اور ناصرالدین علی بن ابوبکر ذوالنون المليطی سے ـــــ اور ان دونوں نے محمد بن اسحاق القونوی سے ـــــ انہوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن العربی سے ـــــ انہوں نے الشیخ احمد بن مسعود بن شداد المقری الموصلی سے ـــــ انہوں نے شیخ علی محمد الحائکی الباہری سے ـــــ انہوں نے شیخ ابو الحسن علی الباغوزائی سے ـــــ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ نے اپنے دستِ اقدس کی انگشتانِ مبارکہ میرے ہاتھوں کی انگلیوں میں ڈال کر فرمایا "اے علی! میری انگلیوں میں انگلیاں ڈال، جو میری انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا جنت میں جائے گا" اور آپ گنتے گئے یہاں تک کہ سات تک پہنچے پھر مجھے جاگ آگئی اس وقت میری انگلیاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں میں تھیں ـــــ الشیخ التازی نے فرمایا جو (شیخ) کسی (مرید) کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر مصافحہ کرے اسے یہ کہنا چاہیے میری انگلیوں میں انگلیاں ڈال، جو میری انگلیوں میں انگلیاں ڈالے گا جنت میں جائے گا۔

الٰہی! ہم کو اور سب اہل سنت کو جنت نصیب فرما۔ آمین

حواشی

۱؎ ملفوظات میں اس واقعہ کو اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے بدیں الفاظ بیان فرمایا جوتوں کو بوسہ۔ آج ہی کریں (الدولۃ المکیۃ) لکھ رہا ہوں حضرت شیخ الخطباکبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد کا پیام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا (آپ کا) رسالہ (الدولۃ المکیۃ) سننا چاہتا ہوں۔ میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسم اول ختم ہو چکی تھی جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے قسم دوم لکھی جا رہی تھی جس میں وہابیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخ الخطباء نے اول تا آخر سن کر فرمایا اس میں علم خمس کی بحث نہ آئی میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھی۔ فرمایا۔ میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو۔ میں نے قبول کیا کہ رخصت ہوتے وقت ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا حضرت موصوف نے باں فضل و کمال و باآں کبر سالی کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمائے کہ انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم میں تمہارے قدموں کو بوسہ دوں میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں ——— یہ میرے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے وقعت کی یہ وقعت۔ میں واپس آیا اور شب ہی میں بحث خمس کو بڑھایا (ملفوظات صفحہ ۱۰ ج ۲) قال المترجم حضرت موصوف کا ذکر الاجازات المتینہ صفحہ ۲۵ میں بھی ہے۔ آپ کے فرزند مولانا عبداللہ میرداد مسجد حرام کے امام تھے اور اسی زمانے میں اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے (ملفوظات صفحہ ۱۲ ج ۲)

۲؎ قال المترجم۔ بفضلہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ الاعلیٰ (جل مجدہ و صلی اللہ علیہ وسلم) سنہ ۱۳۹۰ھ میں جب اس فقیر بارگاہ عالیہ قادریہ و دریوزہ گر آستانۂ قدسیہ رضویہ کو زیارت حرمین طیبین زادھما اللہ شرفا و تعظیما کی سعادت نصیب ہوئی ؎

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش ۔۔۔ خدایا ایں کرم بار دگر کن

تو وہاں کے بعض اکابر علماء کرام و مشائخ عظام (زید مجدھم) سے "الدولۃ المکیہ" کی تصنیف کی کچھ وجوہ اس طرح سننے میں آئیں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کو مکہ مکرمہ میں دیکھ کر آپ کے ہندوستانی مخالفین (وہابیہ دیوبندیہ) نے دہلی کے ان تاجروں کے ذریعہ جو ایک عرصہ سے حرم محترم میں مقیم تھے کعبہ معظمہ کے کلید بردار شیبی صاحب تک رسائی پائی اور شیبی کے واسطہ سے شریف مکہ تک پہنچے اور ان کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا کہ ہندوستان کے شہر بریلی سے ایک عالم دین آئے ہوئے ہیں جن کا نام احمد رضا ہے وہ اگرچہ عاشق رسول ہیں لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح حد سے زیادہ کرتے ہیں۔ اس لیے ہمارا ان سے اکثر اختلاف رہتا ہے۔ ہندوستان میں چونکہ اسلامی حکومت نہیں۔ اس لیے ہم ان پر وہاں کامیاب نہیں ہو سکتے اور یہاں مکہ مکرمہ میں اسلامی حکومت ہے۔ اس بنا پر ہم آپ سے ملتجی ہیں کہ انہیں اپنے دربار میں بلا کر ہماری ان سے گفتگو کروا دیجئے عالم دین اور عاشق رسول شریف مکہ ذی علم تھے اور علماء کا احترام کرتے تھے انہوں نے عریضہ پڑھ کر فرمایا کہ دو باتوں کا تم خود اعتراف کرتے ہو۔ ایک یہ کہ مولانا احمد رضا عالم دین ہیں دوسری یہ کہ وہ عاشق رسول ہیں، تو جو شخص عالم دین بھی ہو اور عاشق رسول بھی، اسے میں اپنے دربار میں کیا نہیں بلا سکتا۔ مولانا کے علم اور ان کے عشق کا احترام کرتے ہوئے میں تمہیں ایک تجویز بتاتا ہوں کہ جس مسئلہ میں ان سے اختلاف رکھتے ہو اسے بصورت سوال لکھو۔ میں مفتی مکہ مکرمہ سے کہوں گا کہ وہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے جواب لکھوا لائیں۔ پھر دیکھا جائے گا کہ وہ کیا تحریر فرماتے ہیں اور اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہاں تک مبالغہ کرتے ہیں۔

علم غیب

جس مسئلہ نے مخالفین کو زیادہ پریشان کیا ہوا تھا وہ مسئلہ رسول اکرم سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "علم غیب" کا تھا۔ انہوں نے ایک استفتاء مرتب کیا شریف صاحب نے وہ استفتاء مفتی مکہ مکرمہ جناب مولانا العلامہ صالح بن کمال (علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں پیش کیا تاکہ وہ اس کا جواب اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز سے لکھوا لائیں۔ مفتی صاحب موصوف بھی ان دنوں اس قسم کے ایک استفتاء کا جواب لکھ رہے تھے لیکن بعض وجوہ کی بنا پر قدرے متردد تھے جب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں استفتاء پیش ہوا اور آپ نے زبانی گفتگو

ہیں دلائل کے انبار لگا دیئے تو ان کا تردد یکسر ختم ہوگیا۔ انہوں نے عرض کی کہ اس استفتاء کا جواب میں لکھ رہا تھا لیکن آپ کی گفتگو سن کر میں نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ آپ نے تو ان کتابوں کے بھی حوالے دیئے جنہیں بیسیوں دفعہ ہم پڑھ چکے ہیں لیکن ان کتابوں میں علم رسول (علیہ السلام) کی عظمت جس آب و تاب کے ساتھ موجود ہے اس کے سمجھنے سے ہم آج تک قاصر رہے۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ اس سوال کا ایسا مسکت جواب تحریر فرمائیں کہ مخالفین کو زبان کھولنے کی طاقت نہ رہے۔

عذر اور اصرار

اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ایسا مفصل جواب لکھنے کے لیے وقت کی ضرورت ہے اور میرے پاس اتنا وقت نہیں کیونکہ میں مدینہ منورہ جانے کے لیے تیار بیٹھا ہوا ہوں اور نہ ہی میرے پاس اس وقت کتب خانہ ہے کہ کتابیں دیکھ کر جواب لکھ سکوں۔ علاوہ ازیں بخار کی وجہ سے طبیعت بھی ناساز ہے۔ مفتی صاحب نے عرض کی کہ ابھی تین دن تک آپ مکہ مکرمہ ہی میں ہیں یہ ایک مسئلہ کیا! اگر سو مسئلے ہوں تو آپ سب کے جواب لکھ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑا علم بخشا ہوا ہے اور زود نویسی کی عظیم قوت و کرامت سے نوازا ہوا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے ناسازئ طبع کے باوجود مطالعہ کتب کے بغیر صرف آٹھ گھنٹے کے وقفہ میں جواب تحریر فرما دیا اور اس کا تاریخی نام "الدولة المکیة بالمادة الغیبیة" رکھا۔ یعنی یہ کتاب مکہ مکرمہ کی دولت ہے جسے کتب خانہ سے دور رہ کر محض غیبی مدد کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے جب کتاب "شریف مکہ" کے دربار میں پہنچی اور انہوں نے کتاب کا نام پڑھا تو ان کے دل میں یک دم اعلیٰ حضرت کی محبت و عظمت پیدا ہو گئی اور بولے کہ اس کا مصنف کوئی بے نظیر شخص معلوم ہوتا ہے۔

دستی مکتوب

اعلیٰ حضرت نے شریف مکہ کی طرف کتاب کے ساتھ ایک دستی خط بھی ارسال فرمایا جس میں تحریر تھا کہ سوال کا جواب مختصراً لکھ کر حاضر کیا جاتا ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کا میدان اتنا وسیع ہے کہ مخلوق سے اس کی وسعت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ صرف خالق ہی جانتا ہے کہ اس کے محبوب کے علم کا میدان کتنا وسیع ہے۔ میری یہ کتاب مذہب اہل سنت و جماعت کے موافق ہے۔ اس وقت مکہ مکرمہ علماء حق سے بھرا ہوا ہے ہر ملک سے علماء کرام آئے ہوئے ہیں۔ ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے میری کتاب سنائی جائے اگر علماء حق اس کتاب کو مذہب اہل سنت کے موافق قرار دیں تو چشم ما روشن، دل ما شاد۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ

فلاں مسئلہ غلط ہے تو میں اس کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے تیار ہوں۔ شریف صاحب نے مکتوب گرامی پڑھ کر فرمایا کہ مولانا احمد رضا بڑے منصف معلوم ہوتے ہیں اور ان کے مخالفین جو میرے پاس ہزاروں روپے کی ڈالیاں لے کر آئے تھے۔ بڑے مکار نظر آتے ہیں۔

مجلس علماء پھر شریف مکہ نے اعلیٰ حضرت کی حسب منشا مکہ مکرمہ کے تمام مطوفوں (معلموں) کو حکم بھیجا کہ آپ لوگوں کے پاس جتنے علماء ٹھہرے ہوئے ہیں ان سب کی آج نماز عشا کے بعد میرے ہاں دعوت ہے چنانچہ نماز عشا کے بعد ہندوستان کے پنجاب کے انڈونیشیا کے عرب کے، سوڈان کے مصر کے ترکیہ سوریہ کے دنیا بھر کے ساڑھے تین سو سے زائد علماء کرام جمع ہو گئے ان سب کے سامنے بموجودگی شریف مکہ مفتی صالح بن کمال (علیہ الرحمۃ) نے کتاب "الدولۃ المکیۃ" پڑھنا شروع کر دی۔ نماز تہجد تک کتاب کے دو حصے سنائے گئے ابھی ایک حصہ باقی تھا کہ دستر خوان منگوایا گیا اور علماء کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ شریف صاحب نے فرمایا کہ کل نماز عشا کے بعد باقی حصہ بھی سنایا جائے گا۔ آپ حضرات کل پھر تشریف لائیں اور کتاب سن کر اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔

شیخ ہمدان چنانچہ دوسری رات پھر اجتماع ہوا۔ سب نے پوری کتاب سماعت فرمائی۔ مغرب کی طرف کے ایک مشہور عالم دین شیخ ہمدان بھی آئے ہوئے تھے جو متعدد کتابوں کے مصنف تھے اور فاضل ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔ شریف کی نگاہِ انتخاب ان پر پڑی۔ ان سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ نے یہ کتاب اوّل سے آخر تک سنی اس کی بابت آپ کی کیا رائے ہے انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی اس نعمت پر سجدہ شکر کروں گا کہ اس زمانہ میں رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں مولانا احمد رضا جیسا عالم دین موجود ہے۔

۳ؔ شیخ الدلائل حضرت مولانا الشاہ عبدالحق مہاجر مکی دنیائے عرب و ہند میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ ہندوستانی ہیں لیکن آپ کے علم کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے۔ تفسیر مدارک التنزیل پر آپ نے سات ضخیم جلدوں میں حاشیہ لکھا ہے جو اکلیل کے نام سے مشہور ہے (سوانح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۶۴)

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں قیام گاہ فقیر حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی

کو چالیس سال سے زائد مکہ معظمہ میں گزرے تھے کبھی شریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے۔ قیام گاہ فقیر پر دو بار تشریف لائے۔ مولانا سید اسماعیل ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق عادت ہے۔ مولانا کا دم بسا غنیمت تھا ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے التزاماً ہر سال حج کرتے کرامت مولانا سید اسماعیل فرماتے تھے کہ ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بہت علیل اور صاحب فراش تھے نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا مجھے حرم شریف میں لے چلو کئی آدمی اٹھا کر لائے کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھایا زمزم شریف منگا کر پیا اور دعا کی کہ الٰہی حج سے محروم نہ رکھ۔ اس وقت مولا تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے اور حج ادا کیا۔

(ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۱۰ نظامی پریس)

استفسار از مولانا عبدالحق

ہندوستان میں اترنے سے ایک مہینہ بعد مکان پر پہنچا۔۔۔۔ وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کو بفضلہ تعالیٰ جب (مکہ مکرمہ میں) شدید ذلتیں اور نا کامیاں ہوئیں المرجفون فی المدینۃ کی وراثت سے۔ یہاں یہ اڑا رکھی تھی کہ ـــــ معاذ اللہ فلاں (احمد رضا مکہ معظمہ میں) قید ہو گیا۔ یہ بمبئی آکر یہ خبر سنی احباب نے مجلس بیان منعقد کی اور چاہا کہ اس کی نسبت کچھ کہہ دیا جائے۔ واحد قہار نے ان کا کذب خود ہی سب پر روشن فرما دیا تھا۔ مجھے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں اتنا ہوا کہ آیۃ کریمہ "انا فتحنا لک فتحا مبینا" کا بیان کیا اور اس میں فتح مکہ مکرمہ اور اس سے پہلے صلح حدیبیہ کی حدیث ذکر کی۔ اس میں کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرما کر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ معظمہ بھیجا یہاں انہیں دیر لگی کافروں نے اڑا دیا کہ وہ مکہ میں قید کر لیے گئے۔ میرے آنے سے پہلے ہی اطراف سے لوگوں نے مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو استفسار واقعات کے خطوط لکھے اس کے جواب انہوں نے وہ دیے کہ سنیوں کا دل باغ باغ ہو گیا اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ۔ والحمد للہ رب العالمین۔ ان میں سے بعض جواب میرے دیکھنے میں آئے۔ جن میں فرمایا۔ یہ خبیث کذابوں کا کذب خبیث ہے اس کو (مولانا احمد رضا خاں کو) تو مکہ معظمہ میں وہ اعزاز ملا جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا (ملفوظات صفحہ ۲۷ ج ۲)

ملفوظات میں اس واقعہ کا ذکر کرکے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔ میں نے عرض

کی میرے سرکار کا کرم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ؎

کریماں کہ در کرم بالا ترانند
سگاں پرورند وچناں پرورند

سکہ اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں۔ ہموں کو پالتے ہیں اور ایسا پالتے ہیں (صفحہ ۳۵ ۲ نظامی پریس بدایوں)

ملفوظات میں یہ بھی ہے کہ یہاں مدینہ طیبہ کے حضرات کرام کو حضرات مکہ معظمہ سے زیادہ اپنے اوپر مہربان پایا۔ بحمدہ تعالیٰ اکتیس روز حاضری نصیب ہوئی۔ بارھویں شریف کی مجلس مبارک یہیں ہوئی۔ صبح سے عشا تک اسی طرح علماء عظام کا ہجوم رہتا۔ بیرون باب مجیدی مولانا کریم اللہ علیہ رحمۃ اللہ تلمیذ حضرت مولانا عبد الحق مہاجر الہ آبادی رہتے تھے۔ ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ حسام الحرمین و دولۃ المکیہ کی تقریظات میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ جزاہ اللہ خیرا کثیرا۔ یہاں بھی اہل علم نے دولۃ المکیہ کی نقلیں لیں۔ ایک نقل بالخصوص مولانا کریم اللہ نے مزید تقریظات کے لیے اپنے پاس رکھی میرے چلے آنے کے بعد بھی مصر و شام و بغداد مقدس وغیرہا کے علماء جو موسم میں خاک بوس آستانہ اقدس ہوتے جن کا ذرا بھی زیادہ قیام دیکھتے اور موقع پاتے ان کے سامنے کتاب پیش کرتے اور تقریظیں لیتے اور بصیغۂ رجسٹری مجھے بھیجتے رہتے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ (صفحہ ۳۴ ج ۲)

سکہ ۵ ان کے مکتوب کے ساتھ ان کے ہاں کی ایک دعوت کا واقعہ بھی گوش کیجئے جسے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے بیان فرمایا رضا الوالدین زمانہ قیام میں علماء عظام مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں۔ ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا۔ مذاکرات علمیہ رہتے۔ شیخ عبد القادر کردی مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے۔ مسجد الحرام شریف کے احاطے ہی میں ان کا مکان تھا۔ انہوں نے فقیر دعوت سے پہلے باصرار تمام پوچھا کہ تمہیں (آپ کو) کیا چیز مرغوب ہے۔ ہر چند عذر کیا نہ مانا۔ آخر گذارش کی کہ "الحلو البارد" شیریں سرد۔ ان کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اس "الحلو البارد" کی پوری مصداق تھی۔ نہایت شیریں و سرد و خوشش ذائقہ۔ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے، کہا "رضا الوالدین" اد

وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہوجائیں گے (ملفوظات صفحہ ۱۶ ج ۲)

۶ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے جب پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ میں والدین کریمین کے ساتھ زیارت حرمین طیبین (زادھما اللہ شرفا وتعظیما) سے شرف افتخار وامتیاز حاصل فرمایا تو اکابر علماء دیار مثل حضرت سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سے سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائی۔

اللہ کا نور اس پیشانی میں

ایک دن آپ نے نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی کہ بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور لیتے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا اِنِّی لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ فِیْ ھٰذَا الْجَبِیْنِ "بے شک میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں" ——— اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ تمہارا نام "ضیاء الدین احمد" ہے۔ اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۲)

اپنے رسالہ مبارکہ "النیرۃ الوضیئۃ" کے خطبے میں خود فرماتے ہیں کہ :۔

حد سے زیادہ تلطف

حسن اتفاق سے ایک روز جناب مولانا سیدی حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی قادری مکی امام و خطیب شافعیہ سے مقام ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے قریب کہ فقیر رکعات طواف اور وہ جناب امامت نماز مغرب سے فارغ ہوئے تھے ملازمت حاصل ہوئی۔ سبحان اللہ! عجیب بزرگ خوش اوقات و بابرکات ہیں۔ اکثر عرب وجاوہ وداغستان وغیرہا بلاد نزدیک و دور کے ہزاروں آدمی ان کے یا ان کے مریدوں کے مرید اور شرف بیعت و سلسلہ تلمذ سے مستفید ہیں اول نیاز ہیں حد سے زیادہ تلطف فرمایا۔ فقیر کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیے دولت خانہ تک کہ نزدیک باب صفا واقع ہے لے گئے اور تا قیام مکہ معظمہ حاضری کا تقاضا فرمایا۔ ارجوزہ فقیر حسب وعدہ حاضر ہوا۔ مسائل حج میں ایک ارجوزہ اپنا مسمی "بالجوہرۃ المضیئۃ" فقیر کو سنایا۔ پھر فرمایا کہ اکثر اہل ہند اس سے مستفیض نہیں ہو سکتے۔ ایک تو زبان عربی، دوسرے مذہب شافعی اور ہندی اکثر حنفی۔ میں چاہتا ہوں۔ تو

اس کی بزبان اُردو تشریح اور اس میں مذاہب حنفیہ کی توضیح کر دے۔ فقیر نے باعثِ اجر جزیل اور ثواب جلیل سمجھ کر قبول کیا۔ اگرچہ وہاں فرصت نہ تھی نہ کتابیں پاس۔ روزِ اول دو بیت کے متعلق صرف تفصیل مسائل میں تین ورق طویل سے زائد لکھے گئے جب بطور نموذج حاضر کیے۔ جناب مولانا نے فرمایا۔ میرا مقصود تطویل اور اس قدر تفصیل نہیں کہ عوام اس سے کم منتفع ومتمتع ہوتے ہیں۔ صرف ہمارے کلام کا ترجمہ و خلاصہ مطلب، اور جہاں حنفیہ کا اختلاف ہو ان کا بیان مذہب ہو جائے۔ فقیر نے امتثال امر لازم اور یہی امر فرصت حاصل کے ملائم دیکھ کر بتاریخ ہفتم ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ روز جاں افروز دوشنبہ یہ مختصر جملے لکھ دیے اور "النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجوہرۃ المضیئۃ" سے ملقب کیے۔

ٹہ ہم نے صفر ۱۳۲۷ھ تک لکھی گئی کتابیں جمع کیں تو وہ تین سو سے زیادہ تھیں (ملک العلماء مولانا ظفر الدین البہاری علیہ الرحمۃ) بلکہ صفر ۱۳۴۱ھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے وصال شریف سے ایک سال بعد آپ کی تمام تصانیف میں نے جمع کیں تو وہ ہزار سے بھی بڑھ چکی تھیں (مولانا اعجاز الرضوی علیہ الرحمۃ)

شہ اس وقت صرف سات جلدیں تھیں بعد میں فتاوی رضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں مرتب ہو گئیں (مولانا اعجاز الرضوی علیہ الرحمۃ)

قال المترجم غفرلہ۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے فتاوی مبارکہ جو ہزاروں صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا سینہ علوم وہبیہ اور معارف لدنیہ کے انوار سے ایسا منور تھا کہ آپ اپنے تمام اقران پر بدرجہا فائق تھے۔ صرف ایک فتوی بطور نمونہ ہدیۂ ناظرین ہے

لاجواب الہامی فتوی وکرامت

سوال: علماء کرام کا اس میں کیا ارشاد ہے کہ ایک رافضی نے کہا کہ آیۂ کریمہ "اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ" کے اعداد ۱۲۰۲ ہیں اور یہی عدد ابوبکر، عمر، عثمٰن کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے بینوا توجروا۔ المستفتی قاضی فضل احمد لودھیانوی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

الجواب: روافض (لعنہم اللہ تعالیٰ) کی بانئ مذہب ایسے ہی اوہام بے سروپا و باد در ہوا پر ہے (اولاً) ہر آیت عذاب کے عدد اسماء اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں اور ہر آیت ثواب کے

اسماء کفار سے ۔ کہ اسماء میں وسعت وسیع ہے ۔

ثانیاً : امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان ہیں (الریاض النضرہ صفحہ ۳۳۳ [redacted] ۲ مترجم) رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا ۔ کوئی ناصبی ادھر پھیرے گا اور (رافضی ناصبی) دونوں ملعون ہیں ۔ حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا " اَرُوْنِیْ اِبْنِیْ مَا ذَا سَمَّیْتُمُوْہُ " مجھے میرا بیٹا دکھاؤ ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے ۔ مولیٰ علی نے عرض کی "حرب" فرمایا نہیں بلکہ وہ حسن ہے ۔ پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا ۔ مجھے میرا بیٹا دکھاؤ ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا ؟ مولیٰ علی نے عرض کی "حرب" فرمایا نہیں بلکہ وہ حسین ہے ۔ پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا ۔ حضرت علی نے وہی عرض کی ۔ فرمایا نہیں بلکہ وہ محسن ہے ۔ پھر فرمایا میں نے اپنے بیٹوں کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے ۔ شبر شبیر، مشبر، حسن، حسین، محسن ۔ ان سے ہم وزن وہم معنی ۔ اس سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں ۔ لہٰذا ان کے بعد صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیرہم رکھے ۔

ثالثاً : رافضی نے اعداد غلط بتلائے ۔ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو (۱) ہاں اور رافضی بارہ سو دو عدد کلب ہے کہ ہیں " ابن سبا رافضہ " کے (۲) ہاں اور رافضی بارہ سو دو عدد ان کے ہیں ۔ ابلیس ۔ یزید ۔ ابن زیاد ۔ شیطان الطاق کلینی ۔ ابن بابویہ قمی طوسی حلی (۳) ہاں اور رافضی ! اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ بے شک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں (سورۃ الانعام رکوع ۲۰) اس آیۃ کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں ۔

" روافض اثنا عشریہ شیطنیہ اسمٰعیلیہ " کے اور اگر اپنی طرح سے " اسمٰعیلیہ " میں الف چاہیے تو یہی عدد ہیں ۔ روافض اثنا عشریہ و نصیریہ و اسماعیلیہ کے (۴) ہاں اور رافضی ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ ان کے لیے ہے لعنت

اوران کے لیے ہے بُرا گھر (سورۃ الرعد رکوع ۳) اس کے عدد ۱۴۴۲ ہیں اور یہی عدد ہیں "شیطان الطاق طوسی حلی" کے (۵) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وہی اپنے رب کے ہاں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے (سورۃ الحدید رکوع ۲) اس کے اعداد ۱۴۴۵ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر عمر عثمٰن علی سعید کے (۶) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور (سورہ الحدید رکوع ۳) اس کے اعداد ۱۷۹۲ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر عمر عثمٰن علی طلحہ زبیر سعید کے (۷) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور (سورۃ الحدید رکوع ۳) آیۂ کریمہ کے عدد ہیں تین ہزار سولہ (۳۰۱۶) اور یہی عدد ہیں۔ "صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن بن عوف" کے ——— الحمدللہ آیۂ کریمہ کا تمام کمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسماء طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف و تصنع کو دخل نہیں۔ چند روزوں سے آنکھ دکھتی ہے۔ یہ تمام آیات عذاب و اسماء اشرار۔ و آیات مدح و اسماء اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کیے جن میں جرف چند منٹ صَرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہٖ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

(فقیر احمد رضا القادری غفرلہ)

استفتی کو [illegible] کے مستفتی نے لکھا ہے۔ شیعہ یعنی رافضی کا ماشاء اللہ "دلیہ" نہیں بلکہ قیمہ ہوگیا۔ اب مجال دم زدن نہیں۔ فقیر نے یہ کرامت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ امام اہلسنت وجماعت بچشم خود ملاحظہ کی کہ چند لمحوں میں ان تمام آیات و اعداد کی مطابقت زبان فیض و الہام ترجمان سے فرمائی۔ یہ رات کا وقت تھا۔ قریب نصف گزر چکی تھی۔ واللہ، باللہ!

عدد اخیار و اشرار کے اسماء بلا سوچے اور بے تامل کیے فرما دیے کہ فقیر سوا اس کے اور اندازہ نہیں کرسکتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کا اظہار بذریعہ القائے ربانی و الہام سبحانی تھا۔ (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۴۹ - ۱۵۰)

ف ۹ چونکہ علم حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ افعال شریفہ اور اخلاق حسنہ و عادات مبارکہ کا نام ہے بناءً علیہ یہ علم بہت بڑی شرافت اور بہت بڑی عظمت رکھتا ہے اس کے طالب و مستجیز پر لازم ہے کہ اس کی تحصیل و تکمیل میں دنیوی اغراض کو دخیل نہ ہونے دے۔ بلکہ صرف اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پڑھے اور اس علم کو ذریعہ جلب زر کی بجائے توشۂ آخرت بنائے اور خود کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب شریفہ سے موصوف کرے نیز اس کے حفظ و ضبط میں نشر و اشاعت میں حتی الامکان کوشش کرے (خلاصہ تا فی شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۱۸ و تدریب الراوی صفحہ ۳۴۴)

ف ۱۰ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت حضور پُر نور مرشد برحق سے حاصل کیا ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری اپنے ابن الابن ولی عہد و سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض تعلیم طریقت و علم تکسیر علم جفر وغیرہ علوم میں نے حاصل کیے (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۳۴)

ف ۱۱ اس خطبے میں مصطلحات حدیث میں سے اتنی الفاظ بطور "براعۃ استہلال" اصطلاحی معانی کے علاوہ لغوی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

ف ۱۲ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں بروز محشر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ فرمانے کا ذکر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمد! سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات مقبول ہوگی سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا۔ شفاعت فرمائیے قبول کی جائے گی۔

ف ۱۳ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا۔ میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا۔ میری شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی نیز فرمایا۔ فخر نہیں تحدیث نعمت ہے، کہ میں تمام لوگوں کی شفاعت کا مالک ہوں۔

۱۴؎ کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہوں گے۔

۱۵؎ رسول اکرم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بزرگیاں اور کنجیاں میرے قبضے میں ہوں گی (رواہ الترمذی)

نوٹ: یہ پانچ حواشی اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کے افادات عالیہ سے ہیں۔ پہلے حاشیہ میں جن مصطلحات کا ذکر ہے ان کی مختصر فہرست مترجم غفرلہ کی طرف سے پیش خدمت ہے۔

حدیث۔خبر۔تقریر۔مسموع رسول اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر میں سے ہر ایک کو حدیث کہتے ہیں۔ اور ایک اصطلاح میں حدیث کا دوسرا نام خبر ہے۔

قول کی مثال من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلوٰۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت

فعل کی مثال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر الذکر

تقریر کی تعریف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی مسلمان کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے یا کسی عقیدے کا اظہار کرے اور آپ اس مسلمان کو اس سے منع نہ فرمائیں تو منع نہ فرمانے سے یہ سمجھا جائیگا کہ یہ بات بھی یہ کام بھی یہ عقیدہ بھی درست ہے۔ اگر درست نہ ہوتا تو آپ ضرور رد کرتے۔ کیونکہ قرآن مجید کے ارشاد "وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ" (سورۃ لقمان رکوع ۲) کے پیش نظر برائی سے روکنا فرض ہے۔

قول کو سنا اور فعل کو دیکھا جاتا ہے اس لیے قولی حدیث کو مسموع کہتے ہیں۔

تقریر کی مثال ایک صحابی نے پوچھا مَتَی السَّاعَۃُ یَا رَسُوْلَ اللہِ قیامت کب آئے گی۔ ظاہر ہے کہ صحابی کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم ہے۔ آپ نے انہیں اس عقیدے سے نہیں روکا بلکہ فرمایا مَاذَا اَعْدَدْتَ لَہَا

تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے (بخاری شریف صفحہ ۹۱۱ ج ۲) پہلی مثالیں (کوثر النبی صفحہ ۲) سے لی گئی ہیں اور آخری مثال فدائے شہنشاہِ رسالت نائب اعلیٰ حضرت استاذی المحترم حضرت شیخ الحدیث لائل پوری قدس سرہ العزیز بیان فرمایا کرتے تھے۔

سند۔ اسناد۔ طریق متن حدیث کے راویوں کی حکایت کو سند اور اسناد کہتے ہیں۔ بعض دفعہ اسناد کی تعریف یوں کی جاتی ہے "حدیث کو مع اس کی سند کے بیان کرنا" (مثال) امام بخاری کا قول۔ حدثنا قتیبہ قال حدثنا مغیرہ بن عبدالرحمٰن القرشی عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قضی اللہ الخلق کتب فی کتابہ فھو عندہ فوق العرش ان رحمتی غلبت غضبی (بخاری صفحہ ۴۵۳ ج ۱) وسلم تک سند حدیث ہے آگے متن حدیث۔ سند حدیث کو طریق حدیث بھی کہتے ہیں۔

متواتر۔ مشہور۔ مستفیض حدیث کی سندیں اگر اس قدر زیادہ ہوں کہ ان کی تعداد معین نہیں کی جا سکتی تو وہ حدیث متواتر ہے اگر تعداد معین ہو سکتی ہے اور وہ دو سے زیادہ ہیں تو حدیث مشہور ہے۔

عزیز۔ غریب۔ فرد۔ احد اسی کو مستفیض بھی کہتے ہیں اگر سندیں صرف دو ہیں تو حدیث عزیز ہے۔ اگر سند ایک ہی ہے تو حدیث غریب ہے اور غریب کو فرد بھی کہتے ہیں۔ پھر اگر غرابت بسبب اس تابعی کے ہے جو صحابی سے روایت کرتا ہے تو اس کا نام فرد مطلق ہے اگر تابعی میں غرابت نہ تھی اس کے بعد کسی جگہ غرابت واقع ہوئی تو وہ فرد نسبی ہے۔

من حیث اللغۃ ایک شخص کی روایت کردہ خبروں کو اخبار آحاد کہا جاتا ہے لیکن من حیث الاصطلاح وہ حدیثیں اخبار آحاد ہیں جن میں حدیث متواتر کی شرطیں نہ پائی جائیں لہٰذا مشہور، مستفیض، عزیز، غریب، فرد، سب کی سب اخبار آحاد ہیں۔

مقبول۔ یرد (مردود) اگر راوی کا صدق ظاہر و راجح ہو اور فی نفسہٖ اس کی حدیث پر عمل ثابت ہو تو وہ حدیث مقبول ہے ورنہ یرد (مردود ہے)

صحیح۔ متصل۔ موصول۔ وصل۔ متصل الاسانید۔ معلل۔ علت۔ شاذ۔ شذوذ۔ ضبط۔ حسن۔ ضعیف۔ اعتضاد

اخبار آحاد میں سے جس حدیث کے تمام راوی عادل اور تام الضبط ہوں اور وہ حدیث متصل السند ہو نہ معلل ہو نہ شاذ تو ایسی حدیث صحیح لذاتہ ہے۔ عادل وہ شخص ہے جس کو ایسی قوت راسخہ نصیب ہوئی جس نے اس کو تقوی اور مروت پر قائم کر دیا۔ تام الضبط وہ شخص ہے جس نے ضبط حدیث میں کمال حاصل کیا۔ ضبط کے معنے "حفظ" ہیں اس کی دو قسمیں ہیں (۱) ضبط صدر (۲) ضبط کتاب۔ سنی ہوئی یا پڑھی ہوئی حدیث کو اس طرح ذہن نشین کر لینا کہ بوقت ضرورت بیان کی جا سکے۔ اسے ضبط صدر کہتے ہیں اور اسے کاپی پر لکھ لینا اور کاپی کو اپنی حفاظت میں رکھنا کہ کوئی شخص اس میں رد و بدل نہ کر سکے یہاں تک کہ وہ حدیث دوسرے کو پڑھا دی جائے اسے ضبط کتاب کہتے ہیں۔ متصل السند وہ حدیث ہے جس کے کل راوی از اول تا آخر ذکر کیے گئے ہوں اور ہر راوی نے مروی عنہ سے حدیث سنی یا پڑھی ہو اسے موصول بھی کہتے ہیں اور حدیث کو ایسی سند کے ساتھ ذکر کرنے کا نام وصل ہے۔ ایسی حدیثیں اگر زیادہ ہوں تو انہیں متصل الاسانید کہا جاتا ہے۔ معلل وہ حدیث ہے جس کی سند میں بظاہر کوئی عیب نہیں لیکن دراصل اس میں ایک مخفی عیب پایا جاتا ہے جس پر متبحر علماء کے سوا کوئی دوسرا مطلع نہیں ہو سکتا۔ اس عیب کو علت کہتے ہیں۔ شاذ وہ حدیث ہے جس کا ثقہ راوی کسی لفظ میں اس شخص کی مخالفت کرتا ہے جو ثقہ ہونے میں اس سے اعلیٰ ہے۔ اس مخالفت کا نام شذوذ ہے۔ اگر کسی حدیث کے راوی میں صحیح لذاتہ کی دوسری سب شرطیں پائی جائیں مگر اس کا ضبط تام نہیں تو اس کی حدیث کو حسن لذاتہ کہا جائے گا اور وہ تعدد طرق کی وجہ سے حسن لذاتہ سے ترقی کر کے صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے۔ لذاتہ کا یہ مطلب ہے کہ حسن لذاتہ میں جو خوبی ہے یہ خوبی اسے باہر سے نہیں ملی بلکہ اس کی اپنی ذات اس وصف سے متصف ہے۔ اگر خوبی باہر سے حاصل ہوتی ہو جیسے مستور الحال راوی کی حدیث کہ وہ بذات خود حسن نہیں لیکن اس کی سندیں متعدد مل جائیں تو وہ تعدد اسناد کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے مگر حسن لذاتہ نہیں بلکہ حسن لغیرہ ہے۔ اگر حدیث صحیح اور حدیث حسن کی تمام شرطیں نہ پائی جائیں تو وہ حدیث ضعیف ہے بشرطیکہ موضوع نہ ہو۔

تعدد طرق وغیرہ کی وجہ سے جو کمزور حدیث میں قوت آجاتی ہے اسے اعتضاد کہتے ہیں۔

محفوظ۔ منکر اگر حدیث صحیح یا حدیث حسن کے ثقہ راوی کی مخالفت ایسا شخص کرے جو اس راوی سے اوثق وارجح ہے تو ثقہ کی حدیث کو شاذ اور اوثق کی حدیث کو محفوظ کہا جاتا ہے۔ پھر یہ مخالفت عام ہے متن میں ہو یا سند میں یونہی ارجحیت واوثقیت بھی عام ہے۔ عدالت وضبط میں ہو یا رواۃ کی کثرت یا فقاہت میں یا علو اسناد میں یا کتاب کے مقبول فی الامت ہونے میں۔ اور اگر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے تو ثقہ کی حدیث کو معروف اور ضعیف کی روایت کو منکر کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ منکر اور شاذ دونوں اوثق کی مخالفت کرنے میں اگرچہ شریک ہیں لیکن ان میں ایک لحاظ سے فرق ہے۔ شاذ میں اوثق کی مخالفت ثقہ راوی کرتا ہے اور منکر میں اوثق کی مخالفت ثقہ نہیں بلکہ ضعیف کرتا ہے۔

متابع۔ شاہد۔ معتبر بعض دفعہ کسی حدیث کو فرد یا غریب قرار دینے میں غلطی ہو جاتی ہے یعنی اس کا وہ راوی جس کے متعلق تفرد کا گمان تھا تتبع کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ متفرد بالحدیث نہیں بلکہ روایت حدیث میں اس کی موافقت فلاں شخص نے کی ہے۔ اس دوسرے کو پہلے کا متابع بالکسر کہتے ہیں اور حدیث کو متابع بالفتح۔ پھر متابعت کی دو قسمیں ہیں (۱) تامہ (۲) قاصرہ۔ اگر متفرد راوی کی متابعت اس کی اپنی ذات کے لیے ہو تو وہ متابعت تامہ ہے اور اگر اس کے شیخ یا شیخ الشیخ یا اس سے بھی اوپر والے کسی شیخ کے لیے ہو تو وہ متابعت قاصرہ ہے ـــ اگر کوئی ایسی حدیث مل جائے جس کا متن حدیث فرد کے صحابی کے علاوہ کسی دوسرے صحابی سے مروی ہے اور وہ متن لفظاً ومعنےً میں یا صرف معنے میں حدیث فرد کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے تو اسے حدیث فرد کا شاہد کہا جاتا ہے۔
حدیث فرد کا متابع وشاہد معلوم کرنے کے لیے کتب حدیث میں مختلف سندوں کی تلاش وتتبع کرنے کا نام اعتبار ہے اور متابع کو معتبر کہتے ہیں۔

مرسل معضل منقطع۔ تدلیس اگر سند حدیث متصل نہ ہو یعنی اس کے کل راوی مذکور نہ ہوں بلکہ بعض ساقط کیے گئے ہوں تو دیکھا جائے گا کہ راوی کا سقوط ابتداء سند سے بتصرف مصنف ہوا ہے یا سند کے آخر سے تابعی کے بعد والا راوی

ساقط کیا گیا ہے یا ان دونوں صورتوں کے علاوہ سقوط راوی کی کوئی تیسری صورت ہے پہلی صورت کی حدیث کا نام معلّق ہے اور دوسری صورت کی حدیث کا نام مرسل ہے اور تیسری صورت کی دو قسمیں بنتی ہیں (۱) دو یا زیادہ راوی ایک ہی جگہ سے اکٹھے ساقط ہوئے ہیں (۲) مختلف جگہ سے دو یا زیادہ راوی ساقط ہوئے ہیں یا صرف ایک ہی۔ پہلی قسم کی حدیث کا نام معضل ہے۔ اور دوسری قسم کی حدیث کا نام منقطع ——— پھر سقوط راوی کی دو قسمیں ہیں (۱) سقوط واضح (۲) سقوط خفی۔ سقوط واضح وہ ہوتا ہے جسے فن حدیث میں مہارت رکھنے والا بھی اور مہارت نہ رکھنے والا بھی بآسانی سمجھ سکے۔ اور سقوط خفی وہ ہوتا ہے جسے ماہر کے سوا دوسرا نہ سمجھ سکے مندرجہ بالا قسمیں سقوط واضح کی تھیں۔ سقوط خفی والی حدیث کو "مدلس" کہا جاتا ہے اور راوی کو اس طرح ساقط کرنا کہ ماہر کے سوا دوسرا نہ سمجھ سکے (یعنی راوی مدلس کے شیخ الشیخ کو راوی کا شیخ سمجھنے لگے) کا نام تدلیس ہے۔

موضوع۔ متروک۔ معلول۔ مدرج۔ مزید فی متصل الاسانید۔ مضطرب۔ اختلاط وہم۔

حدیث صحیح کی تعریف سے معلوم ہوگیا تھا کہ راوی کا عادل اور تام الضبط ہونا ضروری ہے اگر یہ دونوں وصف موجود نہ ہوں تو وہ راوی مطعون ہوگا۔ اس کے مطعون ہونے کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں (۱) راوی کاذب ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات عمداً روایت کرتا ہے جسے آپ نے بیان نہیں فرمایا۔ اس کی روایت کا نام موضوع ہے (۲) راوی متہم بالکذب ہے اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ **پہلی صورت**۔ جس حدیث کو اس نے بیان کیا اسے کسی دوسرے نے بیان نہیں کیا اور وہ قواعد معلومہ کے مخالف ہے تو اس شخص پر اس روایت کی وجہ سے کاذب ہونے کی تہمت لگائی جائے گی اسے صراحت کاذب نہ کہا جائے گا **دوسری صورت**۔ جو شخص اپنی روزمرہ کی گفتگو میں بکثرت جھوٹ بولتا ہے اور اس کا جھوٹ مشہور ہو چکا ہے اگر یہ حدیث بیان کرے تو اسے اس روایت میں متہم بالکذب کہیں گے اگرچہ صراحت کاذب نہ کہیں گے۔ اس متہم بالکذب کی روایت متروک ہے (۳) راوی فحش غلطیوں اور کثیر خطاؤں کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ (۴) راوی فحش غفلت کا شکار ہوتا رہتا ہے (۵) راوی فاسق ہے۔ فسق فعلی (زنا، شراب وغیرہ)

اور فسق قولی (غیبت وغیرہ) کا مرتکب ہوتا رہتا ہے ان تینوں کی روایت منکر ہے علی رأی من لایشترط فی المنکر قید المخالفۃ (شرح نخبۃ الفکر ص۵۹) (۶) راوی کو وہم ہو جاتا ہے کبھی سند حدیث میں کبھی متن حدیث میں یعنی وہ ایک حدیث کی سند کو دوسری حدیث کے ساتھ بیان کر دیتا ہے اور ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کے متن میں داخل کر دیتا ہے وغیرہ۔ تو اگر اس کے وہم پر بذریعہ قرائن و بذریعہ تتبع اسانید اطلاع ہو جائے تو اس کی ایسی حدیث کو معلل کہتے ہیں۔ اس کا نام معلول بھی ہے (۷) راوی اپنے سے بہتر ثقہ حضرات کی مخالفت کرتا ہے اس کی چند صورتیں ہیں **پہلی صورت** اسناد میں تبدیلی کر دیتا ہے۔ ایسے اسناد والی حدیث کا نام "مدرج الاسناد" ہے۔ **دوسری صورت** موقوف کو مرفوع میں درج کر دیتا ہے اس کی ایسی حدیث کا نام "مدرج المتن" ہے **تیسری صورت**۔ رواۃ کے ناموں میں یا متن حدیث کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر کر دیتا ہے اس کی اس حدیث کا نام مقلوب ہے **چوتھی صورت**۔ سند میں کسی زائد کو ذکر کر دیتا ہے اس حدیث کا نام مزید فی متصل الاسانید ہے۔ **پانچویں صورت**۔ دو راویوں نے ایک حدیث کو ایک ہی سند کے ساتھ روایت کیا مگر سند میں ایک جگہ جو نام ایک راوی نے ذکر کیا ہے دوسرے نے اس کی بجائے کوئی دوسرا نام ذکر کر دیا ہے اور ان دونوں میں کسی کو ترجیح بھی نہیں دی جا سکتی ان کی اس حدیث کا نام مضطرب ہے (۸) راوی مجہول ہے پہچاننے میں نہیں آتا نہ اس پر جرح کی جا سکتی ہے نہ تعدیل (۹) راوی بدعتی ہے۔ بدعت اعتقادیہ میں مبتلا ہے اسے شریعت مطہرہ سے عناد نہیں لیکن شبہات کی بنا پر طریقۂ اہل سنت وجماعت سے الگ ہو گیا ہے (۱۰) راوی سیئ الحفظ ہے۔ اس کا حافظہ کمزور ہے اسے حدیثیں بھول جاتی ہیں۔ احادیث مبارکہ کو من وعن محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اس کی دو صورتیں ہیں **پہلی صورت**۔ راوی کو حافظے کی کمزوری تمام حالات میں لازم ہے تو اس کی حدیث کا نام عند البعض (شرح نخبۃ ص۲۴) شاذ ہے **دوسری صورت** پہلے ٹھیک تھا بعد میں سیئ الحفظ ہو گیا تو اس حالت کا نام اختلاط ہے اور وہ خود مختلط ہے پھر اگر سیئ الحفظ کا یا مستور الحال کا یا اسناد مرسل و مدلس کے راوی کا اعتبار طرق و تتبع اسانید کے ذریعہ کوئی معتبر متابع مل جائے تو ان سب کی حدیث "حسن" ہو جائے گی اس جگہ "معتبر" سے مراد وہ راوی ہے جس کا پتہ اعتبار و تتبع کے ذریعہ حاصل ہوا۔ اگرچہ فی نفسہٖ سیئ الحفظ وغیرہ پر فوقیت نہ رکھتا ہو۔

مرفوع۔ موقوف مقطوع۔ منتہی پھر حدیث کی باعتبار انتہائے اسناد کے تین قسمیں ہیں (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح یا حکمی قول صریح یا حکمی فعل صریح یا حکمی تقریر تک اگر سند پہنچے تو اس حدیث کا نام مرفوع ہے (۲) اگر صحابی کے قول فعل تقریر تک سند پہنچے تو اس کا نام موقوف ہے (۳) اگر تابعی کے قول فعل تقریر تک سند پہنچے تو اس کا نام مقطوع ہے۔ حدیث کے سب سے پہلے راوی کو اس کی سند کا منتہی کہتے ہیں۔

عوالی۔ النزول۔ علیۃ۔ علو بعض دفعہ ایک حدیث کی دو سندیں ہوتی ہیں ایک سند کے "رجال" تھوڑے اور دوسری کے زیادہ ہوتے ہیں جس کے کم ہوں اس کا نام عالی اور جس کے زیادہ ہوں اس کا نام نازل ہوتا ہے جس وصف کی بدولت سند عالی یا نازل ہوتی اسے علو یا نزول کہتے ہیں۔ عالی کی جمع عوالی ہے۔ پھر اگر یہ سندیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں تو علو مطلق اور نزول مطلق کے ساتھ اور اگر آئمۃ الحدیث میں سے کسی ایسے امام تک پہنچتی ہیں جو صفت علیہ کے مالک ہیں تو علو نسبی اور نزول نسبی کے ساتھ موصوف ہوتی ہیں۔ صفت علیہ سے مراد حافظہ کی پختگی اور فقاہت وغیرہ ہے۔

مسلسل بالاولیۃ بعض دفعہ صیغ ادا میں سے ایک صیغے (سمعت یا اخبرنی وغیرہ) پر یا حالات قولیہ میں سے ایک (سمعت فلانا یقول اشھد باللہ وغیرہ) پر یا حالات فعلیہ میں سے ایک (حدثنی فلان وھو اخذ بلحیتہ وغیرہ) پر ہر راوی متفق ہوتا ہے تو اس سند کو مسلسل کہا جاتا ہے اور اگر ہر راوی "ھو اول حدیث سمعتہ منہ" پر متفق ہو تو اس کو مسلسل بالاولیۃ کہتے ہیں۔

رجال، رواۃ، وعاۃ، صحب، روی، یروی اجازۃ، مناولۃ، وجادۃ، مجاز۔ جو حضرات حدیث کو بطریق معروف نقل کرتے ہیں انہیں رجال سند اور رواۃ حدیث کہا جاتا ہے۔ حدیثوں کو اچھی طرح حفظ کر لینے کی وجہ سے انہیں وعاۃ کہا جاتا ہے اور اگر انہوں نے رسول کریم علیہ السلام کی زیارت بھی کی ہو اور آخر دم تک ایمان پر قائم رہے ہوں تو انہیں صحب کہا جاتا

ہے اور ان کی نقل کردہ حدیث کا ذکر نقل بنقل کی بجائے ردّی یردّی سے کیا جاتا ہے اس کے لیے یہ شرط ہے کہ طالب کو شیخ سے اذن حاصل ہو۔ اذن دینے کا نام اجازت ہے اس کی چند صورتوں میں مناولہ اور وجادہ بھی ہیں۔ مناولہ یہ ہے کہ شیخ اپنی حدیثوں کی کتاب طالب کو دے کر کہے کہ اس میں میری مرویات درج ہیں انہیں میری طرف سے روایت کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔ اور وجادہ یہ ہے کہ حدیث کے شیخ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب حدیث کسی شخص کو مل جائے اور وہ پہچان لے کہ یہ کتاب انہیں کی لکھی ہوئی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک صاحب کتاب سے باقاعدہ اجازت روایت حاصل نہ کی ہو صرف کتاب کے ملنے اور خط کے پہچاننے کی بنا پر "اخبرنی یا حدثنی" کہنا جائز نہیں بلکہ "وجدت بخط فلاں" کہے یا اس سے ملتا جلتا کوئی دوسرا جملہ استعمال کرے۔ اجازت دینے والے شیخ کو مجیز اور اجازت پانے والے تلمیذ کو مجازلہ اور جس کی اجازت دے اسے مجازبہ کہتے ہیں اور بسا اوقات براختصار "لہ" اور "بہ" کو حذف بھی کر دیتے ہیں (تدریب الراوی صفحہ ۲۶۷ و ۲۶۸)

صالح ۔ جید

حدیث کے مقبول ہونے کے لیے راویوں کا مقبول ہونا ضروری ہے اس لیے ماہر علماء جس راوی کو صالح الحدیث یا جید الحدیث یا لاباس بہ کہہ دیں اس کی حدیث مقبول ہوگی۔ صالح اور جید کے الفاظ حدیث صحیح و حسن پر بھی بولے جاتے ہیں (تدریب صفحہ ۱۰۴)

الحافظ ۔ الحاکم ۔ الحجۃ

باصطلاح محدثین اگر کسی شخص کے احاطۂ علم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لاکھ حدیثیں ہیں تو وہ شخص الحافظ ہے اور تین لاکھ حدیثیں حفظ ہیں تو وہ شخص الحجۃ ہے اور اگر روایت کردہ کل حدیثیں حفظ ہیں ان کے متن بھی سندیں بھی رواۃ کی جرح و تعدیل بھی اور ان کی تاریخ بھی تو وہ شخص الحاکم ہے (حاشیہ خطبہ شرح نخبۃ الفکر)

جامع ۔ جوامع ۔ سنن ۔ مسند ۔ معجم ۔ مستخرج ۔ مستدرک ۔ صحاح

حدیث کی کتابوں کی مختلف قسمیں ہیں۔

(۱) جامع وہ کتاب ہے جس میں ہر قسم کی حدیثیں پائی جائیں۔ جیسے صحیح بخاری اور جامع ترمذی ۔ سیر آداب

تفسیر و عقائد۔ فتن احکام و شرائط و مناقب۔ جوامع اس کی جمع ہے۔

۲۔ سنن وہ کتاب ہے جس میں بترتیب ابواب فقہ احکام کی حدیثیں درج ہوں جیسے سنن ابوداؤد اور سنن نسائی۔

۳۔ مسند وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرام کی ترتیب کا لحاظ رکھ کر ہر ہر صحابی کی مرویات الگ الگ بیان کی جائیں جیسے مسند امام احمدؒ۔

۴۔ معجم وہ کتاب ہے جس میں اپنے شیوخ کی ترتیب کا لحاظ رکھ کر ان کی مرویات الگ الگ ذکر کی جائیں جیسے معاجم ثلاثۃ للطبرانی۔

۵۔ مستخرج وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسرے شخص کی کتاب حدیث میں درج شدہ حدیثوں کی ایسی زائد سندیں بیان کی جائیں جن میں اس کے مصنف کا ذکر نہ آئے۔ جیسے مستخرج ابوعوانہ۔ یہ صحیح مسلم پر مستخرج ہے۔

۶۔ مستدرک وہ کتاب ہے جس میں کسی دوسری کتاب کی شرط کے موافق حدیثیں بیان کی جائیں جنہیں اس کے مصنف نے بیان نہیں کیا جیسے مستدرک علی الصحیحین للحاکم

۷۔ صحاح وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفین نے صرف صحیح حدیثوں کے درج کرنے کا التزام کیا ہو جیسے صحیح بخاری و صحیح مسلم۔

مخرج تخریج سے ماخوذ ہے جس کے معنے اخذ و استنباط کے ہیں (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۲۰۱) مخرج سے مراد وہ شخص ہے جس نے اپنے شیوخ سے اخذ کردہ احادیث مع السندات جمع کی ہوں جیسے امام بخاری و امام مسلم (علیہما الرحمۃ والرضوان)۔

لہ۱۶ ام المؤمنین سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں یہ الفاظ کہے تھے۔ ترجمہ یہ ہے "آپ بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ضرورت مندوں کی ضرورت کما کر پوری کرتے ہیں۔ راہ حق میں پیش آنے والی مصیبتوں میں مدد دیتے ہیں" (بخاری شریف صفحہ ۳ ج ۱) اور بعینہٖ یہی الفاظ ابن الدغنہ نے سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں عرض کیے تھے (بخاری شریف صفحہ ۵۵۲) مترجم غفرلہ

لہ۱۷ محافظ کتب حرم حضرت مولانا سید اسماعیل کو اور سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ حضرت مولانا

الشیخ صالح کمال (علیہما الرحمۃ والرضوان) کو اعلیٰ حضرت سے اور اعلیٰ حضرت کو ان دونوں سے جو محبت و عقیدت تھی اس کا اندازہ درج ذیل واقعات سے بھی لگایا جاسکتا ہے جنہیں خود اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی زبان فیض ترجمان نے بیان کیا۔

پہلی ملاقات بعد فراغ مناسک حج، کتب خانۂ حرم محترم کی حاضری کا شغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا۔ حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظ کتب حرم ایک وجیہہ جمیل عالم نبیل مولانا سید اسماعیل تھے۔ یہ پہلا دن ان کی زیارت کا تھا۔ یہ حضرت مثل دیگر اکابر مکہ مکرمہ اس فقیر سے غائبانہ خلوص تام رکھتے تھے جس کا سبب میرا فتویٰ مسمیٰ بہ "فتاویٰ الحرمین لرجف ندوۃ المین" تھا۔ کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں رد ندوہ کے لیے اٹھائیس سوال و جواب پر مشتمل جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا اور بذریعہ بعض حجاج خادمان دین ان حضرات کے حضور پیش ہوا۔ اور انہوں نے اپنی گراں بہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجے کے کلمات دعا و ثنا کا شرف دیا۔ اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہو کر بمبئی ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اس وقت سے مولیٰ عزوجل نے اس ذرۂ بے مقدار کی کمال محبت و وقعت ان جلیل قلوب میں ڈال دی تھی۔ مگر ملاقات ظاہری نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لیے نکلوائیں حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبل زوال رمی کیسی؟ مولانا نے فرمایا۔ یہاں کے علماء نے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھ سے استفسار ہوا۔ میں نے کہا۔ خلاف مذہب ہے۔ مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اس میں جواز کو "علیہ الفتویٰ" لکھا ہے۔ میں نے کہا ممکن کہ روایت جواز ہو مگر "علیہ الفتویٰ" ہرگز نہ ہوگا۔ وہ کتاب بے آئے۔ مسئلہ نکلا اور اسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گذارش کی تھی یعنی اس میں "علیہ الفتویٰ" کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا خاں سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اور حامد رضا خاں کو بھی نہ جانتے تھے مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی۔ لہٰذا ان سے پوچھا انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے پھر تو بحمد اللہ تعالیٰ وداد نے کمال ترقی کی (الملفوظات صفحہ ۷ ج ۲)

آپ کا آنا اللہ کی رحمت تھا

سُننے میں آیا وہابیہ پہلے سے آئے ہوئے ہیں۔ جن میں خلیل احمد انبیٹھی اور بعض وزرا ریاست دیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ حضرت شریف تک رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علماء مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے۔ میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا...... بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی اور دو گھنٹہ تک اسے آیات و احادیث و اقوال آئمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں ان کا رد کیا۔ اس دو گھنٹہ تک حضرت موصوف محض سکوت کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر میرا منہ دیکھتے رہے۔ جب میں نے تقریر ختم کی چپکے اٹھے ہوئے قریب الماری رکھی تھی وہاں تشریف لے گئے اور کاغذ نکال لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رام پوری کے رسالہ "اعلام الاذکیاء" کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "ھو الاوّل والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئٍ علیم" لکھا، چند سوال تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھا لائے۔ مجھے دکھایا اور فرمایا۔ نیز ا(آپ کا) آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے جا چکا۔ میں حمد الٰہی بجا لایا (ملفوظات صفحہ ۲ ج ۹)

علم غیب کے متعلق پانچ سوال

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے بعد نماز عصر ہیں کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں۔ بعد سلام و مصافحہ دفتر کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسماعیل اور ان کے نوجوان سید رشید بھائی سید مصطفےٰ اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات بھی کہ اس وقت یاد نہیں تشریف فرما ہیں حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ (یہ وہی سوال ہیں جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرما دیا) مجھ سے فرمایا۔ یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا کے ذریعہ پیش کیے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے (سیدنا وہاں شریف مکہ کو کہتے ہیں کہ اس وقت شریف علی پاشا تھے) میں نے مولانا سید مصطفےٰ سے گذارش کی کہ قلم دوات دیجیے۔ حضرت مولانا شیخ کمال و مولانا سید اسماعیل و مولانا سید خلیل

سب اکابر نے کہ تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی اس کے لیے قدرے مہلت چاہیئے۔ دو گھڑی دن باقی ہے۔ اس میں کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا۔ کل سہ شنبہ، پرسوں چہارشنبہ ہے۔ ان دو روز میں ہو کہ پنج شنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کر لیا۔ بفضل الٰہی اور عنایت رسالت پناہی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کتاب کی تکمیل تبییض سب پوری کرادی" الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" اس کا تاریخی نام ہوا اور پنج شنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچا دی گئی (ملفوظات صفحہ ۹ تا ۱۱ ج ۲)

وہ علم ظاہر کیا جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا

شام سے نصف شب تک کہ عربی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں شریف علی پاشا کا دربار رہتا تھا۔ حضرت مولانا صالح کمال) نے دربار میں کتاب (الدولۃ المکیۃ) پیش کی اور علی الاعلان فرمایا:" اس شخص نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اٹھے اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا حضرت شریف نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں ڈو وہابی بھی بیٹھے تھے۔ ایک احمد فقیہ کہلاتا، دوسرا عبدالرحمن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب کی آمد ہی سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی۔ شریف ذی علم ہیں۔ مسئلہ ان پر منکشف ہو جائے گا۔ لہٰذا چاہا کہ سننے نہ دیں بحث میں الجھا کر وقت گزار دیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جواب دیا۔ آگے بڑھے انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا۔ حضرت مولانا نے جواب دیا اور فرمایا۔ کتاب سن لیجئے۔ پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے قاعدہ ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب کتاب ہی میں آتے اور نہ ہو تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں۔ اور مجھ سے نہ ہو سکا تو مصنف موجود ہے۔ یہ فرما کر آگے پڑھنا شروع کیا۔ کچھ دُور پہنچے تھے انہیں الجھانا مقصود تھا پھر معترض ہوئے۔ اب حضرت مولانا نے حضرت شریف سے کہا کہ سیدنا حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں اور یہ (وہابی) جابجا بیچا الجھتے ہیں۔ حکم ہو تو ان کے اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہو تو کتاب سناؤں۔ شریف نے فرمایا" اِقْرَأْ" آپ پڑھیے۔ اب ان کی "ہاں" "کون" "نا" کر سکتا تھا۔ معترضوں کا منہ مارا گیا

اور مولانا کتاب سناتے رہے۔ اس کے دلائل قاہرہ سن کر مولانا شریف نے بآواز بلند فرمایا "اللّٰہُ یُعْطِیْ وَ ھٰؤُلَاءِ یَمْنَعُوْنَ" یعنی اللہ تو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں (ملفوظات صفحہ ۱۱ تا ۱۲ ج ۲)

سید جلیل کا جلال سیادت

اصل کتاب (الدولۃ المکیۃ) سے متعدد نقلیں مکہ معظمہ کے علماء کرام نے لیں اور تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا۔ وہابیہ پر اوس پڑگئی۔ بفضلہ تعالیٰ سب کے سب ٹھنڈے ہوگئے۔ گلی کوچوں میں مکہ معظمہ کے لڑکے ان سے تمسخر کرتے کہ اب کچھ نہیں کہتے۔ اب وہ جوش کیا ہوئے۔ اب وہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علوم غیب ماننے والوں کو کافر کہنا کدھر گیا ... تمہارا کفر و شرک تمہیں پر پلٹا۔ وہابیہ کہتے۔ اس شخص نے کتاب میں منطق تقریریں بھر کر شریف پر جادو کر دیا۔ مولیٰ عز وجل کا فضل، حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم کہ علماء کرام نے کتاب پر دھوم دھام کی تقریظیں لکھنی شروع کیں۔ وہابیہ کا دل جلتا اور بس نہ چلتا۔ آخر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح فریب کر کے تقریظات تلف کر دی جائیں۔ ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت مولانا شیخ ابوالخیر میرداد سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریظیں لکھنا چاہتے ہیں۔ کتاب ہمیں منگوا دیجئے۔ وہ سیدھے مقدس بزرگ ان کے فریبوں کو کیا جانیں۔ اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ میرداد کو میرے پاس بھیجا۔ یہ صاحب مسجد حرام کے امام ہیں اور اسی زمانے میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے .... میں اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھا۔ حضرت مولانا اسماعیل کو اللہ عز وجل جنات عالیہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے۔ قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں نہایت ترشی اور جلال سیادت سے فرمایا کہ کتاب ہرگز نہ دی جائے گی جو تقریظیں لکھنی ہوں لکھ کر بھیج دو۔ میں نے گذارش بھی کی کہ حضرت مولانا ابوالخیر منگاتے ہیں اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں اور ان کا جو تعلق فقیر سے ہے آپ کو معلوم ہے۔ فرمایا جو لوگ وہاں جمع ہیں ان کو میں جانتا ہوں وہ منافقین (وہابیہ) ہیں مولانا ابوالخیر کو انہوں نے دھوکہ دیا ہے۔ یوں اس عالم نبیل سید جلیل کی برکت سے کتاب بحمداللہ تعالیٰ محفوظ رہی۔ وللہ الحمد (ملفوظات صفحہ ۱۲ ج ۲)

ناصب الحرم۔ احمق سفیہ مخصوص

جب وہابیہ کا یہ مکر بھی نہ چلا اور مولانا شریف کے

یہاں سے بحمدہ تعالیٰ ان کا منہ کالا ہوا۔ ایک ناخواندہ جاہل کو نائب الحرم کہلاتا ڈالے کسی طرح اپنے موافق کیا۔ احمد راتب پاشا اس زمانہ میں گورنر مکہ معظمہ تھے۔ آدمی ناخواندہ مگر دیندار۔ ہر روز بعد عصر طواف کرتے۔ خیال کیا کہ شریف ذی علم ہے کتابیں سن کر معتقد ہو گئے یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکانے سے بھڑک جائے گا۔ ایک روز یہ طواف سے فارغ ہوئے ہیں کہ نائب الحرم نے ان سے گذارش کی "ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے۔۔۔ اور اکابر علماء مکہ مثل شیخ العلماء سید محمد سعید بابصیل و مولانا شیخ صالح کمال و مولانا ابوالخیر میرداد اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ کی شان کہ یہ واقعی بات جو اس نے مجبوراً کہی اس پر الٹی پڑی۔ پاشا نے بکمال غضب ایک چپت اس کی گردن پر جمائی اور کہا۔ یَا خَبِیْثُ ابْنَ الْخَبِیْثِ یَا کَلْبُ ابْنَ الْکَلْبِ اِذَا کَانَ هٰؤُلَاءِ مَعَهٗ فَهُوَ یُفْسِدُ اَمْ یُصْلِحُ (اے خبیث ابن خبیث اے کلب ابن کلب جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا) اس روز سے مولانا سید اسماعیل وغیرہ اسے نائب الحرم (حرم کا لٹیرا) کہتے اور احمد مگیہ کو احمق سفیہ (بے وقوف نادان) اور ایک اور مخالف معصوم کو مخصوم (دشمن) مولانا شریف کا دربار مہذب دربار تھا وہاں وہابیہ کو مہذب ذلت پہنچی۔ یہ ایک جنگی فوجی ترک کا سامنا تھا۔ اس طریقے کی ذلت پائی (ملفوظات صفحہ ۱۳ ج ۲)

تمام علماء ملنے آئے ہیں وہ کیوں نہیں آتے

مکہ معظمہ میں تمام علم کوئی صاحب ایسے نہ تھے جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہوں سوا شیخ عبداللہ بن صدیق بن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے اور وہاں مفتی حنفیہ کا منصب شریف سے دوسرے درجے میں سمجھا جاتا ہے۔ اپنے منصب کی جلالت قدر نے انہیں فقیر غریب الوطن کے پاس آنے سے روکا۔ اپنے ایک شاگرد خاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔ مولانا سید اسماعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے چاہا کہ حاضری کا وعدہ کر دوں مگر اللہ اعلم حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم نے ان اکابر کے دل میں اس ذرہ بے مقدار کی کیسی وقعت ڈال تھی فوراً روکا اور فرمایا۔ واللہ یہ نہ ہو گا۔ تمام علماء ملنے آئے ہیں وہ کیوں نہیں آتے۔ ہیں

ان کی قسم کے سبب مجبور رہا (ملفوظات صفحہ ۱۸ ج ۲)

پلنگ پر میں فرش پر وہ

محترم شریف مجھے تقریباً بخار ہی میں گزرا۔ اسی حالت میں علماء کرام کو اجازات لکھی جاتیں اور اسی حالت میں "کفل الفقیہہ" تصنیف ہُوا۔ وہاں پلنگ کا بھی رواج نہیں۔ بالاخانوں میں زمین پر فرش ہیں۔ اس پر سوتے ہیں مگر حضرت سید اسماعیل و حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمہما اللہ تعالیٰ) نے میرے لیے ایک عمدہ پلنگ منگوا دیا تھا۔ ایام مرض میں مَیں اس پر ہوتا اور علماء عظماء عیادت کو آتے اور فرش پر تشریف رکھتے۔ مَیں اس سے نادم ہوتا۔ ہر چند چاہتا کہ نیچے اتروں مگر قسموں سے مجبور فرماتے (ملفوظات صفحہ ۲۰ ج ۲)

فیصلوں کے مسئلے

حضرت مولانا شیخ صالح کمال کو اللہ تعالیٰ جنات عالیہ عطا فرمائے بآں فضل و کمال کہ میرے نزدیک مکہ معظمہ میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا۔ اس فقیر حقیر کے ساتھ غایت اعزاز بلکہ ادب کا برتاؤ رکھتے۔ بار بار کے اصرار کے ساتھ مجھ سے اجازت نامہ لکھوایا جسے میں نے اُدباً کئی روز ٹالا۔ جب مجبور فرمایا لکھ دیا۔ تین تین پہر میری ان کی مجالست ہوتی اور اس میں سوا مذاکرات علمیہ کے کچھ نہ ہوتا۔ جس زمانہ میں قاضی مکہ معظمہ رہے تھے اس وقت کے اپنے فیصلوں کے مسئلے دریافت فرماتے۔ حقیر جو بیان کرتا اگر ان کے فیصلے کے موافق ہوتا بشاشت و خوشی کا اثر چہرہ مبارک پر ظاہر ہوتا اور مخالف ہوتا تو ملال و کبیدگی ــــ اور یہ سمجھتے کہ مجھ سے حکم میں لغزش ہوئی (ملفوظات صفحہ ۲۱ ج ۲)

مکبرین کے نغمات مفسد نماز ہیں

مجھے بھی ان دونوں صاحبوں (مولانا صالح کمال مولانا اسمٰعیل علیہما الرحمہ) کے کرم کے سبب ان سے کمال بے تکلفی۔ ہر قسم کی بات گزارش کر دیتا۔ ایک بار میں نے کہا مؤذنوں نے یہ جو اذان و اقامت و تکبیرات انتقال میں نغمات ایجاد کیے ہیں آپ حضرات ان سے منع نہیں فرماتے؟ فتح القدیر میں مبلغ (یعنی مکبر) کے نغموں کو مفسد نماز لکھا ہے اور یہ کہ اس کی تکبیرات پر جو مقتدی رکوع و سجود وغیرہ افعال نماز کرے گا۔ اس کی نماز نہ ہوگی۔ فرمایا۔ حکم یہ ہی ہے۔ مگر ان پر علماء کا بس نہیں یہ جانب سلطنت سے ہیں (ملفوظات صفحہ ۲۱ ج ۲)

فتح القدیر کی یہ عبارت "باب الامامت" میں زیر مسئلہ یصلی القائم خلف القاعد لکھی ہے خلاصہ یہ ہے کہ آج کل زمانہ مکبرین بلا ضرورت چلاتے ہیں جس وجہ سے اللہ اکبر کے دونوں ہمزوں پر اور با پر "مد" پیدا ہو جاتی ہے اور معنے بگڑ جاتے ہیں۔ اگر مد پیدا نہ ہو تو ان کا بلا ضرورت زیادہ چلانا صرف نغمات کو خوب صورت بنانے کے لیے ہوتا ہے۔ تاکہ لوگ ان کے محسن صوت و حسن لغات کی داد دیں اور یہ دونوں وجہیں عبادت سے غیر متعلق ہونے کی وجہ سے مفسد نماز ہیں۔

(فتح القدیر نولکشور صفحہ ۱۵۱ ج ۱)

مترجم عفرلہ کہتا ہے کہ مکبرین (جو شریک نماز ہیں) کی چیخ و پکار سے جب ان لوگوں کی نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں جن تک اماموں کی اصل آواز نہیں پہنچ سکتی تو وہ علماء جو نمازوں کے بڑے بڑے اجتماعوں پر صالح مکبرین پر اکتفا کر کے سنت صدیقیہ کو زندہ رکھتے ہیں اور لاوڈ اسپیکر کی بے جا چیخ و پکار سے بچتے اور بچاتے ہیں۔ ان کی اس احتیاط کی داد دینی چاہیئے۔ نماز چونکہ اہم ترین عبادت ہے اس لیے یہاں احتیاط ہی انسب و الیق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو (بمطابق حدیث "البرکۃ مع اکابرکم" (الجامع الصغیر صفحہ ۱۲۷۔ الترغیب و الترھیب صفحہ ۵۹ ج ۱) اپنے اکابر کی محبت بخشے۔

ایک جمعہ میں خطیب کے قریب تھا۔ اس نے خطبہ میں پڑھا اللّٰھم وارض عن اعمام نبیک الاطائب حمزۃ و العباس و ابی طالب یہ بدعت تازہ ایجاد ہوئی۔ پہلی بار کی حاضری میں نہ تھی۔ اور یہ مداہنۃ جانب حکومت سے تھی۔ اسے سنتے ہی فوراً میری زبان سے بآواز بلند نکلا اللّٰھم ھذا منکر" کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان۔ فقیر بتوفیق رب کریم یہ حکم احکم بر وجہ اوسط بجالایا۔ اور مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ کسی کو تعرض کی جرأت نہ ہوئی۔ فرضوں کے بعد ایک اعرابی نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا رأیت تم نے دیکھا۔ میں نے کہا رأیت ہاں دیکھا۔ کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور تشریف لے گئے۔ ان دونوں اکابر علماء نے ہماری مجلس خلوت میں اس کی مبارک باد دی کہ اس رد منکر

پر کوئی معترض نہ ہوا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایسے امور میں کہ جانب حکومت سے ہیں، سکوت شایاں ہے (ملفوظات صفحہ ۲۱ ج ۲)

التزاماً تشریف لاتے

فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا۔ مولانا شیخ صالح کمال اور شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور مولانا عبدالحق مہاجر الٰہ آبادی اور کتب خانے میں مولانا سید اسماعیل کے پاس رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہ فقیر پر تشریف لایا کرتے صبح سے نصف شب کے قریب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں اور مولانا سید اسماعیل التزاماً روزانہ تشریف لاتے خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۴ھ سے سلخ محرم تک مسلسل رہی۔ دن میں دو بار بھی تشریف لاتے اور ایک بار کا آنا تو ناغہ ہی نہ ہوتا (ملفوظات صفحہ ۱۰ ج ۲) مترجم غفرلہ کہتا ہے کہ:۔

حضرت مولانا صالح بن کمال علیہ الرحمہ ان دنوں مسجد حرام شریف میں خطیب و اعلیٰ مدرس تھے اور اس سے پہلے مفتی الاحناف (کما ھو مصرح فی تقریظہ علی الدولۃ المکیۃ المطبوعۃ فی کراتشی صفحہ ۲۸)

تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ ثُمَّ یَکُوْنُ

میں نے جناب سید مصطفےٰ اخلیل برادر حضرت مولانا سید اسماعیل سے کہا ھَلْ عِنْدَ کُمْ شَیْئٌ مِّنْ ھَزْمَۃِ جِبْرِیْلَ آپ کے پاس سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ٹھوکر کا کچھ بقیہ ہے؟ سیدزادے نے فرمایا نَعَمْ اور کٹورے میں زمزم شریف لائے میں اسے ضعف کے سبب بیٹھا ہی ہوا پی رہا تھا۔ آنکھیں نیچی تھیں جب نظر اٹھائی دیکھا تو وہ سید جلیل مؤدب ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ یہاں تک کہ کٹورا میں نے انہیں دیا۔ یہ حال ان معظم و معزز بندگان خدا کے ادب و اجلال کا تھا۔ بایں ہمہ شدت مرض و شوق مدینہ طیبہ میں جب وہ جملہ میں نے کہا کہ روضۂ انور پر ایک نگاہ پڑ جائے پھر دم نکل جائے۔ دونوں (صالح کمال اور سید اسماعیل علیہما الرحمۃ) علماء کرام کا غصہ سے رنگ متغیر ہو گیا اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا۔ ہرگز نہیں بلکہ تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ ثُمَّ یَکُوْنُ تو روضۂ انور پر اب حاضر

ہو پھر حاضر ہو پھر حاضر ہو پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے (ملفوظات صفحہ ۲۲ ج ۲)

قیام کا سامان

وہ حضرات علماء بہت اس کے متمنی رہتے کہ کسی طرح میرا وہاں (مکہ معظمہ میں) قیام زیادہ ہو۔ حضرت مولانا سید اسماعیل نے فرمایا۔ یہاں اشدّ گرمی تمہارے (آپ کے) لیے باعث تپ ہے۔ طائف شریف میں موسم نہایت معتدل اور وہاں میرا مکان بہت پُرفضا ہے چلیے گرمی کا موسم وہاں گذاریں۔ میں نے گذارش کی کہ اس حالت مرض میں قابلیت سفر ہو تو سرکار اعظم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہی کی حاضری ہو۔ ہنس کر فرمایا کہ میرا مقصود یہ تھا کہ چند مہینے وہاں تنہائی میں رہ کر تم (آپ) سے کچھ پڑھتے کہ یہاں تو آمدورشد کے ہجوم سے تمہیں (آپ کو) فرصت نہیں۔ مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا۔ "اجازت ہو تو ہم یہاں تمہاری (آپ کی) شادی کی تجویز کریں۔ میں نے کہا وہ کنیز بارگاہ الٰہی جسے میں اس کے دربار میں لایا اور اس نے مناسک حج ادا کیے۔ کیا اس کا بدلہ یہ ہی ہے کہ میں اسے یوں محروم کردوں۔ فرمایا۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ یوں یہاں تمہارے (آپ کے) قیام کا سامان ہو جاتا (ملفوظات صفحہ ۲۳ ج ۲)

فرض عصر اپنی جماعت

نماز صبح کے سوا۔۔۔۔ باقی چاروں نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے۔ اس کے بعد نماز حنفی ہوتی۔ اس کے بعد باقی تینوں مصلوں پر۔ وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے۔ آخر کوشش کر کے حنفیہ سے یہ کرایا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں۔ اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی۔ اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر اَصَحّ و اَحْوَط و اَقْدَم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالہ "اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام" میں ہے سد

إذَا قَالَ الْإِمَامُ فَصَدِّقُوْهُ   فَإِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَ الْإِمَامُ

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی ۔ میں اس بار جماعت عصر میں بنیت نفل شریک ہو جاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد۔ میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال اور حضرت مولانا سید اسماعیل و دیگر بعض مخاطبین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے۔ جس میں وہ حضرات امامت پر اس فقیر کو مجبور فرماتے (ملفوظات صفحہ ۲۴ ج ۲)

وحشی کبوتر بھی لحاظ کرتے ہیں پہلے شیخ عمر حبیبی کا مکان کرایہ پر لیا تھا پھر سید عمر رشیدی ابن سید ابوبکر رشیدی اپنے مکان پر لے گئے۔ بالاخانے کے دروازہ وسطانی پر میری نشست تھی دروازوں پر جو طاق تھے، بائیں جانب کے طاق میں وحشی کبوتروں کا ایک جوڑا رہتا۔ وہ تنکے لاتے اور گرایا کرتے۔ اس طرف کے بیٹھنے والوں پر گرتے۔ جب علالت میں میرے لیے پلنگ لایا گیا۔ وہ اس در کے سامنے بچھایا گیا کہ تشریف لانے والوں کے لیے جگہ وسیع رہے۔ اس وقت سے کبوتروں نے وہ طاق چھوڑ کر دروازہ وسطانی کے طاق میں بیٹھنا شروع کیا کہ اب جو وہاں بیٹھے ان پر تنکے گرتے۔ مولانا سید اسماعیل نے فرمایا۔ وحشی کبوتر بھی تیرا (آپ کا) لحاظ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی ھٰذا لحُمَا مُنَا فَصَالِحُوْنَا ہم نے ان سے صلح کی تو انہوں نے بھی ہم سے صلح کی (ملفوظات صفحہ ۲۴ ج ۱)

بریلوی زمزم کے پیسے پورے تین مہینے کے قیام مکہ معظمہ میں میں نے حساب کیا تو تقریباً چار من زمزم شریف میرے پینے میں آیا ہوگا۔ حضرت مولانا سید اسماعیل کو اللہ تعالیٰ جنات عالیہ نصیب فرمائے۔ میری واپسی حج کے چند سال بعد جب ۱۳۲۵ھ میں مجھ سے ملنے (بریلی) آئے ہیں اور میرے شوق زمزم کا ذکر ہوا فرمایا کہ ہر مہینے اتنے ٹنک پیسے بھیج دیا کروں گا کہ تمہارے ایک مہینے کے صرف کو کافی ہوں مگر یہاں سے جاتے ہی انہیں سفر باب عالی کی ضرورت ہوئی اور مشیت الٰہی کہ وہیں انتقال فرمایا (رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ)

(ملفوظات صفحہ ۲۰ ج ۲)

۱۸ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مندرجہ فضائل مع دیگر فضائل کثیرہ کے
بخاری شریف صفحہ ۵۳۱ ج ۱ ۔ مسلم شریف صفحہ ۲۹۲ ج ۲ ۔ ترمذی شریف صفحہ ۲۲۲ ج ۲ ۔
المستدرک للحاکم صفحہ ۳۱۸، ۳۱۹ ج ۳ ۔ مشکوٰۃ باب جامع المناقب الاستیعاب صفحہ ۳۱۶
ج ۲ ۔ علی ھامش الاصابۃ والاصابۃ صفحہ ۳ ج ۲ وغیرہا کتب معتبرہ میں مذکور ہیں ۔ شیخ قاموس
(علیہ الرحمۃ) فرماتے ہیں کُنیف لقب ابن مسعود لقبہ عمر تشبیھا بوعاء
الراعی (قاموس صفحہ ۷۱۲) غیر مقلدین کے پیشوا میاں نذیر حسین دہلوی کے رسالہ
"معیار الحق" کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا ۔ ابن عمر وانس میں
کسی کو فقاہت جلیلہ عبداللہ بن مسعود تک رسائی نہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) یہ وہی ابن
مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے ۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فتمسکوا
بعھد ابن ام عبد ان کے عہد کو لازم پکڑو ۔ رواہ الترمذی عنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مرقاۃ میں
ہے اسی لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی روایت و قول کو خلفاء اربعہ کے بعد سب
صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں ۔ یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب سر
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ان اشبہ الناس دلا وسمتا وھدیا برسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابن ام عبد .... بے شک چال ڈھال روش میں
سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ عبداللہ بن مسعود ہیں (رضی اللہ
تعالیٰ عنہ (رواہ البخاری والترمذی والنسائی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المومنین فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کُنیف ملئ علما ایک گٹھڑی ہیں علم سے بھری ہوئی ۔ نہایت یہ کہ
حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام
عبد (میں نے اپنی امت کے لیے پسند فرمالیا جو کچھ عبداللہ بن مسعود اس کیلئے پسند کرے) رواہ الحاکم
بسند صحیح لاجرم ہمارے ائمہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے نزدیک خلفاء اربعہ (رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم) کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام (علیہم الرضوان) سے علم و فقاہت میں زائد ہیں ۔ مرقاۃ
شرح مشکوٰۃ میں ہے ھو عند ائمتنا افقہ الصحابۃ بعد الخلفاء الاربعۃ
(فتاویٰ رضویہ صفحہ ۳۰۳ ج ۲ مطبوعہ دہلی)

۱۹ مجیز محترم سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے اپنی تاریخ ولادت اور تاریخ وصال رب ذوالجلال کی آیات مبارکہ سے بھی استخراج فرمائیں۔ فرماتے ہیں میری تاریخ ولادت اس آیت سے نکلتی ہے اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ سنہ ۱۲۷۲ھ (سورۃ المجادلۃ رکوع ۳)

ترجمہ :۔ یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمایا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

اور وفات سے چار ماہ بائیس دن پہلے اس دوسری آیت سے تاریخ وصال نکالی۔
وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ (سورۃ الدھر رکوع ۱) سنہ ۱۳۴۰ھ

ترجمہ :۔ اور ان پر (جنت میں) چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا۔

۲۰ قال المترجم۔ اس ارشاد گرامی کی کچھ برکتیں درج ذیل واقعات سے مشاہدہ کی جاسکتی ہیں :

ڈاکٹر ضیاء الدین کا استفادہ

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ..... ایک خط جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج کا حضور (اعلیٰ حضرت) کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ہر ولائت کی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں عرصے سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں چونکہ ایک جنٹلمین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لیے آتے ہوئے جھجکتے ہیں مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمادگی ظاہر کی ہے۔ قیام نواب حمید احمد صاحب کے بنگلہ پر ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ پہنچیں تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔ حضور (اعلیٰ حضرت) نے مولانا صاحب کو جواب بھیج دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں۔ فقیر منتظر رہے گا.... دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بنگلہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا: چنانچہ وقت مقررہ پر موٹر آگیا۔

موزوں پر مسح

(میں اور برادرم قناعت علی) ہم دونوں اس وقت موجود تھے ڈاکٹر صاحب کو اندر بلایا گیا۔ شاید نماز عصر ہونے والی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی

وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا مگر نماز پڑھنے کے وقت موزے اتار ڈالے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دُھلوایا۔

طفل مکتب

بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی۔ حضور (اعلیٰ حضرت) نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر کے بنے تھے ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت اور استعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے اور بالآخر فرمایا۔ میں نے اس علم کو حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کیے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں تو اپنے آپ کو بالکل طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔

سرکار رسالت (علیہ السلام) کا کرم

مولانا یہ تو فرمائیے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے حضور (اعلیٰ حضرت) نے ارشاد فرمایا۔ میرا کوئی استاد نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا۔ کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو۔ مصطفےٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چاردیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کرم ہے۔

کسور اعشاریہ

اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے.... فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے۔ اس پر حضور (اعلیٰ حضرت) نے میرے اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے یہ دو بچے بیٹھے ہیں انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں یہ حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے (حیات اعلیٰ حضرت ص۱۵۱)

سوال اور جواب

قال المترجم۔ ڈاکٹر صاحب کے دل میں اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی ملاقات کا شوق جن وجوہ کی بنا پر پیدا ہوا تھا ان میں سے ایک وجہ حضرت ملک العلماء بہاری علیہ الرحمت نے باین الفاظ بیان فرمائی "ایک مرتبہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب نے علم المربعات کا ایک سوال اخبار دبدبۂ سکندری رام پور میں شائع کیا کہ کوئی

ریاضی داں صاحب اس کا جواب دیں ۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت نے جب اس سوال کو ملاحظہ فرمایا تو اسی روز جواب تحریر فرمایا اور ساتھ ساتھ اسی فن کا ایک سوال بھی جواب کے لیے تحریر فرمایا اور مجھے حکم ہوا کہ اس کی ایک نقل رکھ لی جائے۔ میں اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت کا رسالہ "الموصیات فی الربعات" نقل کر رہا تھا۔ اس لیے کچھ دلچسپی تھی۔ جب وہ جواب اور پھر سوال اخبار میں چھپا تو ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے گزرا۔ ان کو حیرت ہوئی کہ ایک عالم دین بھی اس علم کو جانتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس (سوال) کا جواب "دبدبۂ سکندری" میں چھپوایا۔ اتفاقاً وقت کم تھا جواب غلط تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی تغلیط کی۔ متحیر تو ڈاکٹر صاحب پہلے ہی سے تھے۔ اب ان کو سخت تعجب ہوا کہ ایک عالم دین صرف جانتا ہی نہیں بلکہ اس میں کمال رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو اعلیٰ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا (حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۱۵۶)

وائس چانسلر کی پریشانی

دوسری وجہ مولوی محمد حسین صاحب موجد طلسمی پریس نے اس طرح بیان کی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر (ڈاکٹر ضیاء الدین) جنہوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی اور ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلے میں اشتباہ ہوا۔ ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے اور علم کے شائق اس لیے قصد کیا کہ جرمن جا کر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے دریافت کیجئے وہ ضرور حل کر دیں گے۔ ان صاحب نے کہا کہ مولانا یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ بھلا میں کہاں کہاں تعلیم پا کر آیا ہوں اور حل نہیں کر سکا اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جو غیر ممالک تو کجا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہ کی۔ بھلا ان سے کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ دو چار دن کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا۔ پھر ان صاحب نے وہی جواب دیا اور سفر یورپ کا سامان شروع کر دیا۔ مولانا صاحب موصوف نے پھر ان سے فرمایا تو غصے بھرے لہجے میں کہا کہ مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے۔ آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں۔ اس پر مولانا نے فرمایا۔ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اتنے بڑے سفر کے مقابلہ میں بریلی جانا

تو کوئی چیز نہیں۔ سیدھی گاڑی جاتی ہے۔ کئی گھنٹے کا سفر ہے۔ آپ ہو تو آیے۔ آخر ان کی سمجھ میں بھی بات آگئی (اور وہ بریلی شریف حاضر ہو گئے)....

علم لدنی (اعلیٰ حضرت نے مزاج پرسی کے بعد تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ وائس چانسلر صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں ارشاد ہوا، فرمائیے۔ انہوں نے کہا وہ ایسی بات نہیں ہے جسے میں اتنی جلدی عرض کر دوں۔ فرمایا۔ آخر کچھ تو فرمائیے۔ غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کر ان کو حیرت ہوگئی اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا۔ بے اختیار بول اٹھے۔ میں سنا کرتا تھا کہ "علم لدنی" بھی کوئی شے ہے۔ آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلے کے حل کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا جناب اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ سنتے ہی فی البدیہہ تشفی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا اور بہت شاداں و فرحاں علی گڑھ واپس ہوئے۔

صحبت کا اثر مجھے یہ واقعات سن کر بہت تعجب ہوا اور میں مشکوک رہا۔ اتفاق سے ۱۹۲۹ء میں میں شملہ گیا۔ اس زمانہ میں وائس چانسلر صاحب بھی حسن اتفاق سے شملہ آئے ہوئے تھے اور سیسل ہوٹل میں مقیم تھے۔ میں وہاں گیا اور ان سے ملا اور کہا کہ میں ایک امر کی تحقیق و تفتیش آپ سے چاہتا ہوں۔ فرمایا کل صبح بعد نماز فجر۔ دوسرے دن سویرے ہی گیا اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ ریاضی کا کوئی مسئلہ معلوم کرنے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو کیسا پایا۔ فرمایا۔ بہت ہی خلیق منکسر المزاج اور ریاضی بہت اچھی خاصی جانتے تھے۔ باوجودیکہ کسی سے پڑھا نہیں۔ ان کو علم لدنی تھا۔ میرے سوال کا جواب بہت مشکل اور لاحل تھا۔ ایسا فی البدیہہ جواب دیا۔ گویا اسی مسئلہ پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں ہے .... بریلی سے واپس ہونے پر وائس چانسلر صاحب نے داڑھی رکھ لی اور نماز کے بھی پابند ہو گئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۱۵۴-۱۵۵)

لاہور فتح دہلی پر دھمک ایک مرتبہ مولوی غلام حسین صاحب یعنی مولوی محمد حسین صاحب بریلوی موجد طلسمی پریس کے والد ماجد تشریف لائے جو علم نجوم میں کامل اور اس فن کے ماہر تھے اور اعلیٰ حضرت سے فرمایا۔ مولوی (صاحب) سنتے ہو "لاہور فتح دہلی پر دھمک" اعلیٰ حضرت نے فرمایا یہ کیسے؟ انہوں نے ایک زائچہ پیش کیا جو تیار کر کے لائے تھے۔ اس کو اعلیٰ حضرت کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت نے اس کو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا۔ یہ نہ ہوگا بلکہ اس کا حاصل فقط تبدیل سلطنت ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں یہی ہوگا جو میں نے حکم لگایا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ اس کا اثر میرے خیال میں یہ نہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد مکان پر تشریف لے گئے پھر کئی مہینہ کے بعد وہ تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا کہئے حضرت، کہاں لاہور فتح اور دہلی پر دھمک ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا حکم لگانا بھی تو غلط ہوا۔ کہاں تبدیل سلطنت ہوئی۔ ارشاد فرمایا! سلطنت تو بدل گئی۔ پہلے ملکہ وکٹوریہ کی سلطنت تھی یعنی ولیم کے خاندان میں اور آج کل ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہیں۔ ان کا خاندان دوسرا ہے .... مولوی غلام حسین صاحب خاموش ہو گئے۔

! ——————

گھنگھور گھٹا ایک اور واقعہ انہیں کا ہے۔ ایک دن تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت سے دریافت فرمایا۔ فرمائیے بارش کا کیا اندازہ ہے کب تک ہوگی۔ انہوں نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا کہ اس مہینہ میں پانی نہیں ہے آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے دیکھ کر فرمایا۔ اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج بارش ہو۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ ستاروں کی وضع کو نہیں دیکھتے۔ حضرت نے فرمایا۔ میں سب دیکھ رہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ستاروں کے واضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں .... رب العزت جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ ایک ہفتہ ایک دن کیا ابھی بارش ہونے لگے .... اتنا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹا آگئی اور پانی برسنے لگا (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۵۰)

۲۱ ؎ بعد میں ہزار (۱۰۰۰) سے بڑھ گئی تھیں (کمامر فی حاشیہ ۵)

۲۲ ؎ بعد میں بارہ ضخیم جلدیں مرتب ہو گئی تھیں (کمامر فی حاشیہ ۵)

۲۳ ؎ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے بعض ملفوظات ملاحظہ ہوں۔ میرے پاس عملیات کے ذخائر بھرے ہیں لیکن بحمد اللہ تعالیٰ آج تک کبھی اس طرف خیال بھی نہیں کیا۔ ہمیشہ ان دعاؤں پر جو احادیث میں ارشاد ہوئیں، عمل کیا۔ میری تمام مشکلات انہیں سے حل ہوتی رہتی ہیں۔

خدا کی قسم جہاز نہ ڈوبے گا

پہلی بار کی حاضری (حرمین طیبین ۱۲۹۵ھ میں) حضرات والدین ماجدین کے ہمراہ رکاب تھی۔ اس وقت مجھے تیئسواں سال تھا۔ واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا تھا۔ اس کی تفصیل میں بہت طول ہے لوگوں نے کفن پہن لیے مجھے حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بیساختہ میری زبان سے نکلا کہ آپ اطمینان رکھیں۔ خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی لہٰذا حدیث کے وعدہ صادقہ پر مطمئن تھا پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی "مَنْ يَّتَأَلَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ" حضرت عزت کی طرف رجوع کی اور سرکار رسالت سے مدد مانگی۔ الحمد للہ کہ وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے بشدت چل رہی تھی وہ گھڑی میں موقوف ہو گئی اور جہاز نے نجات پائی (ملفوظات صفحہ ۲ ج ۲)

ذرا اپنے حکیم سے کہہ لوں)

(بموقع حج دوم ۱۳۲۳ھ) میں جب ہمارا جہاز کامران پہنچا تو میں اور میرے سب ساتھی (قرنطینے میں داخل ہوئے۔ وہاں دس روز ٹھہرنا ہوتا... اب یہاں کامران میں نو دن ہو چکے کل جہاز پر جانا ہے۔ دفعتاً رات کو میرے سب ساتھیوں کو درد شکم و اسہال عارض ہوا۔ میرے درد تو نہ تھا مگر پانچ بار اجابت کو مجھے جانا ہوا، دن چڑھ گیا اور ڈاکٹر کے آنے کا وقت ہوا... میں نے کہا ذرا ٹھہر دیں اپنے حکیم سے کہہ لوں۔ مکان سے باہر جنگل میں آیا اور حدیث کی دعائیں پڑھیں اور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استمداد کی.... مجھے مکان سے باہر آئے شاید دس منٹ ہوئے ہوں گے جو مکان میں جا کر دیکھا بحمد للہ سب کو ایسا تندرست پایا کہ گویا مرض ہی نہ تھا۔ مدد وغیرہ کیا اس

کا ضعف بھی نہ تھا۔ سب ڈھائی تین میل پیادہ چل کر سمندر کے کنارے پہنچے (ملفوظات صفحہ ۶ ج ۲)

ایک عربی صاحب

جدہ شریف میں جب جہاز پہنچا۔ حجاج کی بے حد کثرت اور جانے کا صرف ایک راستہ ..... بھلا ایسی حالت میں کس طرح گذر ہو۔ زنانی سواریاں ساتھ۔ پانچ گھنٹے اسی انتظار میں گزر گئے کہ ذرا ہجوم کم ہو تو سواریوں کو لے چلیں لیکن اس وقت سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا۔ ہوا یہاں تک دوپہر قریب ہو گیا۔ دھوپ، بھوک اور پیاس، سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان۔ جب بہت دیر ہو گئی تو ننھے میاں اور حامد رضا خان نے مجھے آکر کہا "میاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے۔" میں نے کہا کہ تمہیں جلدی ہے تو جاؤ، میں تا وقتیکہ بھیڑ کم نہ ہو، زنانی سواریوں کو نہیں لے جاؤں گا اب کس کی مجال تھی جو کچھ کہتا مجبوراً خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا میرے پاس تشریف لائے اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا "یا شیخ مالی اراک حزینا" کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ پریشانی ظاہر ہے ہمارے ساتھ مستورات ہیں اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم! ہمیں پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہو گئے۔ فرمایا۔ اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ بغرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو لیے۔ ہم نے دیکھا کہ راستہ بھر ہمارے شانے سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے (ملفوظات صفحہ ۷ ج ۲)

بخار جاتا رہا

جدہ پہنچتے ہی مجھے بخار آگیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔ محاذات یلملم سے بحمد اللہ تعالیٰ احرام بندھ چکا تھا۔ اس سردی میں رضائی گردن تک اوپر سے ڈال لیتا کہ احرام میں چہرہ چھپانا منع ہے سو جاتا، آنکھ کھلتی تو بحمد اللہ تعالیٰ رضائی گردن سے اصلاً نہ بڑھی ہوتی۔ تین روز جدہ میں رہنا ہوا، اور بخار ترقی پر ہے آج چل کر جدہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہو گی۔ بخار میں کیا حالت ہو گی۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی۔ بحمد اللہ تعالیٰ معاً بخار جاتا رہا اور نیز حرمین تک عود نہ کیا۔ جب بفضلہ تعالیٰ تمام مناسک حج سے فارغ ہو لیے تیرھویں تاریخ بخار

نے عود کیا۔ میں نے کہا۔ اب آیا کیجئے۔ ہمارا کلام رب عزت نے پورا کر دیا (ملفوظات صفحہ ۷ ج ۲)

ہر طرح امان

(جب واپس ہوئے تو راستہ میں طوفان آیا اور ایسا سخت کہ جہاز ٹوٹ گیا سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح امان رکھی (ملفوظات صفحہ ۳۶ ج ۲)

بارہ آنے محصول

جب کراچی پہنچے ہمارے پاس صرف دو روپے تھے اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا۔ جہاز کنارے کے قریب ہی لگا اور عین ساحل پر چونگی کی چوکی جس میں انگریز یا کوئی گورا نوکر۔ اسباب کثیر، میاں محصول تک دینے کو نہیں۔ ہر چیز کی تعلیم و ارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود و سلام۔ ان کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی۔ وہ گورا آیا اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول کیا۔ ہم نے شکر الٰہی کیا اور بارہ آنے دے دیے۔ چند منٹ بعد وہ پھر واپس آیا اور کہا نہیں نہیں۔ اسباب دکھاؤ۔ سب صندوق وغیرہ دیکھے اور پھر بارہ آنے کہہ کر چلا گیا پھر واپس آیا اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے اور پھر بارہ ہی آنے کہے اور رسید دے کر چلا گیا۔ اب سوا روپیہ باقی رہا اس میں سے منجھلے بھائی مرحوم مولوی حسن رضا خاں کو تار دیا کہ دو سو روپیہ بھیجو۔۔۔۔ روپے پہنچ گئے (ملفوظات صفحہ ۳۷ ج ۲)

رب سے دعا حضور سے مدد

ایک بار اپنے دیہات کو گیا تھا کوئی دیہی مقدمہ پیش آیا جس میں چوپال کے تمام ملازموں کو بدایوں جانا پڑا۔ میں تنہا رہا۔ اس زمانے میں معاذ اللہ قولنج کے دورے ہوا کرتے تھے۔ اس دن ظہر کے وقت سے درد شروع ہوا۔ اسی حالت میں جس طرح بنا وضو کیا۔ اب نماز کو نہیں کھڑا ہوا جاتا۔ رب عزوجل سے دعا کی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگی۔ مولیٰ عزوجل مضطر کی پکار سنتا ہے۔ میں نے سنتوں کی نیت باندھی۔ درد بالکل نہ تھا۔ جب سلام پھیرا اسی شدت سے تھا۔ فوراً اٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی درد جاتا رہا۔ جب سلام پھیرا وہی حالت تھی۔ بعد کی سنتیں پڑھیں درد موقوف۔ اور سلام کے بعد پھر بدستور۔ میں نے کہا۔ اب عصر تک ہوتا رہ (ملفوظات صفحہ ۴۹ ج ۲)

محبوب الٰہی کی درگاہ

میری عمر کا تیسواں سال تھا حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور مچا تھا۔ طبیعت منتشر

ہوتی تھی - میں نے عرض کیا۔ حضور! میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اس شور و شغب سے مجھے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدم روضۂ مبارک میں رکھا ہے کہ معلوم ہوا سب ایک دم چپ ہو گئے میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہو گئے۔ قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا پھر وہی شور و غل تھا پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی۔ معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے (ملفوظات صفحہ ۵۱ ج ۲)

نہ مجھے طاعون ہے نہ ہو گا

ایک صاحب نے میری دعوت کی۔ باحرار لے گئے۔ ان دنوں جناب سید حبیب اللہ صاحب دمشقی فقیر کے یہاں مقیم تھے ان کی بھی دعوت تھی۔ میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں۔ یہی کھانا تھا۔ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا تو آپ، گائے کے گوشت کا دکھے، عادی نہیں۔ اور یہاں کوئی اور چیز موجود نہیں۔ بہتر کہ صاحب خانہ سے کہہ دیا جائے۔ میں نے کہا یہ میری عادت نہیں۔ وہی پوریاں کباب کھائے۔ اسی دن مسوڑوں میں ورم ہو گیا۔ اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ مشکل سے تھوڑا دودھ حلق سے اتارتا اور اسی پر اکتفا کرتا۔ بات بالکل نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ قرأت سریہ بھی میسر نہ تھی سنتوں میں بھی کسی کی اقتداء کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدم جواز قرأت خلف الامام کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا۔ بخار بہت شدید تھا اور کان کے پیچھے گلٹیں۔ میرے منجھلے بھائی مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ ان دنوں بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا۔ ان صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا۔ یہ وہی ہے، وہی ہے، وہی ہے یعنی طاعون۔ میں بالکل کلام نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے انہیں جواب نہ دے سکا۔ حالانکہ میں خوب جانتا تھا یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہو گا۔ اس لیے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا اس بلا سے محفوظ رہے گا وہ دعا یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا جن جن امراض کے مریضوں جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا بحمدہ تعالیٰ آج تک ان سے محفوظ ہوں اور بعونہ تعالے ہمیشہ

محفوظ رہوں گا۔۔۔۔ مجھے ارشادِ حدیث پر اطمینان تھا کہ مجھے طاعون کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب بڑھا۔ میرے دل نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَکَذِّبِ الطَّبِیْبَ (اے اللہ اپنے حبیب کے سچ کو اور طبیب کے جھوٹ کو ظاہر فرما)

کسی نے میرے داہنے کان میں منہ رکھ کر کہا کہ "مسواک اور سیاہ مرچیں" لوگ باری باری سے میرے لیے جاگتے۔ اس وقت جو شخص جاگ رہا تھا۔ میں نے اشارے سے اسے بلایا۔ اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے۔ گول مرچ کس طرح سمجھیں بغرض مشکل سمجھے۔ جب یہ دونوں چیزیں آئیں۔ بدقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا، اور دانتوں میں مسواک رکھ کر چھوڑ دی کہ دانتوں نے بند ہو کر دبالی۔ پسی ہوئی مرچیں اسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور بحمد اللہ تعالیٰ وہ گلٹیں جاتی رہیں۔ منہ کھل گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون بفضلہ تعالیٰ دفع ہوگیا اور تین روز میں بعونہ تعالیٰ بخار بھی جاتا رہا (ملفوظات صفحہ ۱۴ تا ۱۷ ج ۱)

آشوبِ چشم پھر نہ ہوا

مجھے نو عمری میں آشوبِ چشم اکثر ہو جاتا اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوگی۔ رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمدِ چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی جب سے اب تک آشوبِ چشم پھر نہ ہوا۔ اسی زمانہ میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دبی معلوم ہوئی۔ دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی۔ دوسری دبی پھر وہ بھی صاف ہوگئی مگر درد کھٹک سرخی، کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔۔۔۔ اس دعا کی برکت سے یہ (آشوبِ چشم) تو جاتا رہا (ملفوظات صفحہ ۱۵ تا ۱۶ ج ۱)

مقدمہ نزولِ آب

جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۰۰ھ میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال دیکھتا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دن کو اندر کے دالان میں کتابیں دیکھتا اور لکھتا۔ اٹھائیسواں سال تھا۔ آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدتِ گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پہ پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کوئی چیز دماغ سے داہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے داہنی آنکھ سے دیکھا، تو

وسط شی مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔ اس کے پیچھے شے کا جتنا حصہ ہُوا وہ ناصاف اور دُھندلا ہُوا معلوم ہوتا..... حکیم سید مرزا اشفاق حسین صاحب مرحوم سمواتی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے۔ فرمایا۔ مقدمہ نزولِ آب ہے۔ بیس برس بعد (خدانہ کردہ) پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزولِ آب والے کو دیکھ کر دُعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر مطمئن ہو گیا ۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہُوا۔ بغور دیکھ کر کہا۔ چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب کے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے بیس برس کہے تھے انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔ مجھے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا۔ بیس درکنار، تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہ بڑھا نہ بعونہٖ تعالیٰ بڑھے۔ نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی نہ انشاء اللہ تعالیٰ کروں۔ یہ میں نے اس لیے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جا رہے اور قیامت تک اہلِ ایمان مشاہدہ کریں گے۔ میں اگر انہیں واقعات کو بیان کروں جو ارشادات کے منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کیے، تو ایک دفتر ہو۔

(ملفوظات صفحہ ۱۶ تا ۱۷ ج ۱)

مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے!

طاعون اور وبائی امراض جس قدر ہیں اور نابینائی دیک چشمی، برص، جذام وغیرہ وغیرہ کا مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ یہ امراض مجھے نہ ہوں گے جس پر میرا ایمان ہے کیونکہ میں نے ایسے مریضوں کو دیکھ کر ارشاد فرمودہ دعا پڑھی ہوئی ہے (ملفوظات صفحہ ۲۴ ج ۴)

نورانی صورت کی آمد

میری اتنی عمر گزری لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے۔ ایک طرف کفار کا زغہ۔ دوسری طرف حاسدین کا مجمع۔ مجھ سے بعض لوگوں نے کہا۔ مجموعہ اعمال بھرا ہوا ہے۔ سیپیاں بھری پڑی ہیں۔ کوئی عمل کر لیجیے۔ میں نے کہا۔ جنہوں نے یہ تلواریں مجھے دی ہیں انہیں کا یہ حکم ہے کہ تلوار ہاتھ میں کبھی

لینا ہمیشہ ڈھیلے ہی سے کام لینا۔ چنانچہ کبھی کسی پر حربہ نہ کیا..... وہ خود ایسی مدد کرتا ہے کہ اپنے آپ انتظام کرنے کی ضرورت نہیں۔ میری عمر ۱۹ سال کی تھی۔ اس وقت رام پور کو ریل نہ تھی — بیل گاڑی پر سوار ہو گیا۔ ساتھ میں عورتیں بھی تھیں۔ راستہ میں دریا پڑا۔ گاڑی والے نے غلطی سے بیلوں کو اس میں ہانک دیا۔ اس میں دلدل تھی۔ بیل پہنچتے ہی گھٹنوں تک دھنس گئے اور نصف پہیہ گاڑی کا۔ جتنا بیل زور کرتے اندر دھنستے چلے جاتے تھے۔ اب میں نہایت حیران کہ ساتھ میں عورتیں ہیں اتر سکتا نہیں کہ دلدل میں خود دھنس جانے کا اندیشہ — اسی پریشانی میں تھا کہ ایک بوڑھے آدمی جن کی صورت نورانی اور سفید داڑھی تھی نہ اس سے پہلے انہیں دیکھا تھا نہ جب سے اب تک دیکھا تشریف لائے اور فرمایا۔ کیا ہے؟ میں نے تمام واقعہ عرض کیا۔ فرمایا۔ یہ تو کوئی بات نہیں۔ گاڑی والے سے فرمایا۔ ہانک! اس نے کہا۔ کدھر ہانکوں۔ آپ دیکھتے ہیں دلدل میں گاڑی پھنسی ہے۔ فرمایا۔ ارے تجھے ہانکنا نہیں آتا۔ ادھر کو ہانک۔ یہ کہہ کر پہیہ کو ہاتھ لگایا فوراً گاڑی دلدل سے نکل گئی۔ (ملفوظات صفحہ ۴۹ ج ۴)

اللّٰھم اغفر لاخی ھٰذا

پہلی بار کی حاضری میں حرم شریف کی مسجد میں مغرب کے وقت حاضر تھا۔ اس وقت میں وظیفہ بہت پڑھا کرتا تھا..... جب سب لوگ مسجد سے چلے گئے تو مسجد کے اندرونی حصہ میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبلہ رُو وظیفہ میں مصروف ہیں۔ میں صحن مسجد میں دروازہ کے پاس تھا اور کوئی تیسرا مسجد میں نہ تھا۔ یکایک ایک آواز گنگناہٹ سی اندر مسجد کے معلوم ہوئی جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے۔ فوراً میرے قلب میں یہ حدیث آئی "اہل اللہ کے قلب سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے شہد کی مکھی بولتی ہے" میں وظیفہ چھوڑ کر ان کی طرف چلا کہ ان سے دعائے مغفرت کراؤں۔ کبھی میں کسی بزرگ کے پاس بحمد اللہ تعالیٰ دنیاوی حاجت لے کر نہ گیا۔ جب گیا تو اسی خیال سے کہ دعائے مغفرت کراؤں گا۔ غرض دو ہی قدم ان کی طرف چلا تھا کہ ان بزرگ نے میری طرف منہ کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا اللھم اغفر لاخی ھٰذا۔ اللھم اغفر لاخی ھٰذا۔ اللھم اغفر لاخی ھٰذا (الٰہی میرے اس بھائی کو بخش) میں سمجھ گیا کہ فرماتے ہیں ہم نے تیرا کام کر دیا۔ اب تو ہمارے کام میں مخل نہ ہو۔ میں ویسے ہی لوٹ آیا (ملفوظات ص ۵۰ ج ۴)

بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب اخوندزادہ کی مسجد میں رہا

مجذوب بشیر الدین کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے۔ مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا . . . ایک روز رات کے گیارہ بجے ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرے میں چارپائی پر بیٹھے تھے مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے۔ آخر مجھ سے پوچھا صاحبزادے تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا۔ کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو۔ میں نے کہا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس لیے نہیں آیا ہوں۔ میں تو صرف دعائے مغفرت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے "اللہ کرم کرے۔ اللہ رحم کرے۔ اللہ کرم کرے۔ اللہ رحم کرے" اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سے خود ہی پوچھا۔ کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا مولوی صاحب سے کہنا۔ قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ۔ بس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہوگیا (ملفوظات صفحہ ۱۵ ج ۴)

ص۲۴ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے ملفوظات میں ہے چوبیس صفر ۱۳۲۴ھ کو کعبۂ تن سے کعبۂ جان کی طرف روانہ ہوا . . . حضرت مولانا سید اسماعیل اور بعض دیگر حضرات شہر مبارک (مکہ مکرمہ) سے باہر دور تک برسم مشایعت تشریف لائے . . . پہلی رات کہ جنگل میں آئی۔ صبح کی مثل روشن معلوم ہوتی تھی جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ حضور جان نور میں کیا جو حاضری دربار معلی میں لکھا گیا تھا ؎

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی ‌ ‌ ‌ پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

(ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۳۱ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں)

ص۲۵ بعد میں ہزار سے بڑھ گئی تھیں (کما مرفی حاشیہ) مگر اب تک صرف تین سو کے قریب طبع ہوئی ہیں (اعجاز الرضوی علیہ الرحمۃ)

ص۲۶ بعد میں بارہ ضخیم جلدیں مرتب ہو گئی تھیں (کما مرفی حاشیہ)

۲۷ یہ سات نسخے ان اجازت ناموں کے ہیں جو حرمین طیبین میں لکھے گئے اور جو اجازت نامے بریلی شریف سے بھیجے گئے وہ ان سے الگ ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز اس کی تصریح فرماتے ہیں۔ رخصت کے وقت قافلے کے اونٹ آلیے ہیں پا بر رکاب ہوں۔ اس وقت تک علماء کو اجازت نامے لکھ کر دیے وہ سب تو "الاجازات المتینہ" میں طبع ہو گئے اور یہاں (بریلی) آنے کے بعد دونوں حرم محترم سے درخواستیں آیا کیں اور اجازت نامے لکھ کر گئے۔ یہ درج رسالہ نہیں (ملفوظات صفحہ ۳۶ ج ۲)

۲۸ موصوف کا ذکر ملفوظات صفحہ ۳۴ ج ۲ میں اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے اس طرح فرمایا یاسیدی علماء کرام نے یہاں (مدینہ طیبہ میں) بھی فقیر سے سندیں اور اجازتیں لیں۔ خصوصاً شیخ الدلائل حضرت مولانا سید محمد سعید مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی۔ اس فقیر سے خطاب میں یاسیدی فرماتے میں شرمندہ ہوتا۔ ایک بار میں نے عرض کی۔ حضرت سید تو آپ ہیں۔ فرمایا۔ واللہ! سید تم ہو۔ میں نے عرض کی۔ میں سیدوں کا غلام ہوں۔ فرمایا۔ تو یوں بھی سید ہوئے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْھُمْ قوم کا غلام آزاد شدہ انہیں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدقے میں آفاتِ دنیا و عذاب قبر و عذاب حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے۔ آمین!

۲۹ "الاجازات المتینہ" کے ایک قلمی نسخہ میں ٹائٹل (ٹیسرے کیا) سے پہلے مولانا اعجاز الرضوی علیہ الرحمت کی ایک عربی عبارت دیکھنے میں آئی جسے مع ترجمہ ذکر کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَحْمَدُ رِضَاکَ وَاصلی واسلم علی مصطفاک وعلی کل حامد رضاک وعلی کل من والاہ و والاک قال شیخنا واستاذنا المجدد الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضا لا عنا

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔ تعریف کرتا ہوں یا اللہ تیری رضا کی اور درود و سلام بھیجتا ہوں تیرے مصطفےٰ پر اور ہر اس شخص پر جو تیری رضا کا مداح ہے اور اس پر بھی جو اس سے اور تجھ سے محبت رکھتا ہے۔ ہمارے شیخ ہمارے استاد، (چودھویں صدی کے) مجدد اعظم نے فرمایا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انہیں ہم سے راضی فرمائے)

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

شرح المطالب فی مبحث ابی طالب

تصنیف

مجدد المائۃ الحاضرہ حامی سنن ماحی فتن حضرت مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب
قادری برکاتی بریلوی دام فیضہم القوی

مکتبہ حامدیہ ـــــ گنج بخش روڈ ـــــ لاہور

فہرست



مسئلہ از بدایوں ۱۲۹۴ھ بعبارت سوال وثانیاً بالاجمال از احمد آباد گجرات، محلہ جمال پور قریب مسجد کانچ مرسلہ جماعت اہل سنّت ساکنانان احمد آباد - ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ ہجری

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ زید ابو طالب کو کافر اور ابُو لہب و ابلیس کا مماثل کہتا ہے اور عمرو بدین دلائل اِس سے انکار کرتا ہے کہ اُنھوں نے جناب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کفالت و نصرت وحمایت ومحبت بدرجۂ غایت کی اور نعت شریف میں قصائد لکھے حضور نے ان کے لیے استغفار فرمائی اور جامع الاصول میں ہے کہ اہل بیت کے نزدیک وُہ مسلمان مرے شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے شرح سفر السعادۃ میں فرمایا "کم از ان نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند وحرفِ نگہدارند"۔ اور مواہب لدنیہ میں ایک وصیت نامہ اُن کا بنام قریش منقول جو حرفاً حرفاً اُن کے اسلام پر شاہد اِن دونوں میں کون حق پر ہے اور ابو طالب کو مثل ابولہب وابلیس سمجھنا کیسا اور اُن کے کفر میں کوئی حدیث صحیح وارد ہوئی یا نہیں برتقدیر ثانی اُنھیں ضامن وکفیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سمجھ کر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں یا مثل کفار سمجھیں بینوا بسند الکتاب توجروا من الملک الوھاب بیوم القیٰمۃ والحساب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم ربنا و لوجھک الحمد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لاَ مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد لک الحمد علیٰ ما ھدیت وعفوت وعافیت ومنحت واولیت تبارکت و

خالیت سبحٰنک رب البیت مستجیرین بجمال وجهك الكريم من عذابك الاليم

وشاهدين بان لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم انت العزيز الغالب لا يعجزك

هارب ولا يدرك ماصنعت طالب ما عليك من واجب قدرت الاقدار ودورت الادوار

وثبت فى الاسفار ما انت كاتب يعمل عامل بعمل الجنان فيظن الظان من الانس و

الجان ان سيدخلها وكان قد كان فيغلبه الكتاب فاذا هو خائب ويفعل فاعل

فعال النيران فيحسب الحيران ومن طلع عليه النيران ان سيوردها وكان

ندمان فيدركه القدر فاذا هو تائب ارسلت خير خلقك وسراج افقك محمدا

لمبعوث بيسرك ورفقك لبشيرا ونذيرا وسراجا منيرا املأ ضوؤه المشارق و

المغارب وعم نوره الاباعد والاقارب وحرم بقرب حضرته من حضرة قربه

ابو طالب فلك الحجة السامية صل على محمد صلاة نامية وعلى اله وصحبه

واهله وحزبه صلاة ترضيك وترضيه وتحفظ المصلى عما يرديه وبارك وسلم

ابدا ابدا والحمد لله دائما سرمدا امين امين يا ارحم الراحمين۔

الجواب اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سید المرسلین سید الاولین و الآخرین سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم الی یوم القرار کی حفظ وحمایت و کفالت ونصرت میں مصروف رہے اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم حضور کا دشمنِ جان ہوگیا تھا اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبوں سے مخالفت گوارا کی سب کو چھوڑ دینا قبول کیا کوئی دقیقہ غمگساری وجاں نثاری کا نامرعی نہ رکھا اور یقیناً جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اُن پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے بنی ہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرو فلاح پاؤ گے نعت شریف میں قصائد ان سے منقول اور اُن میں براہِ فراست وہ امور ذکر کیے کہ اُس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے بعد بعثت شریف اُن کا ظہور ہوا یہ سب احوال مطالعہ احادیث ومراجعت کتب سیر سے ظاہر ایک شعر اُن کے قصیدے کا صحیح بخاری شریف میں بھی مروی ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

وہ گورے رنگ والے جن کے روئے روشن کے توسل سے مینہ برستا ہے یتیموں کے جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمد بن اسحٰق تابعی صاحب سیر و مغازی نے یہ قصیدہ بتمامہا نقل کیا جس میں ایک سو دس بیتیں مدح جلیل و نعت منیع پر مشتمل ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ شرح صراط مستقیم میں اس قصیدہ کی نسبت فرماتے ہیں، دلالت دارد بر کمال محبت و نہایت معرفت نبوت او انتہی مگر مجرد ان امور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال و اقوال اُن سے حالت اسلام میں صادر ہوتے تو سیدنا عباس بلکہ ظاہراً سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام کہلائے جاتے تقدیر الٰہی نے بر بنا اُس حکمت کے جسے وہ جانے یا اُس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُنہیں گروہ مسلمین و غلامان شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا فاعتبروا یا اولی الابصار صرف معرفت گو کیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں دانستن و شناختن اور چیز ہے اور اذعان و گرویدن اور کم کا فر تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے پیغمبر ہونے کا یقین نہ تھا جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم اور علمائے اہل کتاب تو عموماً جزم کلی رکھتے تھے حتی کہ یہ امر اُن کے نزدیک کالعیان سے بھی زاید تھا معاینہ میں بصر غلطی بھی کرتی ہے اور یہاں کسی طرح کا شبہہ و احتمال نہ تھا قال جل وعلا یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وقال عز من قائل فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین و قال جل ذکرہ یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل بعض کور چشم بد باطن وہابیہ عصر کہ اس میں کلام کرتے اور کہتے ہیں اگر اہل کتاب کے یہاں حضور کا ذکر رسالت ہوتا تو ایمان کیوں نہ لاتے نصوص قاطعہ سے انکار اور خدا اور رسول کی تکذیب اور یہود و نصارٰی کی حمایت و تصدیق کرنے والے ہیں اعوذ باللہ من وساوس الشیطٰن شرح عقاید نسفی میں ہے لیست حقیقۃ التصدیق ان تقع فی القلب نسبۃ الصدق الی الخبر والمخبر من غیر

اذعان وقبول بل هو اذعان وقبول لذالك بحيث يقع عليه اسم التسليم على ما صرح به الامام الغزالی اسی میں ہے بعض القدرية ذهب الى ان الايمان هو المعرفة واطبق علماؤنا على فساده لان اهل الكتاب كانوا يعرفون نبوة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم كما كانوا يعرفون ابناءهم مع القطع بكفرهم بعدم التصديق ولان من الكفار من كان يعرف الحق يقينا وانما كان ينكر عناداً او استكبارا قال الله تعالى وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم محقق دوانی شرح عقاید عضدی میں فرماتے ہیں التلفظ بكلمتی الشهادتين مع القدرة عليه شرط فمن اخل به فهو كافر مخلد فی النار ولا تنفعه المعرفة القلبية من غير اذعان وقبول فان من الكفار من كان يعرف الحق يقينا وكان انكاره عنادا واستكبارا كما قال الله تعالى وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا۔ آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ متواترہ متظافرہ سے ابُوطالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحاب نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس میں کسی سُنّی کو مجالِ دم زدن نہیں ہم یہاں کلام کو سات فصل پر منقسم کریں۔

فصل اوّل

آیات قرآنیہ آیت اولیٰ قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء وهو اعلم بالمهتدين ۵	اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے وُہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ ابُوطالب کے حق میں نازل ہُوئی۔

معالم التنزیل میں ہے: نزلت فی ابی طالب۔

جلالین میں ہے: نزل فی حرصه صلی الله علیه وسلم علی ایمان عمه ابیطالب۔

مدارک التنزیل میں ہے: قال الزجاج اجمع المفسرون انها نزلت فی ابیطالب۔

کشاف زمخشری وتفسیر کبیر میں ہے قال الزجاج اجمع المسلمون انہا نزلت فی ابی طالب۔

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں: اجمع المفسرون علی انما نزلت فی ابی طالب وکذا نقل اجماعھم علی ھذا الزجاج وغیرہ۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے: لقولہ تعالیٰ فی حقہ باتفاق المفسرین انك لا تھدی من احببت۔

حدیث اول صحیح حدیث میں اس آیہ کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا اس پر رب العزۃ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ اتاری یعنی اے حبیب! تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کر چکے ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار ہے اور اُسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان وجامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعمہ (زاد مسلم فی اخری عند الموت) قل لا الہ الا اللہ اشھد لك بھا یوم القیمۃ قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حملہ علی ذلك الجزع لاقررت عینك فانزل اللہ عزوجل انك لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔

معالم ومدارک وبیضاوی وارشاد العقل السلیم وخازن وفتوحات الٰہیہ وغیرہا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

آیت ثانیہ قال جل جلالہٗ:

ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا	روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ وہ

اولی قربیٰ من بعدما تبین لھم	اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے
انھم اصحٰب الجحیم۔	کہ اُن پر ظاہر ہو چکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانے والے ہیں۔

یہ آیت کریمہ بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر امام نسفی میں ہے: ھم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لیستغفر لابی طالب فنزل ماکان للنبی۔

جلالین میں ہے: نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعمہ ابی طالب۔

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: قال الواحدی سمعت اباعثمان الحیری سمعت اباالحسن بن مقسم سمعت اباسحٰق الزجاج یقول فی ھذہ الآیۃ اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابواسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اُتری۔

اقول ھکذا اثرہ ھھنا والمعروف من الزجاج قولہ ھذا فی الایۃ الاولی کما سمعت والمذکور ھھنا فی المعالم وغیرھا ان الایۃ مختلف فی سبب نزولھا فلیراجع تفسیر الواحدی فلعلہ اراد اتفاق الاکثرین ولم یلق للخلاف بالا فکرنہ خلاف ما ثبت فی الصحیح۔

بیضاوی میں پہلا قول اس آیت کا نزول دربارہ ابی طالب لکھا۔

علامہ شہاب خفاجی اس کی شرح عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں، ھو الصحیح فی سبب النزول یعنی یہی صحیح ہے اسی طرح اس کی تصحیح فتوح الغیب و ارشاد الساری میں کی ہے اور فرمایا یہی حق ہے۔ کما سیاتی وھذہ التصحیحات ایضا ایۃ الخلاف کما لیس بخاف۔

حدیث دوم صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن نسائی میں ہے: واللفظ لمحمد قال حدثنا محمود فذکر بسندہ عن سعید بن المسیب عن ابیہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہما ان اباطالب لما حضرتہ الوفاۃ دخل علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعندہ ابوجہل فقال ای عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ احاج لک بہا عند اللہ فقال ابوجہل وعبد اللہ بن امیۃ یا ابا طالب ترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزالا یکلمانہ حتی قال اٰخر شیئ کلمہم بہ علی ملۃ عبد المطلب (زاد البخاری فی الجنائز وتفسیر سورۃ القصص کمثل مسلم فی الایمان وابی ان یقول لا الہ الا اللہ) فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاستغفرن لک ما لم انہ عنہ فنزلت ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لہم انہم اصحب الجحیم ۝ ونزلت انک لا تہدی من احببت۔ اس حدیث جلیل سے واضح کہ ابوطالب نے وقتِ مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کر دیا اور ابوجہل لعین کے اغوا سے حضور اقدس سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لیے استغفار کروں گا مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں اُتاریں اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوطالب کے لیے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں دوزخیوں کے لیے استغفار جائز نہیں۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ اما تزییف الزمخشری نزول الاٰیۃ فیہ بان موت ابیطالب کان قبل الھجرۃ وھٰذا اٰخر ما نزل بالمدینۃ اھ فمردود بمافی ارشاد الساری عن الطیبی عن التقریب[۱] انہ یجوز ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یستغفر لابی طالب الی حین نزولہا والتشدید مع الکفار انما ظہر فی ھٰذہ السورۃ اھ قال اعنی القسطلانی قال فی فتوح الغیب ھٰذا ھو الحق وروایۃ نزولہا فی ابی طالب ھی الصحیحۃ اھ وکذا اردہ الامام الرازی[۲۵] فی الکبیر وقال العلامۃ الخفاجی فی عنایت القاضی بعد نقل کلام التقریب اعتمدہ من بعدہ من الشراح ولانیا فیہ قولہ فی الحدیث فنزلت لامتداد استغفارہ لہ الی نزولہا اولان الفاء للسببیۃ بدون تعقیب اھ۔

اقول والدلیل علی الاستمرار واستدامۃ الاستغفار قول سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاستغفرن لک مالم انہ عنہ فہذا مقام الجزم دون التجویز والاستظہار علاؔ ان الامام الجلیل[۲] الجلال السیوطی فی کتاب الاتقان عقد فصلا لبیان ما نزل من ایات السور المکیۃ بالمدینۃ وبالعکس وذکر فیہ عن بعضہم ان ایۃ ماکان للنبی الایۃ مکیۃ نزلت فی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی طالب لاستغفرن لک مالم انہ عنک واقرہ علیہ فعلی ھذا یزھق الاشکال من راسہ ثم ان لفظ البخاری فی کتاب التفسیر فانزل اللہ بعد ذلک قال الحافظ فی فتح الباری الظاہر نزولہا بعدہ بمدۃ لروایۃ التفسیر اھ وھذا ایضاً یطیح الشبھۃ من راسہا افادھذین العلامۃ الزرقانی[۲۶] فی شرح المواھب وبعد اللتیا والتی اذقد افصح الحدیث الصحیح بنزولہا فیہ فکیف ترد الصحاح بالمہوسات۔

آیت ثالثہ:

قال عزمجدہ وھم ینھون عنہ وینأون عنہ وان یہلکون الا انفسہم وما یشعرون ۵	وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور دور رہتے ہیں اور اس کے باعث خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور انھیں شعور نہیں۔

یعنی جان بوجھ کر بے شعوروں کے سے کام کرے اس سے بڑھ کر بے شعور کون، سلطان[۲۷] المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان[۲۷] کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاذ مجید امام عطاء بن ابی رباح ومقاتل[۲۸] وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں: یہ آیت ابو طالب کے باب میں اتری۔

تفسیر امام بغوی محی السنہ میں ہے: قال ابن عباس ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی الناس عن اذی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویمنعہم وینای عن الایمان بہ ای یبعد۔

انوار التنزیل میں ہے: ینھون عن التعرض لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وینأون عنہ فلا یومنون بہ کابی طالب۔

حدیث سوم فریابی اور عبدالرزاق اپنے مصنف اور سعید بن منصور سنن میں اور عبید بن حمید و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ اور حاکم مستدرک میں بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی قال نزلت فی ابی طالب کان ینھی عن اذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وینأی عما جاء بہ۔ یعنی یہ آیت ابوطالب کے بارے میں اُتری اور کافروں کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذا سے منع کرتے باز رکھتے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتے قال فی مفاتیح الغیب فیہ قولان منھم من قال المراد انھم ینھون عن التصدیق بنبوتہ والاقرار برسالتہ وقال عطاء ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی قریشا عن ایذاء النبی علیہ الصلاۃ والسلام ثم یتباعد عنہ ولا یتبعہ علی دینہ والقول الاول اشبہ لوجھین الاول ان جمیع الایات المتقدمۃ علی ھذہ الایۃ تقتضی ذم طریقتھم فکذٰلک قولہ وھم ینھون عنہ ینبغی ان یکون محمولا علی امر مذموم فلو حملناہ علی ان اباطالب کان ینھی عن ایذائہ لما حصل ھٰذا النظم والثانی انہ تعالیٰ قال بعد ذٰلک وان یھلکون الا انفسھم یعنی بہ ما تقدم ذکرہ ولا یلیق ذٰلک ان یکون المراد من قولہ وھم ینھون عنہ النھی عن اذیتہ کان ذٰلک حسن لا یوجب الھلاک اھ۔

اقول اصل الذم للنأی وقد تشدد بالنھی فان الذنب بعد العلم اشد منہ حین الجھل فذکر النھی لابانہ شدۃ مایلحقہ من الذم فی ذٰلک وعظمۃ ما یعتریہ من الوزر فما ھنالک فان العلم حجۃ اللہ مالک وعلیک الاتری الی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ابی طالب ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار کما سیأتی مع ما علم من حمایتہ وکفالتہ ونصرتہ ومحبتہ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

طول عمره فانما کاد یکون فی الدرک الاسفل لولا شفاعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما ابی الایمان مع کمال العرفان فالاٰیۃ علیٰ وزان قولہ تعالیٰ اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون ۝ فذکر فی سیاق الذم امرھم بالبر وتلاوتھم الکتاب وانما القصد الی نسیانھم نفسھم وذکر ھذین للتسجیل بل قال جل ذکرہ یا ایھا الذین لم تقولون ما لا تفعلون ۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۝ فشدد النکیر علی القول من دون عمل وان کان القول خیرا فی نفسہ قال فی معالم التنزیل قال المفسرون ان المؤمنین قالوا لو علمنا احب الاعمال الی اللہ عزوجل لعملناہ ولبذلنا فیہ اموالنا وانفسنا فانزل عزوجل ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا فابتلوا بذلک یوم احد فولوا مدبرین فانزل اللہ تعالیٰ لم تقولون ما لا تفعلون اھ وبہ یتحل الوجھان لمن انصف لاجرم ان قال الخفاجی فی العنایۃ بعد نقلہ کلام الامام فیہ نظر اھ وبالجملۃ فعطاء اعلم منا ومنکم باسالیب القراٰن ونظمہ نقلا عن ھذا الحبر العظیم الذی قد فاق اکثر الامۃ فی علم القراٰن وفہمہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل دوم احادیث

حدیث چہارم صحیحین ومسند امام احمد میں حضرت سیدنا عباس عم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، انہ قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما اغنیت عن عمک فواللہ کان یحوطک ویغضب لک قال ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار وفی روایۃ وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح یعنی اُنھوں نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کی حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا، خدا کی قسم وُہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لیے لوگوں سے لڑتا

جھگڑتا تھا۔ فرمایا میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا ہُوا پایا تو اُسے کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کر دیا۔ اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا۔

امام ابن[۳۲] حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں، یؤید الخصوصیۃ انہ بعد ان امتنع شفع لہ حتی خفف لہ العذاب بالنسبۃ لغیرہ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت سے ہوا کہ ابوطالب نے باآنکہ ایمان لانے سے انکار کیا، پھر بھی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نے اتنا کام دیا کہ بہ نسبت باقی کافروں کے عذاب ہلکا ہو گیا۔

حدیث پنجم صحیحین و مسند میں ابوسعید[۳۳] خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیٰمۃ فیجعل فی ضحضاح فی النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ۔ یعنی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ابوطالب کا ذکر آیا، فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ روزِ قیامت میری شفاعت اُسے یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کر دیا جائے گا جو اُس کے ٹخنوں تک ہو گی جس سے اُس کا دماغ جوش مارے گا۔ یونس بن بکیر نے حدیث محمد بن اسحٰق سے یُوں روایت کیا: یغلی منہ دماغہ حتی یسیل علی قدمیہ اُس کا بھیجا اُبل کر پاؤں پر گرے گا۔

عمدۃ[۳۴] القاری وارشاد الساری شروح صحیح بخاری و مواہب[۳۵] لدنیہ وغیرہا میں امام سہیلی[۳۶] سے منقول الحکمۃ فیہ ان اباطالب کان تابعا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لجملتہ الا انہ استمر ثابت القدم علی دین قومہ فسلط العذاب علی قدمیہ خاصۃ لتثبیتہ ایاھما علی دین قومہ یعنی ابوطالب کے پاؤں تک آگ رہنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ عزّ وجلّ جزا مشکل عمل دیتا ہے ابوطالب کا سارا بدن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت میں صرف رہا ملتِ کفر پر ثابت قدمی نے پاؤں پر عذاب مسلط کیا۔ اسی طرح تیسیر[۳۷] شرح جامع صغیر وغیرہ میں ہے۔

حدیث ششم بزار و ابویعلیٰ و ابن عدی و تمام حضرت جابر[۳۸] بن عبداللہ انصاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قیل للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھل نفعت ابا طالب قال اخرجتہ من غمرۃ جھنم الی ضحضاح منھا یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی، حضور نے ابو طالب کو کچھ نفع دیا۔ فرمایا، میں نے اُسے دوزخ کے غرق سے پاؤں تک کی آگ میں کھینچ لیا۔

امام علینی عمدہ میں فرماتے ہیں: فان قلت اعمال الکفرۃ ھباء منثور لا فائدۃ فیھا قلت ھذا النفع من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخصائصہ اِس کا بھی وہی مطلب ہے کہ ابو طالب کو یہ نفع ملنا صرف حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے ہے ورنہ کافروں کے اعمال تو غبار ہیں ہوا پر اڑا تے ہوئے۔

حدیث ہفتم طبرانی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ان الحارث بن ھشام اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم حجۃ الوداع فقال یارسول اللہ انک تحث علی صلۃ الرحم والاحسان الی الجار وابوار الیتیم واطعام الضیف واطعام المسکین وکل ذلک کان یفعلہ ھشام بن المغیرہ فما ظنک بہ یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل قبر لا یشھد صاحبہ ان لا الٰہ الا اللہ فھو جذوۃ من النار وقد وجدت عمی ابا طالب فی طمطام من النار فاخرجہ اللہ لمکانہ منی واحسانہ الی فجعلہ فی ضحضاح من النار۔ یعنی حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روز حجۃ الوداع حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، یارسول اللہ! حضور اِن باتوں کی ترغیب فرماتے ہیں رشتہ داروں سے نیک سلوک، ہمسایہ سے اچھا برتاؤ، یتیم کو جگہ دینا، مہمان کو مہمانی دینا، محتاج کو کھانا کھلانا اور میرا باپ ہشام یہ سب کام کرتا تھا تو حضور کا اُس کی نسبت کیا گمان ہے فرمایا جو قبر ہے جس کا مردہ لا الٰہ الا اللہ نہ مانتا ہو وہ دوزخ کا انگارا ہے میں نے خود اپنے چچا ابُو طالب کو سر سے اونچی آگ میں پایا۔ میری قرابت وخدمت کے باعث اللہ تعالیٰ نے اُسے وہاں سے نکال کر پاؤں تک آگ میں کر دیا۔

مجمع بحار الانوار میں بعلامت کاف امام کرمانی شارح بخاری سے منقول نفع

اباطالب اعماله ببرکته صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان کان اعمال الکفرۃ هباء منثورا یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے ابوطالب کے اعمال نفع دے گئے ورنہ کافروں کے کام تو نرے برباد ہوتے ہیں۔

حدیث ہشتم امام احمد مسند اور بخاری و مسلم اپنی صحاح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اهون اهل النار عذابا ابوطالب وهو منتعل بنعلين من نار يغلي منهما دماغه بیشک دوزخیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب پر ہے وہ آگ کے دو جوتے پہنے ہوئے ہے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے نیز صحیحین میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اهون اهل النار عذابا من له نعلان وشراكان من نار يغلي منهما دماغه كما يغلي المرجل ما يرى ان احدا اشد منه عذابا وانه لاهونهم عذابا دوزخ میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہے جسے آگ کے دو جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے جن سے اس کا دماغ دیگ کی طرح جوش مارے گا وہ یہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی پر ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔

اسی حدیث میں امام احمد کی روایت یوں ہے:

یوضع فی اخمص قدمیه جمرتان يغلي منهما دماغه۔	اس کے تلووں میں انگارے رکھے جائیں گے جس سے بھیجا ابلے گا۔

اور صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يقول الله لاهون اهل النار عذابا يوم القيمة لو ان لك ما في الارض من شيء اكنت تفتدي به فيقول نعم فيقول اردت	دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے سے اللہ عزوجل فرمائے گا تمام زمین میں جو کچھ ہے اگر تیری ملک ہوتا تو کیا اسے اپنے فدیہ میں دے کر عذاب سے نجات

منك اھون من ھذا وانت فی صلب آدم ان لاتشرك بی شیئا فابیت الا ان تشرك بی۔

مانگنے پر راضی ہوتا وہ عرض کرے گا ہاں، فرمائے گا میں نے تجھ سے روزِ میثاق اس سے بھی ہلکی اور آسان بات چاہی تھی کہ کسی کو میرا شریک نہ کرنا مگر تُو نے نہ مانا بغیر میرا شریک ٹھہرائے ہوئے۔

اِس حدیث سے بھی ابو طالب کا شرک پر مرنا ثابت ہے۔

کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے، قیل ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسح اباطالب بعد موتہ وانسی تحت قدمیہ ولذا ینتعل بنعلین من النار۔

یعنی کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد مرگ ابو طالب کے بدن پر دستِ اقدس پھیر دیا تھا مگر تلووں پر ہاتھ پھیرنا یاد نہ رہا اس لیے ابو طالب کو روزِ قیامت آگ کے دو جُوتے پہنائے جائیں گے باقی جسم بہ برکت دستِ اقدس محفوظ رہے گا۔

حدیث نہم امام شافعی و امام احمد و امام اسحٰق بن راھویہ و ابو داؤد طیالسی اپنی مسانید اور ابن سعد طبقات اور ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابو داؤد و نسائی سنن اور ابن خزیمہ اپنی صحیح اور ابن الجارود منتقی اور مروزی کتاب الجنائز اور بزار و ابو یعلی مسانید اور بیہقی سنن میں بطرق عدیدہ حضرت سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی قال قلت للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان عمك الشیخ الضال قد مات قال اذھب فوار اباك یعنی میں نے حضورِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! حضور کا چچا وہ بڈھا گمراہ مرگیا۔ فرمایا جا اُسے دبا آ۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے، مولیٰ علی نے عرض کی ان عمك الشیخ الکافر قد مات فما تری فیہ حضور کا چچا وہ بڈھا کافر مرگیا اُس کے بارے میں حضور کی کیا رائے ہے یعنی غسل وغیرہ دیا جائے یا نہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اری ان تغسلہ وتجنہ۔ نہلا کر دبا دو۔

امام شافعی کی روایت میں ہے: فقلت یارسول اللہ انہ مات مشرکا قال اذھب فوارہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! وہ تو مشرک مرا۔ فرمایا: جاؤ، دبا آؤ۔ امام الائمہ ابن خزیمہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔ امام حافظ الشان اصابہ فی تمیز الصحابہ میں فرماتے ہیں: صححہ ابن خزیمۃ اس حدیث جلیل کو دیکھیے ابو طالب کے مرنے پر خود امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ حضور کا وہ گمراہ کافر چچا مر گیا حضور اس پر انکار نہیں فرماتے نہ خود جنازے میں تشریف لے جاتے ہیں ابو طالب کی بی بی امیر المومنین کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب انتقال کیا ہے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر و قمیص مبارک میں انھیں کفن دیا اپنے دستِ مبارک سے لحد کھودی، اپنے دستِ مبارک سے مٹی نکالی پھر ان کے دفن سے پہلے خود اُن کی قبر مبارک میں لیٹے اور دُعا کی:

اللہ الذی یحیی ویمیت و	اللہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور خود زندہ
ھو حی لا یموت اغفر لامی	ہے کہ کبھی نہ مرے گا میری ماں فاطمہ بنت
فاطمۃ بنت اسد ووسع علیھا	اسد کو بخش دے اور اُن کی قبر وسیع کر
مدخلھا بحق نبیک والانبیاء	صدقہ اپنے نبی کا اور مجھ سے پہلے انبیاء کا
الذین من قبلی فانک	تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

ارحم الراحمین۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابن حبان والحاکم وصححہ وابو نعیم فی الحلیۃ عن انس ولنحوہ بن ابی شیبۃ عن جابر والشیرازی فی الالقاب وابن عبد البر وابو نعیم فی المعرفۃ والدیلمی بسند حسن عن ابن عباس وابن عساکر عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

کاش ابو طالب مسلمان ہوتے تو کیا سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے جنازہ میں تشریف نہ لے جاتے صرف اتنے ہی ارشاد پر قناعت فرماتے کہ جاؤ اُسے دبا آؤ۔ امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی قوتِ ایمان دیکھیے کہ خاص اپنے باپ نے انتقال کیا ہے

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کا فتویٰ دے رہے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ وہ تو مشرک مرا۔ ایمان اِن بندگانِ خدا کے تھے کہ اللہ و رسول کے مقابلہ میں باپ بیٹے کسی سے کچھ علاقہ نہ تھا اللہ و رسول کے مخالفوں کے دشمن تھے اگرچہ وہ اپنا جگر ہو دوستانِ خدا اور رسول کے دوست تھے اگرچہ اُن سے دنیوی ضرر ہو۔

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ ویدخلھم جنٰتٍ تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولٰئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ۝ جعلنا اللہ منھم بھم ولھم بفضل رحمتہ بھم انہ ھو الغفور الرحیم والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین اٰمین۔

حدیث دہم بخاری و مسلم اپنی صحاح اور ابن ماجہ اپنی سنن اور طحاوی شرح معانی الآثار اور اسماعیلی مستخرج علی صحیح البخاری میں بطریق امام علی بن حسین زین العابدین عن عمرو بن عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

انہ قال یا رسول اللہ این تنزل فی دارک بمکۃ فقال ھل ترک عقیل من رباع او دور وکان عقیل ورث ابا طالب ھو وطالب ولم یرثہ جعفر ولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما شیئا لانھما کانا مسلمین وکان عقیل وطالب کافرین فکان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لا یرث المؤمن الکافر ولفظ ابن ماجۃ والطحاوی فکان عمر من اجل ذٰلک یقول الخ ولفظ الاسماعیلی فمن اجل ذٰلک کان عمر یقول۔

یعنی انھوں نے خدمتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کی کہ یا رسول اللہ حضور کل مکہ معظمہ میں اپنے محلے کے کون سے مکان میں نزول اجلال فرمائیں گے۔ فرمایا: کیا ہمارے لیے عقیل نے کوئی محلہ یا مکان چھوڑ دیا ہے۔ امام زین العابدین نے فرمایا: ہُوا یہ تھا کہ ابو طالب کا ترکہ عقیل اور طالب نے پایا، اور جعفر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کچھ نہ ملا، یہ دونوں حضرات وقتِ موت ابی طالب مسلمان تھے اور طالب کافر تھا اور عقیل رضی اللہ تعالیٰ

عنہ بھی اُس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ اسی بنا پر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ کافر کا ترکہ مسلمان کو نہیں پہنچتا۔

تنبیہ لا شک ان قولہ وکان عقیل ورث ابا طالب مدرج فی الحدیث و لم یبین قائلہ فی الکتب الذی ذکرنا واخترت انا انہ الامام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال الامام العینی فی العمدۃ قولہ وکان عقیل ادراج من بعض الرواۃ ولعلہ من اسامۃ کذا قال الکرمانی اھ والصواب ما ذکرتہ وقد کتبت علی ہامش العمدۃ ما نصہ۔

اقول بل ہو من علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بینہ مالک فی مؤطاہ فانہ اسند اولا عن ابن شہاب بالسند المذکور فی الکتاب اعنی صحیح البخاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یرث المسلم الکافر اھ ثم قال مالک عن ابن شہاب عن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب انہ اخبرہ انما ورث ابا طالب عقیل وطالب ولم یرثہ علی قال فلذلک ترکنا نصیبنا من الشعب اھ وھکذا رواہ محمد فی مؤطاہ عن مالک مفرقا مصرحا فقد بین واحسن احسن اللہ الیہ والینا بہ آمین۔

حدیث یازدہم عمر بن شبہ کتاب مکہ میں اور ابو یعلی و ابو بشر اور سمویہ اپنے فوائد اور حاکم مستدرک میں بطریق محمد بن سلمہ عن ہشام بن حسان عن محمد بن سیرین قصہ اسلام ابی قحافہ والد امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال فلما مد یدہ یبایعہ بکی ابوبکر فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یبکیک قال لان تکون ید عمک مکان یدہ ویسلم ویقر اللہ عینک احب الی من ان یکون۔

یعنی جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ انور ابو قحافہ سے بیعت اسلام لینے کے لیے بڑھایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی ان کے ہاتھ کی جگہ آج حضور کے

چچا کا ہاتھ ہوتا اور اُن کے اسلام لانے سے اللہ تعالیٰ حضور کی آنکھ ٹھنڈی کرتا تو مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ یہ بات عزیز تھی۔ حاکم نے کہا یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے حافظ الشان نے اصابہ میں اسے مسلم رکھا اور فرمایا: سندہ صحیح۔

حدیث دوازدہم ابوقرہ موسیٰ بن طارق موسیٰ بن عبیدہ وہ عبداللہ بن دینار وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال جاء ابوبکر بابی قحافۃ یقودہ یوم فتح مکہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ترکت الشیخ حتی نأتیہ قال ابوبکر اردت ان یاجرہ اللہ والذی بعثک بالحق لانا کنت اشد فرحا باسلام ابی طالب لوکان اسلم منی بابی۔

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لاتے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس بوڑھے کو وہیں کیوں نہ رہنے دیا کہ ہم خود اُس کے پاس تشریف فرما ہوتے، صدیق نے عرض کی کہ میں نے چاہا کہ اللہ اُن کو اجر دے قسم اُس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ ابو طالب کے مسلمان ہونے کی خوشی ہوتی اگر وہ اسلام لے آتے اللہ اللہ یہ محبوب میں فنائے مطلق کا مرتبہ ہے صدق اللہ والذین اٰمنوا اشد حبا للہ۔ اسی طرح امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا انا باسلامک اذا اسلمت افرح منی باسلام الخطاب مجھے آپ کے اسلام کی جتنی خوشی ہوئی اپنے باپ خطاب کے اسلام کی اتنی نہ ہوتی ذکرہ ابن اسحٰق فی سیرتہ۔

حدیث سیزدہم[۱۳] یونس بن بکیر فی زیادات مغازی ابن اسحٰق عن یونس بن عمرو عن ابی السفر[۱] قال بعث ابوطالب الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اطعمنی من عنب جنتک فقال ابوبکر ان اللہ حرمہا علی الکافرین۔

یعنی ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر بھیجی کہ مجھے اپنی

جنت کے انگور کھلائیے۔ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ نے انھیں کافروں پر حرام کیا ہے۔

حدیث چہاردہم الواحدی من حدیث موسٰی بن عبیدہ قال اخبرنا محمد بن کعب القرظی قال بلغنی انہ لما اشتکی ابوطالب شکواہ التی قبض فیہا قالت لہ قریش ارسل الی ابن اخیک یرسل الیک من ھذہ الجنۃ التی ذکرھا یکون لک شفاء فارسل الیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ حرمہما علی الکافرین طعامہا وشرابہا ثم اتاہ فعرض علیہ الاسلام فقال لولا ان تعیر بہا فیقال جزع عمک من الموت لاقررت بہا عینک واستغفر لہ بعد ما مات فقال المسلمون ما یمنعنا ان نستغفر لاٰبائنا ولذوی قرابتنا قد استغفر ابراھیم علیہ السلام لابیہ ومحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ فاستغفروا للمشرکین حتی نزلت ما کان للنبی والذین اٰمنوا الاٰیۃ۔

یعنی ابوطالب کے مرض الموت میں کافرانِ قریش نے صلاح دی کہ اپنے بھتیجے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے عرض کرو کہ یہ جنت جو وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے تمہارے لیے کچھ بھیج دیں کہ تم شفا پاؤ۔ ابوطالب نے عرض کر بھیجی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔ پھر تشریف لاکر ابوطالب پر اسلام پیش کیا۔ ابوطالب نے کہا لوگ حضور پر طعنہ کریں گے کہ حضور کا چچا موت سے گھبرا گیا اس کا خیال نہ ہوتا تو میں حضور کی خوشی کر دیتا جب وہ مر گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے لیے دعائے مغفرت کی مسلمانوں نے کہا ہمیں اپنے والدوں قریبوں کے لیے دعائے بخشش سے کون مانع ہے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چچا کے لیے استغفار کر رہے ہیں یہ سمجھ کر مسلمانوں نے اپنے اقارب مشرکین کے واسطے دعائے مغفرت کی، اللہ عزوجل نے آیت اتاری کہ مشرکوں کے لیے یہ دعا نہ نبی کو روا نہ مسلمانوں کو جب کہ روشن

ہولیا کہ وہ جہنمی ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

حدیث پانزدہم [۱۵] ابو نعیم حلیہ میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

کانت مشیة الله عزوجل	اللہ تعالیٰ نے میرے چچا عباس کا مسلمان
فی اسلام عمی العباس و	ہونا چاہا اور میری خواہش یہ تھی کہ میرا
مشیتی فی اسلام عمی ابی	چچا ابوطالب مسلمان ہو اللہ تعالیٰ کا
طالب فغلبت مشیة الله	ارادہ میری خواہش پر غالب آیا کہ
مشیتی۔	ابوطالب کافر رہا

اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوتے۔ فللہ الحجة البالغة۔

فصل سوم

چونکہ اقوال ائمہ کرام و علمائے اعلام اوپر گزرے اور بعد کلام خدا اور رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا حالت منتظرہ باقی ہے خاتم کا حال خدا اور رسول سے زیادہ کون جانے عزمجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر تکثیر فوائد و تسکین زاید کے لیے بعض اور بھی کہ سردست پیش نظر ہیں اضافہ کیجیے کہ زیادت خیر زیادت خیر ہے وباللہ التوفیق۔

امام [۱] الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: ابو طالب عمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مات کافرا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی۔ والعیاذ باللہ۔

امام [۲] برہان الدین علی بن ابی بکر فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں: اذا مات الکافر وله ولی مسلم فانه یغسله ویکفنه ویدفنه بذلك امر علی رضی الله تعالیٰ عنه فی حق ابیه ابی طالب لکن یغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقة ویحفر حفیرة من غیر مراعاة سنة التکفین واللحد ولا یوضع فیه بل یلقی۔

امام [۳] ابوالبرکات عبداللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں: مات کافر یغسله

ولیہ المسلم ویکفنہ ویدفنہ والاصل فیہ انہ لما مات ابو طالب اتی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال ان عمّک الشیخ الضال قدمات فقال اغسلہ واکفنہ وادفنہ ولا تحدث حدثا حتی تلقانی ای لاتصل علیہ الخ

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں: مات للمسلم قریب کافر لیس لہ ولی من الکفار یغسلہ غسل الثوب النجس ویلفہ فی خرقۃ ویحفرلہ حفرۃ ویلقیہ فیہا من غیر مراعاۃ السنۃ فی ذالک لما روی ان اباطالب لما ھلک جاء علی فقال یارسول اللہ ان عمک الضال قدمات الخ

علامہ ابراہیم طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن پھر علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول نور الایضاح ان کان للکافر قریب مسلم غسلہ فرماتے ہیں، الاصل فیہ مارواہ ابوداؤد وغیرہ من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما مات ابوطالب الحدیث۔

علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں: یغسل ولی مسلم الکافر ویکفنہ ویدفنہ بذالک امر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یغسل ابیہ حین مات۔

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اپنے قرابت دار کافر مردہ کو نہلا سکتا ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنے باپ ابو طالب کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے نہلایا۔

فتح القدیر و کفایہ و بنایہ وغیرہا تمام شروح ہدایہ میں اس مضمون کو مقبول و مقرر رکھا۔ کتب فقہ میں اس کی عبارات بکثرت ملیں گی سب کی نقل سے اطالت کی حاجت نہیں۔ واضح ہوا کہ یہ سب علمائے کرام ابو طالب کو کافر جانتے ہیں یونہی امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب الرجل یموت لہ قرابۃ مشرک وضع فرمایا یعنی باب اُس شخص کا جس کا کوئی قرابت دار مشرک مرے اور امام نسائی نے باب مواراۃ المشرک یعنی دفن مشرک کا باب اور دونوں نے اُس میں یہی حدیث موت ابی طالب ذکر کی انہیں

نسائی کے اِسی مجتبیٰ میں ایک باب النہی عن الاستغفار للمشرکین ہے اِس میں حدیث دوم روایت کی ابن ماجہ نے سنن میں باب میراث اھل الاسلام من اھل الشرک لکھا یعنی مشرک کا ترکہ مسلم کو ملے گا یا نہیں اُس میں حدیث دوم وارد کی۔

امام اجل صاحب المذہب سیدنا امام مالک نے مؤطا شریف میں باب التوارث بین اھل الملل منعقد فرمایا یعنی مختلف دین والوں میں ایک کو دوسرے کا ترکہ ملنے کا حکم اور اور اُس میں حدیثیں مسلم وکافر کے عدم توارث کی روایت فرمائیں جن میں یہ حدیث امام زین العابدین دربارۂ ترکہ ابوطالب مذکور حدیث دہم بھی ارشاد کی۔

یونہی امام محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مؤطا شریف میں باب لا یرث المسلم الکافر منعقد فرماکر حدیث مذکور ایراد کی۔

امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری نے جامع صحیح کتاب الجنائز میں ایک باب وضع فرمایا باب اذا قال المشرك عند الموت لا الٰه الا اللّٰه یعنی باب اس کے بیان کا کہ مشرک مرتے وقت لا الٰه الا اللّٰه کہے تو کیا حکم ہے اور اُس میں حدیث دوم روایت فرمائی۔ اُسی کی کتاب الادب میں لکھا باب کنیة المشرك اس میں حدیث چہارم روایت اور حدیث مذکور سمعت النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم یقول وھو علی المنبران بنی ھاشم بن المغیرہ استاذنونی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب ذکر کی۔

امام قسطلانی نے تطبیق حدیث وترجمہ میں لکھا فذکر اباطالب المشرك بکنیة نبی صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب مشرک کو کنیت سے یاد فرمایا۔ پھر لکھا قد جوزوا ذکر الکافر بکنیتہ اذا کان لا یعرف الا بھا کما فی ابی طالب اوکان علی سبیل التألف رجاء اسلامھم او تحصیل منفعة منھم لا علی سبیل التکریم لانا مامورون بالاغلاظ علیھم علماء نے کافر کو کنیت سے ذکر کرنا جائز رکھا جب کہ وہ اور نام سے نہ پہچانا جائے جیسے ابوطالب یا بامید اسلام تالیف مقصود یا کام نکالنا ہو مگر بطور تکریم جائز نہیں کہ ہمیں اُن پر سختی کرنے کا حکم ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے قال ابن بطال فیہ جواز تکنیة المشرك۔ امام ابن بطال نے فرمایا، اس حدیث سے مشرک کو بلفظ کنیت یاد کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

اُسی میں ہے: فیہ دلالۃ ان اللہ تعالیٰ قد یعطی الکافر عوضاً من اعمالہ التی مثلہا یکون قربۃ لاھل الایمان باللہ تعالیٰ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر ان عمہ نفقتہ تربیتہ ایاہ وحیاطتہ لہ التخفیف الخ

اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ اللہ عزوجل کافر کو بھی اُس کے اعمال کا کچھ عوض دیتا ہے جو اہلِ ایمان کریں تو قربِ الٰہی پائیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور کے چچا کو حضور کی خدمت وحمایت نے تخفیفِ عذاب کا فائدہ دیا۔

امام عارف باللہ سیدی علی متقی کی قدس سرہٗ الملکی نے اپنی کتب جلیلہ منہج العمال وکنز العمال ومنتخب کنز العمال میں ایک باب منعقد فرمایا الباب الخامس فی اشخاص لیسوا من الصحابۃ اُن شخصوں کے ذکر میں جو صحابی نہیں اور اسی باب میں ابوطالب و ابوجہل وغیرہما کو ذکر کیا۔

اسی طرح علامہ عبدالرحمٰن بن علی شیبانے تیسیر الوصول الی جامع الاصول میں احادیث ذکر ابی طالب کو فصل غیر صحابہ میں وارد کیا اور اس میں صرف حدیث دوم وچہارم وپنجم کو جلوہ دیا۔ اگر ابوطالب کو اسلام نصیب ہوتا تو کیا وہ شخص صحابہ سے خارج ہو سکتا جس نے بچپن سے حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گود میں پالا اور مرتے دم تک حضر و سفر کی ہمرکابی سے بہرہ یابی کا غلغلہ ڈالا۔

یونہی امام حافظ الحدیث ابوالفضل شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ فی تمییز الصحابہ میں ابوطالب کو باب الکنیٰ حرف الطاء المہملہ کی قسم رابع میں ذکر کیا۔ یعنی وہ لوگ جنھیں صحابی کہنا مردود و غلط و باطل ہے۔

اُسی میں فرماتے ہیں: ورد من عدۃ طرق فی حق من مات فی الفترۃ ومن ولد مجنونا ونحو ذلک ان کلا منہم یدلی بحجتہ ویقول لو عقلت او ذکرت لآمنت فترفع لہم نار ویقال لہم ادخلوھا فمن دخلہا کانت علیہم برداً وسلاما ومن امتنع اُدخلہا کرھا ونحن نرجو ان یدخل عبدالمطلب وآل بیتہ فی جملۃ من یدخلہا طائعا فینجو لکن ورد فی ابی طالب ما یدفع ذلک وھو ما تقدم من

ایۃ براءۃ وما فی الصحیح انہ فی ضحضاح من النار فھذا شان من مات علی الکفر فلو کان مات علی التوحید نجا من النار اصلا والاحادیث الصحیحۃ والاخبار المتکاثرۃ طافحۃ بذٰلک اھ مختصرا۔ یعنی بہت اسانید سے حدیث آئی کہ جو زمانہ فترت میں اسلام آنے سے پہلے مرگیا یا مجنون پیدا ہُوا اور جنون ہی میں گزر گیا اور اسی قسم کے لوگ جنھیں دعوتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء نہ پہنچی اُن میں ہر ایک روزِ قیامت ایک عذر پیش کرے گا کہ الٰہی میں عقل رکھتا یا مجھے دعوت پہنچتی تو میں ایمان لاتا ان کے امتحان کو ایک آگ بلند کی جائے گی اور ارشاد ہوگا اس میں جاؤ جو حکم مانے گا اور اس میں داخل ہوگا وہ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی ہوجائے گی اور جو نہ مانے گا جبراً آگ میں ڈالا جائے گا اور ہمیں امید ہے کہ عبدالمطلب اور اُن کے گھر والے کہ قبل ظہور نور اسلام انتقال کر گئے وُہ سب اُنھیں لوگوں میں ہوں گے جو اپنی خوشی سے اُس امتحانی آگ میں جاکر ناجی ہوجائیں گے مگر ابوطالب کے حق میں وُہ وارد ہولیا جو اسے دفع کرتا ہے سورۂ توبہ شریف کی آیت اور حدیث صحیح کا ارشاد کہ وُہ پاؤں تک کی آگ میں ہے یہ حال اُس کا ہے جو کافر مرے اگر اخیر وقت اسلام لاکر مرتا ہوتا تو دوزخ سے نجات کلی چاہیے تھی صحیح وکثیر حدیثیں کفرِ ابی طالب ثابت کررہی ہیں۔ پھر فرمایا: وقد فخر المنصور علی محمد بن عبد اللہ بن الحسن لما خرج بالمدینۃ وکاتبہ المکاتبات المشھورۃ ومنھا فی کتاب المنصور وقد بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ اربعۃ اعمام فاٰمن بہ اثنان احدھما ابی وکفر بہ اثنان احدھما ابوك۔

یعنی جب امام نفس زکیہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے خلیفۂ عباسی عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما مشہور بہ منصور دوانیقی پر خروج فرمایا اور مدینہ طیبہ پر تسلط کرکے خلیفہ و امیر المومنین لقب پایا اُن میں اور خلیفہ مذکور منصور میں مکاتبات مشہورہ ہوئے از ان جملہ منصور نے ایک نامہ میں لکھا جب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہُوئی حضور کے چار چچا زندہ تھے حمزہ و عباس و ابوطالب و ابولہب دو حضور پر ایمان لائے ایک اُن میں میرے باپ ہیں

یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دو کافر رہے ایک اُن میں آپ کے باپ ہیں، یعنی ابو طالب پر منصور علاوہ خلیفہ و اہلبیت ہونے کے خود بھی علمائے تبع تابعین و فقہاء و محدثین سے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں انھیں فقیہ النفس وجید المشارکۃ فی العلم لکھا اور فرمایا: ولد سنۃ خمس وتسعین وادرک جدہ ولم یروعنہ وروی عن ابیہ وعن عطاء بن یسار وعنہ ولدہ المہدی اور امام اجل نفس زکیہ کو یوں بے تامل لکھ بھیجنا اور امام کا اس پر رد نہ فرمانا بھی بتا رہا ہے کہ کفر ابی طالب واضح و مشہور بات تھی اصابہ میں اس کے بعد فرمایا ومن شعر عبد اللہ بن المعتز یخاطب الفاطمیین ؎

وانتم بنو بنتہ دوننا
ونحن بنو عمہ المسلم

یعنی عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن محمد بن ہارون بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا یوں کہیے کہ چھ خلفاء کے بیٹے عبد اللہ ابن المعتز باللہ ابن المتوکل ابن المعتصم ابن الرشید ابن المہدی ابن المنصور کا ایک شعر بعض سادات کرام کے خطاب میں ہے کہ تم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے ہو ہم نہیں اور ہم حضور کے مسلمان چچا کے بیٹے ہیں۔ اس میں بھی کفر ابی طالب پر صاف تعریض موجود ہے عبد اللہ اہل علم و فضل سے ہیں حدیث میں علی بن حرب معاصر امام بخاری و مسلم کے شاگرد نیز امام ممدوح کتاب الاحکام پھر امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں: نحن نرجو ان یدخل عبد المطلب وآل بیتہ الجنۃ الا ابا طالب فانہ ادرک البعثۃ ولم یؤمن اھ باختصار۔ ہم امید کرتے ہیں کہ عبد المطلب اور ان کے اہلبیت سب جنت میں جائیں گے سوا ابو طالب کے کہ زمانہ اسلام پایا اور ایمان نہ لائے نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں: من عجائب الاتفاق ان الذین ادرکہم الاسلام من اعمام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اربعۃ لم یسلم منہم اثنان واسلم اثنان وکان اسم من لم یسلم ینافی اسامی المسلمین وھما ابو طالب اسمہ

عبد مناف وابولہب واسمہ عبد العزی بخلاف من اسلم وھما حمزۃ والعباس۔ عجائب اتفاق سے ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار چچا زمانۂ اسلام میں زندہ تھے دو اسلام نہ لائے اور دو مشرف باسلام ہوئے وہ دو کہ اسلام نہ لائے اُن کے نام بھی پہلے ہی سے مسلمانوں کے نام کے خلاف تھے ابو طالب کا نام عبد مناف تھا اور ابولہب کا عبد العزیٰ اور دو کہ مسلمان ہوئے اُن کے نام پاک وصاف تھے حمزہ وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کذا اثرہ الزرقانی فی شرح المواہب۔

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں: کان العباس اصغر اعمامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یسلم منھم الا ھو وحمزۃ۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب میں چھوٹے چچا تھے۔ حضور کے اعمام میں صرف یہ اور حضرت حمزہ مسلمان ہوئے وبس امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ اواخر صلاۃ اس مسئلہ کے بیان میں کہ کافر کے لیے دعائے مغفرت ناجائز ہے۔ آیت دوم تلاوت کرکے فرماتے ہیں: ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول الآیۃ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابی طالب لاستغفرن لک ما لم انہ عنک صحیحین میں ثابت ہوچکا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب کے لیے دعائے مغفرت کی تھی اس پر یہ آیت اُتری۔

امام محی السنہ بغوی معالم شریف اول رکوع سورۂ بقر میں زیر قولہ تعالیٰ ان الذین کفروا سواء علیھم، پھر قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی کتاب الخمیس میں فرماتے ہیں: کفر چار قسم ہے کفر انکار وکفر جحود وکفر عناد وکفر نفاق کفر انکار یہ کہ اللہ عزوجل کو نہ دل سے جانے اور زبان سے مانے جیسے ابلیس ویہود اور کفر نفاق یہ کہ زبان سے نہ مانے مگر دل میں نہ جانے وکفر العناد ھو ان یعرف اللہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولا یدین بہ ککفر ابی طالب حیث یقول ؎

لقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریۃ دینا

لولا الملامۃ او حذار مسبۃ
لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

یعنی کفر عنادیہ کہ اللہ تعالیٰ کو دل سے بھی جانتے اور زبان سے بھی کہے مگر تسلیم و گرویدگی سے باز رہے جیسے ابو طالب کا کفر کہ یہ شعر کہے واللہ میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دین تمام جہان کے دینوں سے بہتر ہے اگر ملامت یا طعنہ سے بچنا نہ ہوتا تو تو مجھے دیکھتا کہ میں کیسی اجلی دلی کے ساتھ صاف صاف اس دین کو قبول کر لیتا۔ امام ممدوح یہ چاروں قسمیں بیان کر کے فرماتے ہیں: جمیع ھذہ الاصناف سواء فی ان من لقی اللہ تعالیٰ بواحد منھا لا یغفرلہ۔ یہ سب قسمیں اس حکم میں یکساں ہیں کہ جو ان میں سے کسی قسم کا کفر کر کے اللہ عزوجل سے ملے گا وہ کبھی اُسے نہ بخشے گا۔

امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی نے شرح التنقیح پھر امام قسطلانی نے مواہب میں کفار کی چار قسمیں کر کے ایک قسم یوں بیان فرمائی، من امن بظاھرہ و باطنہ وکفر بعدم الاذعان للفروع کما حکی عن ابی طالب انہ کان یقول انی لا علم ان ما یقولہ ابن اخی لحق ولولا اخاف ان تعیرنی نساء قریش لاتبعتہ وفی شعرہ یقول ؎

لقد علموا ان ابننا لا مکذب
یقینا و لا یعزی لقول الاباطل

فھذا تصریح باللسان و اعتقاد بالجنان غیر انہ لم یذعن۔ یعنی ایک کافر وہ ہے جو قلب سے عارف زبان سے معترف ہو مگر اذعان نہ لائے جیسے ابو طالب سے مروی کہ بے شک میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو کچھ میرے بھتیجے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں ضرور حق ہے اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں مجھے عیب لگائیں گی تو ضرور میں اُن کا تابع ہو جاتا اور اپنے ایک شعر میں کہا خدا کی قسم کافران قریش خوب جانتے ہیں کہ ہمارے بیٹے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقیناً سچے ہیں اور معاذ اللہ کوئی کلمہ خلاف حق کہنا اُن کی طرف نسبت نہیں کیا جاتا تو یہ زبان سے تصریح اور دل سے اعتقاد سب کچھ ہے مگر اذعان

نہ ہوا۔

امام[92] ابن اثیر جزری نہایہ، پھر علامہ[93] زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

کفر عناد ھو ان یعرفہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولا یدین بہ کابی طالب۔

کفر عناد یہ ہے کہ دل سے پہچانے اور زبان سے اقرار کرے مگر تسلیم و انقیاد سے باز رہے جیسے ابوطالب۔

علامہ مجد[94] الدین فیروز آبادی سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

چوں عمِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُبوطالب بیمار شد با وجود آنکہ مشرک بود اورا عیادت فرمود و دعوتِ اسلام کرد ابوطالب قبول نہ کرد آہ ملخصاً۔

شیخ[95] محقق مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث صحیح اثبات کردہ است برائے ابوطالب کفر را۔

پھر بعد ذکرِ احادیث فرمایا: وورد و بغیۃ[96] الاحباب نیز اخبار موت ابوطالب بر کفر آوردہ، الخ

بحر[97] العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

احادیث کفرہ شہیرۃ وقد نزل فی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی شان عمہ ابی طالب انک لا تہدی من احببت کما فی صحیح مسلم وسنن الترمذی وقد ثبت فی الخبر الصحیح عن الامام محمد ن الباقر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و وجوہ اٰبائہ الکرام ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورث طالبا وعقیلا اباھما ولم یورث علیا وجعفرا ولذا ترکنا نصیبنا فی الشعب کذا فی مؤطا الامام مالک۔

یعنی کفرِ ابوطالب کی حدیثیں مشہور ہیں پھر اُس کے ثبوت میں آیت اولیٰ کا اُترنا اور حدیث دہم کفرِ ابی طالب کی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علی وجعفر کو ترکہ نہ دلانا بیان فرمائی۔

اقول وذکر الامام الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقع زلۃ من القلم وانما هو الامام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما اسمعناک من المؤطا والصحیحین وغیرهما۔

نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض فصل الوجہ الخامس من وجوہ السب میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا:

حدیث مسلم ان ابی وابا ک فی النار اراد بابیہ عمہ اباطالب لان العرب تسمی العم ابا۔

یعنی عرب کی عادت ہے کہ باپ کو چچا کہتے ہیں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسی عادت پر اس حدیث میں اپنے چچا ابوطالب کو باپ کہہ کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔

امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اسی حدیث کے نسبت فرماتے ہیں:

ما المانع ان یکون المراد بہ عمہ ابوطالب وکانت تسمیۃ ابی طالب ابا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شائعا عندہم لکونہ عمہ وکونہ ربّاہ وکفلہ من صغرہ اھ ملخصا۔

کون مانع ہے کہ اس حدیث میں ابوطالب مراد ہو کہ وہ دوزخ میں ہے اس زمانہ میں شائع تھا کہ ابوطالب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باپ کہا جاتا چچا ہونے اور بچپن سے حضور اقدس کی خدمت وکفالت کرنے کے باعث **اقول** جس طرح بھی ابوطالب کے شعر سے گزرا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا بیٹا کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب کی بی بی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی ماں فرمایا۔ اُسی میں فرماتے ہیں:

اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ شفعت لابی وامی وابی طالب واخ لی کان فی الجاهلیۃ او رد ۔۔

المحب الطبری وھو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربیٰ وقال ان ثبت فھو مؤول فی ابی طالب علی ما ورد فی الصحیح من تخفیف العذاب عنہ بشفاعتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتھٰی وانما احتاج الی تاویلہ فی ابی طالب دون الثلثۃ ابیہ وامہ واخیہ یعنی من الرضاعۃ لان اباطالب ادرک البعثۃ ولم یسلم والثلثۃ ماتوا فی الفترۃ ۔

یعنی ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ میں روزِ قیامت اپنے والدین اور ابوطالب اور اپنے ایک رضاعی بھائی کی کہ زمانہ جاہلیت میں گزرا ، شفاعت فرماؤں گا۔

امام محب طبری نے کہ حافظان حدیث وعلمائے فقہ سے ہیں ذخائر العقبی میں فرمایا یہ حدیث اگر ثابت بھی ہو تو ابوطالب کے بارے اِس کی تاویل وہ ہے جو صحیح حدیث میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے عذاب ہلکا ہو جائے گا۔ امام سیوطی فرماتے ہیں ، خاص ابوطالب کے باب میں تاویل کی حاجت یہ ہوئی کہ ابوطالب نے زمانہ اسلام پایا اور کفر پر اصرار رکھا بخلاف والدین کریمین و برادر رضاعی کہ زمانہ فترت میں گزرے۔

اقول یہاں تاویل بمعنی بیان مراد و معنی ہے جس طرح شرح معانی قرآن کو تاویل کہتے ہیں۔ کفار سے تخفیف عذاب بھی حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے ہی شفاعت کبریٰ کہ فتح باب حساب کے لیے سب تمام جہان کو شامل و عام ہے ۔ امام نووی نے باآنکہ ابوطالب کو بالیقین کافر جانتے ہیں تبویب صحیح مسلم شریف میں حدیث چہارم و پنجم کا باب یوں لکھا باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لابی طالب و التخفیف عنہ بسببہ امام بدرالدین زرکشی نے خادم میں امام ابن ماجہ سے نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقسام شفاعت سے وہ تخفیف عذاب ہے جو ابولہب کو بروز دوشنبہ ملتی ہے لسرورہ بولادۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واعتاقہ ثویبۃ حین بشرت بہ وانما ھی کرامۃ لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس لیے کہ اُس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کی خوشی کی اور اُس کا مژدہ سُن کر ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ یہ حضور ہی کا فضل ہے جس کے باعث اُس نے تخفیف پائی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقلہ فی المسالک ایضاً نیز مسالک الحنفا پھر شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے:

قد ثبت فی الصحیح واخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ابا طالب اھون اھل النار عذابا اھ ملتقطا۔ بیشک صحاح میں ثابت ہے اور صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ ابوطالب پر سب دوزخیوں سے کم عذاب ہے۔

اللھم اجرنا من عذابک الالیم بجاہ نبیک الرؤف الرحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ وادوم التسلیم آمین والحمد للہ رب العلمین۔

فصل چہارم

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیر حدیث ہشتم فرماتے ہیں:

ھذا یؤذن بموتہ علی کفرہ وھو الحق ووھم البعض۔

یعنی یہ حدیث بتاتی ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور یہی حق ہے اور اس کا خلاف وہم ہے۔

امام عینی زیر حدیث دوم وچہارم فرماتے ہیں:

ھذا کلہ ظاھر انہ مات علی غیر الاسلام فان قلت ذکر السھیلی انہ رای فی بعض کتب المسعودی انہ اسلم قلت ھذا لا یعارض ما فی الصحیح۔

ان سب حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ابوطالب کی موت غیر اسلام پر ہوئی۔ اگر تو کہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ انھوں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ابوطالب اسلام لے آئے میں کہوں گا ایسی بے سروپا حکایت احادیث صحیح بخاری کی معارض نہیں ہو سکتی۔

اقول علاوہ بریں اگر یہ مسعودی علی بن حسین صاحب مروج ہے تو خود رافضی ہے اس کی کتاب مروج الذھب خلفائے کرام وصحابہ عظام عشرہ مبشرہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر صریح تبرا سے جابجا آلودہ وملوث ہے لوط بن یحییٰ ابومخنف رافضی خبیث ہالک کے اقوال

نقول بکثرت لاتا ہے جس کے مردود و تالف ہونے پر ائمۂ جرح و تعدیل کا اجماع ہے اسی طرح اور رفاض و فساق وہالکین کے اخبار پر اُس کی کتاب کا مدار ہے جیساکہ اُس کے مطالعہ سے واضح و آشکار ہے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے نسخہ مروج الذہب کے حاشیہ پر اس کی تنبیہ لکھ دی ہے شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ست و ہمچنیں مسعودی صاحب مروج الذہب و ابو الفرج اصبہانی صاحب کتاب الاغانی و علیٰ ہذا القیاس امثال اینہا را این فرقہ در عداد اہلسنت داخل کنند و بمنقولات و معقولات ایشاں الزام اہلسنت خواہند۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

القول باسلام ابی طالب لا یصح قالہ ابن عساکر وغیرہ۔ ابو طالب کا اسلام ماننا غلط ہے امام ابن عساکر وغیرہ نے اس کی تصریح کی۔ اسی طرح اصابہ میں ہے: کما سیأتی۔

علامہ شہاب نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

من الغریب ما نقلہ بعضھم ان اللہ تعالیٰ احیاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فآمن بہ کابویہ واظنہ من افتراء الشیعۃ۔

غرائب سے ہے یہ جو بعض نے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح ابو طالب کو بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے زندہ کیا کہ بعد مرگ جی کر مشرف باسلام ہوئے میرے گمان میں یہ رافضیوں کی گڑھت ہے۔

اقول وضاع کذاب رافضیوں ہی میں منحصر نہیں مگر یہ اُن کے مسلک کے موافق ہے لہٰذا اس کی وضع کا گمان اُنھیں کی طرف جاتا ہے پھر بھی بے تحقیق جزم کی کیا صورت ممکن کہ کسی اور نے وضع کی ہو اس بنا پر لفظ ظن فرمایا ورنہ اُس کے موضوع و مفتری ہونے میں تو شُبہ نہیں کما لا یخفی۔

علامہ[۱۱۳] صبان محمد بن علی مصری کتاب اسعاف الراغبین میں فرماتے ہیں:

اما اعمامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاثنا عشرۃ حمزۃ والعباس وھما مسلمان وابوطالب والصحیح انہ مات کافرا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارہ چچا تھے حمزہ وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یہی دو مشرف باسلام ہوئے اور ابوطالب اور صحیح یہی ہے کہ یہ کافر مرے۔

فصل پنجم

شرح[۱۱۴] مقاصد وشرح تحریر پھر ردالمحتار حاشیہ درمختار باب المرتدین میں ہے:

المصر علی عدم الاقرار مع مطالبۃ بہ کافر وفاقا لکون ذلک من امارات عدم التصدیق ولھذا اطبقوا علی کفر ابی طالب۔

جس سے اقرار اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اقرار نہ کرنے پر اصرار رکھے بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے اسی واسطے تمام علماء نے کفر ابی طالب پر اجماع کیا ہے۔

مولانا[۱۱۵] علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اذا امربھا وامتنع وابی عنھا کابی طالب فھو کافر بالاجماع۔

جسے شہادت کلمہ اسلام کا حکم دیا جائے اور وہ باز رہے اور ادائے شہادت سے انکار کرے جیسے ابوطالب تو وہ بالاجماع کافر ہے۔

مرقاۃ[۱۱۶] شرح مشکوٰۃ میں اس شخص کے بارہ میں جو قلب سے اعتقاد رکھتا تھا اور بغیر کسی عذر ومانع کے زبان سے اقرار کی نوبت نہ آئی علماء کا اختلاف کہ یہ اعتقاد بے اقرار کے آخرت میں نافع ہوگا یا نہیں، نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت لکن بشرط عدم طلب الاقرار منہ فان ابی بعد ذلک فکافر اجماعا لقضیۃ

ابی طالب - یعنی یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ اُس سے اقرار طلب نہ کیا گیا ہو اور اگر بعد طلب باز رہے جب تو بالاجماع کافر ہے ابوطالب کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔ اُسی کی فصل ثانی باب اشراط الساعۃ میں ہے:

ابوطالب لم یؤمن عند اھل السنۃ۔ اہل سنت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

مشایخ حدیث و علمائے سنت برین اند کہ ایمان ابوطالب ثبوت نہ پذیرفتہ و در صحاح احادیث ست کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در وقت وفات وی بر سروی آمد و عرض اسلام کرد وی قبول نہ کرد۔

فصل ششم

امام ابن حجر مکی افضل القریٰ لقراء ام القریٰ میں ابوطالب کی بیت مروی صحیح بخاری کہ ہم نے شروع جواب میں ذکر کی لکھ کر فرماتے ہیں:

ھذا البیت من جملۃ قصیدۃ لہ فیھا مدح عجیب لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اخذ الشیعۃ منھا القول باسلامہ۔	یہ بیت ابوطالب کے ایک قصیدہ کی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عجیب نعت ہے یہاں تک کہ رافضیوں نے اس سے ابوطالب کا مسلمان ہونا اخذ کر لیا۔

پھر فرماتے ہیں:

صرائح الاحادیث المتفق علی صحتھا ترد ذٰلک لیکن صاف اور روشن حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسلام ابوطالب کو رد کر رہی ہیں۔

علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں روایت ضعیفہ ابن اسحٰق کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب مع اپنے جوابوں کے آتی ہے ذکر کر کے فرماتے ہیں:

بھذا احتج الرافضۃ ومن تبعھم علی اسلامہ رافضی اور جو اُن کے پیرو ہوئے

وہ اسی روایت سے ابوطالب کے اسلام پر سند لاتے ہیں۔

انوار[۱۲۱] التنزیل وارشاد العقل میں زیر آیہ کریمہ انک لا تھدی من احببت فرمایا الجمھور علی انھا نزلت فی ابی طالب جمہور ائمہ کے نزدیک یہ آیت دربارۂ ابوطالب اُتری۔

علامہ[۱۲۲] خفاجی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: اشارۃ الی الرد علی بعض الرافضۃ اذ ذھب الی اسلامہ یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رد کی طرف کہ وہ اسلام ابوطالب کے قائل ہیں۔

اصابہ[۱۲۳] میں ہے: ذکر جمع من الرافضۃ انہ مات مسلما قال ابن عساکر فی صدر ترجمتہ قیل انہ اسلم ولا یصح اسلامہ مختصرا۔ رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابوطالب مسلمان مرے۔

امام[۱۲۴] ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شروع تذکرہ ابوطالب میں فرمایا بعض اسلام ابوطالب کے قائل ہوئے اور یہ صحیح نہیں۔

زرقانی[۱۲۵] میں ہے:

الصحیح ان اباطالب لم یسلم وذکر جمع من الرافضۃ انہ مات مسلما وتمسکوا باشعار واخبار واھیۃ تکفل بردھا فی الاصابہ۔	صحیح یہ ہے کہ ابوطالب مسلمان نہ ہوئے رافضیوں کی ایک جماعت نے اُن کا اسلام پر مرنا مانا اور کچھ شعروں اور واہیات خبروں سے تمسک کیا جن کے رد کا امام حافظ الشان نے اصابہ میں ذمہ لیا۔

نسیم[۱۲۶] فصل کیفیۃ الصلاۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والتسلیم میں ہے:

ابوطالب توفی کافرا وادعاء بعض الشیعۃ انہ اسلم لا اصل لہ۔	ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور بعض رافضیوں کا دعوٰی باطلہ کہ وہ اسلام لائے محض بے اصل ہے۔

شیخ[۱۲۷] محقق شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

"شیخ ابن حجر در فتح الباری میگوید معرفت ابوطالب بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در بسیاری از اخبار آمدہ و تمسک کردہ بدان شیعہ بر اسلام وے واستدلال کردہ اند بر دعوٰی خود بچیزی کہ دلالت ندارد بر آں۔"

اُسی میں ہے:

مخفی نماند کہ صحت اسلام ابوین بلکہ سائر آبائی وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشہور ست و شیعہ اسلام ابوطالب را نیز ازیں قبیل دانند۔ اھ مختصرا

فصل ہفتم

الحمدللہ کلام اپنی نہایت کو پہنچا بعد اس قدر نصوص علیۂ وجلیۂ قرآن وحدیث وارشادات صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ قدیم وحدیث کے منصف کو چارہ نہیں مگر تسلیم اور شبہات کا حصہ نہیں مگر فنائے عمیم پھر بھی تبیین مرام وتسکین اوہام مناسب مقام۔ عمرو نے آٹھ شبہے ذکر کیے اور نواں کہ اگر شبہ کہنے کے بھی کچھ قابل ہے تو وہی ہے اُس سے متروک ہُوا ہم اُن سب کو ذکر کرکے بتوفیق اللہ تعالٰی اظہار جواب وابانت صواب کریں۔

شبہۂ اولٰی کفالت اقول ہاں بالیقین مگر کفالت نبی مستلزم اطاعت نبی نہیں قال اللہ تعالٰی فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا الآیات و قال اللہ تعالٰی قال الم نربك فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرك سنین۔

شبہۂ ثانیہ نصرت وحمایت نقول ضرور مگر مدعا سے دور۔ رافضی اس سے دلیل لائے اور علمائے سنت جواب دے چکے۔ اصابہ میں فرمایا:

استدلال الرافضی بقول اللہ تعالٰی فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعو النور الذی انزل معہ اولٰئك ھم المفلحون ٥ قال وعزرہ ابوطالب ونصرہ بما اشتھر وعلم ونابذ قریشا وعاداھم بسببہ مما لا یدفعہ احد من نقلۃ الاخبار فیکون من المفلحین انتھی وھذا مبلغھم من العلم وانا نسلم انہ نصرہ وبالغ فی ذلك لکنہ لم یتبع النور الذی معہ وھو الکتاب العزیز الداعی الی التوحید

ولا یحصل الفلاح الا بحصول ما رتب علیہ من الصفات کلھا۔

یعنی اسلام ابی طالب پر رافضی اس آیت سے دلیل لایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی نصرت و مدد کی اور جو نور اس نبی کے ساتھ اتارا گیا اُس کے پیرو ہوتے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ رافضی نے کہا، ابوطالب کی مدد و نصرت مشہور و معروف ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے قریش سے مخالفت کی عداوت باندھ لی جس کا کوئی راوی اخبار انکار نہ کرے گا تو وُہ فلاح پانے والوں میں ٹھہرے۔ رافضیوں کے علم کی رسائی یہاں تک ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابوطالب نے ضرور نصرت کی اور بدرجۂ غایت کی مگر اس نور کا تو اتباع نہ کیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اُترا یعنی قرآن مجید داعی توحید اور فلاح تو جب ملے کہ جتنی صفات پر اُسے مرتب فرمایا ہے سب حاصل ہوں۔

اقول اولاً: یہ نصرت وحمایت کا قصہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہو چکا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! ابوطالب چنین وچنان کرتا اُسے کیا نفع ملا جواب جو ارشاد ہوا حدیث چہارم میں گزرا۔

ثانیاً: بلکہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر خود رب العزت جواب دے چکا کہ اوروں کو نبی کی ایذا سے روکتے اور خود اُس پر ایمان لانے سے بچتے ہیں دیکھو آیت و حدیث سوم۔

ثالثاً: اعتبار خاتمہ کا ہے انما الاعمال بالخواتیم جب ابوطالب کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت تو اب اگلے قصے سنانا اور گزشتہ کفالت ونصرت سے دلیل لانا محض ساقط۔ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث طویل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فواللہ الذی لا الٰہ غیرہ ان	قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں تم
احدکم لیعمل بعمل اھل الجنۃ	میں کوئی شخص جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے
حتی مایکون بینہ وبینھا الا ذراع	یہاں تک کہ اُس میں اور جنت میں صرف
فیسبق علیہ الکتاب فیعمل	ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے اتنے میں تقدیر

بعمل اھل النار فیدخل النار۔ | غالب آجاتی ہے کہ دوزخیوں کے کام کرکے دوزخ میں جاتا ہے۔ (والعیاذ باللہ رب العلمین)

رابعاً: نہ صرف اسلام مستلزم اسلام نہ ثبوت خاص نہ ثبوت عام صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی غزوۂ خیبر میں ایک مدعیِ اسلام نے ہمراہ رکاب اقدس سخت جہاد اور کافروں سے عظیم قتال کیا صحابہ اس کے مداح ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخی ہے اس پر قریب تھا کہ بعض لوگ متزلزل ہوجائیں (یعنی ایسے عالی درجے عمدہ کام ایسے جلیل وجمیل نصرتِ اسلام اور اس پر ناری ہونے کے احکام) بالآخر خبر پائی کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوا اور درد کی تاب نہ لایا رات کو اپنا گلا کاٹ کر مرگیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خبر سُن کر فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں، پھر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کردیں انہ لا یدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ وان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر بیشک جنت میں کوئی نہ جائے گا مگر مسلمان جان اور بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد کرتا ہے فاسق کے ہاتھ پر اسی کے قریب طبرانی نے کبیر میں عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی نسائی و ابن حبان حضرت انس بن مالک اور احمد و طبرانی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بسند جید راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ یؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم۔ | بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے فرماتا ہے جن کا کوئی حصہ نہیں۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ لیؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ۔ | بے شک اللہ تعالیٰ اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کراتا ہے جو خود اہلِ اسلام سے نہیں۔

نسأل اللہ العفو والعافیہ

شبہہ ثالثہ محبت اقول بے شک مگر حد طبعی تک جیسے چچا کو بھتیجے سے چاہیے اور بھتیجے بھی کیسے کہ حقیقی بھائی نوجوان گزرے ہوسنے کی اکلوتی نشانی

پھر اُس پر جمال صورت و کمال سیرت وہ کہ اپنے تو اپنے غیر دیکھیں تو فدا ہو جائیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاندان ہاشمی ایک اسی چراغ محمود و شمع بے دود سے روشن تھا خاندانی حمیت ہر عاقل کو ہوئی ہے خصوصاً عرب خصوصاً قریش خصوصاً بنی ہاشم میں اس کا عظیم مادہ و لہٰذا جب یہ آیہ کریمہ فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین ہ نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علانیہ دعوتِ اسلام شروع کی اشرافِ قریش جمع ہوکر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ تمام عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر اچھی اٹھان والا لڑکا ہم سے لو اُسے بجائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرورش کرو اور اُنھیں ہم کو دے دو اور اسی ارادۂ فاسدہ پر عمارہ بن ولید کو لے کر گئے تھے کہ ابوطالب نے مانا تو اسے اُنھیں دے دیں گے ابوطالب نے کہا:

واللہ لبئس ماتسومونی اتعطونی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا واللہ مالا یکون ابدا احین تروح الابل فان حنت ناقۃ الی غیر فصیلھا دفعتہ الیکم۔	خدا کی قسم کیا بُری گاہک میرے ساتھ کرتے ہو کیا تم اپنا بیٹا مجھے دو کہ میں تمہارے لیے اُسے کھلاؤں پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ تم اُسے قتل کرو۔ خدا کی قسم یہ کبھی ہونی نہیں جب اونٹ شام کو نکلتے ہیں تو اگر کوئی ناقہ اپنے بچے کو چھوڑکر دوسرے کی طرف میل کرتی ہو تو میں بھی تم سے اپنا بیٹا بدل لوں۔

ملخصاً من حدیث ابن اسحاق ذکرہ بلاغا و من حدیث مقاتل ذکرہ فی المواھب۔

ابوطالب نے صاف بتا دیا کہ ان کی محبت وہی ہے جو انسان تو انسان حیوان کو بھی اپنے بچے سے ہوتی ہے ایسی محبت ایمان نہیں ایمان حب شرعی ہے ابوطالب میں اُس کی شان نہیں محبت شرعی و ایمانی ہوتی تو نار کو عار پر اختیار اور دم مرگ کلمہ طیبہ سے انکار اور ملتِ جاہلیت

پر اصرار کیوں ہوتا۔

امام[۱۳۱] قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں:

قد کان ابو طالب یحوطہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وینصرہ ویحبہ حبا طبعیا لا شرعیا فسبق القدر فیہ واستمر علی کفرہ وللہ الحجۃ السامیۃ۔

یعنی ابو طالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت سب کچھ کی طبعی محبت بہت کچھ رکھی مگر شرعی محبت نہ تھی آخر تقدیر الٰہی غالب آئی اور معاذ اللہ کفر پر وفات پائی اور اللہ ہی کے لیے ہے حجت بلند۔

نسیم[۱۳۲] الریاض میں ہے:

حنوہ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومحبتہ لہ امر مشہور فی السیر وکان یعظمہ ویعرف نبوتہ ولکن لم یوفقہ اللہ للاسلام وفی الامتاع ان فیہ حکمۃ خفیۃ من اللہ تعالیٰ لانہ عظیم قریش لا یمکن احدا منھم ان یتعدی علی ما فی جوارہ فکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بدء امرہ فی کنف حمایتہ یذبھم عنہ کما قال ؎

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم

حتی اوسد فی التراب دفینا

فلو اسلم لم یکن لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ بد من الھجرۃ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ابو طالب کی مہر ومحبت مشہور ہے اور تعظیم ومعرفت نبوت معلوم مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی۔ اور کتاب[۱۳۳] الامتاع میں فرمایا: ابو طالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ تعالیٰ کی ایک باریک حکمت ہے وہ سردار قریش تھے کوئی ان کی پناہ پر تعدی نہ کر سکتا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں اُن کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے خود ایک شعر میں کہا ہے خدا کی قسم تمام قریش اکٹھے ہو جائیں تو حضور تک نہ پہنچ سکیں گے جب تک میں خاک میں دبا کر لٹا نہ دیا جاؤں تو اگر وہ اسلام لے آتے قریش کے نزدیک اُن کی پناہ کوئی

چیز نہ رہتی آخر اُن کے انتقال پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہجرت ہی فرمانی ہُوئی۔
اقول قربِ انتقال تک اسلام نہ لانے کی یہ حکمت ہوسکتی ہے مرتے وقت کفر پر اصرار کی حکمت اللہ جانے یا اُس کا رسول۔ شاید اس میں **اوّلاً** یہ نکتہ ہو کہ اگر اسلام لاکر مرتے مخالف گمان کرتے کہ اللہ کے رسول نے ہمارے ساتھ معاذ اللہ فریب برتا اپنے چچا کو مسلمان تو کر لیا تھا مگر پناہ و ذمہ رکھنے کے لیے ظاہر نہ ہونے دیا جب اخیر وقت آیا کہ اب وُہ کام نہ رہا ظاہر کروایا۔
ثانیاً اُن مسلمانوں کی تسکین بھی ہے جن کے بزرگ حالتِ کفر میں مرے جس کا پتہ حدیث ان ابی واباك دیتی ہے اول ناگوار ہوا جب اپنے چچا کو شامل فرمایا سکون پایا۔
ثالثاً مسلمانوں کے لیے اُسوۂ حسنہ قائم فرمانا کہ اپنے اقارب جب خدا کے خلاف ہوں اُن سے براءت کریں مرنے پر جنازہ میں شریک نہ ہوں، نماز نہ پڑھیں، دعائے مغفرت نہ کریں کہ جب خود اپنے حبیب کو منع فرمایا تو اوروں کی کیا گنتی۔
رابعاً عمل میں اخلاص للہ وخوف و اتقیا کی ترغیب اور محبوبانِ خدا سے نسبت پر پھُول بیٹھنے سے ترہیب جب ابوطالب کو ایسی نسبت قریبہ آن کارہائے عجیبہ بوجہ نامنقادی کام نہ آئی تو اور کیا چیز ہے الی غیر ذٰلك مما اللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شبہہ رابعہ نعت شریف **اقول** یہ تو اور حجت الٰہیہ قائم ہونا ہے جب ایسا جانتے ہو پھر کیوں نہیں مانتے یہود عنود قبل طلوع شمس رسالت کیا کچھ نعت و مدحت ذکر تے جب کوئی مشکل آتی، مصیبت مُنہ دکھاتی حضور سے توسل کرتے جب دشمن کا مقابلہ ہوتا دُعا مانگتے:

اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التورٰیۃ۔	الٰہی ہمیں ان پر مدد دے صدقہ نبی آخرالزماں کا جس کی نعت ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔

پھر جاننے نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہوا یہ جو قرآن عظیم نے فرمایا:

کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین ○

اصابہ میں فرماتے ہیں :

اما شھادۃ ابی طالب بتصدیق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فالجواب عنہ وعما ورد من شعر ابی طالب فی ذالک انہ نظیر ما حکی اللہ تعالیٰ عن کفار قریش وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلماً وعلوا فکان کفرھم عناد او منشؤہ من الانفۃ والکبر والی ذالک اشار ابو طالب بقولہ لولا ان تعیرنی قریش۔

یعنی ابو طالب کے ان اشعار وغیرہا کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی قبیل سے ہے جو قرآن عظیم نے کفار کا حال بیان فرمایا کہ براہ ظلم وتکبر منکر ہوتے اور دل میں خوب یقین رکھتے ہیں تو یہ کفر عناد ہوا اور اس کا منشا تکبر اور اپنے نزدیک بڑی ناک والا ہونا ہے خود ابو طالب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو اسلام لے آتا۔

شبہہ خامسہ حضور کا استغفار فرمانا **اقول اوّلاً** اس کا جواب خود رب الارباب جل جلالہ دے چکا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قید لگادی تھی مالم انہ عنہ میرے لئے استغفار فرماؤں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں گا۔ رب العزۃ جل جلالہ نے منع فرما دیا اب اس سے استناد خرط القتاد۔

ثانیاً خود وعدہ ہی کلمہ طیبہ سے انکار سن کر ارشاد ہوا تھا دیکھو حدیث دوم پھر اسے دلیل اسلام ٹھہرانا عجیب ہے۔

شبہہ سادسہ حکایت جامع الاصول **اقول** سید اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابو طالب کو مشرک کہتے باوصف حکم اقدس غسل وکفن میں تامل عرض کرتے سید السادات سید الکائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات اسے مقرر رکھتے، جنازہ میں شرکت سے باز رہتے سیدنا جعفر بن ابی طالب وامیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوجہ اسلام ترکہ کفار سے محرومی پاتے سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی

وجہ کفر ابی طالب بیان فرماتے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ختن اہلبیت اسے کافر کا ترکہ مومن کو نہ ملنے کی دلیل ٹھہراتے۔ سیدنا عباس عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے حال سے سوال کرکے وہ جواب پاتے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت وان یھلکون الا انفسھم کا ابو طالب میں نزول بتاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہشتم اور ام المومنین ام سلمہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ہفتم امیر المومنین علی برادر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث پانزدہم روایت فرماتے ہیں یہ سروران و سرداران اہلبیت کرام ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان کے بعد وہ کون سے اہلبیت قائل اسلام ابو طالب ہوئے کیا قرآن وحدیث و اطباق ائمہ قدیم وحدیث کے مقابل ایسی حکایات بے زمام وخطام کچھ کام دے سکتے ہیں حاشا لاجرم شیخ محقق مدارج[۱۳۵] النبوۃ میں فرماتے ہیں :

از اعمام پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیر حمزہ وعباس مسلمان نہ شدہ اند و ابو طالب و ابولہب زمان اسلام را دریافتند اما توفیق اسلام نیافتہ جمہور علماء برین اند وصاحب جامع الاصول آوردہ کہ زعم اہلبیت آن ست کہ ابو طالب مسلمان از دنیا رفتہ واللہ اعلم بصحتہ کذا فی روضۃ[۱۳۶] الاحباب۔

اقول علماء کا جابجا کفر ابی طالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلام ابی طالب کا قول مزعوم روافض بتانا جس کے نقول اگلے فصول میں مذکور ومنقول اس حکایت بے سروپا کے رد کو بس ہے کیا باوصف خلاف ائمہ اہلبیت اجماع منعقد ہوسکتا یا معاذ اللہ ان کا خلاف لایعتد بہ ٹھہرا کر دعوے اتفاق فرمادیا جاتا اور جب خود اپنے ائمہ کرام میں خلاف حاصل تو جانب اجانب اعنی روافض قصر نسبت پر کیا حامل پس عند التحقیق یہ حکایت بے اصل اور محکی عنہ معدوم و باطل ہاں اگر سادات زیدیہ کہ ایک فرقہ روافض ہے مراد ہوں تو عجیب نہیں اور شبہہ زائل۔

شبہہ سابعہ عبارت شرح سفر السعادۃ اقول یہ تہمت محض ہے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ

کی عبارتیں خود اسی شرح صراط المستقیم وغیرہ تصانیف سے اوپر گزر چکیں جو اس کی تکذیب کو بس ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں، حدیث صحیح ابو طالب کا کفر ثابت کرتی ہے علمائے سنت ابو طالب کا کفر مانتے ہیں شیعہ اُنھیں مسلمان جانتے ہیں اُن کے دلائل مردود و باطل ہیں۔ اِن سب تصریحات کے بعد توقف کا کیا محل ہاں یہ عبارت مدارج شریف میں نسبت آباء و اجداد حضور سید انام علیہ افضل الصلاۃ والسلام تحریر فرمائی ہے حیث قال متاخران ثابت کردہ اند کہ آباء و اجداد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاک و مصفا بودند از دنس شرک و کفر باری کم از اں نہ باشد کہ دریں مسئلہ توقف کنند و صرفہ نگاہ دارند۔

شبہہ ثامنہ وصیت نامہ اقول اولاً وہ ایک حکایت منقولہ ہے جس کا منتہائے سند ایک رافضی غالی، مواہب شریف میں جس سے عمرو ناقل یہ وصیت نامہ یوں منقول حکی عن ہشام بن السائب الکلبی او ابیہ انہ قال لما حضرت اباطالب الوفاۃ جمع الیہ وجوہ قریش الخ یعنی ہشام بن محمد بن سائب کلبی کوفی یا اُس کے باپ کلبی سے حکایت کی گئی کہ ابو طالب نے مرتے وقت عمدگان قریش کو جمع کرکے وصیت کی۔ ہشام وکلبی دونوں رافضی مطعون ہیں میزان الاعتدال میں ہے:

قال البخاری ابو النضر الکلبی	امام بخاری نے فرمایا کلبی کو امام یحییٰ بن
ترکہ یحییٰ وابن مہدی قال	معین و امام عبد الرحمٰن بن مہدی نے متروک
علی ثنا یحییٰ عن سفیان قال	کیا امام سفیان فرماتے ہیں مجھ سے کلبی
الکلبی کلما حدثتک عن ابی	نے کہا جتنی حدیثیں میں نے آپ کے سامنے
صالح فہو کذب وقال یزید	ابو صالح سے روایت کی ہیں وہ سب
بن زریع ثنا الکلبی وکان سبائیا	جھوٹ ہیں یزید بن زریع نے کہا کلبی رافضی
قال الاعمش اتق ہذہ السبائیۃ	تھا امام سلیمان اعمش تابعی نے فرمایا کہ
فانی ادرکت الناس وانما یسمونہم	ان رافضیوں سے بچو میں نے علماء کو پایا
الکذابین البیتوذکی سمعت ہماما	کہ ان کا نام کذاب رکھتے تھے۔ ہمام
یقول سمعت الکلبی یقول انا	کہتے ہیں میں نے خود کلبی کو کہتے سنا کہ

سبائی عن ابی عوانة سمعت کلبی یقول کان جبرئیل یملی الوحی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخلاء جعل یملی علی علی قال الجوزجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی وجماعة متروک قال ابن حبان مذھبه ووضوح الکذب فیه اظھر من ان یحتاج الی وصفه لا یحل ذکرہ فی الکتب فکیف الاحتجاج به اھ ملتقطا۔

میں رافضی ہوں ابوعوانہ کہتے ہیں کلبی نے میرے سامنے کہا کہ جبرئیل نبی کو وحی لکھاتے تھے جب حضور بیت الخلا کو تشریف لے جاتے تو مولٰی علی کو لکھانے لگتے۔ جوزجانی وغیرہ نے کہا کلبی کذاب ہے۔ دارقطنی اور ایک جماعت علماء نے کہا متروک ہے ابن حبان نے کہا اس کا مذہب اور اس میں کذب کا وضوح ایسا روشن ہے کہ محتاج بیان نہیں کتابوں میں اس کا ذکر کرنا حلال نہیں نہ کہ اس سے سند لانا۔

اسی میں ہے:

ھشام بن محمد بن السائب الکلبی احمد بن حنبل انما کان صاحب اخبار و نسب ما ظننت ان احدا یحدث عنه وقال الدارقطنی وغیرہ متروک وقال ابن عساکر رافضی لیس بثقة۔

امام احمد نے کلبی کے بیٹے ہشام کی نسبت فرمایا وہ تو یہی کچھ کہانیاں کچھ نسب نامے جانتا تھا مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی اس سے حدیث روایت کرے گا امام دارقطنی وغیرہ نے فرمایا متروک ہے امام ابن عساکر نے کہا رافضی نامعتبر ہے۔

ثانیاً خود اسی وصیت نامہ میں وہ لفظ منقول جن میں صاف اپنے حال کی طرف اشارہ ہے کہ ان حاضرین سے کہا:

قد جاء بما تقبله الجنان وانکرہ اللسان مخافة الشنان۔

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے پاس وہ بات لے کر آئے جسے دل نے مانا اور زبان نے انکار کیا اس خوف سے کہ لوگ دشمن ہوجائیں گے۔

علامہ زرقانی اُس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لما تعیرونہ بہ من تبعیتہ لابن اخیہ۔ یعنی وُہ خوف یہ ہے کہ تم عیب لگاؤ گے کہ اپنے بھتیجے کا تابع ہو گیا یعنے بھتیجا تو بیٹے کی مثل ہے اُنھیں امام بناتے آپ غلام بنتے عار آتی ہے تم طعنہ کرو گے اس لیے اسلام سے انکار ہے اگرچہ دل پر اُن کا صدق آشکار ہے۔

ثالثاً نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں اُن سے بعض وصایا ضرور منقول مگر جب اوروں کو وصیت ہو خود جا بلی حیت ہو تو اس سے کیا حصول قال اللہ تعالیٰ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ کہو اور نہ کرو تندرستی میں بھی یہی برتاؤ تھا کہ اوروں کو ترغیب دیتا اور آپ بچنا وہی انداز وقت مرگ برتا۔

اصابہ[۱۳۰] میں فرمایا:

اما امر ابی طالب ولدیہ باتباعہ فترک ذلک من جملۃ العناد وھو ایضاً من حسن نصرتہ لہ وذبہ عنہ ومعاداتہ قومہ بسببہ۔

رہا ابو طالب کا اپنے بیٹوں حیدر کرار و جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہنا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرو تو خود اُس کا ترک کرنا یہ عناد میں سے ہے اور یہ ترغیب پیروی بھی اُن کی اُسی خوبی مدد و حمایت اور حضور کے باعث اپنی قوم سے مخالفت ہی میں داخل ہے۔ یعنی جہاں وُہ سب کچھ تھا اِین ہمہ بر علم ایمان بے اذعان ملنا کیا امکان ولہذا علمائے کرام جہاں ابو طالب سے یہ امور نقل فرماتے ہیں وہیں موت علی الکفر کی بھی تصریح کر جاتے ہیں اسی مواہب لدنیہ اور اُن کی دُوسری کتاب ارشاد الساری کے کتنے کلمات اُوپر گزرے۔

مجمع البحار[۱۳۱] میں ہے:

فی العاشرۃ دنا موت ابی طالب فوصی بنی المطلب باعانتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومات فقال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان عمک الضال قدمات قال فاغسلہ وکفنہ وواراہ غفر اللہ لہ فجعل یستغفر لہ ایاما حتی نزل ما کان للنبی۔ یعنی نبوت سے دسویں سال ابو طالب کو موت آئی بنی مطلب کو مددگاری نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے وصیت کر کے مرگئے۔ اس پر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی، حضور کا گمراہ چچا مرگیا۔ فرمایا نہلا کفنا کر دبا دے اللہ اُسے بخشے کچھ دنوں دعائے مغفرت فرماتے رہے یہاں تک کہ آیت اُتری نبی کو روا نہیں کہ مشرکوں جہنمیوں کی بخشش مانگے۔

علامہ حنفی حاشیہ شرح ہمزیہ میں لکھتے ہیں:

قال القرطبی فی المفہم کان ابو طالب یعرف صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی کل ما یقولہ و یقول لقریش تعلمون واللہ ان محمدا لم یکذب قط ویقول لابنہ علی اتبعہ فانہ علی الحق غیر انہ لم یدخل فی الاسلام ولم یزل علی ذلک حتی حضرتہ الوفاۃ فدخل علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طامعاً فی اسلامہ وحریصاً علیہ باذلا فی ذلک جہدہ مستفرغا ما عندہ ولکن عاقت عن ذلک عوائق الاقدار التی لا ینفع معہا حرص ولا اعتذار۔

یعنی امام قرطبی نے مفہم شرح صحیح مسلم میں فرمایا ابو طالب خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں سب حق ہے قریش سے کہتے خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کوئی کلمہ خلاف واقع نہ فرمایا اپنے بیٹے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے کہتے ان کے پیرو رہنا کہ یہ حق پر ہیں یہ سب کچھ تھا مگر خود اسلام میں نہ آئے موت آنے تک اُسی حال پر رہے اُس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف فرما ہوئے اس امید پر کہ شاید مسلمان ہو جائیں اس کی حضور کو سخت خواہش تھی جو کچھ کوشش ممکن تھی سب خرچ فرما دی مگر وہ تقدیریں آڑے آئیں جن کے آگے نہ خواہش چلتی ہے نہ عذر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شبہہ تاسعہ الحمد للہ عمرو کے سب شبہات حل ہو گئے اور وہ شبہات ہی کیا تھے محض مہملات تھے اب ایک شبہہ باقی رہا جس سے زمانۂ قدیم میں بعض روافض نے اپنے رسالہ اسلام ابی طالب میں استناد کیا اور اکابر ائمہ و علمائے اہل سنت مثل امام اجل بیہقی و امام جلیل سہیلی و امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدر الدین محمود عینی و امام احمد قسطلانی و امام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیاربکری

وعلامہ محمد زرقانی و شیخ محقق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے متعدد وجوہ سے جواب دیا یعنی کے لیے تو اسی قدر سے جواب ظاہر ہوگیا کہ استدلال کرنے والا ایک رافضی اور جواب دینے والے ائمہ و علمائے اہلسنت مگر تتمیم فائدہ کے لیے فقیر غفرلہ المولی القدیر وہ شبہ اور علمائے اجوبہ ذکر کرکے جو کچھ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا تحریر کرے وباللہ التوفیق

ابن اسحاق نے سیرت میں ایک روایت شاذہ ذکر کی جس کا خلاصہ یہ کہ ابو طالب کے مرض الموت میں اشراف قریش جمع ہوکر ان کے پاس گئے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سمجھا دو کہ ہمارے دین سے غرض نہ رکھیں ہم اُن کے دین سے تعرض نہ کریں ابو طالب نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلاکر عرض کی۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ ایک بات کہہ لیں جس سے تم تمام عرب کے مالک ہوجاؤ اور عجم تمہاری مطیع۔ ابوجہل لعین نے عرض کی: حضور ہی کے باپ کی قسم ایک بات نہیں دس باتیں۔ فرمایا: تو لا الٰہ الا اللہ کہہ لو۔ اس پر کافر تالیاں بجاکر بھاگ گئے۔ ابو طالب کے منہ سے نکلا خدا کی قسم حضور نے کوئی بے جا بات تو اُن سے نہ چاہی تھی۔ اس کہنے سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمید پڑی کہ شاید یہی مسلمان ہوجائے۔ حضور نے بار بار فرمانا شروع کیا: اے چچا! تو ہی کہہ لے جس کے سبب سے میں تیری شفاعت روزِ قیامت حلال کروں۔ جب ابو طالب نے حضور کی شدتِ خواہش دیکھی، کہا: اے بھتیجے! میرے خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ حضور کو اور حضور کے باپ (یعنی خود ابو طالب) کے بیٹوں کو طعنہ دیں گے کہ نزع کی سختی پر صبر نہ ہوا کلمہ پڑھ لیا، تو میں پڑھ لیتا اور وہ بھی کس طرح پڑھتا لا اقولہا الا لاسرك بہا صرف اس لیے کہ حضور کی خوشی کر دوں۔ یہ باتیں نزع میں تو ہو ہی رہی تھیں جب روح پرواز کرنے کا وقت نزدیک آیا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے لبوں کو جنبش دیکھی کان لگا کر سنا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: یا ابن اخی واللہ لقد قال اخی الکلمۃ التی امرتہ ان یقولہا اے میرے بھتیجے خدا کی قسم میرے بھائی نے وہ بات کہہ لی جو حضور اقدس اُس سے کہلواتے تھے قال فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم اسمع سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہ سُنی۔ یہ روایت ہے علمائے اس سے پانچ جواب دیے:

اوّل یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی مبہم موجود ہے یہ یہ جواب امام بیہقی پھر امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی و امام بدرالدین محمود عینی و امام ابن حجر مکی و علامہ حسین دیار بکری و علامہ زرقانی وغیرہم نے افادہ فرمایا خمیس میں ہے:

قال البیہقی انہ منقطع الخ وسیأتی تمامہ۔

عمدۃ القاری میں ہے: فی سندہ من لم یسم۔

شرح مواہب میں ہے: روایۃ ابن اسحاق ضعیفۃ۔

اُسی میں ہے: فیہ من لم یسم۔

شرح ہمزیہ میں ہے: روایۃ ضعیفۃ عن العباس انہ اسر الیہ الاسلام عند موتہ۔

اصابہ میں ہے: لقد وقفت علی تصنیف لبعض الشیعۃ اثبت فیہ اسلام ابی طالب منہا ما اخرجہ عن محمد بن اسحٰق الی ان قال بعد نقل متمسکات (الرافضی) اسانید ھذہ الاحادیث واھیۃ۔

یعنی میں نے ایک رافضی کا رسالہ دیکھا جس میں اُس نے بعض روایات سے اسلام ابی طالب ثابت کرنا چاہا ہے۔ ازاں جملہ یہ روایت ابن اسحٰق ہے۔ ان سب کی سندیں واہی ہیں **اقول** وباللہ التوفیق ھٰہنا امور یجب التنبیہ لہا۔

اولہا لیس المنقطع ھہنا فی کلام البیہقی بالاصطلاح المشہور عند الجمہور انہ الذی سقط من سندہ راوٍ اما مطلقا او بشرط ان لا یسقط ازید من واحد علی التوالی وھو المرسل علی الاول اومنہ علی الثانی باصطلاح الفقہاء واھل الاصول واذا نظفت رجالہ فعندنا وعند الجمہور مقبول کیف وذلک خلاف الواقع فی روایۃ ابن اسحاق فان سندہ علی ما رأیت فی سیرۃ ابن ھشام ونقلہ الحافظ وغیرہ فی الفتح وغیرہ ھکذا حدثنی العباس بن عبد اللہ بن معبد عن بعض اھلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وھذا لا انقطاع فیہ کما تری ولا مساغ لارادۃ الانقطاع من قبل ان ابن عباس لم یدرک الواقعۃ

فانه انما ولد عام مات ابوطالب ولد قبل الهجرة بثلث سنين كما فی التقریب وکذلک ارخ ابن الجزار موت ابی طالب قبل هجرته صلی اللہ تعالی علیه وسلم بثلث سنین کما فی المواهب وذلک لان مراسیل الصحابة مقبولة بالاجماع ولا عبرة بمن شذ فی تقریب النووی هذا کله فی غیر مرسل الصحابی اما مرسله فمحکوم بصحته علی المذهب الصحیح قال فی التدریب قطع به الجمهور من اصحابنا وغیرهم واطبق علیه المحدثون وفی مسلم الثبوت ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا ولا اعتداد لمن خالف اھ وانما سماه البیهقی منقطعا علی اصطلاح له ولشیخه الحاکم ان المبهم ایضا من المنقطع فی التقریب والتدریب (اذا قال) الراوی فی الاسناد (فلان عن رجل عن فلان فقال الحاکم) هو (منقطع لیس مرسلا وقال غیره مرسل) قال العراقی کل من القولین خلاف ما علیه الاکثرون فانهم ذهبوا الی انه متصل فی سنده مجهول وزاد البیهقی علی هذا فی سننه فجعل ما رواه التابعی عن رجل من الصحابة لم یسم مرسلا اھ مختصرا وفیهما النوع العاشر المنقطع الصحیح الذی ذهب الیه الفقهاء والخطیب وابن عبد البر وغیرهما من المحدثین ان المنقطع ما لم یتصل اسناده علی ای وجه کان انقطاعه) فهو والمرسل واحد (واکثر ما یستعمل فی روایة من دون التابعی عن الصحابة کمالک عن ابن عمر وقیل هو ما اختل منه رجل قبل التابعی) الصواب قبل الصحابی (محذوفا کان) الرجل (او مبهما کرجل) هذا بناء علی ما تقدم ان فلانا عن رجل یسمی منقطعا وتقدم ان الاکثرین علی خلافه ثم ان هذا القول هو المشهور بشرط ان یکون الساقط واحدا فقط او اثنین لا علی التوالی کما جزم به العراقی وشیخ الاسلام اھ ملخصا۔

ثانیها لیس المبهم من المجهول المقبول عندنا وعند کثیر من الفحول او اکثرهم فان الراوی اذا لم یرو عنه الا واحد فمجهول العین نسمیه نحن و کثیر من المحققین واذا زکی ظاهرا لا باطنا فمستور تقبله نحن واکثر المحققین

كما بينته فى منير العين فى حكم تقبيل الا بهامين وظاهر ان شيئا من هذا لا يعرف الا بالتسمية فالمبهم ليس متهما فى شيئ بل هو كمجهول الحال الذى لم تعرف عدالته باطنا ولا ظاهرا وان خصصناه ايضا بمن سمى فليس من المجهول المصطلح عليه اصلا وان كان يطلق عليه اسم المجهول نظرا الى المعنى اللغوى وتحقيق الحكم فيه ان ابهام راو غير الصحابى بغير لفظ التعديل كحدثنا ثقة ليس كحذفه عندنا فى القبول فان الجزم مع الاسقاط امارة الاعتماد بخلاف الاسناد قال فى مسلم الثبوت وشرح فواتح الرحموت (قال رجل لا يقبل فى) المذهب (الصحيح) وليس هذا كالارسال كما نقل عن شمس الائمة لان هذا رواية عن مجهول والارسال جزم بنسبة المتن الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهذا لا يكون الا بالتوثيق فافترقا (بخلاف) قال ثقة او رجل من الصحابة لان هذا رواية ثقة لان الصحابة كلهم عدول (ولو اصطلح على معين) معلوم العدالة على التعبير برجل (فلا اشكال) فى المقبول اه **اقول** ويترا أى لى استثناء من ابهم وقد علم من عادته انه لا يروى الا عن ثقة كامامنا الاعظم والامام احمد وغيرهما ممن سميناهم فى منير العين فان المبهم اما من مجهول الحال اوكمثله وقد صرحوا فيه بهذا التفصيل قال فى الكتابين (فى رواية العدل) عن المجهول (مذاهب) احدها (التعديل) فان شان العدل ان لا يروى الا عن عدل (و) الثانى (المنع) لجواز روايته تعويلا على المجتهد انه لا يعمل الا بعد التعديل (و) الثالث (التفصيل بين من علم) من عادته (انه لا يروى الا عن عدل) فيكون تعديلا (اولا) فلا (وهو) اى الثالث (الاعدل) وهو ظاهر اه باختصار۔

ثالثها ليس الحكم على كافر معلوم الكفر لا سيما المدرك صحبة لغوية بطريان الاسلام من باب الفضائل المقبول فيه الضعاف باتفاق الاعلام كيف وانه يبتنى عليه كثير من الاحكام كتحريم ذكره الا بخير ووجوب تعظيمه

وطلب المرتضیٰ علیہ اذا ذکر بعد ما کان ذالک حراما بل ربما الخبر الی الکفر و
العیاذ باللہ تعالیٰ وقبول قولہ فی الروایات ان وقعت الی غیر ذالک والیقین لا یزول
بالشک والضعیف لا یرفع الثابت وانما السرفی قبول الضعاف حیث تقبل انہا
ثم لم تثبت شیئا لم یثبت کما حققناہ بما لا مزید علیہ ما دفع الاوھام
المتطرقۃ الیہ فی رسالتنا الہاد الکاف فی حکم الضعاف اذا لم تکن لتثبت ما لم
یثبت فکیف ترفع ما قد ثبت ما ھذا الاغلط وشطط وھذا وانہم جدا فاتضح
بحمد اللہ تعالیٰ ان الروایۃ ضعیفۃ واھیۃ وانہا فی اثبات ما ریم منہا غیر
مغنیۃ ولا کافیۃ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

ثانیا اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو اُن احادیث جلیلہ جزیلہ صحاح اصح کے مخالف تھی لہذا مردود ہوتی نہ کہ خود صحیح بھی نہیں اب اُن کے مقابل کیا التفات کے قابل اقول جواب اول بنظر سند تھا یہ بلحاظ متن ہے یعنی اگر سنداً صحیح بھی ہوتی تو متناً شاذ تھی اور ایسا شذوذ قادح صحت یوں بھی ضعیف رہتی اب کہ سنداً بھی صحیح نہیں خاص منکر ہے اور بہر حال مردود و نامعتبر۔ یہ جواب بھی علمائے ممدوحین نے دیا اور امام قسطلانی و شیخ محقق نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا۔

خمیس[۱۴۱] میں بعد عبارت مذکورہ امام[۱۴۲] بیہقی سے ہے: والصحیح من الحدیث قد اثبت لابی طالب الوفاۃ علی الکفر والشرک کما رویناہ فی صحیح البخاری۔

یعنی حدیث صحیح ابوطالب کا کفر و شرک پر مرنا ثابت کر رہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود بعینہٖ اسی طرح مواہب[۱۴۳] میں ہے۔ عمدہ[۱۴۴] میں بعد عبارت مذکورہ اور زرقانی میں امام حافظ الشان سے ہے: ولو کان صحیحا لعارضہ حدیث الباب لانہ اصح منہ فضلا عن انہ لم یصح۔

اصابہ میں بعد کلام سابق ہے: وعلی تقدیر ثبوتہا فقد عارضہا ما ھو اصح منہا۔ پھر حدیث دوم ذکر کر فرمایا: فھذا ھو الصحیح الذی یرد الروایۃ التی ذکرھا ابن اسحٰق یہ حدیث روایت ابن اسحاق کو رد کر رہی ہے شرح ہمزیہ کی عبارت اوپر گزری صراحۃ ثم

الاحادیث المتفق علی صحتہا ترد ذلک صریح حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق ہے اسے

رد کر رہی ہیں۔

مدارج النبوۃ[۱۴۵] میں ہے: در احادیث و اخبار اسلام وے ثبوت نیافتہ جز آنچہ در روایت

ابن اسحٰق آمدہ کہ وے اسلام آورد نزدیک بوقتِ مرگ: گفتہ کہ چون قریب شد موت وے

عباس گفت یا ابن اخی واللہ تحقیق گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی تو اورا بدن و در روایتی

آمدہ کہ آں حضرت گفت من نشنیدم با آنکہ حدیث اثبات کردہ است برای ابو طالب کفر را۔اھ

مختصراً۔

یہ کلام حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے یہاں ہامش

مدارج پر اپنی دو حاشیے لکھے پائے جن کی نقل خالی از نفع نہیں۔

ل قول شیخ جز آنچہ در روایت ابن اسحٰق آمدہ پر باین عبارت **اقول** ایں اسنادٗ

منقطع ۔ ت ائمہ فن ہمچو امام بیہقی و امام ابن حجر عسقلانی و امام عینی و امام ابن حجر مکی وغیرہم

تصریح کردہ اند بضعف این روایت زیراکہ در دو راوے مبہم واقع شدہ باز بمخالفت صحاح

منکر ست و شیخ در آخر کلام خود اشارہ بضعف او میکند کہ با آنکہ حدیث صحیح اثبات کردہ است

الخ معلوم شد کہ ایں صحیح نیست۔ دوم قول شیخ و در روایتی آمدہ پر بایں الفاظ **اقول** این

لفظ ایہام میکند آں را کہ اینجا دو روایت ست و روایت مذکورۂ ابن اسحٰق عاری ست از

ذکر رد فرمودن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقول مبارکش لم اسمع حالانکہ نہ چنان ست بلکہ

این تتمۂ ہمان روایت ابن اسحاق ست برین معنی آگاہ باید بود۔

ثالثاً خود قرآن عظیم اسے رد فرما رہا ہے اگر اسلام پر موت ہوتی سید عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو استغفار سے کیوں ممانعت آتی۔ یہ جواب حافظ الشان کا ہے اور اُسے

خمیس میں بھی ذکر کیا۔

اصابہ[۱۴۶] میں بعد عبارت مذکورۂ قریبہ ہے: اذ لو کان قال کلمۃ التوحید ما نہاہ اللہ

تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الاستغفار لہ **اقول** استغفار سے نہی

کفر میں صریح نہیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں میت

مدیون کے جنازہ پرنماز پڑھنے سے ممنوع تھے۔ علمائے متاخرین نے حدیث استاذنت ربی ان استغفر لامی فلم یاذن لی کا یہی جواب دیا ہے تو استدلال اسی آیت کریمہ کے لفظ للمشرکین ولفظ اصحٰب الجحیم سے اولیٰ وانسب ہے اگر کلمۂ اسلام پر موت ہوتی تو رب العزۃ ابوطالب کو مشرک کیوں بتاتا اصحاب نار سے کیوں ٹھہراتا لاجرم یہ روایت بے اصل ہے

رابعاً اقول اُس میں ایک علت اور ہے حدیث صحیح چہارم دیکھئے خود یہی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے یہ حکایت ذکر کی جاتی ہے موت ابی طالب کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں یارسول اللہ! حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو بھی کچھ نفع دیا وہ حضور کا غمخوار طرفدار تھا ارشاد ہوا ہم نے اُسے سراپا جہنم میں غرق پایا اتنی تخفیف فرمادی کہ ٹخنوں تک آگ ہے میں نہ ہوتا تو اسفل السافلین اُس کا ٹھکانا تھا۔ سبحٰن اللہ اگر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کانوں سے مرتے وقت کلمۂ توحید پڑھنا سُنتے تو اس سوال کا کیا محل تھا وہ نہ جانتے تھے کہ الاسلام یجب ما قبلہ مسلمان ہوجانا گزرے ہوئے سب اعمالِ بد کو ڈھا دیتا ہے۔ کیا وہ نہ جانتے تھے کہ اخیر وقت جو کافر مسلمان ہوکر مرے بے حساب جنت میں جائے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ اور پھر سوال میں کیا عرض کرتے ہیں وہی پرانے قصے نصرت ویاری وحمایت وغمخواری یہ نہیں کہتے یارسول اللہ! وہ تو کلمۂ اسلام پڑھ کر مرا ہے یہ پوچھتے ہیں کہ حضور نے اُسے بھی کچھ نفع بخشا یہ نہیں عرض کرتی کہ کون سے اعلیٰ درجات جنت عطا فرمائے وہ حالت صحیح ہوتے تو پرواز سوال یُوں ہوتا کہ یارسول اللہ! ابوطالب کا خاتمہ ایمان پر ہُوا اور حضور کے ساتھ اُن کی غایت محبت وکمال حمایت تو قدیم سے تھی اللہ عزوجل نے فردوسِ اعلیٰ کا کون سا محل اُنھیں کرامت فرمایا تو نظرِ انصاف میں یہ سوال ہی اِس روایت کی بے اصلی پر قرینہ واضح ہے اور جواب تو جو ارشاد ہُوا ظاہر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ارحم الراحمین یہ جواب فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے اپنے فتوائے سابقہ مختصرہ میں ذکر کیا تھا اب شرح مواہب میں دیکھا کہ علامہ زرقانی نے بھی اِس کی طرف ایما کیا ، فرماتے ہیں : فی سوال العباس عن حالہ دلیل علی ضعف روایۃ ابن اسحٰق لانہ لوکانت الشہادۃ عندہ لم یسئل لعلمہ بحالہ اقول یونہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہا جن کی طرف اس کی روایت نسبت کی جاتی ہے علاوہ اُس تفسیر کے جو آیت ثالثہ میں اُن سے مروی خود بسند صحیح معلوم کہ وہ حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ابو طالب کے بارے میں وہ ارشاد پاک حدیث ہشتم میں سُن چکے ہیں جس میں ناری ہونے کی صریح تصریح ہے یہ روایت اگر صحیح ہوتی تو اِس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابو طالب کو ناجی جانیں کہ ان امور میں نسخ و تغییر کو راہ نہیں مگر لازم بحکم حدیث صحیح مسلم باطل تو ملزوم بھی حلیہ صحت سے عاطل فافہم۔

خامسا یقیناً معلوم کہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے کہیں گیارہ برس بعد فتح مکہ میں مسلمان ہوتے ہیں اور اسی روایت میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب کا کلمہ پڑھنا نہ سُنا اور اُن کی عرض پر بھی اطمینان نہ فرمایا۔ یہی ارشاد ہُوا کہ ہم نے نہ سُنا اب نہ رہی مگر ایک شخص کی شہادت جو عدالت درکنار گواہی دیتے وقت مسلمان بھی نہیں وہ شرعاً کس قاعدہ و قانون سے قابل قبول یا لائق التفات اصحاب عقول ہوسکتی ہے **اقول** پہلے جوابوں کا حاصل سنداً یا متناً روایت کی تضعیف تھی اُس جواب میں اُسے ہر طرح صحیح مان کر کلام ہے کہ اب بھی اثبات مدعی سے مس نہیں اُس سے یہ ثابت نہ ہُوا کہ ابو طالب نے کلمہ پڑھا بلکہ اس قدر معلوم ہُوا کہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی غیر اسلام کی حالت میں ایسا بیان کیا پھر اس سے کیا ہوتا ہے یہ جواب امام سہیلی نے روض الانف میں ارشاد فرمایا اور اُن کے بعد **امام عینی و امام قسطلانی** نے ذکر کیا۔ عمدہ میں ہے: قال السہیلی ان العباس قال ذٰلک فی حال کونہ علی غیر الاسلام ولو اداھا بعد الاسلام لقبلت منہ **اقول** وباللہ التوفیق خود اسی روایت کا بیان کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی عرض پر یہی ارشاد فرمایا کہ ہمارے مسامع قدسیہ تک نہ آیا۔ دلیل واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے بیان پر اطمینان نہ فرمایا اس گواہی کو مقبول و معتبر نہ ٹھہرایا ورنہ کیا عقل سلیم قبول کرتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس کے اسلام میں اس درجہ کوشش بلیغ ہو نفس نفس اس حد شدت پر اُس کی خواہش فرمائی جب وہ امر عظیم محبوب وقوع میں آئے ایسے سہل

لفظوں میں جواب دے دیا جائے لاجرم اس ارشاد کا یہی مفاد کہ تمہارے کہنے پر کیا اعتماد ہم سُنتے تو ٹھیک تھا یہ صریح رد شہادت ہے تو جو گواہی خدا و رسول رد فرما چکے دُوسرا اُس کا قبول کرنے والا کون۔ وبهذا التحقيق الانيق استنار د لله الحمد ان الامام العينى لقد احسن اذ اقتصر فى نقل كلام الامام السهيلى على ما مر و نعما فعل اذ لم يتعد الى ما تعدى اليه الامام القسطلانى وتبعه العلامة الزرقانى حيث اثرا كلامه برمته واقرا عليه وهذا لفظهما (اجيب) كما قال السهيلى فى الروض (بان شهادة العباس لابى طالب لواداها بعد ما اسلم كانت مقبولة ولم ترد) شهادته (بقوله عليه الصلاة والسلام لم اسمع لان الشاهد العدل اذا قال سمعت وقال من هو اعدل منه لم اسمع اخذ بقول من اثبت السماع) قال السهيلى لان عدم السماع يحتمل اسبابا منعت الشاهد من السمع (ولكن العباس شهد بذلك قبل ان يسلم) فلا تقبل شهادته اھ فليس الكلام فى ان عباسا اثبت والنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نفى فهما شهادتان جاءتا عندنا احدهما تثبت والاخرى تنفى فنقدم التى تثبت لو كان صاحبها عدلا ومعاذ الله ان تقدم على قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يقبل شهادة العباس ولم يكن اليها فهو صلى الله عليه وسلم قاض لا شاهد اخر وانما الشاهد العباس وحده فاذا لم يقبلها النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فمن يقبلها بعده هذا ما عندى وانا فى عجب عاجب ههنا من كلام هؤلاء الاعلام الاكابر فامعن النظر لعل له معنى قصرت عنه يد فهمى القاصر۔ یہ اجوبۂ علماء ہیں اور بحمد اللہ کافی و وافی و صافی ہیں۔ وانا اقول وبالله التوفيق۔

سادساً ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روایت اُنھیں احادیث صحیحین کی مثل سنداً و متناً ہر طرح اعلیٰ درجہ کی صحیح اور شہادت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بروجہ کمال مقبول و نجیح پھر بھی نہ مستدل کو نافع نہ کفر ابی طالب کی اصلا دافع۔ آخر جب بحکم احادیث جلیلہ آیت قرآنیہ شرک و ناری بتا رہی ہے تو یہ تو کسی کے مٹائے مٹا نہیں یہ دوسری

حدیث کو فرضاً اُسی پلہ کی صحیح وجلیل ہے صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابوطالب نے اخیر وقت لا الٰہ الا اللہ کہا یہ نہیں بتاتے کہ وُہ وقت کیا تھا آخر وقت ■ ہیں ایک وُہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں اور وقت وقت قبول ایمان ہے دوسرا وہ حقیقی آخر جب حالت غرغرہ ہو پردے اُٹھ جائیں جنت ونار پیش نظر ہو جائیں یؤمنون بالغیب کا محل نہ رہی کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود ونامقبول ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: فلم یك ینفعھم ایمانھم لما رأو باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالك الکفرون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والحاکم وابن حبان والبیہقی فی الشعب کلھم عن سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اب اگر وقت اول کہنا مانتے ہیں تو آیت قرآنیہ مع اُن احادیث صحیحہ کے اس حدیث صحیح مفروض سے مناقض ہوگی اور کسی نہ کسی حدیث صحیح کو رد کیے بغیر چارہ نہ ملے گا اور اگر وقت دوم پر مانتے ہیں تو آیت واحادیث سب حق وصحیح ٹھہرتے ہیں اور تناقض وتعارض بے تکلف دفع ہوا جاتا ہے کلمہ پڑھا اور ضرور پڑھا مگر کب اُس وقت جب کہ وقت نہ رہا تھا لہٰذا حکم شرک ونار برقرار رہا قال اللہ تعالیٰ حتی اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین ۞ الئن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین ■ صورت اولیٰ ظاہر البطلان لہٰذا شق اخیر ہی لازم الاذعان اور فی الواقع اگر یہ روایت مطابق واقع تھی تو قطعاً یہی صورت واقع ہُوئی اور وُہ ضرور قرین قیاس بھی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے قریب مرگ ہی جلوہ فرما ہُوئے ہیں۔ اسی حالت میں کفار قریش سے وہ محاورات ہُوئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار باصرار دعوتِ اسلام فرمائی کفار نے ملتِ کفر پر قائم رہنے میں جان لڑائی آخر پچھلا جواب وُہ دیا کہ ابوطالب ملت جاہلیت پر جاتا ہے یہاں تک بات چیت کی طاقت تھی اب سینے پر دم آیا پردے اُٹھے غیب سامنے آیا اُس نار نے جس پر عار کو اختیار کیا تھا اپنی مہیب صورت سے منہ دکھایا لیس الخبر کالمعاینۃ اب کھلا کہ یہ بلا جھیلنے کی نہیں ڈوبتا سوار پکڑتا ہے اب لا الٰہ الا اللہ کی

قدر آئی کہنا چاہا طاقت نہ پائی، آہستہ لبوں کو جنبش ہوئی مگر بے سود کہ وقت نکل چکا تھا انا للہ و انا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سچے کہ کلمہ پڑھا اور قرآن وحدیث تو قطعاً سچے ہیں کہ حکم کفر بدستور رہا والعیاذ باللہ رب العلمین۔

سابعاً اس سے بھی درگزریے یہ بھی مانا کہ حالت غرغرہ سے پہلے ہی پڑھا ہے پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ظاہر ہی کی گواہی دیں گے دل کے حال کا عالم خدا ہے کیا اگر کوئی شخص روزانہ لاکھ بار کلمہ پڑھے اور اللہ عزوجل اُسے کافر بتائے تو ہم اس کے کلمہ پڑھنے کو دیکھیں گے یا اپنے رب عزوجل کے ارشاد کو ایمان زبان سے کلمہ خوانی کا نام نہیں حبیب دلوں کا مالک اُس کے کفر پر حاکم تو قطعاً ثابت کہ اس کے قلب میں اذعان و اسلام نہیں آخر نہ سنا کہ جیتے جاگتے تندرستوں کے بڑی سے بڑی قسم کھا کر نشہد انک لرسول اللہ کہنے پر کیا ارشاد ہوا وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ ان المنفقین لکٰذبون ○ غرض لاکھ جتن کیجیے آیت برأت سے برأت ملے یہ شدنی نہیں رہے گی ہماں آتش درکاسہ کہ تبیین لَهُمْ انهم اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ○ والعیاذ باللہ رب العلمین اللّٰھم ارحم الراحمین صل وسلم و بارك علی السید الامین الاتی من عندك بالحق المبین اللھم بقدرتك علینا وفاقتنا الیك ارحم عجزنا یا ارحم الراحمین اٰمین اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العلمین ولا الٰہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ محمد رسول اللہ ودیعۃ عند اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و اٰلہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین بحمداللہ ازاحت شبہات سے بھی بروجہ احسن فراغ پایا وھناك شبہ اخری اوھن واھون لم نوردھا اذلم تعرض ولم تعرف فلا نطیل الکلام بایرادھا لنطوھا علی غرھا المیعادھا اب بقیہ سوال کا جواب لیجیے اور اس رسالہ میں جن ائمہ و علماء و کتب سے یہ مسئلہ ثابت کیا آخر میں اُن کے اسماء شمار کر دیجیے کہ جسے رسالہ دیکھنے میں کاہلی آئے ان ناموں ہی کو دیکھ کر خلاف سے ہاتھ اٹھائے لہٰذا

تین فصل کا وصل اور مناسب کہ تلک عشرۃ کاملہ جلوہ دکھائے۔

فصل ہشتم

جب ابو طالب کا کفر ادلّہ کا نسہار سے آشکار تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کا کیونکر اختیار اگر اخبار ہے تو اللہ عزوجل پر افترا کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ اور اگر دعا ہے کما ھوا الظاہر تو دعا بالمحال حضرت ذی الجلال سے معاذ اللہ استہزا ایسی دعا سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہی فرمائی۔ کما فی الصحیحین وقد بیناہ فی رسالتنا ذیل المدعا لاحسن الوعاء التی ذیلنا بھا رسالۃ احسن الوعاء لآداب الدعاء لخاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد علماء نے کافر کے لیے دعائے مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اُس کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے پھر دعائے رضوان تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ فان السید قد یعفو عن عبدہ وھو عنہ غیر راض کما ان العبد ربما یحب سیدہ وھو علی امرہ غیر ماض وحسبنا اللہ ونعم الوکیل امام محمد محمد حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں: صرح الشیخ شہاب الدین القرافی المالکی بان الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبر بہ ولھذا قال المصنف وغیرہ ان کانا مؤمنین۔ یعنی امام شہاب قرافی مالکی نے تصریح فرمائی کہ کفار کے لیے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے کہ اللہ عزوجل نے جو خبر دی اُس کا جھٹلانا چاہتا ہے اس لیے منیہ وغیرہ کتب فقہ میں قید لگادی کہ ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔ پھر ایک ورق کے بعد فرمایا کہ تقدم انہ کفر اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ کفر ہے۔

ردالمحتار میں ہے: الدعاء بہ کفر لعدم جوازہ عقلاً ولا شرعاً ولتکذیبہ النصوص القطعیۃ بخلاف الدعاء للمومنین کما علمت فالحق ما فی الحلیۃ۔

درمختار میں ہے: الحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر حق یہ ہے کہ کافر کی

دعائے مغفرت حرام ہے۔

اسی طرح بحرالرائق میں ہے:

اقول ومانحا الیہ العلامۃ الشامی من عدم جواز عفو الکفر عقلا فانما بتع فیہ الامام النسفی صاحب عمدۃ الکلام وشرذمہ قلیلۃ من اہل السنۃ و الجمہور علی امتناعہ شرعا وجوازہ عقلا کما فی شرح المقاصد والسامرہ وغیرہما وبہ تقتضی الدلائل فھو الصحیح وعلیہ التعویل فاذن الحق ما ذھب الیہ البحر وتبعہ فی الدر وتمام الکلام فی ھذا المقام فیما علقناہ علی رد المحتار۔

ہاں ابولہب و ابلیس لعنہما اللہ کی مثل کہنا محض افراط اور خون انصاف کرنا ہے ابوطالب کی عمر خدمت وکفالت ونصرت وحمایت حضرت رسالت علیہ وعلی الہ الصلاۃ والتحیۃ میں کٹی اور یہ ملاعنہ در پردہ و علانیہ درپے ایذا و اضرار رہے کہاں وہ جس کا وظیفہ مدح وستائش ہو اور کہاں وہ شقی جس کا ورد ذم ونکوہش ہو ایک اگرچہ خود محروم اور اسلام سے مصروف مگر بتسخیر تقدیر نفع اسلام میں مصروف اور دوسرا مردود ومتمرد وعدو ومعاند جمہ تن کسر بیضۂ اسلام میں مشغوف ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آخر نہ دیکھا جو صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ ابوطالب پر تمام کفار سے کم عذاب ہے اور یہ اشقیا اُن میں ہیں جن پر اشد العذاب ہے ابوطالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں اور یہ ملاعنہ اُن میں کہ لھم من فوقھم ظلل من النار ومن تحتھم ظلل اُن کے اوپر آگ کی تہیں ہیں اور اُن کے نیچے آگ کی تہیں لَھُمْ مِنْ جَھَنَّمَ مِھَادٌ وَّمِنْ فَوْقِھِمْ غَوَاشٍ نیچے آگ کا بچھونا اور اوپر آگ کے لحاف سراپا آگ ہر طرف سے آگ والعیاذ باللہ رب العلمین بلکہ دونوں کا ثبوت کفر بھی ایک سا نہیں ابوطالب کے باب میں اگرچہ قول حق وصواب وہی کفر و عذاب اور اس کا خلاف شاذ ومردود و باطل ومطرود پھر بھی اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو اور ان اعداءاللہ کا کافر ابدی جہنمی ہونا تو ضروریات دین سے ہے جس کا منکر خود جہنمی کافر تو فریقین کا نہ کفر یکساں نہ ثبوت کفر یکساں نہ عمل یکساں نہ سزا یکساں ہر جگہ

فرق زمین و آسمان پھر مماثلت کہاں نسأل اللہ سلوک سوی الصراط و نعوذ بہ اللہ من التفریط والافراط۔

فصل نہم

اُن ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ذکر اسمائے طیبہ میں جنہوں نے کفر ابی طالب کی تصریح وتصحیح فرمائی اور اُن کے ارشادات کی نقل اس رسالہ میں گزری فمن الصحابۃ

۱۔ امیر المومنین صدیق اکبر　۲۔ امیر المومنین فاروق اعظم

۳۔ امیر المومنین علی مرتضیٰ　۴۔ حبر الامۃ سیدنا عبداللہ بن عباس

۵۔ حافظ الصحابۃ سیدنا ابو ہریرہ　۶۔ صحابی ابن الصحابی سیدنا مسیب بن حزن قرشی مخزومی

۷۔ حضرت سیدنا عباس عم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۸۔ سیدنا ابو سعید خدری　۹۔ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری

۱۰۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق

۱۱۔ سیدنا انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۲۔ حضرت سیدتنا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

پہلے چھ حضرات سے تو خود اُن کے اقوال گزرے اور انس و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریر اور باقی چار خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد بیان فرماتے ہیں اور ظاہر کہ یہاں اپنے کہنے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بتانا اور بھی ابلغ ہے **ومن التابعین** (۱۳) آدم آل عبا زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وکرم وجوہہم (۱۴) امام عطاء بن ابی رباح استاذ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۱۵) امام محمد بن کعب قرظی کہ اجلۂ ائمہ محدثین ومفسرین تابعین سے ہیں (۱۶) سعید بن محمد ابو السفر تابعی ابن التابعی ابن الصحابی نبیرہ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۷) امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ **ومن تبع التابعین** (۱۸) عالم المدینۃ امام دار الہجرۃ سیدنا

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۹) محرر المذہب مرجع الدنیا فی الفقہ والعلم سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۰) امام تفسیر مقاتل بلخی (۲۱) سلطان اسلام خلیفۃ المسلمین جن کے آنے کی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بشارت دی تھی کہ منا السفاح ومنا المنصور ومنا المهدی ہمیں میں سے ہوگا سفاح اور ہمیں میں منصور اور ہمیں میں مہدی رواہ الخطیب وابن عساکر وغیرهما بطریق سعید بن جبیر عنہ قال السیوطی قال الذهبی اسنادہ صالح بلکہ دو حدیثوں میں یہی الفاظ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آئے رواہ کذلک الخطیب من طریق الضحاك عن ابن عباس و ابن عساکر فی ضمن حدیث عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنهم رضاہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعنی امام ابوجعفر منصور نبیرزادہ ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **ومن اتباع التبع ومن یلیهم** (۲۲) امام الدنیا فی الحفظ والحدیث ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (۲۳) امام اجل ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۴) امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (۲۵) امام ابو عبداللہ بن یزید ابن ماجہ قزوینی یہ چاروں ائمہ اصحاب صحاح مشہورہ ہیں اور یہی طبقہ اخیرہ عبداللہ بن المعتز کا ہے۔ **وممن بعدهم من المفسرین** (۲۶) امام محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی (۲۷) امام ابو اسحٰق زجاج ابراہیم بن السری (۲۸) جار اللہ محمود بن عمر خوارزمی زمخشری (۲۹) ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری صاحب بسیط و وسیط و وجیز (۳۰) امام اجل محمد بن عمر فخر الدین رازی (۳۱) قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل خوبی دمشقی مکمل الکبیر (۳۲) علامہ قطب الدین محمد بن مسعود بن محمود بن ابی الفتح سیرافی شفار صاحب تقریب (۳۳) امام ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی (۳۴) امام علامۃ الوجود مفتی ممالک رومیہ ابو السعود بن محمد عمادی (۳۵) علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی صوفی صاحب تفسیر لباب شہیر بہ خازن (۳۶) امام جلال الدین محمد بن احمد محلی (۳۷) علامہ سلیمان جمل وغیرہم من یاتی۔ **ومن المحدثین والشارحین** (۳۸) امام اجل احمد بن حسین بیہقی (۳۹) حافظ الشام ابو القاسم علی بن حسین بن ہبۃ اللہ دمشقی شہیر بابن عساکر (۴۰) امام

ابوالحسن علی بن خلف معروف بابن بطال مغربی شارح صحیح بخاری (۴۱) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن احمد سہیلی (۴۲) امام حافظ الحدیث علامۃ الفقہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی (۴۳) امام ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی شارح صحیح مسلم (۴۴) امام ابوالسعادات مبارک بن محمد ابی الکرم معروف بابن اثیر جزری صاحب نہایہ و جامع الاصول (۴۵) امام جلیل محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری (۴۶) امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ (۴۷) امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح صحیح بخاری (۴۸) علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب القاموس (۴۹) امام حافظ الشان ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی (۵۰) امام جلیل بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی (۵۱) امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس قرافی صاحب تنقیح الاصول (۵۲) امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (۵۳) امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری (۵۴) علامہ عبدالرحمٰن بن علی شیبانی تلمیذ امام شمس الدین سخاوی (۵۵) علامہ قاضی حسین بن محمد بن حسین دیار بکری مکی (۵۶) مولانا الفاضل علی بن سلطان محمد قاری ہروی مکی (۵۷) علامہ زین العابدین عبدالرؤف محمد شمس الدین مناوی (۵۸) امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی (۵۹) شیخ تقی الدین احمد بن علی مقریزی اخباری (۶۰) سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی صاحب روضۃ الاحباب (۶۱) امام عارف باللہ سیدی علاء الملۃ والدین علی بن حسام الدین متقی مکی (۶۲) علامہ شہاب الدین احمد خفاجی شارح شفا (۶۳) علامہ علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم عزیزی (۶۴) علامہ محمد حفنی محشی افضل القری (۶۵) علامہ طاہر فتنی مختصر نہایہ (۶۶) شیخ محقق مولانا عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی (۶۷) علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف زرقانی مصری (۶۸) فاضل محمد بن علی صبان مصری صاحب اسعاف الراغبین وغیرہم ممن مضی و بجئی **ومن الفقہاء والاصولیین** (۶۹) امام اجل شیخ الاسلام والمسلمین علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ (۷۰) امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین نسفی صاحب کنز (۷۱) امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام (۷۲) امام جلال الدین کرلانی صاحب کفایہ

(۳) امام محقق محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی (۴) امام ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی مصری صاحب مواہب الرحمن (۵) علامہ ابراہیم بن محمد حلبی شارح منیہ (۶) علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (۷) علامہ محقق زین بن نجیم مصری صاحب بحر (۸) ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی محمد لکھنوی (۹) علامہ سید احمد مصری طحطاوی (۱۰) علامہ سید محمد افندی ابن عابدین شامی وغیرھم ممن تقدم رحمہم اللہ تعالیٰ علماءنا جمیعا من تاخر منہم ومن تقدم آمین۔

فصل دہم

اُن کتابوں کے نام جن کی نقول دربارہ ابوطالب اس رسالہ میں مذکور ہوئیں:

کُتبِ تفسیر

۱۔ معالم التنزیل امام بغوی (۲) مدارک التنزیل امام نسفی (۳) انوار التنزیل امام بیضاوی (۴) ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم للمفتی العلامۃ العمادی (۵) کشاف حقائق التنزیل للزمخشری (۶) مفاتیح الغیب للامام الرازی (۷) تکملۃ المفاتیح للشمس الخوبی (۸) جلالین (۹) فتوحات الٰہیہ للشیخ سلیمٰن (۱۰) عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی للعلامۃ الشہاب (۱۱) معانی القرآن للزجاج (۱۲) فتوح الغیب للطیبی (۱۳) تقریب مختصر الکشاف للسیرافی (۱۴) بسیط للواحدی (۱۵) لباب التاویل فی معانی التنزیل للعلامۃ الخازن (۱۶) الاحکام لبیان مافی القرآن من الابہام للعسقلانی۔

کتبِ حدیث

(۱۷) صحیح بخاری (۱۸) صحیح مسلم (۱۹) سنن ابی داؤد (۲۰) جامع ترمذی (۲۱) مجتبیٰ نسائی (۲۲) سنن ابن ماجہ (۲۳) مؤطا امام مالک (۲۴) مؤطا امام محمد (۲۵) مسند امام شافعی (۲۶) مسند امام احمد (۲۷) شرح معانی الآثار (۲۸) مشکوٰۃ المصابیح (۲۹)

تیسیر الوصول الی جامع الاصول (۳۰) جامع صغیر (۳۱) منہج العمال للامام المتقی (۳۲) کنز العمال لہ (۳۳) منتخب کنز العمال لہ (۳۴) مصنف عبد الرزاق (۳۵) مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ (۳۶) مسند ابی داؤد طیالسی (۳۷) مسند اسحٰق بن راھویہ (۳۸) طبقات ابن سعد (۳۹) کتاب موسٰی بن طارق ابوقرہ (۴۰) زیادات مغازی ابن اسحٰق لیونس بن بکیر (۴۱) صحیح ابن خزیمہ (۴۲) منتقی ابن زرود (۴۳) مسند بزار (۴۴) مسند ابی یعلی (۴۵) معجم کبیر طبرانی (۴۶) معجم اوسط لہ (۴۷) فوائد تمام رازی (۴۸) کامل ابن عدی (۴۹) کتاب الجنائز لمروزی (۵۰) کتاب مکہ لعمر بن شبہ (۵۱) کتاب ابی بشر (۵۲) فوائد سمویہ (۵۳) مستخرج اسماعیلی (۵۴) مستدرک حاکم (۵۵) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۵۶) سنن بیہقی (۵۷) دلائل النبوۃ (۵۸) سنن سعید بن منصور (۵۹) مسند فریابی (۶۰) مسند عبد بن حمید (۶۱) تفسیر ابن جریر (۶۲) تفسیر ابن المنذر (۶۳) تفسیر ابن ابی حاتم (۶۴) تفسیر ابو الشیخ (۶۵) تفسیر ابن مردویہ (۶۶) مغازی ابن اسحاق علی ما قررناہ حررنا۔

شروح حدیث

(۶۷) منہاج شرح مسلم للنووی (۶۸) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری للعینی (۶۹) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری للقسطلانی (۷۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ للقاری (۷۱) تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی (۷۲) سراج المنیر شرح جامع صغیر للعزیزی (۷۳) فتح الباری شرح صحیح بخاری للعسقلانی (۷۴) کواکب الدراری شرح صحیح بخاری للکرمانی (۷۵) مفہم شرح صحیح مسلم للقرطبی۔

کتب فقہ

(۷۶) ہدایہ (۷۷) کافی شرح الوافی کلاہما للامام النسفی (۷۸) فتح القدیر للمحقق (۷۹) کفایہ شرح ہدایہ (۸۰) حلیہ شرح منیہ للامام الحلبی (۸۱) غنیہ شرح منیہ للمحقق الحلبی (۸۲) بحر الرائق شرح کنز الدقائق (۸۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح للشرنبلالی (۸۴) رد المحتار علی الدر المختار

(۸۵) بنایہ شرح ہدایہ للعینی (۸۶) برہان شرح مواہب الرحمن کلاہما للطرابلسی۔

کتب سیر

(۸۷) مواہب لدنیہ و منح محمدیہ (۸۸) شرح مواہب للزرقانی (۸۹) صراط المستقیم للمجدد (۹۰) شرح صراط المستقیم للشیخ (۹۱) مدارج النبوۃ لہ (۹۲) خمیس للدیار بکری (۹۳) اسعاف الراغبین للصبان (۹۴) روضۃ الاحباب (۹۵) تاریخ ابن عساکر (۹۶) روض سہیلی (۹۷) امتاع الاسماع للمقریزی

کتب عقائد و اصول و علوم شتی

(۹۸) فقہ اکبر للامام الاعظم (۹۹) شرح المقاصد للعلامۃ التفتازانی (۱۰۰) اصابہ فی تمیز الصحابہ للامام ابن حجر (۱۰۱) مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للامام السیوطی (۱۰۲) افضل القریٰ لقراء ام القریٰ للامام ابن حجر (۱۰۳) شرح الشفا لعلی القاری (۱۰۴) نسیم الریاض للخفاجی (۱۰۵) حفنی شرح الہمزیہ (۱۰۶) مجمع البحار للفتنی (۱۰۷) فواتح الرحموت لبحر العلوم (۱۰۸) التقریر والتحریر فی الاصول للعلامۃ ابن امیر الحاج (۱۰۹) نہایہ فی غریب الحدیث لابن اثیر (۱۱۰) شرح تنقیح الفصول فی الاصول کلاہما للقرافی (۱۱۱) ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ للحافظ المحب الطبری۔

تذییل

وہ کتابیں جن سے اس رسالہ میں مدد لی گئی :

(۱۱۲) شرح عقائد نسفی (۱۱۳) شرح عقائد عضدی (۱۱۴) سیرت ابن ہشام (۱۱۵) اتقان فی علوم القرآن (۱۱۶) میزان الاعتدال (۱۱۷) تقریب التہذیب (۱۱۸) تقریب امام نووی (۱۱۹) تدریب امام سیوطی (۱۲۰) مسلم الثبوت (۱۲۱) درمختار (۱۲۲) تاریخ الخلفاء (۱۲۳) تحفہ اثنا عشریہ (۱۲۴) صحیح ابن حبان (۱۲۵) القاب شیرازی (۱۲۶) استیعاب

الولد (۱۲۷) معرفۃ الصحابہ لابی نعیم (۱۲۸) مسند الفردوس دیلمی (۱۲۹) خادم الامام بدرالدین الزرکشی (۱۳۰) شعب الایمان للامام البیہقی

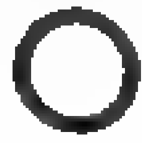
ختم اللہ تعالٰی لنا بالایمان والامان آمین آمین الحمد للہ علی الاختتام ونسألہ حسن الختام۔ پہلے یہ سوال بدایوں سے آیا تھا جواب میں ایک موجز رسالہ چند ورق کا لکھا اور اُس کا نام معتبر الطالب فی شیون ابی طالب رکھا اب کہ دوبارہ احمد آباد سے سوال آیا اور بعض علمائے بمبئی نے بھی اس بارہ میں توجہ خاص کا تقاضا فرمایا حسب حالت راہنہ و فرصت حاضرہ شرح و بسط کافی کو کام میں لایا اور اُسے اُس اجمال اوّل کی شرح بنایا نیز شرح مطالب و تسکین طالب میں بحمد اللہ تعالٰی حافل و کامل پایا لہٰذا شرح المطالب فی مبحث ابی طالب ۱۳۱۶ھ اس کا نام رکھا اور یہی اس کی تاریخ آغاز و انجام والحمد للہ ولی الانعام وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سیدنا محمد ہادی الانام وعلٰی آلہ وصحبہ الغر الکرام وعلینا بہم ولہم الٰی یوم القیام آمین یا ذا الجلال والاکرام واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبــــــہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمد المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں

تصدیقات

یوں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ شرح المطالب بھی ان کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے موضوع پر عرشِ تحقیق کا حامل اور حرفِ آخر ہے لیکن بعض حضرات کے مخصوص اندازِ فکر کے باعث ہم نے مناسب جانا کہ موجودہ بعض علمائے اہلسنت کی گرامی قدر آراء اور تصدیقات حاصل کر کے اس رسالے کے ساتھ شامل کر دیں۔ چنانچہ مفتیانِ عظام کی خدمت میں جو استفتاء پیش کیا گیا، پہلے ہم اسے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد علمائے کرام کے جوابات ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں وباللہ التوفیق۔



۷۸۶
۹۲

استفتاء

حضرات علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین کی خدمت میں التماس ہے کہ اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ مبارکہ "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" میں تین آیات، پندرہ احادیث اور اسّی صحابۂ کرام و تابعین عظام و علمائے اعلام کے ایک سو پچاس اقوال سے اس امر کی تحقیق فرمائی ہے، کہ نبی آخر الزمان سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے شفیق چچا یعنی ابو طالب کا آخری وقت تک دولتِ اسلام و ایمان سے بہرہ ور ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر دریافت طلب یہ امور ہیں کہ :-

۱ ـــــ کیا آپ مجددِ مأتہ حاضرہ قدس سرہٗ کے مذکورہ مؤقف سے متفق ہیں ؟

۲ ـــــ اگر خدانخواستہ آپ مذکورہ مؤقف سے متفق نہیں تو فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ دلائل و براہین کا آپ کے پاس جواب کیا ہے ؟

۳ ـــــ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اختلاف کی صورت میں آپ کے مؤقف کی بنیاد کونسی قطعی الدلالت آیت یا کونسی یقینی الافادہ حدیث پر ہے بینوا توجروا۔

المستفتی :- اختر شاہجہان پوری مظہری عفی عنہ
لاہور

۱۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۵ھ
۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۷۵ء

(۱)

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مبارکہ مسمیٰ "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" دلائل و براہین سے مملو ہے۔ جو کچھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق فرمائی ہے، وہی حق ہے۔

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف۔ لاہور

(۲)

الجواب وباللہ التوفیق۔ ہمارا مسلک اعلیٰ حضرت کا اتباع ہے اور احادیث صحیحہ جن کو میں پڑھاتا ہوں، ان میں بکثرت عدم ایمان ابوطالب مذکور ہے اور ان کے ایمان لانے پر کوئی حدیث صحیح دال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الفقیر عبدالمصطفیٰ الازہری غفرلہٗ
کراچی

(۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر نے رسالہ مبارکہ شرح المطالب اوّل تا آخر تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت، مولانا الشیخ الشاہ احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشاداتِ صحابہ و تابعین و تبع التابعین اور اقوال ائمہ و علمائے دین سے مہرِ نیم روز اور ماہِ نیم ماہ کی طرح مبین و مبرہن کر دیا ہے کہ ابوطالب کی حضور پرنور، رحمتِ مجسم، سیدعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے انتہائی شفقت اور حضور کی کفالت اور نصرت و اعانت امرِ مسلم ہے۔ مگر بایں ہمہ انہیں ایمان شرعی کی توفیق نہیں ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انتہائی تمنا اور آرزو کے باوجود انہوں نے آخری دم حالت نزاع میں بھی کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کر کے نار کو عار پر اختیار کیا۔ یہی قول بلاشک و شبہ حق و صواب ہے اور اس کا خلاف شاذ و مردود

اور باطل و مطرود ہے۔

امام اہلسنت نے ایمان ابی طالب کے مدعیوں کے تمام مفروضہ اور مخترعہ عقلی و نقلی دلائل کا ایسا قلع قمع فرمادیا ہے کہ اب منصف مزاج کے لیے تسلیم و اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے دلائل و براہین کی روشنی میں اس امر کو بھی واضح کر دیا ہے کہ اگرچہ ابوطالب کا ایمان کسی قطعی یقینی دلیل سے ثابت نہیں ہے تاہم ابوطالب اور ابولہب کے کفر میں فرق ہے۔ ابولہب اور اس کے امثال اشقیاء کے لیے اشد العذاب ہے اور ابوطالب کے صرف پاؤں آگ میں ہیں۔ ابولہب کا کافر اور جہنمی ہونا ضروریاتِ دین سے ہے مگر ابوطالب اس حد کا نہیں کہ معاذ اللہ خلاف پر تکفیر کا احتمال ہو۔

اعلیٰ حضرت کی ان تحقیقاتِ عالیہ کے بعد اب کسی صحیح العقیدہ سُنّی بالخصوص رضوی کے لیے جدید تحقیق کا دعویٰ سراسر باطل ہے۔ یہ تحقیق نہیں بلکہ تخریب ہے، جس سے جماعت میں انتشار پھیلنے کا خطرہ ہے۔ نہایت ہی قابلِ افسوس تو یہ ہے کہ جو لوگ عربی عبارت صحیح طور پر لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، صحیح ترجمہ نہیں کر سکتے" اور ایمانِ ابی طالب (کتاب) میں جو عبارات اِدھر اُدھر سے سرقہ کر کے نقل فرمائی ہیں، ان کے اعراب تک درست نہیں کر سکے اور دعویٰ محققِ اعظم ہونے کا کر رہے ہیں، فقیر ان محققین کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ دنیا روزے چند، عاقبت کار با خداوند، محض سستی شہرت حاصل کرنے یا حطامِ دنیوی جمع کرنے کے لیے ایسے نازک اور اہم دینی مسائل پر قلم اٹھانے کی جرأت نہ کریں اور اگر تصنیف و تالیف کا شوق ہی ہے تو کم از کم کسی ذمہ دار مستند عالمِ دین کی طرف مراجعت کر لیا کریں۔ اگر خود استطاعت نہیں تو کسی عربی درس گاہ کے طالب علم سے عباراتِ منقولہ تو صحیح کروا لیا کریں، تاکہ اہلِ علم کی نظر میں تضحیک کا نشانہ تو نہ بننا پڑے۔

دیانت داری سے مسائل غیر منصوصہ میں اختلاف رائے کی گنجائش ہوتی ہے مگر اپنے گریبان میں جھانک کر یہ بھی غور فرمائیں کہ آپ کون ہیں اختلاف کرنے والے

اور آپ کی علمی حیثیت کیا ہے اور کس سے اختلاف کر رہے ہیں؟ جناب والا! کتاب و سنت کی تصریحات اور اجماعِ اہلسنت کے بعد اب چودھویں صدی کے کسی برخوردار یا مست کا قول کیا وقعت رکھتا ہے؟ اعلیٰ حضرت کے اس رسالہ مبارکہ کے پڑھنے کے بعد آپ کو اپنے مؤقف سے فوراً رجوع کرنا چاہیئے اور کفرِ ابی طالب کے قائلین پر آپ نے جو تبرا کیا ہے، اس سے بصدقِ قلب توبہ اور استغفار کرنی چاہیئے۔ یہ چند کلمات بطور نصیحت اور خیر خواہی سپردِ قلم کیے گئے ہیں اور ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین

حررہ الفقیر ابو الفضل غلام علی غفرلہ ولوالدیہ والمشائخہ

ناظم اعلیٰ و خادم العلم الشریف۔ جامعہ حنفیہ دار العلوم، اشرف المدارس۔

اوکاڑہ۔ پاکستان

(۴)

۷۸۶
۹۲

الجواب۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر مجدد مأتہ حاضرہ، اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی کی تحقیقِ انیق سے پوری طرح متفق ہے۔ ان کے آیات واحادیث اور اقوالِ صحابہ وتابعین و اکابر علمائے امت پر مبنی موقف سے نہ کوئی اختلاف کرسکتا ہے۔ نہ ان دلائلِ قاہرہ کا کوئی توڑ پیش کرسکتا ہے۔ اتنے دلائل اور ایسے عظیم شواہد کے مقابلے میں بعض اقوال کا سہارا لینا شانِ علم وتحقیق کے سراسر منافی ہے اور مصنفِ ایمانِ ابی طالب کی بیجا کوشش جامعیِ تفرقہ کا موجب، علم وتحقیق کا منہ چڑانے اور چھوٹا منہ بڑی بات بکنے کا مصداق ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کی واضح تحقیقات کی موجودگی میں اس شخص کا جگہ جگہ الحضرت علیہ الرحمہ کے اسمِ گرامی کے ناجائز استعمال سے غلط تاثر دینا شرمناک ستم ظریفی ہے

بہر حال فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات حرفِ آخر ہیں اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحقیقِ انیق کے مقابلے میں جن حضرات کے بعض اقوال کا سہارا لیا جاتا ہے اگر وہ حضرات اپنی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت کی تحقیقاتِ عظیمہ و تصریحاتِ جلیلہ ملاحظہ فرماتے تو یقیناً اپنے اقوال سے رجوع کا اعلان کرتے۔ کیوں نہ ہو:۔ ؎

ملکِ سخن کی شاہی، تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو، سکے بٹھا دیے ہیں

الفقیر ابو داؤد محمد صادق غفرلہٗ
امیر جماعت رضائے مصطفیٰ۔ گوجرانوالہ

(۵)

الجواب۔ فقیر کو اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، سیدنا شاہ احمد رضا قدس سرہٗ کی تحریر پر اعتماد ہے۔ آپ نے جو کچھ مسئلہ ہذا کے متعلق لکھا ہے، صحیح اور حق ہے۔ فقط

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ
۲۰ر ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ بہاول پور

(۶)

الجواب۔ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت نے اپنے مبارک رسالہ میں جو تحقیق فرمائی کہ ابو طالب آخری دم تک دولتِ ایمان سے بہرہ ور نہیں ہوا تھا۔ ہمارا بھی اس پر اتفاق ہے۔ مزید برآں کہ تفسیر صاوی میں ہے:۔

ثم مات خائفا على ابنه النبى صلى الله عليه وسلم وقال عمك الضال قد مات فقال له اذهب فواره وما تقدم منه انه لم يؤمن حتى مات هو الصحيح

کشف المحجوب میں ہے۔ مستدل از ابو طالب عاقل تر نباشد و دلیل از محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بزرگ تر نہ چوں جریان حکم ابو طالب بر شقاوت بود دلالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُو را سود نداشت۔

انفاس العارفین میں ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ابوطالب نے جو کچھ ممکن تھا کیا لیکن چونکہ اس کی قسمت میں اسلام نہ تھا، اس لیے اس نعمت سے محروم رہا۔ بعدازاں فرمایا کہ ابتدا میں جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہتیری کوشش کی کہ ابوطالب ایمان لائیں لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کی مرضی نہ تھی، وہ کوشش بے فائدہ رہ گئی۔ واللہ تعالےٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

محمد مختار احمد غفرلہٗ

خادم دارالعلوم قادریہ رضویہ۔ لائل پور

۳۰ رذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

(۷)

الجواب صحیح واللہ اعلم بالصواب

محمد ولی النبی عفی عنہ

(۸)

الجواب۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین، سیدی امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی مسئلہ مذکورہ کے متعلق تحقیق کے ساتھ فقیر کو پورا اتفاق ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

فقیر ابوسعید محمد امین غفرلہٗ

مدرسہ امینیہ رضویہ محمد پورہ۔ لائل پور

(۹)

الجوابُ۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ اما بعد۔ جس مسئلہ کو اس صدی کے مجدد برحق سیدنا اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمہ نے تین آیات قرآنیہ، پندرہ احادیث نبویہ (صلی اللہ علیٰ صاحبہا) اور اسی صحابہ کرام و تابعین عظام وعلمائے اعلام (علیہم الرضوان) کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں محقق ومدلل ومبرہن فرمایا ہو۔ اس کے حق وصواب ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے ؟

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

الفقیر محمد احسان الحق قادری رضوی غفرلہٗ

ہجویری مسجد۔ جناح کالونی۔ لائل پور

(۱۰)

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق اور ان کا مسلک درست ہے

محمد حسین نعیمی

جامعہ نعیمیہ۔ لاہور

(۱۱)

الجواب ھو الموفق للصواب۔ ابوطالب کے بارے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کا مسلک صحیح ہے اور یہی جمہور اہلسنت کا موقف ہے، اور یہی ہمارا مختار ہے۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

جامعہ نعیمیہ۔ لاہور

(۱۲)

مجھے فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے کلی اتفاق ہے

۱۔ محمد مہر الدین غفرلہٗ

۲۔ عبد القیوم ہزاروی غفرلہٗ

خادم جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور

۳۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری

(۱۳)

ما قال امام اھل السنة والجماعة العلامة الشاہ احمد رضا خان البریلوی فھو حق واجب الاتباع فمن خالفہ خالف اھل السنة والجماعة۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ گل احمد عتیقی

(۱۴)

فقیر کو حضور سیدنا امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت علیہ رحمۃ واسعۃ کی تحقیق شریف سے اتفاق ہے۔

فقیر محمد عنایت اللہ سگِ غوثِ اعظم
(سانگلہ ہل)

(۱۵)

الجواب۔ ھو الموفق للصواب۔ سوال مذکور میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تحقیق ایمانِ ابوطالب کے بارے میں سوال کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی شخص کی تحقیق نہیں بلکہ موجودہ تمام محققین اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے خوشہ چین ہیں اور جن لوگوں نے ان کی تصنیفات کا مطالعہ فرمایا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ جس مسئلے پر قلم اٹھاتے ہیں۔ اسے تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑتے اور یہ مسئلہ تو جمہور محققین نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔

نہ جانے بعض لوگوں نے اس مسئلہ میں کیوں مخالفت شروع کر دی ہے۔ اگر مخالفین یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں خاندانِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثنا سے زیادہ محبت ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت کی خاندانِ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے محبت عرب و عجم میں ضرب المثل بن چکی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ایک ایک شعر حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ و اہل بیت و خدام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت سے بھرپور ہے۔ اس لیے سوائے اختلاف برائے اختلاف یا ضد کے اختلاف کا کوئی جواز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے بندہ کا مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مسلک کے عین مطابق ہے اور اسی کو بندہ حق سمجھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

فقیر ابوالبدر محمد شمس الزمان غفرلہ
خادم غوث العلوم۔ سمن آباد۔ لاہور

۲۶ر صفر المظفر سنہ ۱۳۹۶ھ
۲۷ر فروری سنہ ۱۹۷۶ء

(۱۶)

الجواب ھو الموفق للصواب۔ فقیر کو ویسے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے ساتھ عقیدت ہے کہ بلا تامل تصدیق کی جائے لیکن آپ کا رسالہ بھی سُن لیا، لہٰذا آپ کے پیش کردہ ارشادات کو تہ دل سے یقین کرتے ہوئے کلیتہً آپ کے ساتھ اس مسئلہ میں اتفاق ہے۔

سید جلال الدین شاہ
شیخ الحدیث جامعہ بھکی شریف۔ ضلع گجرات

(۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ایمانِ ابو طالب کے متعلق اعلیٰحضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنے موقف کو مدلل بیان فرما دیا ہے۔ اُن کی تحقیق میری تصدیق کی محتاج نہیں ہے۔ البتہ یہ واضح ہے کہ یہ مسئلہ نہ ضروریاتِ دین سے ہے نہ ضروریاتِ مذہب اہلسنت سے اور نہ اُن کا کفر ابولہب وغیرہ کفار کی طرح ہے بلکہ دلائل بھی یکساں نہیں ہیں، خود اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ "اگرچہ قولِ حق وصواب وہی کفر و عذاب" الخ۔ بنا بریں فریقین پر طعن و تشنیع بہت غیر مناسب اور قائلین تکفیر پر تبرا ظلم عظیم، خصوصاً اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی تحقیق پر عامیانہ انداز میں تنقید تو کسی طرح بھی درست نہیں ...... واللہ اعلم

سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان

۱۲۔ جولائی ۱۹۷۶ء

باسمہٖ سبحانہٗ

ابحاثِ اخیرہ

— از تبرکات —

حضور پُرنور شیخ الاسلام والمسلمین قدوۃ العلماء المحققین امام اہلسنت مجدد اعظم
دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت مولٰینا الشاہ محمد احمد رضا خاں قادری برکاتی
بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

مکتبہ حامدیہ — گنج بخش روڈ — لاہور

یہ مبارک رسالہ وہ ہے کہ جس نے وہابیوں، دیوبندیوں کی مناظرہ کی رٹ اور تعلیوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ خورجہ کے دیوبندیوں نے دعوتِ مناظرہ دی تھی۔ بیچارے اپنے طواغیت کی چالبازیوں سے ناواقف تھے۔ دعوتِ مناظرہ دے بیٹھے۔ اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مضمون حقائق مشحون بصیغہ رجسٹری ارسال فرما دیا، جس کا تاریخی نام "ابحاثِ اخیرہ" ہے۔ اس کے پہنچتے ہی تھانوی و اجودھیا باشی و چاندپوری وغیرہ کو سانپ سونگھ گیا اور آج تک اس کی تابشوں سے دیابنہ ملاعنہ کی آنکھیں خیرہ ہیں اور قیامت تک اس کا جواب ان سے ممکن نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

الحمد للہ! اس فقیر بارگاہِ غالب قدیر عز جلالہ کے دل میں کسی شخص سے نہ ذاتی مخالفت نہ دنیوی خصومت، مجھے میرے سرکار ابد قرار حضور پُر نور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو ایسوں کے حال سے خبردار رکھوں جو مسلمان کہلا کر اللہ واحد قہار جل جلالہ اور محمد رسول اللہ ماذون مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس پر حملہ کریں تاکہ میرے عوام بھائی مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ان "ذیاب فی ثیاب" کے جبّوں، عماموں، مولویت، مشیخیت کے مقدس ناموں، قال اللہ قال الرسول کے روغنی کلاموں سے دھوکے میں آکر شکار گرگاں خونخوار ہو کر معاذ اللہ سقر میں نہ گریں یہ مبارک کام بحمد المنعام اس عاجز کی طاقت سے بدرجہا خوب تر وفزوں تر ہوا، اور ہوتا ہے، اور جب تک وہ چاہے گا ہوگا ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اس سے زیادہ نہ کچھ مقصود نہ کسی کی سب وشتم وبہتان وافتراء کی پرواہ۔ میرے سرکار نے مجھے پہلے ہی سنا دیا تھا۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ٥

بے شک ضرور تم مخالفوں کی طرف سے بہت کچھ بُرا سنو گے اور اگر صبر وتقوٰی کرو تو وہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

الحمد للہ یہ زبانی ادعا نہیں، میری تمام کارروائیاں اس پر شاہد عدل ہیں، موافق اور مخالف سب دیکھ رہے ہیں کہ امر دین کے علاوہ جتنے ذاتی حملے مجھ پر ہوئے کسی کی اصلاً پرواہ نہ کی۔ اصحاب فقیر نے آپ کی طرف سے ہر قابل جواب اشتہار کے لاجواب جواب دیے جو بحمدہٖ تعالٰی لاجواب رہے مگر جناب

کے مہذب عالم مقدس متکلم مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی چاندپوری کے کمال شستہ و شائستہ دشنام نامے اپریل چپ شاہ گرفتار کی نسبت قطعی ممانعت کردی۔ جس کا آج تک اُدھر والوں کو افتخار ہے کہ ہمارا گالی نامہ لاجواب رہا۔ گرامی منش مولوی ثناء اللہ امرتسری ممکن و موجود میں فرق نہ جان سکے۔ مقدوراتِ الٰہیہ کو موجودات میں منحصر ٹھہرایا، علم الٰہی کے نامحدود ہونے میں اپنے آپ کو متامل بتایا اور جانتے ہی رمضان جیسے مبارک مہینہ میں برعکس چھاپ دیا۔ میں ہرا آیا۔ ادھر اس پر بھی التفات نہ ہُوا۔ عاقلاں نیکو میدانند پر اکتفا کیا۔ یہاں تک وقائع مکہ معظمہ میں کیسے کیسے معکوس اور مصنوع اکاذیب فاجرہ اخباروں میں کس آب و تاب سے چھپا کیے۔ ہر چند احباب کا اصرار ہُوا فقیر اتنا ہی شائع کرتا ہے کہ " یہ جھوٹ ہے " اتنا بھی نہ کیا پھر جب چند ہی روز میں حضرات کے جھوٹ کھل گئے اور واحد قہار کے زبردست ہاتھوں نے ان کے منہ میں پتھر دے دیے۔ اس پر بھی میں نے اتنا نہ کہا کہ "کیسا آپ صاحبوں کا جھوٹ کھلا" ایسے وقائع بکثرت ہیں اور اب جو صاحب چاہیں۔ امتحان فرمالیں۔ انشاء اللہ العزیز ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہوگا۔ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔

میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افترا کرتے، بُرا کہتے ہیں اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی، منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں، میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں۔ میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آبائے کرام کی آبروئیں عزتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سپر رہیں۔ اللّٰھم آمین۔

تذکارات

۱۔ آپ جانتے ہیں اور زمانہ پر روشن ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ سالہا سال سے کس قدر رسائل کثیرہ عزیزہ آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی صاحب وغیرہ کے رد میں ادھر سے شائع ہوئے اور بحمدہٖ تعالیٰ ہمیشہ لاجواب رہے۔

۲۔ وہ اور آپ صراحۃً مناظرہ سے استعفا دے چکے۔

۳۔ سوالات گئے، جواب نہ ملے، رسائل بھیجے، داخلِ دفتر ہوئے، رجسٹریاں پہنچیں، منکر ہو کر واپس فرمادیں۔

۴۔ اخیر تدبیر کو دیو بند جلسہ میں ان رئیسوں کے ذریعہ سے جن کا جناب پر بار ہے، تحریک کی، اس پر بھی آپ ساکت ہی رہے۔

۵۔ رئیسوں کا دباؤ تھا، ناچار دفعۃً دفتی کو وہی چاند پوری صاحب آپ کے وکیل بنے فقیر نے اپنے خط و قلم سے جناب کو رجسٹری شدہ کارڈ بھیجا۔ پھر کیا آپ مناظرۂ معلومہ پر آمادہ ہوئے کیا آپ نے چاند پوری صاحب کو اپنا وکیل مطلق کیا؟ سات مہینے سے زائد گزر گئے۔ آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ واقعی آمادہ ہوئے ہوتے، واقعی آپ نے وکیل کیا ہوتا، تو ہاں لکھ دینا دشوار نہ ہوتا۔ مردانہ وار اقرار سے فرار نہ ہوتا۔ یہ ہے وہ فرضی لا یعنی غیر واقع بے بیعنی معاہدہ، جس سے عدول کا ادھر الزام لگایا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! اپنے وکیل بالادعا کی وکالت آپ نہ مانیں اور عدول جانب خصم سے جانیں۔ ہاں! جناب تو نہ بولے۔ سولہ دن بعد انہیں آپ کے مؤکل صاحب نے لب کھولے کہ ہم جو رؤسا کے سامنے اپنے منہ آپ ہی دعویٰ وکالت کرچکے ہیں۔ اب جناب تھانوی صاحب سے دریافت کرنا، ذلّت اور رسوائی گردن کا طوق، ناپاک چالیں، بے شرمی کے حیلے ہیں (ملاحظہ ہو ان کا شریفانہ مہذب خط مورخہ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۲۸ھ) جو ان کی اعلیٰ تہذیبوں سے نمونہ خروارے ہے یہ خطاب محض اس جرم پر ہیں کہ تھانوی صاحب سے ہماری وکالت کا کیوں استفسار کیا۔ ان کے قبول و عدول پر کیوں موقوف رکھا۔ ہمارا زبانی ادعا کیوں نہ مان لیا۔ جناب تھانوی صاحب لاکھ نہ مانیں، ہم جو ان کے وکیل بن بیٹھے ہیں۔ اب نہ ماننا بے شرمی کا حیلہ ہے ناپاک چال ہے۔ ذلت ہے، رسوائی ہے، طوق وبال ہے۔ جناب تھانوی صاحب آپ اپنے مؤکل یعنی خود ساختہ وکیل صاحب کی بابت خود ہی فیصلہ فرما سکتے ہیں۔ آج تک ایسی وکالت کسی غیر مجنون کے نزدیک قابل قبول ہوئی، یا کوئی عاقل ایسے حضرات سے خطاب روا رکھے گا؟

۶۔ جلسۂ دیو بند کے بعد جناب مولوی گنگوہی صاحب کے ایک شاگرد رشید مولوی علی رضا مودی نے آپ حضرات سے مناظرہ کر لینے کی تحریک کی۔ انہیں فوراً لکھا گیا۔ یہاں تو برسوں سے یہی درخواست ہے۔ جناب گنگوہی صاحب اپنی راہ گئے۔ جناب تھانوی

صاحب بھی انہیں کی راہ پر مہر بر لب ہیں۔ آپ ہی ہمت کیجئے اور تھانوی صاحب سے جواب لا دیجئے۔ اس کے پہنچنے پر ان صاحب نے بھی ہمت ہار دی۔

۷۔ اذناب جناب کے افتراد اعظم پر مسلمانوں نے پانچ سو روپے نقد کا اشتہار دیا اور آپ کو رجسٹری بھیجا۔ آپ نہ جواب دے سکے۔ نہ ثبوت۔

۸۔ دوسرے اشد افترا دنامر پر تین ہزار روپے کا اشتہار آپ کو دیا اور رجسٹری بھیجا۔ اگر تمام جماعت سے کچھ بن پڑتی تو اپنے مدرسہ دیوبند کے لیے اتنی بڑی رقم نہ چھوڑی جاتی مگر نہ جواب ہی ممکن ہوا نہ ثبوت۔ ناچار چارۂ کار رہی سکوت۔

۹۔ یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے تو کیا کیجئے؟ کہاں سے لائیے؟ کس گھر سے دیجئے مگر والا جناب! ایسی صورتوں میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا منہ بند کرتے معاملہ دین میں ایسی ناگفتنی حرکات پر انہیں لجاتے، شرماتے۔ اگر جناب کی طرف سے ترغیب نہ تھی تو کم از کم آپ کے سکوت نے انہیں شہ دی یہاں تک کہ انہوں نے "سیف النقی" جیسی تحریر شائع کی جس کی نظیر آج تک کسی آریہ یا پادری سے بن نہ پڑی یعنی میرے رسائل قاہرہ کے قرض اتارنے کا یہ فدیہ شنیعہ ایجاد کیا کہ میرے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ و خود حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اسمائے طیبہ سے کتابیں گھڑ لیں۔ ان کے نام نہاد مطبع تراشے لیے فرضی صفحوں کے نشان سے عبارتیں تصنیف کریں جس کی مختصر جدول یہ ہے۔

نام کتاب	اسمائے طیبہ مفتری علیہم	مطبع تراشیدہ	صفحہ تراشیدہ	خلاصہ عبارت تراشیدہ	صفحہ افتراء
ہدایۃ البریۃ	والد ماجد قدس سرہ	لاہور	۱۴	مسئلہ علم غیب	۱۱
"	"	"	۴۱	مسئلہ تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۰
تحفۃ المقلدین	حضرت خاتم المحققین	صبح صادق سیتاپور	۱۵	تعریف جناب گنگوہی	۳
ہدایۃ الاسلام	حضرت قدوۃ السالکین جد امجد قدس سرہ	"	۳۰	مسئلہ علم غیب خاص بحمایت تھانوی صاحب	۱۱

نام کتاب	اسمائے طیبہ مفتری علیہم	مطبع تراشیدہ	صفحہ تراشیدہ	خلاصہ عبارات تراشیدہ	صفحہ تراشیدہ
تحفۃ المقلدین	جد امجد قدس سرہ	لکھنؤ	۱۲	تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی	۲۰
خزینۃ الاولیا	اعلحضرت سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ	کانپور	۱۵	مسئلہ علم غیب خاص بحمایت تھانوی	۱۱
ملفوظات	"	مصطفائی	۱۷	تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی	۲۱
مراۃ الحقیقۃ	حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ	مصر	۱۸	مسئلہ علم غیب	۱۴

اور بے دھڑک لکھ دیا کہ تم یہ کہتے ہو اور تمہارے اکابر اپنی ان کتابوں میں ان مطابع کی مطبوعات میں ان صفحوں پر یہ فرماتے ہیں حالانکہ ان کتابوں کا جہاں میں وجود نہ ان مطابع کا کہ کسی مطبع میں چھپیں۔ نہ ان حضرات نے تصنیف فرمائیں۔ نہ حوالہ دہندہ کے فرض و تراشش کے باہر آئیں جرأت پر جرأت یہ کہ صفحہ ۲۰ پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی بدایۃ البریۃ سے ایک فتویٰ گھڑا اس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہٗ کی مہر بھی دل سے تراش لی۔ جس میں سنہ ۱۳۰۱ھ لکھے۔ حالانکہ حضرت والا کا وصال شریف سنہ ۱۲۹۷ھ میں ہو چکا۔ حضرات کی حیا! یہ سخت گندہ افترائی رسالہ جناب کے مدرسہ دیوبند سے شائع ہوا۔ صاحب مطبع کا بیان ہے کہ آپ کے ایک مستقل مصنف مولوی صغیر حسین صاحب دیوبندی نے چھپوایا۔ آپ کے وکیل مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی اپنے ایک خط میں اسے اشتہار اپنیش کیا نہ تحریر میں بھی اب آپ کی حقیقت دیکھنی ہے۔ سیف النقی بحث ہو چکا ہے ملاحظہ سے گزرا ہوگا (ملاحظہ ہو خط ۲۰ ربیع الآخر سنہ ۲۸ھ) جب حیا و دین و غیرت و دیانت و عقل و انسانیت کی نوبت یہاں تک مشاہدہ ہوئی ہر ذی فہم نے جان لیا کہ بحث کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرت سے مخاطبہ کسی عاقل کا کام نہ رہا۔ الحمد للہ کتب و رسائل فقیر تو چھتیس سال سے لاجواب ہیں۔ اصحاب و احباب فقیر کے رسائل بھی بعونہٖ عزّ جلالہ لاجواب ہی رہے۔ ادھر کے تازہ رسائل "ظفر الدین الطیب" و "کین کش پنجہ پیچ" و "بارش سنگی" "پیکان جانگداز" و "العذاب البئیس" اور ضروری نوٹس "دنبازنامہ" و "کشف راز"

والشتہار چہارم و پنجم " و ہفتم " و ہشتم ہی ملاحظہ فرمائیے ۔ کس سے جواب ہو سکا ؟ ان کے اعتراضوں ، مواخذوں اور مطالبوں کا ، کس نے قرض ادا کیا ۔ بات بدل کر ادھر اُدھر کی مہمل بحر اگر ایک آدھ پرچے میں کسی صاحب نے کچھ فرمائی ۔ اس کا جواب فوراً شائع ہوا کہ پھر ادھر مہر سکوت لگ گئی ۔ والحمد للہ رب العالمین مگر آپ کی یہ تدبیر حضرات کو ایسی سوجھی جس کا جواب ایک میں اور میرے اصحاب کیا تمام جہان میں کسی عاقل سے نہ ہو سکے ۔ غریب مسلمان اتنی حیا و عزت ایسی بے تکان جرأت اتنی بے باک طبیعت کہاں سے لائیں کہ کتابیں کی کتابیں دل سے گھڑ لیں ان کے مطبع تراش لیں ان کی عبارتیں ڈھال لیں اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سر بازار چھاپ دیں کہ فلاں چھاپے کی فلاں کتاب فلاں صفحہ پر جناب مولوی گنگوہی صاحب نے لکھا ہے کہ تھانوی صاحب کافر ہیں ۔ فلاں مطبع کے فلاں رسالے فلاں سطر میں جناب مولوی تھانوی صاحب نے فرمایا ہے کہ گنگوہی صاحب مرتد ہیں ۔ جو آتا ہو لے ، وہ حضرات سے مخاطبہ کا نام لے اور واقعی سوا اس طریقے کے اور کر ہی کیا سکتے تھے کہ حضرات چھتیس سال کے کتب رسائل کے بار سے سبکدوش ہوتے ؎

وقت ضرورت گر نماند گریز ، دست بگیرد سر شمشیر تیز !

۱۰ ۔ الحمد للہ ! حق تمام جہان پر واضح ہو لیا اور ہر عاقل اگرچہ مخالف ہو ، خوب سمجھ گیا ۔ کہ کس نے مناظرہ سے برسوں فرار کیا ۔ کس نے ہر بار مقابلہ و جواب سے انکار کیا کون اتنا عاجز آیا کہ حیا و انسانیت کا یکسر پردہ اٹھایا اور مرتا کیا نہ کرتا کہ اس طرف چال بڑھایا ۔ آیا جو آج تک کسی منکر اسلام کو بھی اسلام کے مقابل نہ سوجھی ۔ مسیلمہ ملعون نے جواب قرآن عظیم کے نام سے وہ کچھ ناپاک خباثتیں ہزل فحش لغو جہالتیں بکیں مگر یہ اسے بھی نہ پڑی تھی کہ کچھ آیتیں سورتیں گھڑ کر قرآن عظیم ہی کی طرف نسبت کر دیتا کہ مسلمانو ! تم تو یوں کہتے ہو اور تمہارے قرآن میں یہ لکھا ہے ۔ یہ خاتمہ کا بند اس اخیر قدر میں " مدرسہ عالیہ دیوبند " اور اس کے ہوا خواہوں ہی کا حصہ تھا ۔ بایں ہمہ آپ کے بعض بیچارے نافہم عوام یہ امید کیے جاتے ہیں کہ آپ مناظرہ فرمائیں گے ۔ اسی کے متعلق اب تازہ شگوفہ نے خروج کیا ہے جو آپ کے کسی خلیفہ کلن صاحب کا کھلایا ہوا ہے

اگرچہ یہاں صد ہا بار کا تجربہ ہے کہ آپ نہ بولے نہ بولیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں لکھ کر چھاپی تھیں وہ چھاپ چکے اور بار بار چھاپی جا رہی ہیں۔ اس پر مسلمانانِ عرب و عجم مطالبہ کریں۔ آپ کو کیا غرض پڑی ہے کہ جواب دیں۔ کتنی بار خود آپ سے مطالبے ہوئے جواب غائب۔ جلسۂ دیوبند میں خط بھیجا، جواب غائب۔ تصدیق وکالت کے لیے رجسٹری گئی۔ جواب غائب۔ آپ کے یہاں کے شاگرد مڈوری ہیکلے۔ ان کو متوسط کیا۔ جواب غائب۔ جناب شیخ بشیر الدین وغیرہ رؤسائے میرٹھ کو متوسط کیا۔ جواب غائب۔ جب آپ کے آقایانِ نعمت کی وساطت پر بھی آپ نے جواب نہ دیا، تو اب خورجہ والے آپ کو بلوالیں۔ یہ امید موہوم۔ بہت اچھا۔ ہزار بار گیا بھول گئے۔ ایک بار پھر سہی۔ آپ کے معتقدین خورجہ نے آپ حضرات کے اقوال سے ناتجربہ کاری یا اپنی سادگی سے لکھ دیا کہ جو صورت یہ فقیر بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پسند کرے منظور ہے۔ بہت خوب ادھر سے کتنے بار اصول اور اہم شرائط مناظرہ کی تصریح ہو چکی اور تعیین مباحث کی گنتی ہی نہیں۔ فقیر نے جو خط جلسۂ دیوبند میں بھیجا۔ اس میں بھی ان کی یاد دہانی تھی۔ ظفر الدین الطیب ضروری نوٹس ملاحظہ ہو اور ان سوالوں کا جواب صاف صاف خاص اپنے قلم و مہر و دستخط سے عطا ہو۔ تمام اشتہاروں تمام مطالبوں میں اگرچہ آپ کو کافی و وافی مہلتیں دیں اور ہمیشہ بے کار گئیں کہ آپ تو اپنے ارادوں جیتے جی تک مہلت لیے ہوئے ہیں پھر بھی ربط ضبط کے لیے تعیین مدت لازم ہے یہ سوالات کچھ غور طلب نہیں۔ تھوڑی عقل والا بھی ان پر فوراً ہاں یا نہ کہہ سکتا ہے مگر بہ لحاظ استعداد جناب شرعی مہلت کہ ابلاغ اعذار کے لیے معین ہے پیش کش اور وصول خط سے تین دن کے اندر ہر سوال کا معقول جواب صاف صریح تحریری مہری عنایت ہو۔ یہ آخری بار ہے۔ اس دفعہ بھی پہلو تہی فرمائی تو جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس میں ملایا انہی میں آپ کو ملا دینے کی ہمارے بیان سے اجازت ہو۔

استفسارات

۱۔ توہین اور تکذیب خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الزامات قطعیہ جو مدتوں سے آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی و نانوتوی صاحبان پر ہیں کیا آپ ان میں اس فقیر سے مناظرہ پر آمادہ ہیں۔ یا ہونا چاہتے ہیں ؟

۲۔ کیا آپ بحالت صحت نفس و ثبات عقل بطوع و رغبت بلا جبر و اکراہ اقرار فرماتے ہیں کہ حسام الحرمین و تمہید ایمان و بطش غیب وغیرہ کے سوالات و اعتراضات کا جواب بالمواجہ مُہری و دستخطی دیتے رہیں گے۔ یوں ہی ان جوابات پر جو سوالات وارد و پیدا ہوں ان کا بیان تک کہ مناظرہ انجام کو پہنچے اور بفضلہ تعالیٰ حق ظاہر ہو۔

۳۔ کیا آپ اسی پر اکتفا فرمائیں گے یا حسب ترتیب مذکور ظفر الدین الطیب اس کے بعد سبحان السبوح و کوکبۂ شہابیہ و سل السیوف وغیرہا میرے رسائل کے مطالبات سے اپنے اکابر گنگوہی صاحب و اسمٰعیل دہلوی صاحب کو سبکدوش کریں گے ؟

۴۔ اگر آپ اپنے ہی اقوال کے ذمہ دار ہوں اور اپنے اکابر جناب گنگوہی و نانوتوی و دہلوی صاحبان پر سے دفع کفر و ضلال کی ہمت نہ فرمائیں، تو اتنا ارشاد ہو کہ یہاں دو فریق ہیں۔ اوّل مسلمانانِ اہلسنت عرب و عجم، دوم صاحبانِ مذکور گنگوہ و نانوتہ و دہلی مع الاتباع والاذناب ومن بلی۔ جناب اگر فریق اوّل سے ہیں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ تحریر فرما دیجئے کہ یہ جنابانِ گنگوہی و نانوتوی و دہلوی سے بری ہوں وہ اپنے اقوال و کفر و ضلال و توہین و تکذیب رب ذی الجلال و محبوب ذی الجمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باعث ویسے ہی ہیں جیسا ان کو علمائے حرمین شریفین لکھتے آئے اور جیسا ان کی نسبت حسام الحرمین و فتاوی الحرمین وغیرہما میں لکھا ہے۔ اس وقت بلاشبہ ان کے اقوال کا مطالبہ آپ سے نہیں ہو سکتا بلکہ آپ خود بھی ان کے اتباع و اذناب سے مطالبہ و مواخذہ میں شریک ہوں گے اور اگر جناب فریق دوم

سے ہیں قرآن کے اقوال خود آپ کے اقوال ہیں پھر جواب مطالبات سے پہلو تہی کیا معنی؟ اور ظاہر اس کا منشاء نہیں کہ جناب فریقین سے جدا ہو کر کسی تیسرے طائفہ مثلاً رافضی، خارجی، قادیانی، نیچری وغیرہ میں اپنے آپ کو گنیں اور بالفرض ایسا ہو تو اس کی تصریح فرما دیجئے۔ یوں بھی اس مطالبہ سے آپ کو برأت ہے۔

۵۔ واقعی آپ نے اپنے یہاں کے متکلم اکبر چاند پوری صاحب کو جلسہ دیوبند میں مناظرہ مذکورہ کے لیے اپنا وکیل مطلق و مختار عام کیا تھا یا انہوں نے محض جھوٹ مشہور کر دیا؟ بر تقدیر اول کیا سبب کہ اسی کی تصدیق کے لیے جو کارڈ رجسٹری شدہ گیا۔ آج جناب کو آٹھواں مہینہ ہے کہ جواب نہ دیا۔

۶۔ وہ آپ نے وکیل کیا یا چاند پوری خود بن بیٹھے؟ بہر حال آپ سے اس کی تصدیق چاہنا ویسا ہی جرم اور انہیں مہذب خطابوں کا مستحق ہے جو چاند پوری صاحب نے تحریر فرمائے یا ان کا وہ زعم محض ہذیان و مکابرہ و بے عقلی و جنون و زبان درازی و دریدہ دہنی ہے۔ بر تقدیر اول شرع، عقل، عرف، کس کا قانون ہے کہ زید جو محض اپنی زبان سے وکیلِ عمرو ہونے کا مدعی ہوا۔ اسی قدر سے اس کی وکالت ثابت ہو جائے اور تصرفات وہ جو عمرو کے مال و اہل پر کرے نافذ و تام قرار پائیں اگرچہ عمرو ہرگز اس کی توکیل کا اقرار نہ دے۔ بر تقدیر ثانی کیا ایسا شخص کسی عاقل کے نزدیک قابلِ خطاب علوم خصوصاً مسائلِ اصولِ دینیہ ہو سکتا ہے یا مردود و مطرود نالائق مخاطبہ ہے؟

۷۔ سیف النقی کی نسبت بھی ارشاد ہو۔ آخر آپ بھی اللہ واحد قہار کا نام تو لیتے ہیں اسی واحد قہار جبار کی شہادت سے بتائیے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علماء مناظرین کر رہے ہیں صاف و صریح ان کے عجز کامل اور نہایت گندی حلہ بزدلی کی دلیل روشن ہیں یا نہیں؟

۸۔ جو حضرات ایسی حرکات اتنی بے تکلف اختیار کریں، جو ان کو چھپوائیں، بھیجیں، بانٹیں، شائع اور آشکار کریں، جو ان کو پیش کریں، جو ان پر افتخار کریں، جو امور مذکورہ کو روا رکھیں، ترکِ انسداد و انکار کریں، کسی عاقل کے نزدیک لائق خطاب ٹھہر سکتے ہیں؟

یا صاف ظاہر ہوگیا کہ مناظرہ آخر ہوگیا۔ مناظرہ مناظرہ کا جھوٹا نام لینے والے بے روح پھڑکتے بے جان سکتے ہیں۔ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی۔

۹۔ اس واحد قہار جلیل وجبار کی شہادت سے یہ بھی بتا دیجیے کہ رسالہ ملعونہ جو خاص جناب کے مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہو رہا ہے اور جس کے آخر میں آپ کے دیوبندی مولوی کا اعلان لکھا ہے کہ بندہ کی معرفت رسالہ "سیف النقی علی راس الشقی" بھی مل سکتا ہے۔ قیمت ۲/ آنہ۔ اور مولانا محمد اشرف علی صاحب وغیرہ بزرگان دین کی جملہ تصانیف بھی مل سکتی ہیں۔ راقم بندہ سید اصغر حسین عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارن پور۔

اس اشاعت کی آپ کو اطلاع تو ظاہر مگر اس میں آپ کا شوئی نہیں ہے آپ کی شرکت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کی رضا و رغبت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ کو سکوت اور سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں؟ نہیں تو آپ نے کیا انسداد کیا؟ اور اس میں اپنی پوری قدرت صرف کی یا بے پرواہی برتی؟ بر تقدیر اول اثر کیوں نہیں ہوتا؟ بر تقدیر ثانی یہ بھی نیم اجازت ہے یا نہیں؟

۱۰۔ اسی عزیز، مقتدر، منتقم، متکبر عز جلالہ کی شہادت سے یہ بھی حسبۃً للہ فرما دیجیے کہ حالات و مقالات جو ظفر الدین الجید تا اشتہار ہشتم از نامۂ حاضرہ مسمّی بہ "ابحاث اخیرہ" میں مذکور ہوئے سب حق و صواب ہیں یا ان میں سے کون سا خلاف واقع ہے؟ اور جب سب حق ہیں تو مناظرہ کا طالب کون رہا اور برابر فرار بر فرار، گریز بر گریز پر کس نے قرار کیا؟ فَیَنْظُرُوْا اَنْتَوَجْهُوْا۔ رَبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ط

جناب مولوی تھانوی صاحب یہ دس سوال ہیں صرف واقعات یا آپ کے ارادہ ذہنیت سے استفسار یا صاف واضحات جن کا جواب ہر ذی عقل پر آشکار۔ بایں ہمہ جواب میں جناب کو تین دن کی مہلت دی گئی اگر جناب کے نزدیک یہ بھی کم ہے تو بے تکلف فرما دیجیے۔ آپ جس قدر چاہیں فقیر توسیع کرنے کو حاضر ہے مگر جواب خود دیجیے۔ اب

وکالت کا زمانہ گیا - وکلاء کا حال کھل گیا - مدتوں جناب کو اختیار توکیل دیا کہ آپ گھبرائے ہیں تو جسے چاہے اپنے مہر و دستخط سے اپنا وکیل بنائیے - بار بار رسائل و اشتہارات میں اس کی تکرار کی مگر آپ نے خاموشی ہی اختیار کی اور بالآخر چاندپوری صاحب محض بزور زبان خود بخود آپ کے وکیل بنے جس کا انجام وہ ہوا - کیا آپ عالم نہیں - کیا آپ وضوح حق نہیں چاہتے کیا آپ ان کلمات کے قائل نہیں - کیا آپ پر خود اپنا تبریہ لازم نہیں ؟ آپ دوسروں کا سہارا چھوڑیے اور اللہ کو مان کر تحقیق حق سے منہ نہ موڑیے بے سیرانی و پریشانی میں عوام معتقدین کا دم نہ توڑیے - ہاں ہاں! آپ سے مطالبہ ہے، آپ پر مواخذہ ہے، جواب دیجئے، اور آپ جواب دیجئے - اپنے قلم و خط سے دیجئے - اپنے مہر و دستخط سے دیجئے - ورنہ صاف انکار کر دیجئے کہ عوام کی چپقلش تو جائے حق اہل فہم پر ظاہر ہو چکا ہے آپ کے ان معتقدین پر بھی وضوح پائے پھر ان میں سے جسے توفیق ہو ضلالت چھوڑ کر ہدے پر آئے -

واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل - ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولینا وناصرنا وماونا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین - والحمد للہ رب العالمین ۔

دستخط

فقیر احمد رضا خاں قادری عفی عنہ

آج بستم ذی القعدہ ۱۳۲۸ھ روز چہار شنبہ کو فقیر نے خود لکھا اور میری مہر و دستخط سے امضا ہوا -

کاش یہ بات اسی وقت طے ہو جاتی

ایک تاریخی خط

(رباافاضہ حضرۃ علامہ مولنا حسنین رضا خاں بریلوی مدظلہ العالی)

علمائے دیوبند کی وہ دین سوز عبارتیں جن پر سارا عرب و عجم چیخ اٹھا تھا دنیا کے بڑے بڑے علمائے کرام و مفتیان عظام و مشائخ ذوی الاحترام و عوام لرز گئے تھے ہر دردمند مخلص تڑپ رہا تھا کہ کسی صورت یہ فتنہ ختم ہو ، ملت اسلامیہ سکون و اطمینان کا سانس لے۔

دین اور ملت اسلامیہ میں فتنہ اور افتراق کی یہ ہولناک آگ ایسی نہ تھی جس پر مجدد اعظم احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ خاموش تماشائی رہتے۔ اسلام کا انتہائی درد، مسلمانوں کی دنیا و آخرت کی تباہی کا خوف اور آپ کے منصب کی ذمہ داری نے آپ کو مضطر اور بے چین کر دیا۔ علمائے دیوبند کو دعوت پر دعوت دی۔ بہت سے مطبوعہ و غیر مطبوعہ خطوط لکھے رجسٹریاں بھیجیں کہ اے اللہ کے بندو! تمہاری ان عبارتوں سے اسلام کی بنیادوں پر ضربیں لگ رہی ہیں مسلمان سخت مشکلات میں پھنس گیا ہے۔ دنیا کے ساتھ اس کی آخرت بھی برباد ہو رہی ہے آؤ ہم تم بیٹھ کر اس معاملہ کو صاف کر لیں اور اس راہ کو اختیار کریں جو اسلام کا عین منشاء اور مسلمانوں کے لیے صراط مستقیم ہو۔

مگر افسوس کہ اکابر دیوبند نے یا تو اس سے اجتناب کیا یا اگر وعدے بھی کیے تو ایفا نہ کر سکے۔ خجالت اور شرمندگی دامن گیر رہی۔

علمائے دیوبند کی اس روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت کے اندیشوں کے مطابق یہ فتنہ آج اپنے عروج پر پہنچ گیا جس سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ ایک بہت بڑی جماعت اور اس کی مختلف شاخوں کی آخرت بھی برباد ہو رہی ہے۔

ہم ذیل میں مجدد اعظم امام بریلوی قدس سرہٗ کے ایک تاریخی خط کی نقل پیش کر رہے ہیں جو آپ نے آج سے تقریباً ساٹھ سال قبل ۱۳۲۹ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی کو لکھا تھا اور جو رسالہ "دافع الفساد عن مراد آباد" میں چھپ چکا تھا۔

معاوضۂ عالیہ امام بریلوی قدس سرہٗ

نقل

بنام

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

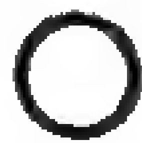
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ فقیر بارگاہِ عزیز قدیر عز جلالہٗ نو مہینوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے اب حسب معاہدہ دقرار داد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ کو سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جواب دہی کو آمادہ ہوں۔ ہاں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنا دیں اور دو ہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیئے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷ صفر مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی ہے آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اسی قدر کہ یہ کلمات شانِ اقدس حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہٖ تعالیٰ دو منٹ میں اہلِ ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے لہٰذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷ صفر روز جان افروز دوشنبہ اس کے لیے مقرر کرتا ہے آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۷ صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپ بالذات اس امر اہم و اعظم دین کو طے کریں اپنے دل کی آپ جیسی بتا سکیں گے وکیل کیا بتائے گا۔ عاقل بالغ مستطیع غیر معذورہ کی توکیل کیوں منظور ہو؟ معہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے۔ کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل کا سہارا ڈھونڈ لیے، تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ و پرداختہ قبول سکوت، نکول، عدول سب آپ کا ہے اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عز جلالہٗ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فرار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ یہ

وکالت ناممکن ہے اور اعلانیہ کی توبہ اعلانیہ لازم۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے پھر آپ خود ہی دفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجلت کی سعیٔ بے حاصل کرتے ہیں۔ ہر بار ایک ہی طرح کے جواب ہوتے ہیں آخر تابہ کے؟ یہ اخیر دعوت ہے۔ اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمدللہ میں فرضِ ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی کے غوغہ پر التفات نہ ہوگا۔ منوا دینا میرا کام نہیں۔ اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین

والحمد للہ رب العالمین



فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۵ر صفر المظفر روز چہارشنبہ ۱۳۲۹ھ

مآل یہی ہوا کہ اکابر دیوبند گھبراتے رہے۔ جہالت و شرمندگی نبھاتے رہے رجوع و اتحاد سے گریز کیا اور ایک بہت بڑا فتنہ باقی رہ گیا۔

قطعۂ تاریخِ طباعت

(از نتیجۂ فکر حضرت مولانا اخترؔ الحامدی الرضوی مدظلہ، حیدرآباد)

اللہ اللہ رسائلِ رضوی — مشتمل بر مسائلِ دینی
حق کی برہان، اِن کی ہر تحقیق — مہرِ روشن دلائلِ دینی
ایک نقشِ محافظِ ایماں — پاسبانِ شمائلِ دینی
طوقِ زرّیں عروسِ ملّت کا — خوبصورت حمائلِ دینی
دین و ملّت کو کیوں نہ اَوج ملے — مل گئے ہیں وسائلِ دینی
ہوں گے جس کے مطالعہ سے فروغ — اور پختہ خصائلِ دینی

کہو تاریخِ طبع اے اخترؔ
رضویہ رسائلِ دینی
۱۳ ھ ۹۶